تذکرہ علمائے ہند

تالیف

مولوی رحمان علی

مرتبہ و مترجمہ

محمد ایوب قادری

مع مقدمہ

از ڈاکٹر سید معین الحق

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
۳۰- نیو ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی ۵

عتیف ۶۱ء

تذکرہ علمائے ہند

تالیف مولوی رحمان علی مرحوم
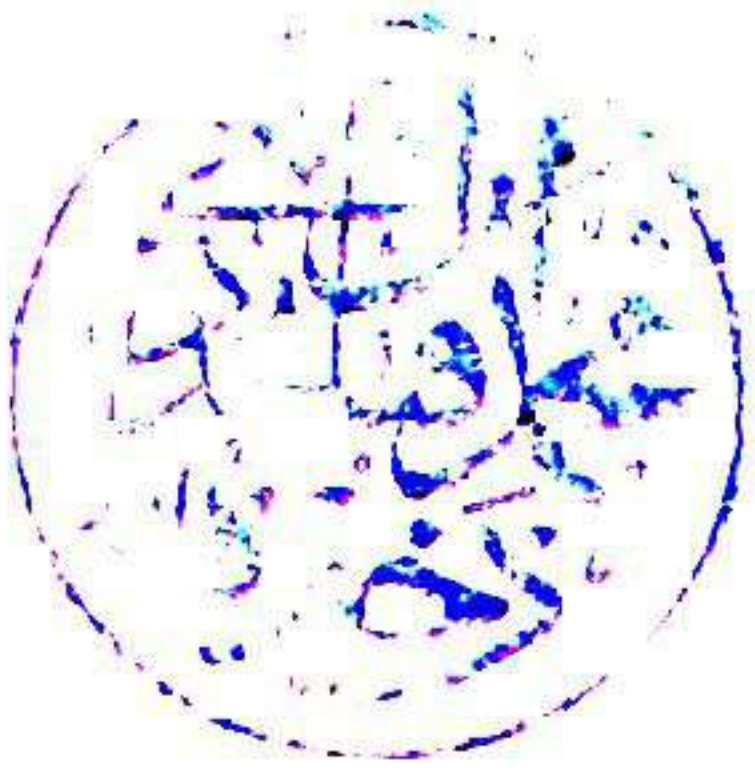
مرتبہ و مترجمہ

محمد ایوب قادری بی۔اے

لٹریری اسسٹنٹ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

مع مقدمہ

ڈاکٹر سید معین الحق، ایم۔اے، پی، ایچ، ڈی

شائع کردہ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔کراچی

سلسلۂ مطبوعات پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

نمبر ۱۶

بار اول ۱۹۶۱ء

قیمت:- پندرہ روپے فی جلد

ملنے کا پتہ

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۳۰ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی
کراچی ۵

مطبوعہ

مشہور آفسٹ پریس۔ کراچی۔

فہرست

پیش لفظ

محمد ایوب قادری۔ بی۔ اے (مترجم و مرتب)

تذکرہ علمائے ہند کا ترجمہ ناظرین کے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب اپنی اہمیت و افادیت کے باعث علمی حلقوں میں مشہور و معروف رہی ہے۔ عرصہ سے نایاب تھی جناب ڈاکٹر سید معین الحق جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی تجویز و تحریک اور جناب فضل الرحمان صاحب صدر سوسائٹی کی توثیق و تائید پر تذکرہ علمائے ہند کے ترجمہ، ترتیب اور حواشی کا کام میرے سپرد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کی پُر خلوص توجہ اور ہمت افزائی خاص طور سے میرے شامل حال رہی جس کے لئے میں موصوف کا منت پذیر ہوں۔

اس تذکرہ کے مؤلف مولوی رحمان علی کا اصلی نام محمد عبدالشکور بن حکیم شبیر علی صدیقی ہے ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء میں قصبہ نارہ عرف احمد آباد ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے ان کے والد اپنے زمانے کے بڑے فاضل اور حاذق طبیب تھے حکیم شبیر علی کا انتقال رمضان ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ہوا اُس وقت رحمان علی کی عمر قریب بارہ سال تھی اور قرآن کریم ختم کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا فارسی کی تحصیل اپنے بڑے بھائی حکیم احسان علی (ف ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) سے کی اس کے بعد اپنے زمانے کے مشہور علماء و فضلاء مثلاً مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) قاری عبدالرحمان پانی پتی (ف ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء) مولوی محمد شکور مچھلی شہری (ف ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء) مولوی ثابت علی ساکن بھکار (ف ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) مولوی سید حسین علی فتح پوری اور مولانا عبداللہ زید پوری سے کتب درسیہ پڑھیں [illegible] [illegible] ہونے کے بعد اپنے بھائی مولوی امان علی (ف ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) کے [illegible] ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء میں ریواں کے راجہ رگھوراج سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوئے راجہ نے نام پوچھا انھوں نے محمد عبدالشکور بتایا اُس نے کہا ہمیں اس نام کے لینے میں دقت ہوگی، تمھارے بھائی کا نام امان علی ہے۔ اسی وزن پر تمھارا نام رحمان علی ٹھیک ہے۔ چنانچہ محمد عبدالشکور سے رحمان علی ہوگئے، اور اسی نام سے مشہور و معروف ہوئے مولوی رحمان علی ریواں ریاست میں اعلیٰ عہدوں پر

سرفراز رہے۔ ریواں کی کونسل کے ممبر ہوئے۔ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں سرکار انگلشیہ سے خان بہادری کا خطاب ملا۔ مولوی رحمان علی نے ریواں میں ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱-۲ء میں ایک مسجد بنوائی اور ریاست ریواں کی طرف سے جو گاؤں ان کو معافی دوامی کے طور پر ملا تھا اُس کو مسجد کے مصارف کے لئے وقف کر دیا۔ مولوی محمد حسین الہ آبادی (ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء) کے مرید تھے اور ان ہی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

مولوی رحمان علی کی متعدد تصانیف نظم و نثر میں موجود ہیں۔ اس تذکرہ کی تالیف تک چودہ[14] کتابیں طبع ہو چکی تھیں چار غیر مطبوعہ اور پانچ زیر تالیف تھیں ان کتابوں کا موضوع مذہب، طب اور تاریخ ہے، تاریخ و سیر پر (۱) ریاض الامراء، کرسی نامہ تومر بھیل، تواریخ بھیل کھنڈ اور تاریخ التواریخ ہیں پہلی کتاب ان امیروں کے حالات میں ہے جن کو سرکار انگلشیہ کی طرف سے توپوں کی سلامی دی جاتی تھی، یہ کتاب لکھنؤ میں طبع ہوئی اور آخر الذکر کتاب زیر تالیف کتابوں میں شامل ہے، معلوم نہیں مکمل ہوئی یا نہیں۔ مولوی رحمان علی کا انتقال ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں ہوا۔

مولوی رحمان علی کی سب سے مشہور دستاویز کتاب تذکرہ علمائے ہند ہے یہ کتاب ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷-۸ء میں لکھنی شروع ہوئی جیسا کہ انھوں نے مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی کے ذکر میں خود لکھا ہے۔

سیزدہ صد و پنج ہجری کہ زمانۂ تالیف مجموعہ ہذاست — ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷-۸ء جو اس مجموعہ (تذکرۂ علمائے ہند) کی تالیف کا زمانہ ہے۔

بعض قرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کام ۱۳۰۷-۸ھ/۱۸۹۰-۱ء میں مکمل ہو گیا۔

پہلا اڈیشن ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں نول کشور لکھنؤ سے شایع ہوا۔

مولوی رحمان علی نے تذکرۂ علمائے ہند کے آخر میں "خاتمہ کتاب" کے عنوان سے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جو تالیفِ کتاب کے وقت ان کے پیش نظر تھیں یہ تعداد ۳۹ کتابوں پر مشتمل ہے ان میں (۱) سبحۃ المرجان فی آثار ہندستان (۲) منتخب التواریخ (۳) اخبار الاخیار (۴) تاریخ جدولیہ (۵) مفتاح التواریخ (۶) حدیقۃ الاقالیم (۷) طبقات اکبری (۸) خزانۂ عامرہ (۹) تاریخ فرشتہ (۱۰) طرب الاماثل فی تراجم الافاضل (۱۱) خزینۃ الاصفیاء (۱۲) تاریخ الاولیاء

(۱۳) سفینۃ الاولیاء (۱۴) گنج تاریخ (۱۵) تاریخ فیروز شاہی (۱۶) ابجد العلوم (۱۷) سیر المتاخرین (۱۸) حدائق الحنفیہ اور (۱۹) انوار الصفی ایسی تاریخیں یا تذکرے ہیں جن میں ہند پاکستان کے عام علماء و مشائخ کا حال مل جاتا ہے۔

(۱) اغصان اربعہ (۲) آمد نامہ (۳) مسودہ مولوی اشرف علی لکھنوی (۴) بحر ذخار (۵) تذکرۃ الاصفیاء (۶) آئینہ اودھ (۷) انموذج الکمال (۸) مطارح الاذکیا اور (۹) عماد السعادت۔ ایسی کتابیں ہیں جن میں علمائے اودھ کے حالات پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

(۱) القول الجلی فی ترجمۃ المولوی سخاوت علی (۲) حسرت العالم (۳) کنز البرکات (۴) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف اور (۵) القول الجلی بذکر آثار الولی، مولوی سخاوت علی جونپوری، مولوی عبد الحلیم فرنگی محلی، مولوی عبد الحیٔ فرنگی محلی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات میں ہیں۔ ہدیہ مہدویہ اور نجوم السماء مہدوی اور شیعہ علماء کے حالات پر مشتمل ہیں۔ کشمیر کے علماء کے حالات میں واقعات کشمیر المعروف بہ تاریخ اعظمی (از خواجہ محمد اعظم) گجرات کے متعلق مرأت احمدی (علی محمد) سندھ پر تحفۃ الکرام (از علی شیر قانع ٹھٹوی) اور بہار کے متعلق تذکرۃ الکرام (از مولوی ابو الحیوٰۃ پھلواروی، مؤلف تذکرہ علمائے ہند کے پیش نظر رہی ہیں۔ اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی رحمان علی کو پنجاب، دکن، وسط ہند، مدراس اور بنگال پر قطعاً مواد دستیاب نہیں ہوا۔ اسی لئے ان علاقوں کے علماء کے حالات کتاب میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔ بہار، کشمیر، گجرات اور سندھ پر صرف ایک ایک کتاب تھی۔ اس لئے ان علاقوں کی خاطر خواہ نمائندگی نہ ہو سکی۔

یہ امر قابل تعجب ہے کہ مولوی رحمان علی نے اپنے ہم عصر یا قریب العہد [illegible] علماء کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ مولانا مملوک علی نانوتوی (ف [illegible]) مولانا محمد احسن نانوتوی (ف ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) مولوی محمد مظہر نانوتوی (ف ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء) مولوی محمد یعقوب نانوتوی (ف ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء) مولوی بزرگ علی مارہروی (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵-۶ء) مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (ف ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) مفتی عنایت احمد کاکوروی (ف ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۳ء)، شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (ف ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، (ف ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء) مفتی لطف اللہ علی گڑھی (ف ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء) مولانا [illegible] شاہ اسمٰعیل شہید [illegible]

عبد القیوم بھوپالی (ف ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) ملا نظام شاہ جہاں پوری (ف ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) منشی الٰہی بخش کاندھلوی (ف ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) مولانا شیخ محمد تھانوی (ف ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) اور مولوی عبد الجلیل شہید علی گڑھی (ف ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) وغیرہ ہند پاکستان کے ایسے نامور علماء ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں، مولوی رحمان علی نے ان علماء کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔

یہ بات بھی کچھ کم باعث استعجاب نہیں کہ شاہ ابو سعید دہلوی (ف ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء)، شاہ محمد اسحاق دہلوی (ف ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵-۴۶ء) شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (ف ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) مولوی مخصوص اللہ (ف ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) اور مفتی ولی اللہ فرخ آبادی (ف ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳-۴ء) جیسے مشہور علماء پر مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے صرف دو دو تین تین سطور لکھنی کافی سمجھی ہیں۔ مولوی ارشاد حسین رام پوری (ف ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) مولوی امیر حسن سہسوانی (ف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴-۵ء) مولوی بشیر الدین قنوجی، مولوی رحمت اللہ کیرانوی (ف ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)، مولوی رشید احمد گنگوہی (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مولوی عبد القادر رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ/۱۸۹۲ء) قاری عبد الرحمان پانی پتی (ف ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) مولانا فیض الحسن سہارن پوری (ف ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء)، میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) اور مولوی وکیل احمد سکندر پوری جیسے حضرات کے صرف نام لکھنے "تکملہ کتاب" میں کافی سمجھے — اگر اس فہرست کو بامعان نظر دیکھا جائے تو ان میں بیشتر شاہ ولی اللہ دہلوی کے مکتب فکر و خیال کے حامل اور ان کے اصول و نظریات کے مبلغ ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولوی رحمان علی، شاہ ولی اللٰہی مکتب فکر سے کچھ زیادہ متفق نہیں ہیں۔ اسی لئے ان علماء کے تراجم میں کوتاہ قلمی سے کام لیا ہے۔ سید احمد شہید اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصہ لینے والے علماء کو بھی قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے شاید اس میں ریاست کی ملازمت اور سرکار انگلشیہ سے تعلقات کی مصالح کو دخل ہو۔

اس کتاب کے حواشی، ترتیب اور تعلیقات کے سلسلہ میں بہت سی کتابیں دیکھنی پڑیں جن کا اندازہ کتابیات سے ہو گا مگر یہاں ان چند نادر مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس سلسلہ میں سب سے پہلے منظر عام پر آ رہے ہیں۔

مولوی محمد سلیمان بدایونی کے ذخیرۂ علمیہ میں عہد شاہجہانی کے علماء و مشائخ اور شعراء کا ایک تذکرہ ملا ہے جس کا حوالہ ہم نے "تذکرہ مشائخ کبار" کے نام سے دیا ہے۔ یہ تذکرہ کسی دہلوی"

نے ان علماء و مشائخ اور شعراء کے حالات میں لکھا ہے جو اس کے زمانے میں دہلی میں موجود تھے، آخر
کتاب میں شاہجہاں کے زمانے کے منصب داروں کی ایک مکمل فہرست ہے مخطوطہ سے اندازہ ہوتا
ہے کہ یہ مصنف کا واحد قلمی نسخہ ہے کیونکہ اس میں بعض اضافوں کے لئے جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔
جولائی اگست سنہ ۷۰ء میں خاکسار کو بریلی، بدایوں اور علی گڑھ کے سفر کا اتفاق ہوا۔ شیخ
عبدالحمید السالم میاں سجادہ نشین درگاہِ قادریہ بدایوں اور مولوی عبدالمجید اقبال میاں کی
عنایت سے مدرسہ قادریہ بدایوں کا نادر کتب خانہ دیکھنے کو ملا جس میں تقریباً دس ہزار کتابیں
ہوں گی جن میں سے چار ہزار کے قریب تو صرف مخطوطات ہیں اس کتب خانے میں ایک کتاب
"مظہر العلماء" نظر سے گزری مولوی محمد حسین بن سید بخشش علی ساکن قصبہ سید پور ضلع بدایوں نے
تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کے حالات میں یہ ایک مفصل اور جامع تذکرہ لکھا ہے۔ تذکرہ
کی تدوین ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں شروع ہوئی اور ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء میں تکمیل ہوئی "مظہر العلماء" تاریخی نام ہے
۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء تک اس تذکرہ میں اضافے ہوئے ہیں۔ تذکرہ میں مولوی محمد حسین مرحوم کی ایک یادداشت
تحریر ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس تذکرہ کی ایک نقل لاہور کے کسی پبلشر کو بھی بھیجی گئی تھی معلوم
نہیں اس کا کیا حشر ہوا۔ مدرسہ قادریہ میں مولوی عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) کی قلمی بیاض
نظر سے گزری۔ اس سے بھی بدایوں خصوصاً خاندان عثمانی کے مشاہیر کے متعلق بعض اہم
معلومات حاصل ہوئیں۔ مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی، شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں کے
ذاتی کتب خانہ میں بعض اہم مطبوعات اور مخطوطات دیکھنے کو ملے جن میں نورالقلوب
تالیف نواب امجد علی رضوی لکھنوی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں تالیف ہوئی
ہے۔ سید فرخ علی جلالی بن سید ضامن علی بدایونی (محلہ سوتہ) کے کتب خانہ [illegible] سلسلہ
کے مشائخ و اکابر کے متعلق کاشف الاستار (کشکول حضرت شاہ [illegible] ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء)
اور ہدایت المخلوق مؤلفہ مولوی شیخ محمد افضل [illegible] کی ایک اہم کتاب گلشن ابرار
از مولوی ریاض الدین سہسوانی، مولوی احید الدین [illegible] پریس بدایوں کے پاس
ملی، یہ تمام اہم اور نادر مخطوطات ہیں۔ علی گڑھ میں مسلم یونیورسٹی کی لائبریری سے استفادہ
کیا۔ لیکن سب سے اہم بات معارج الولایۃ کا حصول ہے۔ یہ نادر و نایاب کتاب پروفیسر

خلیق احمد نظامی کی عنایت سے دستیاب ہوئی۔ پروفیسر صاحب کے کتب خانے میں اس کتاب کا ایک بہت اچھا نسخہ ہے۔

ترجمہ میں بڑی حد تک اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مؤلف کے منشاء و مفہوم کی پوری ترجمانی ہو سکے اسی کے ساتھ زبان بامحاورہ سلیس اور شگفتہ ہو، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس باب میں کسی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کریں گے۔ چند باتیں ترجمہ، ترتیب اور حواشی کے متعلق عرض کرنی ضروری ہیں۔

۱۔ غیر منقسم برصغیر کو کتاب میں ہندوستان لکھا گیا ہے۔ ہم نے اس لفظ کا ترجمہ ہندپاکستان کیا ہے۔ اب یہی نام زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ ہسٹاریکل سوسائٹی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۲۔ کتاب میں بعض الفاظ کا وضاحتی املا دیا گیا ہے۔ مثلاً ایرج کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ ایرج بہمزہ مکسورہ و یائے تحتانی مثناۃ مجہول و رائے مہملہ مفتوحہ و جیم فارسی —— اردو میں اس کا ترجمہ ضروری نہیں سمجھا گیا۔

۳۔ ہجری سنین کی عیسوی سنین سے مطابقت کر دی گئی ہے۔

۴۔ حواشی میں ۲۴ علماء و مشاہیر کے حالات مزید شامل کر دئے گئے ہیں جن کے اسماء فہرست میں علٰحدہ دئے گئے ہیں۔

۵۔ متن کتاب کا ترجمہ جلی قلم سے لکھا گیا ہے۔ اس کے تحت حاشیہ یا مزید مواد کی نشاندہی قدرے خفی قلم سے کی گئی ہے۔ خفی قلم کے حاشیے اور حوالے مترجم کے اضافہ کئے ہوئے ہیں۔

۶۔ مؤلف تذکرہ نے اپنا حال آخر کتاب میں شامل کیا تھا، اسی طرح شاہ محمد رمضان مہمی، مولوی امام الدین کاکوڑی، مولوی پیر علی اور مولوی دھومن سہارن پوری کے حالات تکملہ کے بعد شامل کئے تھے۔ ہم نے ان لوگوں کے حالات ان کے نام کی ردیف کے تحت شامل کر دئے ہیں۔

۷۔ اس تذکرہ میں مولوی رحمان علی نے ۶۴۹ علماء کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور آخر میں تکملۂ کتاب میں ——— چند ایسے نام بھی تھے جن کے مفصل حالات متن کتاب میں آچکے تھے ہم نے تکملۂ کتاب سے ان اسماء کو خارج کر دیا اس طرح تکملہ میں

صرف ۹۸ علماء رہ گئے ہیں تکملہ میں ۷۷ علماء کے حالات کا اضافہ ہم نے قوسین میں خفی قلم سے کیا ہے۔

۸۔ کتاب کے آخر میں کتابیات اور اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

جن بزرگوں اور احباب نے مجھے اس کتاب کے حواشی و ترتیب کے لئے کتابوں کی فراہمی میں مدد دی میں اُن سب کا منت پذیر ہوں میرے کرم فرما مولوی ثناء الحق ایم اے نے پروف پڑھنے میں خاص طور سے ہاتھ بٹایا۔ محترمی سخاوت مرزا صاحب نے "تذکرہ یارانِ زماں" تالیف احمد علی رسا (مخزونہ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن) سے بعض اقتباسات اور حوالے لکھ کر بھیجے۔ مخدومی مولانا عبدالرشید نعمانی نے تعارف لکھ کر ہمت افزائی فرمائی اور استاذی پروفیسر حبیب اللہ خاں غضنفر کے مفید مشوروں سے ہمہ وقت مستفیض ہوا میں ان حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، مفتی انتظام اللہ شہابی اور حکیم محمود احمد برکاتی صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جن کی ہمت افزائی نے مجھے تازہ حوصلے بخشے۔

محمد ایوب قادری

کراچی ۔ ۷ جنوری ۱۹۶۱ء

تعارف

جناب مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اعیان علماء کے حالات کو جس طرح محفوظ کیا ہے، دنیا کی تمام قومیں اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں، سب سے پہلے راویان حدیث کے تذکرے قلمبند ہوئے۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے لوگوں میں جس کا بھی کسی سلسلۂ روایت میں نام آیا، ان سب کے حالات زندگی نہایت تفتیش و تلاش سے جمع کئے گئے، پھر علم رجال کے سلسلہ نے اتنی وسعت اختیار کی کہ ہر شعبہ کے رجال علم کو محیط ہو گیا۔ چنانچہ فقہاء، قراء، مفسرین، حفاظِ حدیث، مؤرخین، نحاۃ، ادباء، شعراء، صوفیہ، قضاۃ، اطباء، حکماء ان سب کے حالات پر اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے۔

علم رجال ہمیشہ سے فن حدیث کا ایک شعبہ رہا ہے اس لیے جس ملک اور جس قوم نے حدیث نبوی کی جتنی خدمت کی اسی قدر اس نے اپنے رجال علم کو محفوظ رکھا برصغیر پاک وہند میں اس مقدس علم کے ساتھ جیسا کہ اعتناء کرنا چاہئے سب سے آخیر میں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ علم حدیث کی اشاعت سے پہلے یہاں صوفیہ اور مشائخ کے تذکرے تو مل جاتے ہیں لیکن خاص طور پر علماء کے حالات پر کوئی کتاب نہیں ملتی۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔

اصل ایں است کہ مردم ہند در حفظ احوال مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم اہتمامے داشتہ اند و بہ ضبط احوال دانشمنداں کم پرداختہ، و کتابے مستقل دریں باب از سلف و خلف استماع نیفتاد۔ کتاب عین العلم ناطق است کہ مصنف او از اجلہ علماء و اتقیاء روزگار بود، بقول اصح ہندی الاصل است	اصل یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگوں نے مشائخ طریقت کے حالات کو محفوظ رکھنے کا تو اہتمام کیا اور علماء کے حالات کو مدون کرنے کی طرف توجہ کم کی، اور کوئی مستقل تصنیف سلف و خلف کی اس بارے میں سنی نہ گئی، کتاب عین العلم جو اس پر ناطق ہے کہ اس کا مصنف اجلہ علماء اور اتقیاء روزگار میں سے تھا وہ بقول اصح ہندی نژاد ہے۔

ملا علی قاری در شرح عین العلم گوید ھو من فضلاء الھند وصلحائھم علی ما صرح بہ الشیخ ابن حجر فی شرح مقدمتہ کسے از مورخان احوال او راضبط نہ کردہ باوجود ایں تصنیف عالی گویا نامش از صفحہ روزگار محو گردیدہ۔ (ماثر الکرام تاریخ بلگرام ص ۲۲۳)

ملا علی قاری عین العلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس کا مصنف جیساکہ شیخ ابن حجر نے اس کتاب کے مقدمہ کی کی شرح میں تصریح کی ہے ہندوستان کے فضلاء و صلحاء میں تھا۔ تاہم مورخین میں سے کسی شخص نے اس کے حالات کو جمع نہ کیا۔ اور ایسی عالی تصنیف کے ہوتے ہوئے بھی گویا اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔

مصنف عین العلم کی طرح خدا جانے اور کتنے فضلاء زمانہ اور علماء یگانہ ہوں گے کہ ہم اپنی بدمذاقی کے سبب آج ان کے نام و نشان تک سے واقف نہیں، بہرحال علماء ہند میں سوائے ان چند خوش قسمت افراد کے جن کا تذکرہ تاریخ ملوک کے ذیل میں ضمناً محفوظ ہو گیا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اکثر و بیشتر گمنامی کی نذر ہو کر رہ گئے اور اس لئے اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ یہاں کے رجال علم کے حالات کو جو پردۂ خفا میں مستور ہو چکے تھے جستجو اور تلاش سے فراہم کیا جاتا اور اس پر مستقل کتاب لکھی جاتی سب سے پہلے اس ضرورت کا احساس جس قلب میں پیدا ہوا وہ ایک محدث ہی کا تھا ہماری مراد اس سے شیخ عبدالحق دہلوی ہیں، چنانچہ انھوں نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب تالیف قلب الالیف بکتابۃ فہرست التوالیف کے طویل مقدمہ میں جو تذکرۂ مصنفین دہلی کے نام سے حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکا ہے متعدد مشاہیر اہل علم کی نشان دہی کی ہے اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف نہ کرنے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یوں معذرت فرمائی ہے :۔

کاتب سطور عصمہ اللہ اوقاتہ عن الضیاع والفتور تذکرۂ ملوک و امراء در تاریخ نامۂ ایں دیار کہ مسمی بذکر ملوک[1] و متضمن تاریخ تصنیف است ضبط نمودہ، ذکر مشائخ صلحاء در کتاب اخبار الاخیار کہ موسوم بہ سمت شیوع و اشتہار است ذکر کردہ اما ذکر فضلاء از علماء و شعراء بعد از جزم و یقین آنکہ

کاتب سطور نے (اللہ اس کے اوقات کو ضائع ہونے اور فتور پڑنے سے بچائے) بادشاہوں اور [illegible] تذکرے کو اس دیار کے [illegible] میں کا نام ذکر ملوک [illegible] نام اس کی تاریخ تصنیف پر بھی مشتمل ہے قلم بند کیا ہے۔ اور مشائخ صلحاء کا تذکرہ کتاب اخبار الاخیار میں جو شائع و مشتہر ہو چکی ہے ذکر کر دیا ہے۔

---

[1] ذکر ملوک۔ تاریخی نام ہے جس سے ۹۹۵ھ نکلتے ہیں۔

بسیار بودند چوں نام ونشاں ایشاں پیدا نیست و اعمال و آثار تصنیفات و تالیفات ہویدا نتوانست نوشت (تذکرہ مصنفین دہلی ص ۶ و ۷)

لیکن فضلاء کا ذکر خواہ وہ علماء ہوں یا شعراء باوجود اس جزم ویقین کے کہ وہ بہت ہوتے ہیں۔ چونکہ ان کا نام ونشان پیدا نہیں اور ان کی تصنیفات وتالیفات کے آثار ظاہر نہیں نہ لکھ سکا۔

بعد ازیں جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے علامہ غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے برصغیر میں اس موضوع پر مستقل تصنیف کی اور اپنی مشہور کتاب "ماثر الکرام" لکھی جو فارسی زبان میں خاص طور پر قصبہ بلگرام اور عموماً برصغیر پاک وہند کے مشائخ وفضلاء کا تذکرہ ہے خود علامہ آزاد نے بھی اپنی اس اولیت پر فخر کا اظہار کیا ہے اور بجا کیا ہے۔ چنانچہ ماثر الکرام کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

جز من از یاران کیست کہ ایں قدر ہمت در احیاء اسم ورسم وطن صرف کردہ۔

میرے سوا دوستوں میں اور کون ہے کہ جس نے وطن کے نام ونشان کو زندہ کرنے کے لئے اس قدر ہمت صرف کی ہو۔

تاہم یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ علامہ آزاد بلگرامی نے اپنے معاصرین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ مخدوم محمد ہاشم فقیہہ سندھ جیسے اعیان علماء کا تذکرہ کہ جن میں سے ہر ایک آسمان علم کا مہر وماہ ہے کس طرح نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ ان سے بدرجہا فروتر علماء معاصرین کا تذکرہ ان کی کتاب میں موجود ہے۔

علامہ آزاد بلگرامی نے اپنی ایک اور عربی تصنیف "سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان" میں بھی متعدد اکابر اہل علم کا تذکرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد فاضل لکھنوی مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحئی فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کی ایک عربی تصنیف "اِبناء الخلان بانباء علماء ھندوستان" کا نام ان کی تصانیف میں آتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب پوری نہ ہوسکی اور اس کا کوئی حصہ اب تک شائع نہ ہوا۔ یہ کتاب جیسا کہ خود مولانا نے مقدمہ "عمدۃ الرعایۃ" میں اپنے تذکرہ میں لکھا ہے دراصل اس موضوع پر ان کی تین کتابوں کے مجموعہ کا نام ہے (۱) "خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل" جس میں علماء فرنگی محل کے حالات ہیں۔ (۲) "النصیب الاوفر فی تراجم علماء المائۃ الثالثۃ عشر" اس میں تیرھویں صدی کے علماء کا تذکرہ ہے۔ (۳) "رسالۃ فی تراجم السابقین من علماء الھند" یہ ہندوستان کے علماء متقدمین کے حالات میں ہے۔

اسی عہد کے ایک اور عالم محمد مہدی واصف مدراسی المتوفی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء نے علماء مدراس وحیدرآباد دکن کے

حالات میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام" یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں مطبع مظہر العجائب مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ زیادہ تر اپنے معاصرین علماء کے حالات پر مشتمل ہے اسی طرح شیخ خیر الدین محمد الہ آبادی نے علماء جون پور کے حالات میں تاریخ العلماء فی اخبار العلماء، اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے علماء فرنگی محل کے حالات میں عربی زبان میں آثار الاول فی تراجم علماء فرنگی محل لکھی بعد کو اردو میں بھی اس موضوع پر بہت سی تصانیف آگئی ہیں جن میں (۱) تطییب الاخوان بذکر علماء الزمان (۲) تذکرہ علماء فرنگی محل (۳) تذکرہ کاملان رام پور (۴) تذکرۂ علماء سہسوان (۵) مشائخ بنارس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ تذکرے زیادہ تر مقامی علماء کے حالات پر مشتمل ہیں، ضرورت اس کی تھی کہ ہندوستان کے عام علماء کا تذکرہ یکجا لکھا جاتا چنانچہ اس سلسلہ میں مولوی رحمان علی صاحب نے سبقت کی اور تذکرۂ علماء ہند کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جو فارسی زبان میں ہے۔ اور آجکل نہایت مشہور و متداول ہے۔ مولوی رحمان علی اپنے معاصر علمائے بدایوں و بریلی سے حد درجہ متاثر تھے، اس لئے انسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دوسرے اکابر اہلِ علم کے ساتھ انھوں نے وہ معاملہ نہیں کیا جو ایک غیر جانب دار تذکرہ نویس کا فرض ہوتا ہے چنانچہ بعض حضرات کا تو سرے سے تذکرہ ہی نظر انداز کر دیا اور بعض کا ذکر بھی کیا تو بادل ناخواستہ کیا دو چار سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

اس موضوع پر سب سے زیادہ جس نے کام کیا وہ مولانا حکیم عبد الحئی لکھنوی [illegible] المتوفی ۱۳۴۱ھ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے آٹھ ضخیم جلدوں میں عربی زبان میں ایک نہایت [illegible] کتاب لکھی جس کا نام نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر ہے۔ اس کتاب کی اب تک سات جلدیں دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب آٹھویں جلد بھی شائع ہو جائے گی۔

یہ برصغیر پاک و ہند کے علماء کا سب سے عظیم الشان اور جامع ترین تذکرہ ہے تاہم موصوف [illegible] کتاب حدیث سے خاصے متاثر تھے اس لیے خالص فقہاء احناف کے تذکرہ [illegible] فراخ دلی کا مظاہرہ نہ کر سکا جو ان علماء کے تذکرہ میں کرتا ہے جن کا تعلق راست یا بالواسطہ دعوت عمل بالحدیث سے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں کہیں کہیں آپ کو بعض ان علماء احناف کے خلاف جنھوں نے عدم تقلید پر قدغن کی ہے تعصب کا الزام ملے گا۔ اور کسی کسی جگہ کسی خالص حنفی عالم کو محض اس بناء پر کہ انھوں نے حدیث و سنت پر عمل کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی زمرۂ اہلِ حدیث میں پائیں گے۔

بہرحال جامع تذکرے یہی دو ہیں جن میں دوسرا زیادہ تفصیلی ہے۔ تاہم یہ مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں تذکرے بھی زیادہ تر یو۔پی اور بہار کے علماء کے حالات پر مشتمل ہیں اور دوسرے صوبوں کے علماء کا تذکرہ ان میں بہت کم ہے۔ البتہ مولانا عبدالحئی صاحب کے یہاں گجرات کے علماء کا بھی اچھا خاصا تذکرہ آگیا ہے اس لئے سندھ، سرحد بلوچستان، پنجاب اور بنگال اور اسی طرح برصغیر کے دوسرے نواح کے علماء کا ایک جامع اور مفصل تذکرہ مرتب کرنے کا کام ابھی تشنۂ تکمیل ہے اور جب تک یہ فرض ادا نہ ہو جائے، ہم اس فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتے:۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے اس مفید کتاب کا ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ اور ثقافت پر ریسرچ کے سلسلہ میں سوسائٹی نہایت گراں بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ کارپردازان سوسائٹی بالخصوص اس کے فانسل سکریٹری ڈاکٹر سید معین الحق کی مساعی جمیلہ قابل صد تحسین و آفرین ہیں امید ہے کہ حکومت اور ملت دونوں اس تحقیقی و علمی ادارے کی ہر طریقے سے ہمت افزائی کریں گے۔

ہمارے دوستوں میں جناب محترم محمد ایوب صاحب قادری کو اس موضوع سے خصوصی شغف ہے، وہ عرصہ سے علماء روہیل کھنڈ پر کام کر رہے ہیں چنانچہ متعدد علماء پر ان کے تحقیقی اور پر از معلومات مقالات مجلہ العلم کراچی میں شائع ہو چکے ہیں، مولوی رحمان علی صاحب کی کتاب تذکرہ علماء ہند کا بیش نظر ترجمہ بھی انہی کے قلم کا مرہون منت ہے۔ جس پر جا بجا حواشی میں انھوں نے مفید معلومات کا اضافہ کر دیا ہے، اور مصنف پر تعقبات بھی کئے ہیں۔ قادری صاحب اپنی اس کوشش پر مستحق مبارکباد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور آئندہ کے لئے زیادہ سے زیادہ ان کو علمی کام کرنے کا موقع عطا کرے۔ آمین۔

محمد عبدالرشید نعمانی

کراچی

۲۷ رجب ۱۳۸۰ھ بوقت ظہر

مقدمہ

ڈاکٹر سید معین الحق ایم اے، پی ایچ، ڈی، جنرل سکریٹری و ڈائرکٹر آف ریسرچ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

ہند پاکستان میں اسلام کا ورود اور مسلمانوں کا گیارہ سو سالہ دور اقتدار تہذیب و تمدن کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ ان کے کارناموں نے برصغیر کو جس کا تمدن تقسیم ذات، امتیاز نسل و پیدائش، طوائف الملوکی اور ستی و دختر کشی وغیرہ کی انسانیت سوز رسوم کے نذر ہو چکا تھا، دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف اول میں کھڑا کر دیا۔ ملکوں کی تسخیر کے ساتھ انھوں نے قلوب کو بھی مسخر کیا، برصغیر کے بگڑے ہوئے معاشرے کو ایک انقلاب آفریں پیغام حیات دے کر سنبھالا۔ بنی نوع انسان کو طبقات میں تقسیم کرنے اور شریف و رذیل کے امتیاز پر زور دینے والوں کو اخوت انسانی کا سبق پڑھایا اور ان کے انداز فکر کو بدل دیا۔

مورخوں نے اب تک مسلمانان ہند پاکستان کی تاریخ کے ایک پہلو یعنی ملکی فتوحات اور نظم و نسق ہی کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اسی پر زور دیتے رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ کے بہت سے مسائل لاینحل ہو کر رہ گئے ہیں۔ تاریخ کے اس پہلو پر آج تک غور نہیں کیا گیا کہ ملکی فتوحات اور خاندانی اقتدار قائم رکھنے کی کوشش کے ذریعہ متمدن معاشرہ کی عمارت تیار نہیں کی جا سکتی۔ اس کے معمار بادشاہوں اور سیاست دانوں سے کہیں زیادہ روحانی اور دینی پیشوا اور ماہرین علم و ادب ہوتے ہیں۔ ادبی، روحانی اور فنی تربیت کے بغیر خالص ملکی فتوحات تاریخ پر کوئی گہرا نقش نہیں چھوڑ سکتیں۔ چنگیز خانی فتوحات پر غور کیجئے کہ ان کا سلسلہ کس قدر وسیع تھا۔ کتنی قوموں، کتنے حکمرانوں اور ان کی مملکتوں کو تاتاریوں [illegible] صفحہ ہستی سے ان کا نام مٹا دیا۔ لیکن تاتاری فتوحات کا نقش تاریخ پر [illegible] تباہی کے علاوہ کسی شکل میں باقی نہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ خالص جنگی فتوحات کو فتوحات کہنا ہی غلط ہے۔

برصغیر ہند پاکستان اس لحاظ سے خوش قسمت کہا جا سکتا ہے کہ اس کو مسلمانوں نے فتح کیا۔ مسلمان فاتحوں کے ساتھ یا ان کے بعد اور کبھی کبھی ان سے پہلے بھی مشائخ و علماء آئے اور انھوں نے مفتوحہ اقوام کی روحانی تربیت کی خدمت انجام دی۔ مشائخ کی خانقاہوں کے حجروں اور زاویوں سے تبلیغ و اشاعت

اسلام کا کام شروع ہوا اور علماء نے درس و تدریس کی مجلسیں جمائیں۔ نئے نئے شہر اور قصبے آباد ہوئے۔ مدرسے و مساجد اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں اور قدیم شہروں کو از سرِ نو رونق بخشی گئی۔

محمد بن قاسم کی فتوحات نے سندھ اور ملتان کے علاقوں کو سنوارا۔ غزنوی فتوحات کے دائرے میں لاہور نے اپنے لئے صفِ اول کے شہروں میں جگہ حاصل کی سلطان معز الدین کی فتح سے حکومت دہلی کی مرکزیت وجود میں آئی۔ ۱۲۰۶ء میں سلطان قطب الدین نے اس شہر کو دارالسلطنت کا مرتبہ عطا کیا۔ اُس وقت سے لے کر ۱۸۵۷ء تک وہ تہذیب و تمدن کا مرکز بنا رہا۔ کم و بیش ایک سو چالیس برس تک اسلامی حکومت کا دارالامارت آگرہ رہا۔ لیکن اس دور میں بھی دہلی کی اہمیت علم و ادب کے مرکز کی حیثیت سے بہت زیادہ کم نہیں ہوئی۔ کیوں کہ تیرھویں اور چودھویں صدی میں اس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس کی عظمت کا بین ثبوت یہ ہے کہ حضرت امیر خسرو اور اس عہد کے دوسرے مصنفین اس کو حضرت دہلی یا فقط حضرت کہتے ہیں امیر خسرو کے ایک قریب العہد شاعر عصامی نے دہلی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

دراں شہر یک رونقے شد پدید	بلے لذتے باشد اندر جدید
بسے سیدانِ صحیح النسب	رسیدند دروے ز ملک عرب
بسے کاسبانِ خراسان زمیں	بسے نقشبندانِ اقلیم چیں
بسے عالمانِ بخارا نژاد	بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
ز ہر ملک و ہر جنس صنعت گراں	ز ہر شہر و ہر اصل سیمیں براں
بسے ناقدانِ جواہر شناس	جواہر فروشاں بروں از قیاس
حکیماں یوناں طبیباں روم	بسے اہل دانش ز ہر مرز و بوم
دراں شہر فرخندہ جمع آمدند	چو پروانہ بر نور شمع آمدند

بیئے کعبہ ہفت اقلیم شد

دیارش ہمہ دار اسلیم شد۔

اس دور میں دہلی کی روحانی۔ علمی اور ادبی زندگی اور وہاں کے لوگوں کی تعلیمی و تدریسی کوششوں کے متعلق ہم مختلف جگہوں سے معلومات جمع کر سکتے ہیں۔ یہاں مختصراً اشارات کے

طور پر چند درسگاہوں اور دوسرے واقعات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ سلطان شمس الدین التتمش نے اپنے آقا سلطان معز الدین محمد بن سام کے نام پر دہلی میں مدرسہ معزی قائم کیا۔ اس میں ایک نامور فاضل بدر الدین اسحاق درس دیتے تھے۔ التتمش کے بیٹے سلطان محمود ناصر الدین کے نام پر ——— مدرسہ ناصریہ قائم ہوا جس کے مہتمم و نگران طبقات ناصری کے مصنف قاضی منہاج الدین سراج جوزجانی تھے وہ اس مدرسہ کا ذکر اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کرتے ہیں لہ

در ماہ شعبان سنہ خمس و ثلثین ستمایہ سلطان رضیہ مدرسہ ناصریہ در حضرت منضم باقصائے کالیور بدیں داعی مفوض فرمود۔

ماہ شعبان ۶۳۵ھ میں سلطان رضیہ نے مدرسہ ناصریہ کو جو حضرت (دہلی) میں (واقع ہے) اور کالیور تک اس کی حدود پہنچتی ہیں۔ اس راقم الحروف کو (بحیثیت انتظام کے) سپرد کیا۔

سکندر لودی نے سولھویں صدی میں آگرہ کو دار السلطنت بنایا سترھویں صدی کے وسط میں شاہجہاں نے دہلی کو پھر دار الحکومت بنا کر شاہ جہاں آباد نام رکھا۔ اس کے بعد یہ علم و ادب کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ اسی مدت میں مختلف مقامات پر بڑے چھوٹے ہزارہا مدرسے قائم ہو گئے تھے جہاں علماء درس دیتے تھے۔ ان میں سے اکثر کا فیض دور دور تک جاری ہوا اور شاہ ولی اللہی مدرسہ کا فیض تو آج بھی ہماری دینی زندگی میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ ان ہزارہا عالموں کے حالات جنھوں نے بے حد ایثار کی زندگیاں بسر کیں اور معاشرہ کی تعمیر میں نمایاں حصّہ لیا محفوظ نہیں کیے گئے۔ ان کے حالات میں [illegible]

لہ طبقات ناصری۔

لہ یہ امر قابل غور ہے کہ اسلامی دور میں ساری تعلیم مفت ہوتی تھی۔ علماء کوئی باقاعدہ معاوضہ درس و تدریس کے سلسلہ میں طلب نہیں کرتے تھے۔ بعض مدارس اور مدرسوں کو حکومت مدد معاش دیتی تھی۔ لیکن ان کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ زیادہ تر علماء اس خدمت کو خدمت خلق ہی سمجھ کر انجام دیتے تھے۔

ملتیں تاکہ ان کی سرگرمیوں کا صحیح اور مکمل اندازہ ہو سکے۔ صرف آخر زمانہ میں چند تصانیف ملتی ہیں۔
وہاں تواریخ ملوک یا دوسری کتابوں میں علماء کا ذکر ضمنی طور سے ملتا ہے عہد اکبری میں خواجہ نظام الدین
مؤلف طبقات اکبری نے ان کے ساتھ اعتناء کیا اور علماء کا ذکر اپنی کتاب میں جداگانہ عنوان کے
تحت قلم بند کیا۔ لیکن اُس نے بھی بعض ممتاز اور نامور علماء کے متعلق دو چار سطریں لکھ دی ہیں
اور بیشتر کے صرف ناموں ہی پر اکتفاء کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳-۹۴ء میں لکھی گئی ہے۔ ابوالفضل نے بھی
"دانشمندوں" کا ذکر کیا ہے۔ لیکن علماء کے ساتھ اس کا جو رویہ ہے اس کے پیش نظر اکبرنامہ اور آئین اکبری
کے بیانات سے بہت زیادہ فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ اسی دور کے دوسرے نامور مورخ ملا عبدالقادر
بدایونی ابن ملوک شاہ (المتوفی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء) کی مشہور کتاب منتخب التواریخ اس سلسلہ میں سب سے
مقدم ہے اس کتاب کی تیسری جلد مشائخ و صوفیاء علماء و حکماء اور شعراء کے حالات پر مشتمل ہے۔
ملا عبدالقادر بدایونی نے بڑی تفصیل اور جامعیت سے اپنے ہم عصر ارباب فضل و کمال کے
حالات قلم بند کئے حقیقت یہ ہے کہ حقائق نگاری کا حق ادا کر دیا ہے[1]۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے یہ
حالات اتنے دلچسپ انداز میں لکھے ہیں کہ داد نہ دینا ظلم ہوگا۔ بعد کے بعض مورخین نے ملا عبدالقادر
بدایونی کے اتباع میں ارباب علم و فضل کے حالات قلم بند کئے۔ لیکن بدایونی کا انداز نصیب نہ ہوا۔
مرزا عبدالرحیم خان خانان کے حالات تین جلدوں میں ملا عبدالباقی نہاوندی نے مرتب کئے ہیں، یہ
کتاب ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں تمام ہوئی۔ اس کی تیسری جلد میں خان خانان کی مجلس کے علماء و حکماء، مشاہیر
اور ارباب شعر و سخن کا تذکرہ ملتا ہے۔ جہانگیر نے اپنی توزک میں کہیں کہیں ادباء، فضلاء اور شعراء
کا ذکر کیا ہے۔ لیکن صرف اشارات کے طریقہ پر۔ عہد شاہجہانی کی مشہور تاریخ بادشاہ نامہ میں اس
دور کے مشاہیر علماء و حکماء کے حالات ملتے ہیں۔ اورنگ زیب، عالمگیر کے عہد میں مرآۃ العالم کے نام
سے بختاور خاں نے ایک عام تاریخ لکھی ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات آرائش (فصل) پر

---

[1] مغربی مصنفین کے اثر کی وجہ سے یا ان سے متاثر ہونے والے بعض تذکرہ نگاروں نے عبدالقادر بدایونی کے بیانات کو شک کی نظر سے دیکھا ہے بلکہ ان کی تضحیک کی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے اگر وہ انکشاف حقائق میں صاف گوئی سے کام نہ لیتے تو ہمارے تاریخ کے بہت سے مسائل کا مطالعہ تشنہ رہ جاتا۔

مشتمل ہے۔ آرائش اوّل میں انبیاء علیہم السلام اور یمن و فارس کے ملوک کا ذکر ہے اور آرائش دوم میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات، معجزات، ازواج مطہرات اور اولاد کا ذکر ہے اسی کے ساتھ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، دوازدہ ائمہ، مشاہیر صوفیاء، علماء اور مجتہدین کے حالات بھی شامل ہیں۔ بختاور خاں نے اولیاء و مشائخ کے حالات میں علٰحدہ ایک کتاب فارسی میں ریاض الاولیا لکھی ہے[۵]۔ عہد محمد شاہی میں ایک تاریخ نادر الزمانی کے نام سے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد مجموع الاخبارات اور دوسری جلد زبدۃ الاخبارات کے نام سے موسوم ہے پہلے حصہ میں محمد شاہ کے انیس[۱۹] سال کے واقعات اور علماء و فضلا کے حالات ہیں اس کا مصنف خوش حال چند ہے۔ نادر الزمانی بھی بہت نادر کتاب ہے۔ مرزا محمد ہادی کامور خاں (ف ۱۱۳۴ھ ۲-۱۷۲۱ء) کی کتاب چہار گلشن برصغیر کی عام تاریخ ہے۔ اس کا ساتواں آخری باب ہند پاکستان کے علماء و فضلا اور مشائخ کے حالات پر مشتمل ہے۔

نواب وزیر اودھ اور روہیلوں کے زمانے میں یوں تو تصنیف و تالیف کا کام وسیع پیمانہ پر ہوا اور بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن اس موضوع سے متعلق صرف تین چار کتابیں ہیں۔ فرحت الناظرین ہندوستان کی ایک عام تاریخ ہے جو محمد اسلم ابن محمد حافظ الانصاری کی تالیف ہے یہ کتاب ۱۱۸۴ھ ۱-۱۷۷۰ء میں لکھی گئی ہے اور اس نے یہ کتاب نواب وزیر شجاع الدولہ کے نام پر معنون کی ہے اس میں بھی محمد اسلم نے علماء و فضلا کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اورینٹل کالج میگزین لاہور میں ۱۹۲۵ء میں فرحت الناظرین کا یہ حصہ شایع ہو چکا ہے۔ اسی زمانے میں بدایوں کے ایک فاضل مولوی عبد السلام نے بھی ایک کتاب مختصر التواریخ کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کے خاتمہ میں مصنف نے نواب وزیر کے عہد کے علما و فضلا کے حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ ایٹن کالج (آکسفورڈ یونیورسٹی) کے کتب خانہ [illegible] [۵۲] اسی زمانے میں قدرت اللہ شوق صدیقی ساکن قصبہ موی (زناصی) [illegible] ہیں پھپھری [illegible] بدایوں نے

---

[۵] ثقافۃ الاسلامیہ فی الہند از حکیم عبد الحی ص ۸۴

[۵۲] اسٹوری۔ ببلیوگرافیکل سروے آف پرشین لٹریچر۔ ص ۱۵۶

ایک کتاب جام جہاں نما کے نام سے لکھی ہے جو ۳۹ فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ گیارہ فصلوں (۲۹ سے ۳۹) میں برصغیر کے حالات ہیں۔ خاتمہ میں علماء و فضلاء کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اپنا حال بھی مختصراً لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ رام پور کی لائبریری میں موجود ہے۔
قدرت اللہ شوق اپنے عہد کے نامور شاعر تھے۔ انھوں نے شعراء کا ایک ضخیم تذکرہ بھی طبقات الشعراء[1] کے نام سے لکھا ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ اور بھی تاریخیں ہیں جن میں کچھ مواد علماء کے حالات پر مل جاتا ہے۔

ان کے علاوہ مشائخ و صوفیہ پر جو علیحدہ تذکرے قلمبند ہوتے ہیں ان میں بھی علماء کے اچھے خاصے حالات مل جاتے ہیں۔ متقدمین صوفیاء علم باطن کے ساتھ علوم ظاہری کی تعلیم لازمی سمجھتے تھے۔ اور بہت کم مشائخ ایسے ہوتے جو علوم ظاہری میں دستگاہ نہ رکھتے ہوں۔

مشائخ و صوفیہ کے تذکرے

تذکرہ مشائخ کے سلسلہ میں سب سے پہلی مستند کتاب سیر الاولیاء ہے جو شیخ مبارک العلوی المعروف بامیر خورد کی تالیف ہے۔ اگرچہ اس میں سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ خصوصاً حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے حالات ہیں لیکن، بہت سے علماء کے حالات ضمناً آگئے ہیں۔ اس کے بعد عہد ہمایوں کی تالیف سیر العارفین مصنفہ حامد بن فضل اللہ جمالی ہے۔

جہانگیر کے عہد میں کئی قابلِ ذکر ضخیم تذکرے لکھے گئے جن میں سب سے اعلیٰ مقام شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اخبار الاخیار کو حاصل ہے۔ یہ نہایت جامع اور متداول تذکرہ ہے۔
اس سلسلہ میں شیخ عبدالحق کا ایک مختصر سا رسالہ تذکرہ مصنفین اہل دہلی بھی قابل ذکر ہے اس کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ رسالہ حیدر آباد دکن سے حکیم شمس اللہ قادری نے شائع کر دیا ہے۔
دوسرا تذکرہ غوثی مانڈوی کا ہے۔ جو ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء میں تالیف ہوا۔ اس میں بہت سے علماء کے حالات ہیں یہ تذکرہ اصل فارسی تو نہ چھپ سکا مگر اس کا اردو ترجمہ ۱۹۰۴ء میں آگرہ سے شائع ہو گیا ہے۔ شاہجہانی عہد کا ایک دوسرا تذکرہ ثمرات القدس ہے۔ جو لال بیگ، بخشی سلطان مراد ابن اکبر بادشاہ نے لکھا ہے اس میں چار سو سے زیادہ علماء و مشائخ کے حالات ہیں اس کا ایک بہت

---
[1] ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے اس کی تلخیص علی گڑھ میگزین میں شایع کر دی ہے۔

اچھا نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان (کراچی) میں ہے۔ اس سلسلے میں دو تذکرے اور قابل ذکر ہیں جن میں ایک معارج الولایۃ اور دوسرا بحر ذخار ہے۔ اتفاق سے یہ دونوں تذکرے یورپ کے کسی کتب خانے میں نہیں ہیں۔ معارج الولایۃ شیخ غلام معین الدین کی تالیف ہے۔ اس کا ایک بہت اچھا نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے کتب خانے میں ہے[1]۔ خزینۃ الاصفیا (منشی غلام سرور لاہوری) دراصل معارج الولایۃ کی ہی گویا تلخیص ہے۔ اس کتاب میں بعض بیش قیمت معلومات ہیں بحر ذخار وجیہ الدین گرڈوی کی تالیف ہے۔ اس میں خاص طور سے پورب کے علماء و مشائخ کا اچھا خاصا ذکر ہے۔ اس کا ایک نسخہ دار المصنفین (اعظم گڑھ) کے کتب خانے میں ہے۔

علماء کے خال خال حالات امراء و خوانین اور شعراء کے تذکروں میں بھی ملتے ہیں۔

ذخیرۃ الخوانین (مؤلفہ شیخ فرید بھکری ابن شیخ معروف صدر بھکر) سندھ کے امراء اور خوانین کا ایک جامع تذکرہ ہے جس میں متعدد علماء کا ذکر ہے۔ اسی طرح ماثر الامراء میں کچھ مواد مل جاتا ہے۔ استاذ الاساتذہ مولانا مملوک العلی نانوتوی (ف ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) اور مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (ف ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان ممتاز علماء کے حالات کہیں نہیں ملتے۔ مگر تاریخ شعرائے اردو مرتبہ فیلن اور کریم الدین پانی پتی میں ان کا حال موجود ہے یہی دوسرا تذکرہ امراء اور شعراء کا حال ہے۔ ان تذکروں میں ایسے بیشتر علماء کا حال مل جاتا ہے جن کو شعر و سخن سے ذوق رہا ہے۔

اب ہم اس امر کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ تراجم علماء کے متعلق اب تک کیا کام ہوا ہے۔ اتفاق سے جن حضرات نے اس سلسلہ میں قلم اٹھایا ہے تعین زمانہ کی بجائے مقامی اور علاقائی تقسیم کو پیش نظر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح فراہمی حا[illegible] ہیں ان کو سہولت رہی ہوگی۔

دہلی و آگرہ دہلی اور آگرہ برصغیر میں اسلامی تہذیب کے مرکز اور مسلمان بادشاہوں کے دار الحکومت رہے ہیں۔ دہلی کے قدیم تمدنی ثقافتی اور علمی ارتقاء کی طرف تمہیدی سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ آگرہ کے علماء و فضلاء کے حالات بھی اکثر ہیں

---

[1] کتب خانہ پنجاب میں بھی ایک نسخہ ہے۔

تواریخ ملوک میں مل جاتے ہیں۔ مولوی سعید احمد مارہروی مؤلف امرائے ہنود نے ایک مفصل کتاب آگرہ کے علماء و فضلاء کے متعلق بوستانِ اخیار کے نام سے لکھی ہے۔ کتاب چھپ چکی ہے۔ دہلی کے علماء و فضلاء کے حالات میں ہمیں کوئی علیحدہ جامع کتاب نہیں ملتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ "تذکرہ مصنفین اہل دہلی" کو ہم "خشت اوّل" کہہ سکتے ہیں۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے، شیخ نے اس کو یہ نام بھی نہیں دیا ہے۔ مولوی حکیم شمس اللہ قادری نے اس کو ترتیب دے کر اس نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کے بعد دہلی کے علماء و مشائخ اور شعراء کے حالات شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں کسی "دہلوی" نے فارسی زبان میں ایک رسالے میں جمع کئے ہیں جس کا حوالہ اس کتاب میں احوال مشائخ کبار کے نام سے دیا گیا ہے۔ اس نادر تصنیف کا قلمی نسخہ مولوی محمد سلیمان بدایونی کے ذاتی ذخیرہ میں ہے۔ افسوس کہ مصنف کا نام کتاب پر درج نہیں ہے۔ محمد شاہ کے زمانہ میں درگاہ قلی خاں نے دہلی کا سفر کیا ہے۔ انھوں نے اس سیر و سیاحت کے حالات فارسی میں مرقع دہلی" کے نام سے لکھے ہیں۔ اس زمانے میں جو صوفیہ و مشائخ اور ارباب کمال دہلی میں موجود تھے۔ ان کا ذکر بھی بہت فراخ دلی سے کیا ہے۔ یہ کتاب حکیم مظفر حسین کے ایک معلوماتی مقدمے کے ساتھ طبع ہوگئی ہے اسی طرح مؤلف مولوی عبدالقادر (المتوفی ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) نے اپنے روزنامچہ میں دہلی کے حالات بہت تفصیل اور وضاحت سے لکھے ہیں[1]۔ ان کے زمانے میں شاہ عبدالعزیز زندہ تھے، بڑے بڑے نامور علماء و مشائخ سے دہلی معمور تھی۔ یہ اکبر شاہ ثانی (ف ۱۸۳۷ء) کا عہد تھا۔ عبدالقادر خاں نے اس دور کے علماء و مشائخ، شعراء اور ارباب فضل و کمال کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے دہلی کے متعلق اس کتاب میں بہت نادر معلومات ہیں۔ سر سید احمد خاں بہادر کی مشہور کتاب آثار الصنادید کا چوتھا باب بھی دہلی کے علماء و مشائخ، حکماء، شعراء اور ارباب موسیقی وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۵۵ء میں اس چوتھے باب کو "تذکرہ اہل دہلی" کے نام سے قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے علیحدہ شائع کرا دیا ہے۔

---

[1] مولوی عبدالقادر کا روزنامچہ (وقائع عبدالقادر خانی) "علم و عمل" کے نام سے محمد ایوب قادری کی ترتیب اور مفید حواشی کے ساتھ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے شائع کیا ہے۔

ایک کتاب اُردو میں تاریخ اولیائے دہلی مولوی احمد سعید دہلوی نے مرتب کی ہے اس میں بھی اس موضوع سے متعلق کچھ نہ کچھ مواد مِل جاتا ہے۔ واقعات دارالحکومت دہلی مؤلفہ مولوی بشیر الدین احمد میں بھی کچھ ایسے علماء آگئے ہیں جن کا ذکر آثار الصنادید میں نہیں ہے اور بیشتر ان میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد کے ہیں۔ چودھویں صدی ہجری کے شروع میں مولوی عبدالحئی صاحب نزہتہ الخواطر نے دہلی اور اُس کے اطراف کا سفر کیا ہے اور اس دور کے علماء مشائخ سے ملے ہیں حکیم صاحب نے بڑے دلچسپ انداز میں اس روداد کو قلمبند کیا ہے۔ یہ کتاب ابھی حال میں اُن کے فرزند سعید مولوی ابوالحسن ندوی نے شائع کرادی ہے۔ اگر یہ کتاب حواشی کے ساتھ شائع ہوتی تو کتاب کی افادیت بہت بڑھ جاتی۔ اس میں دہلی کے علماء کے متعلق معلومات ملتی ہیں۔ دہلی کے نامور اہل قلم اور مصنف ملا واحدی صاحب نے اپنے حالات "میرے زمانے کی دلی" میں بہت دلچسپ اور اچھوتے انداز میں قلم بند کئے ہیں۔ اس کتاب میں واحدی صاحب کے قریب العہد اور ان کے زمانے کے علماء کا اچھا خاصا ذکر مِل جاتا ہے۔ مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی کی کتاب "تراجم علمائے اہل حدیث" میں دہلی کے چھیالیس[۴۶] علماء کے حالات شامل ہیں۔

روہیل کھنڈ روہیل کھنڈ میں بدایوں، سہسوان، آنولہ، امروہہ اور سنبھل وہ مقامات ہیں جہاں مسلمانوں کے قدم ان کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں پہنچے۔ چنانچہ علماء و صوفیہ نے پوری خود اعتمادی اور عزم و استقلال کے ساتھ تبلیغی، تعلیمی اور تمدنی اداروں کی تشکیل کا کام شروع کردیا۔ آخر زمانہ میں جب اس علاقہ پر خود روہیلوں کا اقتدار قائم ہوا تو دوسرے شہر و قصبات مثلاً بریلی، پیلی بھیت، اوجھیانی، بسولی، شاہجہاں پور، رام پور، مُراد آباد اور نجیب آباد وغیرہ علوم اسلامی اور علماء و فضلاء کی تعلیمی کوششوں کے مراکز بن گئے بہت سے علماء و فضلاء ان بستیوں میں سکونت پذیر ہوگئے۔ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے ہنگامے برپا ہونے۔ روہیل کھنڈ کے قدیم شہر بدایوں کے متعلق سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"اسلام کے علم و فضل کا موکب جب دہلی سے آگے نکلا تو اس کی پہلی منزل بدایوں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت سلطان الاولیا نظام الدین بدایونی دہلوی وہ سیاح معرفت ہیں جنھوں نے بدایوں اور دہلی کی منزلوں کو ملادیا۔ اس زما

میں اس سرزمین کے دوسرے نامور مولانا علاؤالدین اصولی بدایونی (استاد نظام الاولیاء)، قاضی جمال الدین ملتانی، رکن الدین بدایونی اور خواجہ نخشی بدایونی وغیرہ ہیں[1]

برصغیر کا نامور محدث مولانا رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار (ف ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) اس سرزمین بدایوں سے اٹھا، علماء و فضلاء میں مولانا علاؤالدین اصولی، شیخ نظام الدین بدایونی خواجہ ضیاء الدین نخشبی، خواجہ شہاب الدین مہمرہ، قاضی رکن الدین، قاضی صدر الدین سدا پے گواہ، ملا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ (ف ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء) سید نور محمد شاہ سلامت اللہ کشفی (ف ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء) اور مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) صدہا ایسے نامور علماء و فضلاء و صوفیہ گزرے ہیں جن کو تاریخ نظر انداز نہیں کر سکتی۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی کے ارشادات و ملفوظات امیر حسن سجزی نے فوائد الفواد کے نام سے ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء میں قلمبند کئے ہیں۔ اس میں بدایوں کے بائیس ۲۲ علماء و مشائخ کا ذکر ہے اس کے بعد خاص بدایوں کے علماء و مشائخ کے حالات میں سب سے پہلی کتاب شیخ اکرام اللہ محشر بن غلام مصطفےٰ (ف ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء) کی "روضۂ صفا" ہے جو ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء میں لکھی گئی ہے کتاب کا نام تاریخی ہے۔ یہ کتاب اب تک طبع نہ ہو سکی۔ اس کا حوالہ بدایوں کے تذکرہ نویسوں نے اکثر دیا ہے۔ دوسری کتاب مولوی عبدالولی (ولد عبدالباقی) (ف ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء) کی باقیات الصالحات ہے۔ یہ ایک ضخیم تالیف ہے۔ اس میں بدایوں اور اس کے نواحی قصبات اوجھیانی وبھسوان وغیرہ کے علماء و فضلاء اور مشائخ کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب بھی طبع نہ ہو سکی۔ خان بہادر مولوی رضی الدین فرشوری (ف ۱۹۲۵ء) نے بدایوں کے مشائخ کے حالات میں ایک جامع کتاب تذکرۃ الواصلین کے نام سے لکھی جو لکھنؤ سے شائع ہوئی اس کتاب کا دوسرا اڈیشن مولوی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری کے حواشی کے ساتھ ۱۹۴۵ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا، مولوی رضی الدین نے "فرشوریان بدایوں"

---

[1] حیات شبلی ص۶

کے انساب پر بھی ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔

مصنف مذکور کی تیسری کتاب بدایوں کی مفصل تاریخ "کنز التاریخ" ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۷ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئی ہے، مولوی عبدالحئی صفا وکیل (ف ۱۹۱۴ء) نے خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام (حصہ پنجم) ۱۸۹۹ء میں لکھ کر شائع کی۔ یہ کتاب سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کے حالات میں ہے۔ اس میں بدایوں کے بیشتر علماء و مشائخ کے حالات آگئے ہیں۔ مولوی عبدالحئی صفا کو تاریخ کا بڑا اچھا ذوق تھا اور اس موضوع پر انھوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں ۱۸۷۱ء میں عمدۃ التواریخ کے نام سے بدایوں کی تاریخ لکھی اور ۱۸۷۲ء میں شعراء و شاعرات اردو کے دو تذکرے لکھے۔ اس کی پہلی ضخیم جلد شعراء اردو کے حالات پر مشتمل ہے دوسری جلد میں شاعرات کے حالات ہیں۔ یہ دونوں تذکرے چھپ چکے ہیں۔ مولوی عبدالحئی صفا نے ایک کتاب تذکرۃ الصلحاء المعروف بہ تاریخ احسن بھی لکھی ہے جس میں بطور جدول اکابر اولیاء ہند کے اسماء، جائے سکونت، مدفن اور تاریخ انتقال درج کئے گئے ہیں یہ کتاب بھی نظامی پریس بدایوں سے شائع ہو چکی ہے۔

بدایوں کے بعض حضرات نے اپنی خاندانی تاریخیں بھی قلم بند کی ہیں۔ جن میں بدایوں کے بہت سے اکابر، مشاہیر، علماء، فضلاء اور ارباب علم و فضل کے حالات آگئے ہیں۔

نسب نامہ فرشوریاں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

بدایوں کے عثمانی خاندان کا سب سے پہلا تذکرہ طوالع الانوار کے نام سے مولوی انوار الحق عثمانی نے قلم بند کیا جو صبح صادق پریس سیتاپور سے ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں طبع ہوا ہے۔ اس میں عثمانی خاندان کے مشاہیر اور خصوصاً مولوی فضل رسول کے حالات تفصیل سے ہیں۔ مولوی عبدالقادر بدایونی (ف ۱۳۱۹ھ) نے مولانا فیض احمد سے [illegible] ایک کتاب فارسی میں لکھی۔ دراصل یہ بھی مولوی فضل رسول بدایونی [illegible] حالات میں ہے۔ یہ کتاب میرٹھ سے طبع ہو چکی ہے، مولانا فیض احمد، مولوی عبدالقادر کے پھوپی زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ مولانا فیض احمد نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ اس سلسلہ کی تیسری کتاب مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری کی اکمل التواریخ ہے جو دو حصوں میں چھپی ہے

پہلا حصہ خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حالات سے شروع ہو کر مولوی عبدالمجید بدایونی (ف ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۶ء) کے حالات پر ختم ہوا ہے۔ دوسرے حصہ میں مولوی فضل رسول بدایونی کے حالات ہیں۔ اس کتاب میں بدایون کے دوسرے مشاہیر و علماء کے حالات بھی مل جاتے ہیں۔ لیکن مصنف پر عقیدت کا جذبہ زیادہ غالب ہے، اس لئے بہت سی روایات، درایت کے اصول پر صحیح نہیں اترتیں۔ ضیاء القادری صاحب کی ایک کتاب "ہفت احمد" ہے جو ۱۳۶۴ھ / ۱۹۳۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ بدایوں میں "احمد" نام کے سات بزرگ استراحت فرما ہیں۔ ان ہی ساتوں بزرگوں کے حالات قادری صاحب نے لکھے ہیں۔

بدایوں کے حمیدی خاندان کے حالات تاریخ بنی حمید کے نام سے منشی انشاء اللہ ولد شیخ عطاء اللہ نے ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء میں لکھے ہیں۔ دانش مندیوں کے حالات حافظ حمید الدین دانشمندی نے عمدۃ التحقیق فی آل سیدنا صدیق میں لکھے ہیں، کتاب چھپ چکی ہے۔ متولیوں کا نسب نامہ معہ حالات سب سے پہلے مولوی طفیل احمد نے لکھا۔ اس کے بعد متولیوں اور "بجوش" کا نسب نامہ رضی الدین قادری متویر نے قلم بند کیا جو نظامی پریس سے شائع ہوا ہے۔ متولیوں کے اکثر مشاہیر و اکابر کے حالات مولوی نظام الدین نظامی بدایونی نے اپنی کتاب قاموس المشاہیر (دو جلد) میں بھی شامل کر دیئے ہیں۔ متولیوں کا ایک مفصل تذکرہ مولوی مجاہد الدین ذاکر عرف حافظ جی (ف ۱۹۱۶ء) نے لکھا ہے۔ اس کا قلمی مسودہ مولوی احید الدین نظامی (مالک نظامی پریس بدایوں) کی تحویل میں ہے۔

ان خاندانی نسب ناموں اور تذکروں سے بدایوں کے علماء صوفیہ اور مشاہیر کے متعلق بہت سی مفید معلومات اور حالات مل جاتے ہیں۔

سہسوان ضلع بدایوں کا ایک چھوٹا مگر مردم خیز قصبہ ہے۔ یہاں کے علماء و فضلاء کے حالات میں مولوی عبدالباقی سہسوانی نے ایک کتاب الیاقوت والمرجان فی ذکر علمائے سہسوان المعروف بہ حیاۃ العلماء لکھی ہے۔ یہ کتاب نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے ابھی حال میں انساب سادات سہسوان پر ایک کتاب خزینۃ الانساب کے نام سے مولوی نظر احمد افسوں (ف ۱۹۶۰ء) نے لکھی ہے جو ۱۹۵۹ء میں نظامی پریس بدایوں سے طبع ہوئی ہے۔

آنولہ ایک قدیم قصبہ ہے۔ لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی میں روہیلہ سردار نواب علی محمد خاں کے دارالحکومت ہونے کی وجہ سے اس نے بہت شہرت اور اہمیت حاصل کی۔ حکیم نجم الغنی خاں رامپوری لکھتے ہیں کہ روہیلوں کے زمانے میں آنولہ شہر عظیم الشان اور قبۃ الاسلام تھا بہت سے مدرسے اور خانقاہیں تھیں۔ سترہ سو مساجد اور اٹھارہ سو پختہ کنوئیں تھے ایک ہم عصر مورخ الدیار عثمانی بلگرامی صاحب حدیقۃ الاقالیم لکھتا ہے:۔

"آنولہ شہر یست نو احداث از ابنیۂ علی محمد خاں روہیلہ، از عمارات عالیہ و مساجد و خوانق بسیار، چند مساجد با گنبد ہائے غلاف مس ملمع کاری طلا بطور مساجد شاہجہاں آباد کہ نظارگیاں را ازاں فرحت افزاید مبنی بودہ۔ آں شہر در یورش شجاع الدولہ و انگریزاں کہ بہ حافظ رحمت خاں شدہ خراب گشتہ ..... راقم الحروف در رفاقت میر محمد قاسم خاں آں مکاں را بسیار تماشا کردہ شہرے پر رونق بودہ روہیلہ و افغانان بسیار در آنجا مسکن داشتند رواج اسلام دراں شہر از بانگ صلوٰۃ و زکات بسیار بود۔

آنولہ، نواب علی محمد خاں روہیلہ کا تعمیر کردہ ایک نیا شہر ہے۔ اس میں بہت سی عالی شان عمارتیں مسجدیں اور خانقاہیں ہیں، چند مسجدیں نو دہلی کی مسجدوں کے نمونہ پر ایسی ہیں جن کے گنبدوں پر تانبے کے کلس سونے کی ملمع کاری کے ساتھ چڑھے ہوئے ہیں جن سے دیکھنے والوں کو بڑی فرحت ہوتی ہے یہ شہر (آنولہ) شجاع الدولہ اور انگریزوں کی یورش میں جو انھوں نے حافظ رحمت خاں پر کی تھی تباہ و برباد ہو گیا ...... راقم الحروف نے اس مقام کو میر محمد قاسم خاں کے ہمراہ بہت اچھی [illegible] بڑا پر رونق شہر [illegible] روہیلے اور پٹھان بڑی تعداد میں آباد تھے اس شہر میں اذان نماز اور زکوٰۃ کے ذریعہ اسلام کا بڑا رواج تھا۔

سفرنامہ مخلص کے دیباچہ میں نواب علی محمد خاں کی مذہبی زندگی پر روشنی [illegible]

ہوئے ڈاکٹر اظہر علی رقم طراز ہیں [1]

"نماز، روزہ و ذکر اذکار، وردو وظائف کا شہر آنولہ میں ایسا رواج تھا کہ تمام شہر بانگ، نماز، درود اور ذکر سے گونجتا تھا، فقراء، درویشوں، اہل باطن اور خدارسیدہ لوگوں کی طرف آپ (نواب علی محمد خاں) جھکے اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، فرائض نوافل اور سنن کی پابندی، تہجد گزاری آپ کا شعار تھا۔ مرتے دم بھی تسبیح ہاتھ سے نہ چھوٹی، سلسلۂ قادریہ میں آپ خود بیعت تھے۔ آپ کی رعایا بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر اہل باطن سے مستفید ہونا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ چنانچہ آپ کی کوشش بھی یہی رہتی تھی کہ جس کسی مقدس ہستی یا محدث و فقیہہ، عالم یا اہل کمال کا پتہ چلتا تھا ان کی خدمت میں ملتجی ہوتے تھے کہ آنولہ تشریف لائیں بیش قرار مشاہرے دنیا اور ان کی کفالت کرنا آپ کا فرض تھا۔ پھر جب یہ حضرات آنولہ کے اسلامی ماحول سے متاثر ہوتے تو وہیں بود و باش اختیار کر لیتے تھے۔ سادات اور علماء کی کثیر تعداد آپ کے سرچشمۂ احسان و کرم سے مستفید ہوئی ...... جلال الدین خاں (محدث) آپ کی درخواست پر کابل سے تشریف لائے اور سید علی شاہ ترمذ سے خود آپ کا شہرہ سن کر آئے"

یہاں کے اکثر علماء و فضلاء کا ذکر تذکرۂ کاملان رام پور اور اخبار الصنادید میں ملتا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں حکیم مولوی عبدالغفور المتخلص بہ ہوشیار ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی نے "سوانحات المتاخرین آنولہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آنولہ کے ممتاز اکابر، مشاہیر اور علماء کے حالات ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ

---

[1] سفرنامہ بن گڑھ ص ۸۵-۸۶

محمد ایوب قادری کے کتب خانے میں ہے۔

بریلی کے علماء و فضلاء پر علیحدہ کوئی کتاب نہیں ملتی حالانکہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے زمانہ میں یہ شہر بھی علماء و فضلاء کا مرکز تھا۔ مؤلف گل رحمت لکھتا ہے۔

"باستماع خبر قدر شناسی و دین پروری حافظ الملک صد ہا علماء متبحر مولانا عبد العلی لکھنوی وغیرہم در تمامی شہرہائے کٹھیر مجتمع شدہ مواجب کثیر و زیادہ از حاجت از سرکاری یافتند و در مدارس و مساجد کہ برائے ایشاں از سرکار مرتب یافتہ بود و بفراغ درس و تدریس اشتغال می ورزیدند و در ہر مدرسہ کتب درسی و وظیفہ طلباء از سرکار یقین می یافت۔"

حافظ الملک کی قدر شناسی اور دین پروری کی خبر سن کر سینکڑوں ممتاز علماء مثلاً مولانا عبد العلی لکھنوی وغیرہ کٹھیر (روہیل کھنڈ) کے تمام شہروں میں جمع ہو گئے تھے اور اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ سرکار سے مشاہرہ پاتے تھے مدرسوں اور مسجدوں میں جوان کے لئے سرکار کی طرف سے تعمیر ہوئی تھیں اطمینان کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہر مدرسہ میں درسی کتابیں اور وظیفہ طلباء کو سرکار سے مقرر ملتا تھا۔

اس کی تصدیق کندن لال اشکی کے بیان سے ہوتی ہے۔ اپنی کتاب "نزہتہ الناظر" میں وہ لکھتا ہے۔

یاد دارم کہ در ایام تحصیل در بلدہ بریلی قریب سہ صد کس طالب علم آشنائے فقیر بودند

مجھے یاد ہے کہ جب میں شہر بریلی میں تحصیل علم کرتا تھا تو تین سو طالب علم تو میرے واقف کار تھے۔

منشی عبد العزیز خاں نے بریلی کی ایک مفصل تاریخ لکھی ہے جو ہنوز طبع نہیں ہوئی ہے، اس کتاب کے آخر میں عبد العزیز خاں نے بریلی کے ممتاز علماء اور شعراء کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔[1]

---

[1] اس کتاب کی تلخیص محمد ایوب قادری کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔

شاہجہاں پور بھی روہیل کھنڈ کے نو آباد شہروں میں ہے۔ عہد شاہجہانی میں مشہور روہیلہ سردار نواب بہادر خاں نے اس کو آباد کیا۔ اس شہر کے حالات میں کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مولوی مطیع اللہ خاں نے ایک ضخیم تاریخ کئی جلدوں میں لکھی جس میں بڑی تفصیل سے مشاہیر و علماء وصوفیا کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکی۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی میاں صبیح الدین کی تاریخ شاہجہاں پور ہے جو اصح المطابع لکھنؤ سے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کے دوسرے حصہ میں شاہجہاں پور کے مشائخ، علماء، فضلاء، حکماء، شعراء اور خوانین و امراء کے حالات نہایت محنت تحقیق اور تفصیل سے لکھے ہیں۔

مراد آباد بھی شاہجہاں کے زمانے میں رستم خاں دکنی نے آباد کیا، روہیلوں کے زمانہ میں دوندے خاں کے خاندان کا مستقر ہوا۔ علماء و مشائخ کے مختلف خاندانوں نے سکونت اختیار کی حدیقۃ الاقالیم کا مؤلف لکھتا ہے۔

"شیوخ و سادات بکثرت قیام داشتند۔" (مراد آباد میں) شیوخ و سادات کثرت سے سکونت پذیر ہیں۔

مراد آباد کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ لیکن مولوی محمد حسین قدوسی نے "انوار العارفین" کے نام سے مشائخ و صوفیہ کے حالات میں ایک ضخیم کتاب لکھی جو صدیقی پریس بریلی میں طبع ہوئی ہے۔ انوار العارفین میں ضمناً مراد آباد کے بیشتر علماء و مشائخ کا ذکر آگیا ہے مرزا نصیر الدین برلاس، صاحب نجیب التواریخ نے اپنے حالات فارسی زبان میں بطور بیاض نگینہ انگشتری سلیمانی کے نام سے قلم بند کیے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ میں لکھی گئی ہے نام تاریخی ہے۔

اس بیاض میں مرزا صاحب نے اپنے خاندان کے اکابر و مشاہیر کے علاوہ مراد آباد کے علماء و فضلاء کا ذکر بھی ایک فصل میں کیا ہے۔ اس نادر بیاض کا مصنف کا تحریر کردہ نسخہ محمد ایوب قادری کے ذخیرہ میں ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے ایک نامور شاگرد مولوی رفیع الدین مراد آبادی (متوفی ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء) تھے۔ انہوں نے تذکرۃ المشائخ کے نام سے ایک تذکرہ فارسی میں لکھا ہے۔ مؤلف انوار العارفین نے اس تذکرہ سے استفادہ کیا ہے اور انھوں نے اپنی کتاب میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ مولوی رفیع الدین نے تاریخ پر دو کتابیں تذکرۃ الملوک اور

تاریخ افاغنہ بھی لکھی ہیں۔ لیکن ان کے نسخے معلوم نہیں ہو سکے۔ مُراد آباد کے قدیم قصبات امروہہ اور سنبھل بھی علم وفضل کے اعتبار سے شہرت دوام کے مالک ہیں۔ امروہہ کا ذکر مشہور سیاح ابن بطوطہ ان الفاظ میں کرتا ہے [۱]

ھی بلدۃ صغیرۃ حسنۃ فخرج عمالھا	یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے اس کے عمال
للقاى وجاء قاضیھا الشریف	میرے استقبال کے لیئے آئے اُس کے قاضی
امیر علی وشیخ زاویتھا واضافانی	شریف امیر علی اور خانقاہ کے شیخ دونوں آئے اور
معاضیافۃ حسنۃ ط	دونوں نے بہت اچھی طرح میری ضیافت کی۔

سنبھل میں سکندر لودی بسلسلہ سیر و شکار پانچ سال تک مقیم رہا۔ وہ خود ذی علم اور علم دوست بادشاہ تھا اس کی موجودگی کی وجہ سے سنبھل، علماء و فضلاء کا مرکز بن گیا ۱۵۰۱ء میں بادشاہ نے ایک شرعی مسئلہ کے تصفیہ کے لیئے سنبھل میں مجلس مذاکرہ منعقد کی تھی۔ اس مجلس کی شرکت کے لیئے مختلف مقامات سے علماء بلائے گئے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے یہیں کے ایک سربرآوردہ عالم میاں حاتم سنبھلی سے تحصیل علم کیا تھا۔ آخر دور میں سنبھل میں ملا حمید مفسر، مفتی عبدالسلام، مولوی محمد حسن سنبھلی اور مولوی سعادت اللہ بنی اسرائیلی وغیرہ نامور علماء گزرے ہیں۔

امروہہ کے حالات میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں سب سے پہلی کتاب شاہ عضدالدین جعفری کا تذکرہ مشائخ مقاصد العارفین ہے۔

خاص تاریخ امروہہ میں سب سے پہلی کتاب نخبتہ التواریخ ہے یہ کتاب [illegible] مولوی آل حسن نخشبی نے لکھی ہے زیادہ تر انساب امروہہ کا بیان ہے [illegible] علماء کا بھی ذکر ہے۔ اس کے بعد سید کریم بخش نے تاریخ واسطیہ لکھی اس [illegible] مشاہیر کا حال نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۶ھ؁ ۱۸۸۹ء میں مطبع گلزار احمدی مُراد آباد سے شائع ہوئی ہے۔ عباسیان امروہہ کے انساب پر محب علی عباسی نے "آئینہ عباسی" اور "علوئین امروہہ"

---

[۱] سفر نامہ ابن بطوطہ ــــ جلد دوم ص ۹۰ مطبوعہ مصر ۱۹۳۹ء

کے انساب پر اصغر حسین نے تاریخ اصغری اور کمبوہان امروہہ کے متعلق نواب علی امروہوی نے شمس التواریخ لکھی ہیں۔ ان کتابوں سے بھی مشاہیر و اعیان و علماء امروہہ کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سلسلہ کی سب سے مکمل اور مفصل کتاب مولوی محمود احمد عباسی کی تاریخ امروہہ ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں لکھی گئی ہے، چوتھی جلد شعرائے امروہہ پر ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ پہلی جلد حالات امروہہ، عمارات وغیرہ پر ہے۔ دوسری جلد تذکرۃ الکرام کے نام سے موسوم ہے یہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مولف نے بڑی تفصیل سے امروہہ کے مشاہیر، اولیاء، علماء، فضلاء اور حکماء کے سوانح حیات قلمبند کئے ہیں۔ تیسری جلد تحقیق الانساب کے نام سے موسوم ہے۔ امروہہ کے خاندانوں اور قبائل کے حالات پر تاریخی لحاظ سے بحث کی۔ ہے۔

حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد روہیلکھنڈ کا علاقہ نوابان اودھ کے زیر حکومت آگیا۔ صرف ایک چھوٹی سی ریاست رامپور، مشہور روہیلہ سردار نواب فیض اللہ خاں کے سپرد ہوئی۔ نواب فیض اللہ خاں علم دوست، فیاض اور دیندار شخص تھا بریلی، آنولہ اور روہیل کھنڈ کے مختلف دیار و امصار کے علماء جوق در جوق رام پور پہنچے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ دیوان منولال نے مسائل فلسفی میں لکھا ہے کہ نواب فیض اللہ خاں کی سرکار میں پانسو علماء کو وظیفے ملتے تھے جو طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ اس زمانے میں علم کو بڑی رونق تھی چنانچہ رام پور بخارائے ہندی کہلاتا تھا۔[۱] نواب فیض اللہ کے عہد کے نامور مشائخ اور علماء میں شاہ عبد الکریم عرف ملا فقیر اخون، شاہ عبد اللہ بغدادی، شاہ جمال اللہ، ملا حسن فرنگی محلی، ملا عبد العلی بحر العلوم، مولانا رستم علی محشی میرزاہد، مفتی شرف الدین اور قاضی نور الحق مفسر کے اسمائے گرامی سر فہرست آتے ہیں۔[۲]

---

[۱] اخبار الصنادید جلد دوم ص ۵۹۷۔

[۲] اخبار الصنادید جلد دوم ص ۶۰۰-۶۰۱۔

نواب فیض اللہ خاں کی دینداری کے متعلق مولوی عبدالقادر خاں لکھتے ہیں۔

"رئیس نماز روزہ اور تلاوت قرآن کا پابند، ہنر اور علم کا خواہاں، اسراف سے گریزاں، اس کے عہد میں شہر رنڈیوں اور شراب خانوں سے خالی تھا، نواب رعایا اور شہر کے بچے بچے کو پہچانتا تھا۔ ہمیشہ صبح اور شام سوار ہو کر مختلف راستوں سے گزرتا، شب کے ملازمین کی زبانی شہر کے حالات سنتا" [۵۱]

رام پور کے علماء و فضلا کے حالات سب سے پہلے مولوی عبدالقادر (ف ۱۸۴۹ء) نے اپنے روز نامچے میں قلمبند کئے ہیں۔ اس سلسلہ کا سب سے جامع، مفصل اور تحقیقی تذکرہ حافظ احمد علی خاں شوق نے لکھا ہے۔ یہ قابل قدر تذکرہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ انتخاب یادگار (تذکرہ شعرائے رام پور) میں بھی بعض علمائے رام پور کے حالات مل جاتے ہیں۔

جس طرح نواب علی محمد خاں نے روہیل کھنڈ میں اپنی نوابی مسند بچھائی اسی طرح نواب محمد خاں بنگش (ف ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء) نے فرخ آباد میں اقتدار حاصل کیا۔ اس کے نامور فرزند نواب قائم خان بنگش اور نواب احمد خاں بنگش تھے۔ فرخ آباد کے رؤسا بھی نہایت دیندار، علم دوست اور علماء نواز تھے، اس لئے فرخ آباد علمائے و فضلاء کا مرکز بن گیا، فرخ آباد کے علماء، مشائخ، حکماء اور شعراء کے حالات مفتی ولی اللہ فرخ آبادی نے اپنی کتاب تاریخ فرخ آباد میں تفصیل سے قلم بند کئے ہیں۔ یہ کتاب پانچ مقالات پر مشتمل ہے۔ مقالہ اول میں فرخ آباد اور رؤساء فرخ آباد کے سیاسی حالات ہیں مقالہ دوم میں امراء و خوانین کا حال ہے۔ مقالہ سوم میں علما و صوفیاء، حکماء اور خطاطین کے اور مقالہ چہارم میں شعراء کے حالات ہیں۔ مقالہ پنجم میں مصنف کتاب مفتی ولی اللہ نے خود اپنے حالات لکھے ہیں۔

دور اکبری میں ایک نامور بزرگ میر عبدالواحد بلگرامی (ف ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) گزرے ہیں ان کی [illegible] سبع سنابل مشہور و معروف ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے میر عبدالجلیل (ف [illegible] / [illegible]) نے بلگرام کی سکونت ترک کر کے مارہرہ (ضلع ایٹہ) میں رہنا اختیار کیا اور اصلاح و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ اس خانوادہ میں شاہ برکت اللہ عشقی (ف ۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۹ء) شاہ حمزہ (ف ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء) اور شاہ آل احمد عرف اچھے میاں (ف ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹ء) نامی گرامی مشائخ گزرے ہیں۔ اس خانوادہ کے اکابر و مشائخ اور علماء کے حالات میں کئی کتابیں ملتی ہیں۔ جن میں کاشف الاستار (شاہ حمزہ) گلشن ابرار (ریاض الدین سہسوانی) ہدایت المخلوق (محمد افضل بدایونی)

اور آثارِ احمدی (عنایت حسین مارہروی) فارسی میں لکھی گئی ہیں لیکن چھپی نہیں ہیں۔ خاندان برکات (محمد میاں)، اصح التواریخ دو جلد (محمد میاں) مختصر تاریخ خاندان برکاتیہ (محمد میاں) برکات مارہرہ (طفیل احمد بدایونی) اور انوار مدائح حضور دو جلد (غلام شبر بدایونی) اردو تصنیفات ہیں اور چھپ چکی ہیں۔ آخر الذکر کتاب کا دوسرا حصہ نہیں چھپا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ محمد ایوب قادری کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

اضلاع بجنور سہارن پور وغیرہ کے علماء کے حالات بالکل پردۂ خفا میں ہیں۔ حالانکہ دامنِ کوہ کے قصبات، کلیر گنگوہ، انبہٹہ، جھنجھانہ، تھانہ بھون، دیوبند، کاندھلہ، منگلور، کیرانہ، پھلت، رام پور منہاران اور دیگر بہت سے مسلم نو آبادیاں ہیں جو مسلمانوں کی علمی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ حضرت شاہ علاء الدین صابر مخدوم (ف ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) شیخ عبدالقدوس گنگوہی (ف ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) شاہ ابوالمعالی (ف ۱۱۱۲ھ/۱۷۰۱ء) میاں جیو نور محمد (ف ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) حاجی امداد اللہ (ف ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) مولانا شیخ محمد تھانوی (ف ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) مولانا ذوالفقار علی (ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (ف ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) قاضی محمد اسماعیل (ف ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) مولوی رحمت اللہ کیرانوی (ف ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء) شاہ محمد عاشق (تلمیذ شاہ ولی اللہ دہلوی) مولوی عبدالسمیع بیدل (ف ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء) مولانا مملوک العلی (ف ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کے وہ درخشاں ستارے ہیں جن کے نام تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ سہارن پور کے ضلع میں نجیب آباد، نجیب الدولہ اور ضابطہ خاں کی علم دوستی کی بدولت علماء و فضلاء کا مرکز بن گیا۔ نواب نجیب الدولہ علماء و فضلاء کا بڑا سرپرست اور قدر داں تھا۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں[1]

بتقریب عیادت نجیب خاں رفتہ بودم ...... نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود ادنیٰ پنج روپیہ اعلیٰ پانصد۔

میں نجیب خاں کی عیادت کے لئے گیا تھا ...... نجیب الدولہ کے یہاں نو سو عالم تھے کم سے کم پانچ روپیہ اور زیادہ سے زیادہ پانسو روپیہ (مشاہرہ تھا)۔

نواب نجیب الدولہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے بہت متاثر اور ان کا بہت معتقد تھا۔ اس نے قصبہ

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی

دارانگر میں ایک بہت بڑا دارالعلوم قائم کیا تھا جس میں فرنگی محل کے اکثر نامور علماء درس دیتے تھے۔

کاندھلہ کے ایک ذی علم بزرگ حافظ عبدالرحمٰن تھے۔ انھوں نے ایک کتاب سفینۂ رحمانی کے نام سے فارسی میں لکھی ہے یہ کتاب دو عنوان پر مشتمل ہے، پہلے عنوان میں ملوک و فقراء سے متعلق سبق آموز قصص و حکایات ہیں اور دوسرے عنوان میں کاندھلہ کے علماء اور حکماء کے حالات ہیں، آخر میں برصغیر کے بعض دوسرے مسلم زعماء اور علماء کے حالات بھی ہیں سفینہ رحمانی نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

مولوی نذیر احمد دیوبندی نے ایک کتاب تذکرۃ العابدین امداد العابدین کے نام سے لکھی ہے اس میں صوفیاء، مشائخ کے حالات ہیں رام پور منہاران، دیوبند اس علاقہ کے دوسرے قصبات کے اکثر علماء و مشائخ کے حالات اس میں آگئے ہیں۔ یہ کتاب دہلی میں طبع ہوئی ہے خاص دیوبند پر دو کتابیں علمائے حق اور تاریخ دیوبند شائع ہوئی ہیں پہلی کتاب مولوی محمد میاں دیوبندی نے لکھی ہے۔ اس میں تحریک دیوبند کے اساطین یعنی ان علماء کا ذکر ہے جنھوں نے تحریک آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا۔ اور تاریخ دیوبند میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرسین اور مہتممین کے عنوانات کے ذیل میں اکثر علماء کے حالات آگئے ہیں۔ تاریخ دیوبند مولوی محبوب حسن رضوی کی تالیف ہے۔ ابھی حال میں روزنامہ مدنی دنیا، دہلی کا "عظیم مدنی" نمبر شائع ہوا ہے اس نمبر کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دیوبند کے اکثر ممتاز علماء کے حالات شائع ہوگئے ہیں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رضوی نے تذکرہ مشائخ دیوبند کے نام سے ایک تذکرہ لکھا ہے جس میں دیوبند کے صاحب سلسلہ مشائخ کے حالات آگئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۶۰ء میں چھپی ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دو قدیم درس گاہیں ہیں ضرورت ہے کہ ان اداروں میں سے کوئی اس علاقے کے علماء کے مکمل حالات مرتب کرا کے اس فرض کفایہ کو ادا کرے۔

اودھ اودھ کا علاقہ علم و فضل کے لئے ہمیشہ سے مشہور رہا ہے سلاطین ... کے عہد میں یہ علاقہ خاص طور سے تہذیب و تمدن اور علم و فضل کا مرکز بن گیا تھا یہاں بڑے بڑے نامور علماء و فضلاء اور مشائخ و صوفیہ اٹھے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، شیخ احمد عبدالحق ردولوی، ملا محمود جون پوری، ملا جیون امیٹھوی، ملا مبارک گوپاموی، ملا محب اللہ الہ آبادی، ملا نظام الدین سہالوی اور ملا عبدالعلی بحر العلوم اپنے زہد و اتقاء کے لئے

مشہور نہیں بلکہ ان میں سے اکثر آسمانِ علم وفضل کے وہ آفتاب و ماہتاب ہیں جن کی روشنی سے ہمیشہ علمی دنیا منور رہے گی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ شاہجہاں نے پورب کو "شیراز ما" کہا تھا۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی ماثر الکرام میں اس کی تصدیق ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اگرچہ جمیع صوبجات ہند بوجود حاملان علم تفاخر دارند اما صوبہ اودھ و الہ آباد خصوصیتے دارد کہ در ہیچ صوبہ نتواں یافت چہ در تمام صوبہ اودھ واکثر صوبہ الہ آباد بفاصلہ پنج کردہ نہایت دہ کروہ آبادیٔ شرفاء ونجباء است کہ از سلاطین وحکام جز وظائف و زمین و مدد معاش داشتہ اند و مساجد و مدارس وخانقاہات بنا نہادہ و مدرسان عصر در ہر جا ابواب علم بر روئے دانش پژوہاں کشادہ وطلبائے علم خیل خیل می روند و ہر جا موافقت دست بہم داد بہ تحصیل علوم مشغول می شوند وصاحب توفیقات ہر معمورۂ طلبہ علم را نگاہ می دارند وخدمت ایں جماعت را سعادت عظمٰی می دانند۔

اگرچہ ہندوستان کے تمام صوبے علماء کے وجود سے مفتخر ہیں لیکن صوبہ اودھ والہ آباد ایسی خصوصیت رکھتے ہیں جو کسی دوسرے صوبے میں نہیں پائی جاتی، تمام صوبہ اودھ میں پانچ کوس پر اور صوبہ الہ آباد میں زیادہ سے زیادہ دس کوس پر اشراف ومعززین کی آبادیاں ہیں اور ان کو سلاطین وحکام سے وظائف و زمین و مدد معاش حاصل ہیں۔ انھوں نے مساجد و مدارس اور خانقاہیں تعمیر کیں اور زمانہ حاضر کے علماء ہر جگہ طلباء پر علوم کے دروازے وا کئے ہوئے ہیں طلبہ جوق در جوق، (مدارس میں) پہنچتے ہیں اور جہاں ان کو سہولت حاصل ہوتی ہے، وہاں تحصیل علوم میں مشغول ہوتے ہیں۔ صاحب استطاعت حضرات طلباء کی جماعت کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ اس گروہ کی خدمت کو سعادت عظمٰی جانتے ہیں۔

میر غلام علی آزاد ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علمائے اودھ پر کتاب لکھی۔ ہماری مراد ماثر الکرام فی تاریخ بلگرام سے ہے۔ اس کتاب میں بلگرام، اودھ کے دوسرے علماء اور بعض دیگر

مقامات کے نامور علماء کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ بڑی قابل قدر کتاب ہے۔ شرائف عثمانی کے نام سے غلام حسین عثمانی بلگرامی نے عثمانیان بلگرام کا نسب نامہ لکھا ہے جو چھپ چکا ہے۔ میر غلام علی آزاد نے تذکرۂ شعراء پر تین ضخیم کتابیں، خزانہ عامرہ، سروآزاد اور ید بیضاء لکھی ہیں اوّل الذکر دو کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ آزاد دکن میں ایک مدت تک رہے ہیں۔ انھوں نے خلد آباد کے اولیاء کا ایک تذکرہ روضۃ الاولیاء کے نام سے لکھا ہے۔ اس کتاب کا متن اور اُردو ترجمہ دونوں شائع ہو چکے ہیں۔ تراجم علماء و شعراء پر آزاد نے بڑا کام کیا ہے۔ عربی میں ایک ضخیم کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان لکھی ہے۔ اس میں برصغیر ہند و پاک کی خصوصیات، آب و ہوا، پیداوار اور علوم و فنون کا جائزہ لیا ہے اور اس کے علاوہ علماء و مشائخ کے بھی اچھے خاصے حالات ہیں۔ یہ کتاب بمبئی ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء میں طبع ہوئی ہے۔ اودھ کے مشہور شہر جون پور دمظفر آباد کے علماء و مشائخ کے حالات میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ پہلے شخص خیر الدین (ف ۱۸۳۴ء) ہیں جنھوں نے علماء کا ایک تذکرہ فارسی میں لکھا۔ اس میں جون پور کے انتیس (۲۹) علماء کے حالات ہیں۔ آخر میں مصنف نے اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ خیر الدین نے جون پور کے حالات میں جون پور نامہ اور راجہ بنارس کے حالات میں بلونت نامہ بھی لکھا ہے۔ آخری دور میں جون پور کے علماء و مشائخ پر مولوی محمد نور الدین زیدی (ف ۱۹۱۸ء) نے بڑا کام کیا ہے۔ فارسی میں ایک کتاب تجلی نور المعروف بہ تذکرہ مشاہیر جون پور دو جلدوں میں لکھی ہے۔ پہلی جلد میں مشائخ اور دوسری جلد میں علماء کے حالات ہیں یہ کتاب نہایت پُر از معلومات ہے نور الدین کی دوسری کتاب چراغ نور (تاریخ ظفر آباد جون پور) ہے اس میں بھی مشائخ علماء کے اچھے خاصے حالات ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں جاوید پریس جونپور میں طبع ہوئی ہے۔ سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی کے مقدمہ میں ان کتابوں سے بڑا کام لیا ہے۔ اودھ کا مشہور قصبہ کاکوری بھی علماء و فضلاء کا مرکز رہا ہے۔ اس قصبہ میں مشا[illegible] مشہور تکیہ ہے جس سے نامور مشائخ وابستہ رہے ہیں کاکوری کے متعلق [illegible] ہو رہے ہے۔

خصوصًا روز عیدین وا دینہ ما بد شہر کاکوری مدینہ

کاکوری کے علماء و مشاہیر کے متعلق مولوی محمد علی حیدر نے ۱۹۲۷ء میں ایک قابل قدر کتاب مرأۃ الاعلام فی مآثر الکرام المعروف بہ تذکرہ مشاہیر کاکوری نظم بند کی ہے۔ ایک دوسری کتاب علمائے کاکوری کے حالات میں مولوی منظور الدین کاکوروی نے اُردو میں مجمع العلماء کے نام سے لکھی ہے۔

تکیہ کاکوری کے قلندران و مشائخ کے متعلق مولوی محمد تقی حیدر نے ایک مفصل تذکرہ اذکار الابرار کے نام سے لکھا ہے جس کا مکمل اڈیشن ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء شائع ہوا ہے۔ علویان کاکوری، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ چنانچہ علویان کاکوری کے انساب پر شاہ تراب علی کاکوروی نے کشف المتواری ایک کتاب لکھی ہے۔ دوسری قابل ذکر کتاب "عباسیان کاکوری" ہے۔ اس میں علماء سے زیادہ امراء کے حالات ہیں بہر حال علماء کاکوری پر اس سے بھی کچھ مدد مل جاتی ہے۔

گوپامئو اور خیر آباد بھی اودھ کے مردم خیز قصبات رہے ہیں گوپامئو کے علماء کے حالات مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی نے ارمغان یادور کے نام سے ایک مختصر سے رسالے میں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ رسالہ مفتی صاحب کے دور اوّل کی تصنیف ہے۔ خیر آباد اور سیتاپور کے علماء کے حالات حکیم محمد بہاء الدین گوپاموی نے سیر العلماء کے نام سے قلم بند کئے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک مختصر سا رسالہ ہے مگر معلومات سے پر ہے "تذکرۃ الانساب" مولوی مصطفےٰ علی گوپاموی نے اور خلاصۃ الانساب مولوی قدرت احمد گوپاموی نے اشراف گوپامئو کے نسب میں لکھے ہیں ان نسب ناموں سے بھی علماء کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ علمائے خیر آباد و سندیلہ و سہالی پر مولانا فضل امام خیر آبادی کا ایک مختصر سا رسالہ تراجم الفضلاء[1] کے نام سے ہے جو ان کے آمد نامہ کا ایک باب ہے۔

اودھ میں علمائے فرنگی محل (لکھنؤ) کسی تعارف کے محتاج نہیں، اس خاندان نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ ان حضرات کو علوم معقول سے زیادہ وابستگی رہی ہے۔ اس خاندان میں بڑے نامور علماء و فضلاء پیدا ہوئے ملا عبد العلی بحر العلوم، ملا حسن، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد یوسف، مولانا عبد الحلیم، شمس العلماء محمد نعیم ملا محمد مبین اور مولانا عبد الحئی اس ذی وقار خاندان کی وہ مایۂ ناز اور باقیض ہستیاں گزری ہیں جن کا ذکر تاریخ علوم اسلامی میں زندہ جاوید رہے گا، علمائے فرنگی محل کے انساب میں سب سے اوّل ملا محمد ولی اللہ نے ایک کتاب اغصان۔ اربعہ لکھی یہ کتاب

---

[1] تراجم الفضلاء مع انگریزی ترجمہ اور حواشی کے پاکستان ہسٹاریکل کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

اگرچہ شائع نہ ہو سکی مگر بعد کے لکھنے والوں کے لئے بہترین معلومات کا ذریعہ ثابت ہوئی مولوی عبدالباری قیام الدین نے علمائے فرنگی محل کے متعلق عربی زبان میں ایک مختصر سا رسالہ آثار الاول من علمائے فرنگی محل شائع کیا۔ علمائے فرنگی محل کے حالات میں اردو زبان میں سب سے اوّل شیخ الطاف الرحمان قدوائی نے احوال علمائے فرنگی محل کے نام سے ایک کتاب مرتب کر کے شائع کی۔ اس سلسلہ کی سب سے آخری اور جامع کتاب مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی نے تذکرہ علمائے فرنگی محل کے نام سے لکھی ہے یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں طبع ہوئی ہے۔

اودھ کے دوسرے قصبات سندیلہ، امیٹھی اور شاہ آباد (ضلع ہردوئی) کرّہ مانک پور کی مقامی تاریخوں میں ان مقامات کے علماء و مشائخ کے حالات جداگانہ ابواب میں تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ کتابیں طبع ہو چکی ہیں سندیلہ کی تاریخ راجہ درگا پرشاد نے لکھی ہے۔ راجہ صاحب نے اپنی دوسری تالیف بوستان اودھ (مطبوعہ ۱۸۸۶ء) میں بھی ایک باب مشاہیر کے لئے وقف کیا ہے۔ سندیلہ کے بیشتر علماء و مشائخ کے حالات تاریخ جدولیہ میں مل جاتے ہیں۔ خادم حسن امیٹھوی نے امیٹھی کی تاریخ لکھی ہے۔ اگرچہ یہ مختصر کتاب ہے مگر کارآمد ہے۔ خادم حسن نے عثمانیان امیٹھی کے انساب پر ریاض عثمانی اور امیٹھی کے نبی صالح کے انساب پر صبح بہار کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں[1]۔ شاہ آباد کی مفصل تاریخ حکیم مظفر حسین خاں سلیمانی نے دو جلدوں میں لکھی ہے۔ دوسری جلد میں بڑی تفصیل سے مشاہیر علماء و صوفیاء اور حکماء کے حالات لکھے ہیں۔ کرّہ مانک پور کی تاریخ بھی طبع ہو چکی ہے۔

اودھ کے علماء پر فارسی میں مولوی اکرام اللہ گوپاموی نے انیسویں صدی کے اختتام پر "تذکرہ علمائے اودھ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں دہلی[illegible] سہالی، ہرگام، سندیلہ، گوپامؤ، دیوہ اور بلیح آباد کے علماء و ذوی علم حضرات کے حالات خاص طور سے لکھے ہیں[2]۔ اسی سلسلہ میں شیخ رحمت اللہ لکھنوی کی کتاب تذکرۃ الاصفیاء بھی قابل ذکر ہے۔

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند از مولوی عبدالحئی۔

[2] داستان تاریخ اردو از حامد حسن قادری ص ۳۲۰ (طبع دوم)

مؤلف نزہۃ الخواطر مولوی حکیم عبدالحیٔ نے اس کتاب سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے مولوی وجیہ الدین کے تذکرہ بحر ذخار کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں مگر اس میں بھی علمائے اودھ کے اچھے خاصے حالات ملتے ہیں مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے علماء اودھ کے سلسلے میں ایک اور مسودہ کا حوالہ دیا ہے اور اس سے اُنھوں نے استفادہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب علماء و صوفیاء کے حالات میں مولوی اشرف علی لکھنوی (ف ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء) کی تالیف ہے مؤلف تذکرہ علمائے ہند کو اس کتاب کا مسودہ حافظ شوکت علی رئیس سندیلہ کے کتب خانہ میں دستیاب ہوا تھا۔ مولوی ابوالحسن مانک پوری نے آئینہ اودھ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ اس میں اودھ کے قدیم خاندانوں کے شجرے اور اعیان و مشاہیر کے حالات ہیں۔ بنارس کے علماء و مشائخ کے حالات میں ایک کتاب اُردو زبان میں مولوی عبدالسلام نے لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔ اس میں تقریباً ایک سو علماء کے حالات آ گئے ہیں۔ علمائے شیعہ کے حالات میں چند علٰحدہ تذکرے ہیں یہ تذکرے اکثر فارسی ہیں۔ قاضی نوراللہ شوستری کی مجالس المومنین ایک مشہور کتاب ہے، مولوی مہدی بن نجف علی فیض آبادی نے تذکرۃ العلماء فی اخبار علماء الشیعہ مولوی اعجاز حسین کنتوری نے شذور العقیان فی تراجم الاعیان اور مرزا محمد علی نے نجوم السماء شیعہ علماء کے حالات میں لکھے ہیں۔ نجوم السماء کا تکملہ حکیم مہدی نے تحریر کیا ہے یہ تمام کتابیں فارسی میں ہیں۔

بنگال و بہار

بنگال و بہار پر علمائے کے سلسلہ میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ تذکرۂ صادقہ مؤلفہ مولوی عبدالرحیم اکابرین صادق پور کے انساب و حالات پر ہے۔ بہار کے مشہور شہر پھلواری کے علماء و مشائخ کے حالات میں دو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ پہلی کتاب تذکرۃ الکرام مؤلفہ ابوالحسنات بن نعمت اللہ پھلواری ہے۔ اس میں پھلواری کے قادریہ سلسلہ کے مشائخ کا خاص طور سے ذکر ہے دوسری کتاب مولوی حکیم محمد شعیب کی تالیف ہے۔ اس سلسلہ میں تاریخ بہار کے مؤلف محمد علی شاد کی ایک کتاب تذکرۃ الاسلام و نصرۃ الاخلاف بھی قابل ذکر ہے۔ شاہ محمد کبیر داناپوری کی کتاب تذکرۃ الکرام فی احوال العرب والاسلام میں بھی علمائے بہار کے سلسلہ میں بعض معلومات مل جاتی ہیں۔ اسی طرح کنزالانساب مؤلفہ عطا حسین میں بھی کچھ مواد مل جاتا ہے۔ کنزالانساب بمبئی میں طبع ہوئی ہے۔

مولوی عبدالقادر نے وقائع عبدالقادر خانی میں ڈھاکہ، مرشد آباد اور کلکتہ کے اعیان، علماء اور ذی علم حضرات کا ذکر کیا ہے، ڈھاکہ کی تاریخ حکیم عبدالرحمٰن طپش نے لکھی ہے اُنھوں نے آخر کتاب میں ڈھاکہ کے علماء، حکماء اور شعراء کے حالات بھی لکھے ہیں۔ ابھی حال میں مولوی عبدالستار صاحب نے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کی مفصل تاریخ لکھی ہے۔ مدرسہ کے پرنسپل اور ممتاز مدرسین کے ضمن میں بہت سے علماء کا حال آگیا ہے ان میں بیشتر بنگال کے علماء ہیں۔

حکیم حبیب الرحمان اگر اپنی کتاب "آسودگان ڈھاکہ" میں مزارات کی تفصیلات کے ساتھ ان لوگوں کے حالات بھی تاریخی مآخذ کے حوالوں کے ساتھ بڑھا دیتے تو یہ بھی اس موضوع پر قابل قدر کتاب ہوتی۔

دکن حیدرآباد و مدراس کے علماء کے حالات حیدرآباد دکن کی عام تاریخوں میں بھی مل جاتے ہیں اولیائے دکن کے حالات میں ایک ضخیم تذکرہ دو جلدوں میں محبوب ذی المنن تاریخ اولیائے دکن کے نام سے صوفی عبدالجبار آصفی ملکاپوری نے لکھا ہے۔ اس سے پہلے ایک کتاب پنج گنج تذکرہ اولیائے دکن قاضی محمد فاضل مدراسی نے مرتب کی تھی۔ بیجاپور کے مشائخ کے حالات میں روضۃ الاولیاء، شیخ ابراہیم بن محمد مرتضےٰ بیجاپوری نے لکھی ہے ان کتابوں میں اکثر علمائے دکن کے حالات مل جاتے ہیں۔ حیدرآباد اور مدراس کے علماء کے حالات مولوی محمد مہدی واصف نے حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام کے نام سے عربی زبان میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۷۹ھ ۶۳-۱۸۶۲ء میں مطبع مظہر العجائب مدراس میں طبع ہوئی ہے۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی مزید حواشی و تعلیقات کے ساتھ اس تذکرہ کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ مولوی محمد مہدی واصف مرحوم کے ایک تذکرہ معدن جواہر کا حوالہ حکیم عبدالحئی مرحوم نے ثقافۃ الاسلامیہ فی الہند میں دیا ہے، یہ بھی عربی زبان میں لکھا گیا ہے [illegible] ابوسعید مدراسی نے اولیاء کے حالات میں بحر رحمت لکھی ہے۔ برہان پور کی تاریخ [illegible] برہان [illegible] نے لکھی ہے۔ جو ۱۳۱۷ھ ۱۹۰۰ء میں مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی ہے اس کتاب کے آخر میں برہان پور کے علماء و مشائخ کا تفصیلی ذکر ہے۔ ابھی حال میں مطیع اللہ راشد نے برہان پور کے ان مشائخ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے جن کا تعلق سندھ سے تھا۔ کتاب کا نام "برہان پور کے سندھی اولیاء" ہے۔ اس کو سندھی ادبی بورڈ نے شائع کیا ہے۔ برہان پور کے مشائخ کے حالات میں "المشائخ فی اخبار المشائخ" بھی ہے۔[1]

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۸۴

گجرات علمائے گجرات کے حالات کا اہم ماخذ مرآت احمدی (جلد سوم) ہے۔ اُردو میں حکیم عبدالحیٔ نے یاد ایام کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں گجرات کے ممتاز علماء و فضلاء کے مختصر حالات اور ان کی علمی سرگرمیوں کا بیان ہے۔ سورت کے علماء و مشائخ کے حالات میں گلدستۂ صلحائے سورت شیخ بہادر عرف شیخو میاں نے اُردو میں لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء میں مطبع شہابی بمبئی میں طبع ہوئی ہے۔

پنجاب و کشمیر کشمیر پر صرف ایک کتاب واقعات کشمیری خواجہ محمد اعظم کی تالیف ہے جس میں علماء و فضلاء و حکماء و شعراء و مشائخ و صوفیہ کا اچھا خاصہ تذکرہ ہے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔
منشی محمد الدین فوق نے مشاہیر کشمیر اور تذکرۃ العلماء والمشائخ کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں ان میں کوئی خاص تحقیق و تلاش سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ بالکل صحافتی انداز ہے، حدائق الحنفیہ، خزینۃ الاصفیاء اور تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ اور تحقیقات چشتی میں پنجاب کے اکثر علماء کے حالات مل جاتے ہیں کیونکہ ان کتابوں کے مؤلف اسی نواح کے رہنے والے تھے۔ پنجاب کے صوفیاء کے حالات میں تصر عارفاں ایک فارسی تذکرہ ہے یہ تذکرہ پنجاب اکیڈمی لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔ مولوی اعجاز الحق قدوسی نے ایک ضخیم کتاب "تذکرہ صوفیائے پنجاب" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں پنجاب کے صوفیہ، مشائخ اور علماء کے تفصیلی حالات ہیں کتاب زیر اشاعت ہے۔

سندھ آخر میں ہم سندھ کا جائزہ لیتے ہیں مسلمانوں کی سب سے پہلے اس علاقے میں آمد ہوئی۔ محدثین، ائمہ، علماء اور مشائخ کی ایک بڑی تعداد نے علوم اسلامیہ اور تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دیں۔ قاضی اطہر مبارک پوری نے عربی زبان میں علماء و مشائخ کے حالات میں "رجال سندو ہند" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے محدثین و علمائے سندھ کی سرگرمیوں کا حال ڈاکٹر محمد اسحاق (ڈھاکہ) کی قابل قدر انگریزی تصنیف انڈیاز کنٹری بیوشن ٹو حدیث لٹریچر سے بھی ہوتا ہے۔ سندھ کے علماء و مشائخ کے حالات سب سے پہلے تاریخ معصومی میں ضمناً ملتے ہیں مؤلف نے خاص طور سے ترخانی اور ارغونی عہد کے مشاہیر کا اجمالاً ذکر کیا ہے اس کے بعد سب سے پہلی کتاب "ذخیرۃ الخوانین" ہے۔ یہ کتاب شیخ فرید ابن شیخ معروف صدر بھکر نے ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۰ء میں لکھی ہے۔ ماثر الامراء کے انداز پر نہایت اہم تذکرہ ہے جس میں اکبری، جہانگیری اور شاہجہانی دور کے مشاہیر و امراء کے حالات ہیں۔ یہ کتاب نہایت تحقیق اور تفصیل سے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں سندھ کے اعیان و مشاہیر اور امراء د

خوانین کے ساتھ علماء و مشائخ کے حالات بھی آگئے ہیں[۱]۔

پیر صاحب جھنڈہ کے کتب خانے میں برہان الاخوان کے نام سے ایک مخطوطہ ہے جس کی ضخامت تقریباً ۵۰ اصفحات ہے۔ اس میں بھکر کے علماء، امراء اور مشاہیر کے حالات تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں اسی زمانہ میں حدیقۃ الاولیاء کے نام سے سید عبدالقادر بن محمد ہاشم ٹھٹوی نے سندھ کے علماء و صلحا اور بزرگان دین کا ایک تذکرہ لکھا ہے جس میں ٹھٹہ کے علماء اور مشائخ کے حالات خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب کا ایک مکمل نسخہ سندھ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ یہ دونوں کتابیں بھی گیارھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہیں۔ خیرپور میں ایک قصبہ کھڑا ہے اس قصبہ میں مخادیم کا ایک عظیم المرتبت خاندان سکونت پذیر ہے جو عہد کلہوڑہ اور تالپور میں ذہبی قیادت اور پیشوائی کا مالک تھا۔ اس خاندان کے حالات میں ایک مفصل تذکرہ مخدوم اللہ بخش کھڑوی نے فوز الاحفاد من فیض الاسلاف کے نام سے لکھا ہے تذکرہ مخادیم کھڑا کافی ضخیم ہے اس کا ایک مخطوطہ پیر حسام الدین راشدی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ مخدوم اللہ بخش کھڑوی کے والد محمد عاقل نے بھی ایک ضخیم تاریخ جام جہاں نما کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد سندھ کے حالات پر ہے۔

سندھ کے علماء و مشائخ اور شعراء کے حالات پر سب سے زیادہ کام میر علی شیر قانع ٹھٹوی (ف ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۹ء) نے کیا ہے۔ اس فاضل مؤلف نے تحفۃ الکرام ۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۶-۷ء میں تالیف کی تیسری جلد سندھ کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب مفید اور نادر معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اس میں کلہوڑوں کے عہد تک کی تاریخ ہے۔ تحفۃ الکرام میں سندھ کے ہر بڑے اور چھوٹے شہر کا بیان ہے اور ان شہروں کے ذیل میں وہاں کے علماء و مشائخ صوفیہ اور فضلاء کے حالات لکھے گئے ہیں۔ تحفۃ الکرام کی تیسری جلد کا اردو اور سندھی ترجمہ سندھی ادبی بورڈ نے شائع کر کے تاریخ کی بڑی خدمت کی ہے۔ علی شیر قانع ٹھٹوی نے اس موضوع [illegible] دوسری کتاب ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء میں معیار سالکان طریقت کے نام سے علماء، مشائخ [illegible] و متعلقین کا ایک جامع تذکرہ لکھا ہے جس میں بقید مکان و زمان حالات قلمبند کئے گئے ہیں قانع نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ۶۳ سال کی عمر ہو چکی، خیال ہوا کہ بزرگان دین، اولیاء کرام اور مشاہیر علم کا تذکرہ بقید مکان و زمان لکھوں۔ مؤلف نے بڑی سعی سے حالات جمع کئے ہیں اس کتاب کا خط نستعلیق میں لکھا ہوا ایک بہت اچھا نسخہ

---

[۱] راقم الحروف اس کتاب کو ایڈٹ کر رہا ہے پہلی جلد عنقریب شائع ہونے والی ہے۔

برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ قانع تتوی نے سندھ کے فارسی گو شعراء کا ایک ضخیم تذکرہ مقالات الشعراء کے نام سے ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۰ء میں لکھا ہے۔ اس کتاب کا تکملہ محمد ابراہیم خلیل ٹھٹوی نے لکھا ہے۔ تکملہ بھی اصل کتاب کی طرح ایک ضخیم دفتر ہے یہ دونوں کتابیں سندھی ادبی بورڈ نے شائع کر دی ہیں۔ میر علی شیر قانع تتوی کے صاحبزادے، میر غلام علی مائل نے سندھ کے مشاہیر شعراء کا تذکرہ مجمع البلغاء کے نام سے لکھا ہے اس میں عہد ارغون کے شروع سے تالپوری عہد تک کے شعراء کا حال آگیا ہے۔ غلام علی مائل بڑا فاضل شخص تھا۔ اس کا فارسی دیوان ابھی حال میں سندھی ادبی بورڈ نے شایع کیا ہے۔ ان کتابوں میں بھی سندھ کے علماء مشائخ کے اچھے خاصے حالات مل جاتے ہیں۔

علاقی مواد پر نظر ڈالنے کے بعد چند عام تذکروں کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ۱۸۹۸ء میں تطییب الاخوان بذکر علمائے زمان المعروف بہ تذکرہ علمائے حال کے نام سے محمد ادریس نگرامی نے ایک تذکرہ لکھا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں اپنے عہد کے علماء کا حال لکھا ہے، اول تو یہ تذکرہ مختصر ہے، دوسرے اس میں حالات بھی کچھ تحقیق وتلاش سے نہیں لکھے گئے ہیں اس میں بہت سے اسماء بھرتی کے ہیں۔ مؤلف تذکرہ تحریک ندوہ کے زبردست حامی تھے اور اس زمانے میں علمائے بدایوں وبریلی ندوہ کی پرزور مخالفت کر رہے تھے۔ اس تذکرہ میں ہر اس ذی علم شخص کا حال تحریر کر دیا ہے جو ندوہ کی تحریک سے اتفاق رکھتا تھا یا اس کا مدد ومعاون تھا۔ مولوی فقیر محمد جہلمی نے اردو زبان میں ایک مفصل تذکرہ حدائق الحنفیہ کے نام سے لکھا ہے اس میں حنفی علماء کے حالات ہیں۔ دیگر ممالک اسلامیہ کے علاوہ ہند پاکستان کے بھی علماء کے حالات آگئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے ابجد العلوم کی آخری جلد میں علماء کے حالات لکھے ہیں ایک باب خاص طور سے علمائے قنوج کے لئے مخصوص کیا ہے۔ نواب مرحوم کی اس کتاب کا ماخذ سبحۃ المرجان اور مآثر الکرام رہے ہیں۔ مدرسہ قادریہ بدایوں کے کتب خانہ میں تیرھویں، چودھویں صدی کے علماء کے حالات میں ایک مفصل تذکرہ قلمی صورت میں موجود ہے اس کا نام مظہر العلماء ہے۔ اس کتاب کے مؤلف مولوی محمد حسین بن سید بخشش علی (ساکن قصبہ سید پور ضلع بدایوں) ہیں۔ اس سلسلہ کی سب سے آخری کڑی اور قابل قدر اہم تصنیف مولوی حکیم

عبد الحئی صاحب کی لکھی ہوئی نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر ہے حکیم صاحب نے یہ کتاب آٹھ جلدوں میں عربی زبان میں لکھی ہے۔ سات جلدیں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے طبع ہو چکی ہیں۔ تنہا ایک شخص کا یہ عظیم الشان کام ہے۔ لہٰذا بعض فرو گذاشتیں اور خامیاں بھی رہ گئیں ہیں لیکن اس سے اصل کام کی اہمیت اور افادیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

بعض حضرات نے سیر و سیاحت میں جن علماء و مشاہیر سے ملاقاتیں کی ہیں ان کے حالات و واقعات بھی لکھے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر کتاب تذکرہ یاران زماں ہے جو احمد علی رسا نے ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳-۶۴ء کے قریب قلم بند کی ہے۔ اس تذکرہ میں مصنف نے اپنے عہد کے دو سو تیرہ[۲] علماء کا ذکر کیا ہے۔ خاص طور سے پورب کے علماء کا اچھا خاصا ذکر آگیا ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد دکن) میں موجود ہے[۱]۔

اسی قسم کا ایک تذکرہ قاضی علی احمد محمود اللہ مذنب مذاقی بدایونی کا عین الانسان کے نام سے فارسی میں وکٹوریہ پریس بدایوں میں طبع ہوا ہے اندازہ ہے کہ اس کی تدوین ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ہوئی ہے۔ اس میں بھی ہند و پاکستان کے اکثر علماء و مشاہیر کا حال ہے خصوصاً مذاقی سلسلہ کا شاید ہی کوئی مرید باقی رہا ہو جس کا ذکر مذنب بدایونی نے نہ کیا ہو۔

اس مختصر جائزہ سے جو اوپر کے چند صفحات میں پیش کیا گیا ہے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس خاص موضوع یعنی تراجم علماء پر بہت زیادہ مواد نہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ دوسرے ماخذ سے بہت کچھ معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔ ان چند کتابوں میں جو خاص طور سے اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، مولوی رحمان علی کا تذکرہ علماء ہند ایک خاص مقام رکھتا ہے۔

تذکرہ علمائے ہند مؤلفہ مولوی رحمان علی میں جن علماء کا ذکر آگیا ہے ان [illegible] علماء کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں ان میں سے بہت سی طبع بھی [illegible]۔

تذکرہ علمائے ہند ۱۳۰۵-۸ھ/۱۸۸۷-۹۱ء میں مرتب ہوا اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ یہ تذکرہ دوسری مرتبہ ۱۹۱۴ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپا بڑا متداول اور مشہور تذکرہ ہے۔

---

[۱] رسالۂ معارف جولائی ۱۹۵۵ء میں تذکرۂ یاران زماں پر سخاوت مرزا صاحب نے مفصل مضمون لکھا ہے۔

[۲] ان کی فہرست بطور ضمیمہ الف اس مقدمہ کے آخر میں شامل کردی گئی ہے۔

دورِ آخر کی ثقافتی تاریخ کے لئے اس میں بہت مفید اور اکثر نادر معلومات مل جاتی ہیں عرصے
تقریباً نایاب تھا۔ میری تحریک پر محمد ایوب قادری صاحب کو اس کے اُردو ترجمہ، ترتیب
اور حواشی کا کام پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی طرف سے سپرد کیا گیا۔ قادری صاحب نے یہ کام
بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ایک مفید کام یہ کیا ہے کہ حواشی میں ضروری حالات اور مزید مواد
کی نشان دہی کردی ہے۔ تکملۂ کتاب میں علماء کی اچھی خاصی تعداد کے حالات فراہم کردیئے ہیں
جن کو مؤلف تذکرہ نے چھوڑ دیا تھا۔ کتاب میں کتابیات اور اشاریہ بھی شامل کردیا ہے۔ ان
خصوصیات کی بناء پر ترجمہ کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۶۱ء

سید معین الحق

ضمیمۂ الف

۱۔ ابوالفضل۔ (سوانح ابوالفضل احمد الدین بی اے) مطبوعہ

۲۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (زبدۃ المقامات از محمد ہاشم کشمی و حضرات القدس، از شیخ بدرالدین) مطبوعہ

۳۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی (حیات اعلیٰ حضرت، از ملک ظفر الدین بہاری) مطبوعہ کراچی۔

۴۔ مخدوم اشرف کچھوچھوی (سیرت الاشرف دو جلد از منشی امیر احمد علوی کاکوروی) مطبوعہ لکھنؤ۔

۵۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (امداد المشتاق از مولوی اشرف علی تھانوی، وشمائم امدادیہ از محمد مرتضیٰ خاں و محمد احسن نگرامی) مطبوعہ

۶۔ مولوی امیر الدین علی ایٹھوی (حدیقۃ الشہدا از مرزا جان) مطبوعہ لکھنؤ۔

۷۔ مولوی انوار الحق فرنگی محلی (عمدۃ الوسائل از مولوی ولی اللہ لکھنوی)

۸۔ بہاء الدین زکریا ملتانی (بہاء الدین زکریا ملتانی از مولوی نور احمد فریدی) مطبوعہ ملتان

۹۔ صوفی حمید الدین سوالی (سرالصدور از فرید الدین)

۱۰۔ خان خاناں عبدالرحیم (مآثر رحیمی (سہ جلد) از عبدالباقی نہاوندی)

۱۱۔ خسرو دہلوی (حیات خسرو از سعید احمد مارہروی، حیات خسرو از مولانا شبلی و امیر خسرو از وحید مرزا) مطبوعہ

۱۲۔ داتا گنج بخش ہجویری (سوانح عمری داتا گنج بخش از منشی محمد الدین فوق) مطبوعہ

۱۳۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی (مجاہد معمار از محمد سلیم) مطبوعہ

۱۴۔ مولوی رشید احمد گنگوہی (تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی میرٹھی) مطبوعہ
۱۵۔ مولوی سخاوت علی جون پوری (القول الجلی فی تذکرۃ المولوی سخاوت علی از محمد محفوظ بلیاوی)
۱۶۔ سید احمد شہید (سوانح احمدی از منشی محمد جعفر تھانیسری، سیرت سید احمد شہید از ابوالحسن ندوی و سید احمد شہید از غلام رسول مہر) مطبوعہ
۱۷۔ سید محمد گیسو دراز (حیات گیسو دراز از محمد غوث مدراسی) مطبوعہ
۱۸۔ شرف الدین یحییٰ منیری (سیرت الاشرف از ضمیر الدین بہاری) مطبوعہ
۱۹۔ نواب صدیق حسن خان (مآثر صدیقی از نواب علی حسن خان) مطبوعہ
۲۰۔ ضیاء الدین برنی (ضیاء الدین برنی از سید حسن برنی) مطبوعہ
۲۱۔ خواجہ عبدالباقی باقی باللہ (حیات باقیہ از شیخ رحیم بخش دہلوی) مطبوعہ
۲۲۔ سید عبدالجلیل بلگرامی (حیات جلیل از مولوی مقبول احمد صمدنی) مطبوعہ
۲۳۔ شیخ عبدالحق دہلوی (مراۃ الحقائق از برکت علی، تذکرہ شیخ عبدالحق از سید احمد عروج حیات شیخ عبدالحق، خلیق احمد نظامی) مطبوعہ
۲۴۔ ملا عبدالحکیم سیال کوٹی (سوانح عمری ملا عبدالحکیم سیالکوٹی از منشی محمد الدین فوق) مطبوعہ
۲۵۔ مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی (الکنز البرکات فی سیرت ابی الحسنات از حفیظ اللہ بلیاوی)
۲۶۔ عبدالرحمان لکھنوی صوفی (انوار الرحمان لتنویر الجنان از انوار اللہ بچھرایونی) مطبوعہ
۲۷۔ عبدالسلام ہسوی (اطلاع مخلصان از ابوالقاسم ہسوی)
۲۸۔ مولوی عبدالصمد سہسوانی (ملفوظ مصابیح القلوب از ظہیر السجاد) مطبوعہ
۲۹۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی (حیات عزیزی از شیخ رحیم بخش۔ تذکرۂ عزیزیہ از قاضی بشیر الدین میرٹھی) مطبوعہ
۳۰۔ مولوی عبدالقادر رام پوری (وقائع عبدالقادر خانی المعروف بہ علم و عمل مرتبہ محمد ایوب قادری)

۳۱- شیخ عبد القدوس گنگوہی (عبد القدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات از مولوی اعجاز الحق قدوسی)

۳۲- علی متقی برہان پوری (اتحاف المتقی فی فضل الشیخ علی المتقی از عبد الوہاب بن ولی اللہ منڈوی)

۳۳- شاہ غلام علی دھلوی (جواہر علویہ از شاہ رؤف احمد مجددی) مطبوعہ

۳۴- شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی (تذکرہ شاہ فضل الرحمان از ابوالحسن علی ندوی) مطبوعہ

۳۵- مولوی فضل رسول بدایونی (اکمل التاریخ دو جلد از مولوی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری) مطبوعہ

۳۶- فضل حق خیر آبادی (مولانا فضل حق و عبد الحق از مفتی انتظام اللہ شہابی و باغی ہندوستان از عبد الشاہد خان شروانی) مطبوعہ

۳۷- مولوی فیض احمد بدایونی (مولانا فیض احمد بدایونی از محمد ایوب قادری) مطبوعہ

۳۸- ملا قطب الدین سہالوی (رسالہ قطبیہ از عبد الاعلی لکھنوی)

۳۹- مفتی لطف اللہ علی گڑھی (استاذ العلماء از نواب حبیب الرحمان خان شروانی) مطبوعہ۔

۴۰- شیخ محب اللہ الہ آبادی (ذکر المعارف از شوکت حسین رضوی) مطبوعہ

۴۱- شاہ محمد اسماعیل دھلوی (حیات طیبہ از مرزا حیرت دھلوی)

۴۲- شاہ محمد حسین الہ آبادی (سوانح عمری شاہ محمد حسین الہ آبادی ... [illegible])

۴۳- مولانا محمد شبلی (حیات شبلی از مولانا سلیمان ندوی) مطبوعہ

۴۴- مولانا محمد قاسم نانوتوی (سوانح عمری مولانا محمد قاسم از مولوی محمد یعقوب نانوتوی، سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی) مطبوعہ

۴۵- مرزا مظہر جان جاناں (مقامات مظہریہ از شاہ غلام علی و معمولات مظہریہ از نعیم اللہ بہرائچی) مطبوعہ۔

۴۶- نظام الدین امیٹھوی (سیر نظامی از عبدالرزاق امیٹھوی)
۴۷- نوراللہ شوستری (شہید ثالث از محمد ہادی عزیز) مطبوعہ
۴۸- میاں نذیر حسین دہلوی (الحیاۃ بعد الممات از فضل حسین) مطبوعہ
۴۹- مولوی وحیدالزماں (حیات وحیدالزماں از مولوی عبدالحلیم چشتی) مطبوعہ
۵۰- شاہ ولی اللہ دہلوی (حیات ولی از رحیم بخش دہلوی و تذکرہ شاہ ولی اللہ از مناظر احسن گیلانی) مطبوعہ۔

دیباچہ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہست کلید در گنج حکیم

حمد بے حد اور تعریف بے شمار اس حکیم کو زیبا ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا (علّم بالقلم) اور بے شمار شکر اس علیم کو لائق ہے جس نے "انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا" (علم الانسان مالم یعلم) وہ ایسا حکیم ہے کہ اس نے فرشتوں کی زبان کو سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا (پاک ہے تو ہم نہیں جانتے لیکن جو کچھ تو نے سکھایا) کے کلمے سے گویا فرمایا اور وہ ایسا علیم ہے کہ اس نے انسان ضعیف البنیان کے دل کو "ما اوتیتم من العلم الا قلیلا" (نہیں دیا علم لیکن قلیل) کے ذکر سے تسلی دی اور "رب زدنی علما" (اے رب! میرے علم کو بڑھا) کی تعلیم میں مشغول کیا۔ اس کی شان اعلیٰ اور اس کی قدرت لازوال ہے۔

قدرت شامہ کو راحت بخشنے والے درود اور سلام کے پھول اس پاک [illegible] پر نثار ہوں کہ جن کی نبوت کے ڈنکے نے "العلماء ورثۃ الانبیاء" (علماء انبیاء کے وارث ہیں) کا شور آسمان کی چوٹی پر اور "انا مدینۃ العلم" (میں علم کا شہر ہوں) کی شہرت فرشتوں کے کانوں میں پہنچائی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین الہادین المہدیین واللہ کا درود ان پر، ان کی اولاد پر اور ان کے اصحاب پر ہووے جو پاک مقدس، ہدایت دینے

والے اور ہدایت یافتہ ہیں)۔

اس کے بعد واضح ہو کہ سرزمین ہندستان میں کہ جس کا پہلا جز (یعنی ہند جہان کا مساوی[1] ہے۔ اسلام کے آغاز سے اس وقت تک بہت سے علمائے عظام اور فضلائے کرام گزرے ہیں۔ اور اپنا نام چھوڑ گئے۔ بقول مولانائے جامی قدس سرہ السامی ؂

زدانایاں بود ایں نکتہ مشہور — کہ دانش در کتب داناست در گور

ان کے اسمائے گرامی کا شمار عالم الغیب کے سوا کون جانتا ہے کہ جو ان کو قلمبند کرے۔ مگر طبع حریص نے جس کی جبلت مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ (جس کا سب حاصل نہیں ہو سکتا اس کا سب چھوڑا بھی نہیں جا سکتا) ہے اور بفحوائے ؂

کار دنیا کسے تمام کرد — آنچہ گیرید مختصر گیرید

جو کچھ پایا اس کو نہ چھوڑا۔ پس اس مقدس گروہ کے کچھ حالات جو بزرگوں کی کتابوں اور لائق و معزز معاونین کی اعلیٰ تحریرات سے مجھے ملے ہیں ان کو اس رسالہ میں قلمبند کرتا ہوں جس کا نام تذکرۂ علمائے ہند ملقب بہ تحفۃ الفضلاء فی تراجم الکملاء ہے۔

ناظرین باتمکین کے اخلاق حسنہ سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھ کم استعداد کے ناقص قلم کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو درست فرمائیں گے اور اصلاح کے ساتھ عیب پوشی کریں گے واللہ المستعان وعلیہ التکلان (اور اللہ سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے) یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے تاکہ کتاب کے پڑھنے والے کو کسی عالم کے ترجمہ کے تلاش کرتے میں دقت نہ ہو۔ ماخذ و معاونین کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کتاب کے آخر میں آئے گا۔

(رحمان علی)

---

[1] ہند اور جہان کے اعداد بحساب ابجد برابر یعنی ۵۹ ہیں۔ (مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) مولانا ابوحفص ربیع محدث بصری

مولانا ابوحفص ربیع محدث بصری ابن صبیح السعدی البصری تاریخ کے طلباء سے یہ بات مخفی و پوشیدہ نہیں ہے کہ سب سے پہلے برصغیر ہند پاکستان میں ملت اسلامیہ کا شیوع محمد بن قاسم ابن عقیل ثقفی کے ہاتھ سے ہوا جو حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی اور داماد تھا، ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ محمد بن قاسم نے سترہ سال کی عمر میں مجاہدین کے لشکر کی مدد سے بروز پنجشنبہ ۱۰ رمضان ۹۳ھ ۷۱۲ء یا ۹۹ھ ۷۱۸ء میں ملک سندھ، داہر بن چچ سندھ کے راجہ سے فتح[1] کیا اس علاقہ (سندھ) میں اسلامی پرچم لہرایا۔ داہر مذکور میدان جنگ میں مارا گیا۔ اسی زمانہ میں یا اس کے بعد صاحب ترجمہ (مولانا ابوحفص ربیع محدث) یہاں آئے وہ تبع تابعین اور محدثین کرام میں سے ہیں۔ (ابوحفص [illegible] ن بصری و عطا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے سفیان ثوری، وکیع او[illegible] ابن مہدی [illegible] ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ وہ صادق، عابد اور مجاہد تھے۔ کہتے ہیں کہ (ہند پاکستان) میں امت اسلامیہ میں وہ پہلے مصنف ہیں جنھوں نے ۱۶۰ھ ۷۷۶ء میں ملک سندھ میں رحلت فرمائی۔[2] رضوان اللہ علیہ۔

[1] فتح سندھ کا سال ۹۲ھ ۷۱۲ء ہے۔ ملاحظہ ہو چچ نامہ ص ۱۰۲ (حاشیہ) و تاریخ سندھ از مولوی ابوظفر ندوی ص ۴۶

؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہتہ الخواطر فی بہجۃ المسامع والنواظر از مولوی حکیم عبدالحیؒ جلد اول ص ۳۲-۳۱

(۲) ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خاں ص ۸۹۰-۸۸۹

(۳) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان از غلام علی آزاد بلگرامی ص ۲۶۴

(۴) امام ربیع بن صبیح بصری ہندی از قاضی اطہر مبارک پوری معارف اعظم گڑھ جنوری مارچ ۱۹۶۰ء

India's contribution to the study of Hadith literature pp 28-29

(۲) مولوی ابوالحسن فرنگی محلی

مولوی ابوالحسن ابن مولوی عبدالجامع ابن مولوی محمد نافع بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم، قرآن مجید کے حفظ کرنے کے بعد علوم درسیہ کی تحصیل مولوی عبدالحکیم کی خدمت میں کی اور بیعت مولوی حافظ عبدالوالی سے فرمائی۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء میں عالم جوانی میں انتقال کیا؎

؎ نہایت عالم فاضل تھے، درس وتدریس میں بھی مصروف رہے۔ تمیز الکلام فی بیان الحلال والحرام، اُن کی تصانیف میں مطبوعہ موجود ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کا رد کیا ہے۔ اُن کا عقد مولانا عبدالحکیم کی صاحبزادی سے ہوا تھا، لاولد فوت ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل از مولوی محمد عنایت اللہ ص ۴۱ (لکھنؤ ۱۹۳۰ء) (مترجم)

(۳) مولوی ابوالحسن نصیرآبادی

مولوی ابوالحسن قصبہ نصیرآباد (مضافات لکھنؤ) کے رہنے والے، عالم، عامل، متقی اور پرہیزگار تھے، نقشبندی سلسلہ میں مولوی مراد اللہ سے ان کو بیعت وخلافت حاصل تھی جو فاروقی نسب، مجددی ومظہری مشرب، قصبہ تھانیسر کے رہنے والے اور مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مرید وخلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ) کے مرید وخلیفہ تھے (مولوی ابوالحسن) نے ایک عالم کو شرک وبدعت کی تاریکی سے نجات بخشی وہ

سنت سنیۂ کے اتباع میں بہت کوشش کرتے تھے۔ ۲ر شعبان ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو انتقال ہوا؂

؂ مولوی ابوالحسن بن نورالحسن، نصیرآباد کے رہنے والے تھے جو رائے بریلی سے دس میل کے فاصلہ پر ہے مولوی تراب علی لکھنوی اور دیگر علمائے تحصیل علم کی اپنے عہد کے نامور عالم اور شیخ تھے۔ ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۲ (مترجم)

(۴) شاہ ابوسعید عمری دہلوی

مولانا ابوسعید، مفتی شرف الدین رام پوری اور مولانا رفیع الدین دہلوی کے شاگرد تھے، مولانا عبدالعزیز دہلوی سے اجازت عامہ حاصل تھی نقشبندی سلسلہ میں شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھے عید الفطر کے دن صبح کے وقت ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء میں ٹونک میں وفات پائی غفر اللہ لہ؂

؂ شاہ ابوسعید بن شاہ صفی القدر فاروقی ۲ر ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء میں رام پور (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوئے "حافظ و عالم و ولی باوا" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ فن تجوید قاری نسیم سے حاصل کیا۔ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اس کے بعد حضرت شاہ درگاہی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل کی سلوک مجددیہ طے کرنے کے لئے ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں شاہ غلام علی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی نے چندماہ کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور خانقاہ میں اپنے فرزند شاہ احمد سعید کو جانشین بنایا بعد فراغ حج و زیارت ہندوپاکستان کو واپس تشریف لائے ۲۲ر رمضان ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء کو ٹونک میں داخل ہوئے۔ عید الفطر کے دن سکرات موت شروع ہوئی ان کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی ہمراہ تھے ان کو وصیت کی کہ اتباع سنت کریں [illegible] سے پرہیز کرنا، اگر دنیا داروں کے پاس جاؤ گے، تو ذلیل ہوگے ورنہ دنیادار [illegible] تمہارے دروازے پر لوٹیں گے۔ عید الفطر کو شنبہ کے دن ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء کو انتقال فرمایا۔ چار فرزند شاہ احمد سعید، شاہ عبدالغنی، شاہ عبدالرشید اور شاہ محمد عمر یادگار چھوڑے۔ ہدایۃ الطالبین و مرقاۃ السالکین اربع انہار اور رفیق الطلاب وغیرہ ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ مؤلف تذکرۂ علمائے ہند ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء تاریخ وفات صحیح نہیں لکھی قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

امام و مرشدنا شاہ ابوسعید سعید — بعید فطرچو شد واصل جناب خدا
دلے شکستہ و مغموم گفت تاریخش — ستون محکمِ دینِ نبی فتادہ زپا
۱۲۵۰ھ
۱۸۳۵ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۱-۴۷۲
(۲) تذکرۂ کاملان رام پور ص ۳ - ۵
(۳) علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری (جلد اوّل) ص ۲۶۱
(۴) آثارالصنادید- باب چہارم ص ۱۵ - ۱۶
(۵) یادگار دہلی ص ۸۹
(۶) واقعات دارالحکومت دہلی ص ۳۹۳-۳۹۴
(۷) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۲۶۴-۲۶۸
(۸) مفتاح التواریخ ص ۳۹۰
(۹) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۳ - ۱۴
(۱۰) الیانع الجنی ص ۷۱
(۱۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۲۰۱-۲۰۳
(۱۲) انوارالعارفین ص ۴۹۷-۴۹۹
(۱۳) مزارات دہلی از محمد عالم شاہ فریدی ص ۲۲ - ۲۳
(۱۴) حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور ص ۶۷

(مترجم)

(۵) میر ابوالغیث بخاری

میر ابوالغیث بخاری، جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ کے ایک عالم اور صوفی تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ ان کی مجلس اقدس میں قال اللہ و قال الرسول اور مشائخ کے اذکار کے سوا کوئی دوسرا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء میں قولنج کے مرض میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ ان کی لاش دہلی لاکر دفن کی گئی۔ تاریخ انتقال "میر ستودہ سیر" سے نکلتی ہے۔

سلہ ملاحظہ ہو:۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۳۷۳

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۹-۱۰

(۳) بوستان اخیار۔ از مولوی سعید احمد مارہروی ص ۳۶ (آگرہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء) (مترجم)

(۶) شیخ ابو الفیض فیضی

شیخ ابو الفیض فیضی، شیخ مبارک ناگوری کا بڑا بیٹا اور شاگرد تھا۔ ۹۵۴ھ / ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا۔ ذہن ثاقب اور فکر صائب کا مالک تھا۔ چودہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گیا۔ مختلف علوم مثلاً شعر، معما، عروض، قافیہ، تفسیر، تاریخ، لغت، طب، خط اور انشاء وغیرہ میں بے مثال تھا۔ ابتداء میں شاعری میں فیضی تخلص کرتا تھا، اور آخر میں اپنے چھوٹے بھائی ابو الفضل کی تقریب سے جس کو علامی لکھا جاتا تھا۔ اُسی وزن پر تعلّی کے طور پر "فیاضی" تخلص اختیار کیا۔ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶-۶۷ء میں اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اُس کا ایک طویل قصیدہ اکبر بادشاہ کی تعریف میں ہے۔ موارد الکلم علم اخلاق میں عربی زبان میں غیر منقوط لکھی۔ اور سواطع الالہام، تفسیر قرآن بھی غیر منقوط عبارت میں تحریر کی۔ اکبر بادشاہ نے اس کا صلہ دو ہزار روپیہ دیا۔ میر حیدر معمائی نے اس کے اتمام کی تاریخ سورۂ اخلاص سے نکالی ہے۔ ترجمہ لیلاوتی (مصنفہ پنڈت بھاسکر بیدری جو ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء میں تصنیف ہوئی تھی) ترجمہ رامائن منظوم فارسی، مثنوی نل دمن، اور دیوان فارسی جس میں پندرہ ہزار اشعار ہیں۔ فیضی کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء میں اکبر آباد میں فوت ہوا اور وہیں دفن ہوا۔ مشہور ہے کہ فیضی کسی مذہب کا پابند نہ تھا۔ سلہ

سلہ فیضی کے دیوان کا نام "طباشیر الصبح" ہے۔ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء میں خمسہ نظامی کے جواب میں ایک خمسہ لکھا، مرکز ادوار، ترجمہ مہابھارت اور انشائے فیضی بھی فیضی کی [illegible] ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) دربار اکبری از شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد ص ۴۵۴-۵۱۶

(۲) ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۱۹۸-۲۰۰

(۳) منتخب التواریخ ص ۵۱۴-۵۱۷

(۴) بزم تیموریہ ص ۷۳-۷۷

(۵) رود کوثر ص ۱۴۸-۱۶۰

(۶) مفتاح التواریخ ص ۲۰۰-۲۰۲

(۷) ابجد العلوم ص ۸۹۷-۸۹۸

(۸) صفات اکبری جلد دوم ص ۲۸۶-۲۸۸

(۹) ذخیرۃ الخوانین جلد اول از شیخ فرید بھکری (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) جلد اول ص ۶۴-۶۷

(۱۰) انسائکلوپیڈیا آف اسلام جلد دوم ص ۴۳-۴۴

(۱۱) سخندان فارس ۱۰۰۳-۱۰۶

(مترجم)

(۷) ابوالفضل علامی

شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا تھا۔ ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں پیدا ہوا پندرہ سال کی عمر میں علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی، تجرد وگوشہ نشینی کا خیال تھا۔ مگر دوستوں کے اصرار سے ۱۹ سال جلوس اکبری) میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تفسیر آیۃ الکرسی موسومہ "تفسیر اکبری" جس سے تاریخ تالیف نکلتی ہے۔ لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔ عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ پہلے منشی گری کی خدمت ملی۔ اس کے بعد عہدۂ وزارت پر سرفراز ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کی طبیعت میں ایسا مقام حاصل کرلیا کہ امراء اور شہزادے حسد کرنے لگے۔ علامی تخلص کرتا تھا۔ دکن سے واپسی کے وقت شہزادہ سلیم کے اشارے سے راجہ نرسنگھ دیو بندیلہ نے ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء کو ابوالفضل کو قتل کردیا اور اس کے سر کو کاٹ کر شہزادہ سلیم (جہانگیر) کے پاس بھیج دیا جو الٰہ آباد میں مقیم تھا۔ شہزادہ سلیم بہت خوش ہوا۔ اکبر بادشاہ نے افسوس کیا۔ کتاب ابوالفضل، آئین اکبری، اکبرنامہ، عیار دانش اور رسالہ اخلاق وغیرہ اس کی قابلیت کے مظہر ہیں۔ شہرت ہے کہ وہ کبھی کسی مذہب کا پابند نہ تھا۔[۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) دربار اکبری ص ۵۷۷-۶۳۸

(۲) بزم تیموریہ ص ۷۷-۸۰

(۳) رود کوثر ص ۱۶۰ - ۱۶۱

(۴) مفتاح التواریخ ص ۲۰۴ - ۲۰۶

(۵) توزک جہانگیری ص ۱۱ - ۵۲ - ۸۴

(۶) ذخیرۃ الخوانین جلد اوّل ص ۶۷ - ۶۷

(۷) سخندانِ فارس ص ۱۰۶ - ۱۱۸ (مترجم)

(۸) حافظ شاہ ابواسحاق

حافظ شاہ ابواسحاق، شاہ ابوالغوث گرم دیوان فاروقی بھیروی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ جنھوں نے ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء میں رحلت فرمائی۔ ان کو گرم دیوان اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا جسم بعض اوقات خرقِ عادت کے طور پر اس قدر گرم ہو جاتا تھا کہ اس پر گیہوں کی روٹی پکا سکتے تھے۔ ان کے دو مشہور خلیفہ، پہلے شاہ معشوق علی غازی پوری اور دوسرے ان کے فرزندِ ارجمند اور نیک عادات کے مظہر شاہ ابواسحاق تھے (موخر الذکر) انتخاب زمانہ تھے۔ صحابۂ کبار کے عادات حسنہ کے ذاکر تھے۔ زہد و تقویٰ ان کا شعار اور اسرار شریعت کی حفاظت ان کی عادت تھی۔ احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی تصحیح و تنقید میں یہ خداداد ملکہ رکھتے تھے اور علوم ظاہر و باطن کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ سنت سنیہ کی پیروی میں ذرہ بھر غفلت نہیں برتتے تھے۔ امر معروف و نہی منکر میں ہر چھوٹے بڑے اور غنی و فقیر کو یکساں سمجھتے تھے۔ ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء میں انتقال ہوا۔ بھیروی موضع بھیرا سے منسوب ہے جو اعظم گڑھ کے ضلع میں چریا کوٹ سے چھ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔

(۹) حکیم ابوالفتح گیلانی

حکیم ابوالفتح گیلانی ولد مولانا عبدالرزاق، جامع کمالات اور اکبر بادشاہ کے ملازمین میں سے تھے۔ بروز جمعرات ۱۰ شوال ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء کو انتقال ہوا۔[۱]

[۱] حکیم ابوالفتح کی تصنیفات میں فتاحی شرح قانونچہ ۴۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیاسیہ برائے نام اخلاق ناصری کی شرح ہے۔ تخمیناً چودہ سو صفحہ کی کتاب ہوگی خطوط

اور نثر کا مجموعہ چار باغ کے نام سے مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) دربار اکبری ص ۷۸۷-۷۹۷

(۲) منتخب التواریخ ص ۴۷۲

(۳) بزم تیموریہ ص ۸۴-۸۵

(۴) مفتاح التواریخ ص ۱۹۳-۱۹۴

(۵) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۰-۱۱

(۶) رقعات ابوالفتح گیلانی (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ) (مترجم)

(۱۰) شیخ ابوالفتح علامی قریشی کالپوی

شیخ ابوالفتح، سید محمد دراز کے مرید و خلیفہ اور علوم ظاہر و باطن میں فاضل تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے تھے۔ کتاب عوارف المعارف حضرت سید گیسو دراز سے پڑھی اور خلافت حاصل کی۔ نحو میں "تکمیل" اور تصوف میں "مشاہدہ" ان کی تصنیفات ہیں۔ ان کی قبر کالپی میں ہے۔ برد اللہ مضجعہ۔[۱]

[۱] ۸۶۸ھ/۱۴۶۳ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۳-۴

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۲۵

(۳) اخبار الاخیار ص ۱۶۳

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۹۷ (مترجم)

(۱۱) قاضی ابوالفتح بلگرامی

قاضی ابوالفتح عرف قاضی کمال، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بلگرام کے عہدۂ قضاء پر سرفراز تھے علوم فقہ میں نہایت شہرت رکھتے تھے۔ ۸۴ سال کی عمر میں ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹-۹۰ء میں انتقال ہوا۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ مفتاح التواریخ ص ۱۹۸ (مترجم)

(۱۲) خواجہ ابوالفتح کشمیری

خواجہ ابوالفتح کشمیری، فاضل محقق اور عالم مدقق تھے۔ خاص طور سے علم کلام میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ خواجہ حیدر چرخی کے شاگرد تھے مسائل کے استخراج میں بے مثال فقیہہ تھے اہل تشیع کے عقائد کے رد میں ان کی تصنیف "سیف السابقین" ہے۔

سنہ ۱۱۰۰ھ ۸۹-۱۶۸۸ء میں راہی دار البقا ہوئے۔ "رفت اندر ہزار و یک صد سال" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ جزاء اللہ خیراً۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۲۵۔ (مترجم)

(۱۳) شیخ ابوالفتح تھانیسری

شیخ ابوالفتح اپنے زمانے کے نامور وجید عالم اور متبحر و ذی وقار فاضل تھے حدیث کی سند شاہ رفیع الدین محدث سے حاصل کی پچاس سال اکبر آباد میں علوم عقلی و نقلی کا درس دیا اور بہت سے مستعد شاگردوں نے ان سے فیض حاصل کیا، ملا عبدالقادر بدایونی، مصنف "منتخب التواریخ" ان کے شاگرد تھے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۵۶۴

(۲) نزہتہ الخواطر ص ۱۱-۱۲ (مترجم)

(۱۴) مخدوم ابوالقاسم سندھی

مخدوم ابوالقاسم ابن مفتی محمد داؤد، علم کے طالب، مدرس اور زمانہ نکتہ رس تھے بہت سے طلباء نے ان سے فیض حاصل کیا اور نگ زیب عالمگیر نے اپنی طرف سے ان کو وکیل شرعی مقرر کیا۔ سنہ ۱۱۰۳ھ ۹۲-۱۶۹۱ء میں فوت ہوئے۔ مخدوم رحمت اللہ سندھی نے "ذہب العلم من السند" سے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:- (۱) نزہتہ الخواطر جلد ششم ص ۱۶-۱۷ (۲) تحفۃ الکرام ص ۲۲۳ (مترجم)

(۱۵) قاضی ابوالمعالی ساکن آگرہ

قاضی ابوالمعالی، عزیزان[1] بخارا کے شاگرد، خلیفہ اور داماد تھے علم فقہ میں ایسی دستگاہ کے مالک تھے کہ بالفرض فقہ حنفی کی تمام کتابیں دنیا سے ختم ہوجائیں تو وہ از سرِنو لکھوا سکتے تھے۔ ۹۶۹ھ ۶۲-۱۵۶۱ء میں توران سے برصغیر ہند پاکستان آئے اور آگرہ میں مقیم ہوئے، وہیں انتقال ہوا۔ سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔ ملا عبدالقادر بدایونی مؤلف منتخب التواریخ اور میر غیاث الدین الملقب بہ نقیب خاں نے ان سے استفادہ کیا تھا۔

[1] منتخب التواریخ میں تحریر ہے کہ عزیز بخاری کے شاگرد، خلیفہ اور داماد تھے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے:۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۴۶۵-۴۶۶
(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۶
(مترجم)

(۱۶) شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل

شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل ابن شیخ صفی الدین رودولوی ۲ ربیع الثانی ۷۸۹ھ ۱۳۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ چالیس دن کے تھے کہ ان کے والدین نے اپنے پیر شاہ اشرف جہانگیر کے قدموں پر ڈال دیا۔ شاہ موصوف نے فرمایا کہ یہ بھی میرا مُرید ہے۔ آخر شیخ ابوالمکارم نے اپنے والد ماجد کے سایۂ عاطفت میں تربیت پائی اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم متعارفہ سے فراغت حاصل کرلی۔ رات دن درس و تدریس اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۳ ربیع الاول بروز بدھ بوقت عصر ۸۶۱ھ ۱۴۵۷ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ ان کے چار بیٹے عبدالصمد، عزیز اللہ، عبدالقدوس اور حبیب اللہ عرف مخدوم ٹھن تھے عبدالصمد، عزیز اللہ، اور حبیب اللہ نے اپنے والد ماجد کے فیض تربیت سے خاندانِ چشتیہ نظامیہ میں ارادت و خلافت حاصل کی شیخ عبدالقدوس خاندان چشتیہ صابریہ میں مستفیض ہوئے اور قصبہ گنگوہ کو ہدایت وارشاد کی روشنی سے جگمگا دیا۔[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ لطائف قدوسی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ۔
(مترجم)

(۱۷) حاجی ابراہیم محدث اکبر آبادی

حاجی ابراہیم محدث اکبر آبادی زہد و تقویٰ، پرہیزگاری اور علم دین خصوصاً علم حدیث کے درس میں مشغول رہتے تھے شرع کی پابندی اور پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں سے اختلاط وارتباط نہیں رکھتے تھے ہمیشہ امر معروف و نہی منکر کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے عبادت خانہ میں جب کبھی بُلانے پر پہنچتے تھے تو مراسم تکلفات اور آداب شاہانہ کی پابندی نہیں کرتے تھے ہمیشہ وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ ان کا سال انتقال معلوم نہ ہو سکا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ لـہ

لـہ ملاحظہ ہو: (۱) منتخب التواریخ ص ۱۶۴

(۲) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۴-۵

(۳) بوستان اخیار ص ۳۶-۳۸

(۴) گلزار ابرار از محمد غوثی مانڈوی ص ۲۲۳ (مترجم)

(۱۸) سید ابراہیم ایرجی

سید ابراہیم ایرجی ابن معین بن عبدالقادر حسینی، فاضل کامل، تمام علوم عقلی و نقلی اور رسمی و حقیقی میں مہارت رکھتے تھے ہر علم کی کثیر التعداد کتابیں مطالعہ کی تھیں، ان کی تصحیح فرمائی تھی اور ان کے مشکلات کو ایسا حل کیا تھا کہ جس کسی کو ادنیٰ مناسبت بھی ہوتی تو (ابراہیم ایرجی) کی کتاب کا مطالعہ ہی کافی ہوتا اور استاد کی ضرورت نہ ہوتی۔ حق یہ ہے کہ اس زمانہ میں دہلی میں کوئی دوسرا شخص ان کی فہم و فراست کے برابر نہ تھا۔ زمانہ ناحق شناسی کی وجہ سے اپنے گھر میں مطالعہ اور تصحیح کتب میں مشغول رہتے۔ درس کم دیتے تھے۔ اس کے باوجود سلسلہ عالیہ قادریہ کی نسبت تمام معمولات پر غالب تھی شیخ بہاؤالدین قادری شطاری کے مرید تھے۔ ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء میں سلطان سکندر لودی کے آخری زمانہ میں دہلی میں آئے شیخ عبداللہ دہلوی، میاں لاڈن، مولانا عبدالقادر صابون گر اور دوسرے صاحبان علم و فضل ان کی بزرگی کے معترف تھے۔ اسلام شاہ کے عہد میں ۹۵۳ھ/۱۵۴۶-۴۷ء میں وفات پائی۔ مقبرہ

سلطان المشائخ میں دفن ہوئے۔ ایرچ، ایرج کی طرف منسوب ہے جو ملک مالوہ میں ایک قصبہ ہے اب ضلع جالون سے متعلق ہے اور شرفائے مشائخ وسادات کی بستی ہے۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) برکات الاولیاء صہ ۶۸-۶۹

(۲) نزہتہ الخواطر جلد چہارم صہ ۴ (مترجم)

(۱۹) معلم ابراہیم باعکظ ساکن سورت

معلم ابراہیم، فاضل متبحر، فقیہہ شہر، شافعی المذہب اور جامع مسجد بمبئی میں خطیب تھے۔ ہمیشہ تفسیر وحدیث وفقہ کے درس وتدریس میں مشغول رہتے۔ مفتی عبد اللطیف، مولوی عبد الفتاح عرف مولوی اشرف علی گلشن آبادی اور شاہ عماد الدین ان کے مشہور شاگرد تھے۔ ۲۷ رجب ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں رحلت فرمائی۔ ان کی قبر سورت میں ہے، گلشن آباد، ناسک کا مشہور نام ہے۔ [1]

[1] معلم شیخ ابراہیم بن مولوی عبد الاحمد بمبئی کے علماء میں نہایت ممتاز تھے۔ ان کی تصنیفات میں تحفۃ الاخوان (فقہ شاہی) اور نعم الانتباہ بہت مشہور ہیں۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:- گلدستہ صلحاء سورت از شیخ بہادر عرف شیخو میاں سورتی صہ ۵۶ (مترجم)

(۲۰) مولوی احسان الغنی ساکن دلمئو

مولوی احسان الغنی، دلمئو (مضاف لکھنؤ) کے عالم وعامل تھے۔ زہد وپرہیزگاری ان کا معمول تھا ماہ رجب ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں انتقال ہوا۔ [1]

[1] مولوی احسان الغنی کے والد کا نام شیخ جعفر تھا۔ ملاحظہ ہو:-
نزہتہ الخواطر جلد ہفتم صہ ۲۱ (مترجم)

(۲۱) حکیم احسان علی ساکن احمد آباد نارہ

حکیم احسان علی بن حکیم شیر علی متوطن احمد آباد نارہ، مؤلف کتاب (مولوی رحمان علی) کے

بڑے بھائی تھے۔ ۲۰؍شعبان ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء میں قصبہ سلون میں پیدا ہوئے مروجہ اور متعارفہ علوم قاضی عبدالکریم قدس سرہ کی خدمت میں رائے بریلی میں حاصل کئے۔ علم طب اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ فن طبابت میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ تمام عمر انگریزی سرکار میں عہدۂ وکالت پر اضلاع فتح پور و باندہ میں ممتاز رہے۔ باندہ میں ایک ہفتہ تک بیمار رہے۔ ۹؍ذی الحجہ آخر شب جمعہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں انتقال کیا اور بروز جمعہ بہ مقام باندہ دیوان محمد علی مرحوم کے احاطہ میں شیخ محمد شفیع الزماں کی قبر کے پاس دفن ہوئے ان کا قطعہ تاریخ وفات شیخ محمد فہیم الزماں ساکن سندیلہ نے یوں لکھا ہے۔

(۲۲) قطعہ تاریخ وفات حکیم احسان علی احمد آبادی

از شیخ محمد فہیم الزماں سندیلوی

حکیم احسان علی رحلت نمودند　　جوار حق کم از دو فوس بادا

فہیم از درد دل سالش رقم زد　　مقامش جنت الفردوس بادا

۱۲۹۴ھ
۱۸۷۷ء

دیگر

از منشی نعمت حسین افسوں رئیس باندہ

احساں علی وکیل نے رحلت جہاں سے کی　　ذات شریف پاک تھی سراپا [illegible]

افسوں کو فکر جب ہوئی سال وفات کی　　داخل ہوئے بہ خلد ندا آئی غیب سے

۱۲۹۴ھ
۱۸۷۷ء

ان کی تصنیفات سے طب احسانی۔ معالجات احسانی، مفردات احسانی، مرکبات احسانی۔ اوراد احسانی، نکات احسانی اور دیگر کتب یادگار ہیں۔

(۲۳) قاضی احمد مجد نارنولی

قاضی احمد مجد ابن قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافاضل بن قاضی شمس الدین شیبانی

"صاحب امام اعظم ابوحنیفہ" کی اولاد سے تھے لہ نارنول میں پیدا ہوئے۔ اجمیر میں پرورش پائی اور قبر ناگور میں ہے۔ خواجہ حسین ناگوری کے شاگرد و مرید تھے، ۱۵ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کر لی اور مختلف امور کا درس دینے لگے۔ ان کے والد قاضی مجدالدین کے سات بیٹے تھے، سب فاضل، پرہیزگار اور دیندار تھے، ان سب میں سب سے بڑے احمد مجد تھے، علم و عمل میں سب پر فائق جامع علوم شریعت و طریقت، زہد و پرہیزگاری اور ذوق و حال کی صفات سے متصف تھے۔ امر معروف و نہی منکر میں ایسے بے خوف تھے کہ ان کے سامنے غنی و فقیر اور عزیز و بیگانہ سب برابر تھے مصلحت کو روا نہ رکھتے تھے۔ ارباب دنیا کی ان کے نزدیک کوئی قدر نہ تھی، طالب علمی کے زمانہ میں اساتذہ سے بحث کرتے تھے اور عربی و فارسی میں تقریر کرتے تھے۔ بادشاہوں اور امراء کی مجلس میں پہنچ جاتے اور بحث کرتے۔ عین عالم جوانی میں خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے۔ بحث و جدل اور بادشاہوں کے گھر جانے سے توبہ کی، علم طریقت اپنے پیر طریقت سے حاصل کیا، ۱۸ سال کی عمر میں نارنول سے اجمیر آئے اور اس مقدس مقام پر ستر سال زہد و پرہیزگاری کے ساتھ گزار دئے۔ مختلف قسم کی نیکیوں میں عمر بسر کی، اجمیر شریف میں ان کی روش یہ تھی کہ آدھی رات کو خواجہ بزرگ کے روضے پرونہچتے، تہجد کی نماز ادا کرتے اور نماز چاشت تک بات نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد علوم دینیہ کا درس دیتے تھے، تھوڑی دیر قیلولہ کرنے کے بعد اٹھ بیٹھتے تھے۔ عصر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے، اس کے بعد مجلس میں تفسیر مدارک بیان کرتے جیسا کہ ان کے مشائخ کا طریقہ و مسلک تھا۔

نقل | وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے عزیزوں کے ہمراہ مدد معاش کے لئے مندو گیا، میں اس زمانہ میں کم عمر تھا، شیخ محمود دہلوی مندو میں شیخ الاسلام تھے اور عہدۂ صدارت ان سے متعلق تھا (شیخ الاسلام) نے نماز میں امام سے پہلے نیت باندھ لی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان علماء میں سے جو پہلی صف میں ان کے پہلو میں تھے کسی نے کچھ نہ کہا جب میں نے دیکھا کہ سب حق پوشی کرتے ہیں تو میں آگے بڑھا اور شیخ الاسلام سے کہا کہ آپ کی یہ نماز درست نہیں ہوئی کیونکہ آپ نے امام سے پہلے نیت باندھ لی تھی۔ شیخ الاسلام شرمندہ ہوئے اور انھوں نے نماز دہرائی۔

نقل ہندو کے سلاطین کی یہ رسم تھی کہ لوگ ان کے سامنے پُشت خم کرکے اور انگوٹھے کو زمین پر رکھ کر سلام کرتے تھے قاضی احمد مجد اور ادریس دہلوی نے جو علمائے وقت سے تھے اس طریقہ پر سلام نہ کیا کیونکہ یہ طریقہ بدعت ہے۔ اُنھوں نے "السلام علیکم" کہا اور بادشاہ کے برابر بیٹھ گئے؛ بادشاہ نے ان کے ساتھ انصاف کیا قاضی ادریس کو اجمیر کا قاضی بنایا اور ان کو چار گاؤں دیئے اور منصب افتاء پر قاضی احمد کو برقرار رکھا جو ان کا موروثی عہدہ تھا، قاضی احمد مجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت سے بہت محبت تھی، وہ عام طور سے معمولی اور میلا کپڑا پہنتے تھے۔ اکثر اوقات ان کے سر پر صرف ٹوپی ہوتی نماز کے علاوہ سر پر پگڑی کم باندھتے مجلس وعظ میں شیر کی طرح بیٹھتے اور "ما قال اللہ وقال الرسول" ایسی ہیبت وعظمت کے ساتھ کہتے کہ بادشاہوں کا پتّا پانی ہوجاتا۔ اپنی تعظیم کسی سے پسند نہ کرتے ایک مدت کے بعد ناگور گئے جو ان کے پیر کا مسکن تھا۔ ۲۵ صفر ۹۲۷ھ (۱۵۲۱ء) میں اللہ اکبر کہتے ہوئے جاں بحق تسلیم ہوئے اور مخدوم بزرگ سلطان التارکین کے روضہ میں اپنے پیر کے قدموں میں دفن ہوئے۔ ملّا محمد نارنولی جو مرد صالح ومقبول قاضی احمد مجد اور اپنے زمانہ کے مورخ تھے اُنھوں نے ان کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال قاضی احمد مجد نارنولی

از ملا محمد نارنولی

نظر بستہ بود احمد مجد شیباں   ز دون خدا ہمچو زاہد زشاہد

کہ تاریخ آں پیر خود نارنولی   بر آورد از جمعۂ شیخ زاہد

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین [۲]

۹۲۷
۱۵۲۱ء

[۱] امام محمد شیبانی اور امام ابویوسف "صاحبین" کہلاتے ہیں۔

[۲] ملاحظہ ہو۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۶۶-۳۶۷ (۲) اخبار الاخیار ص ۱۸۲-۱۸۶

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۱۲-۴۱۵

(۴) گلزار ابرار ص ۲۲۸-۲۲۹

(۴۷) مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

مولانا شیخ احمد سرہندی ابن شیخ عبدالاحد فاروقی، ان کا نسب اٹھائیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ وہ سرہند کے بزرگوں میں سے تھے، بلکہ برصغیر ہند پاکستان کے لئے باعث فخر تھے، عالم ربانی مجدد الف ثانی علوم ظاہر و باطن میں فاضل تھے اور انسانی شرافت کے لئے روشن دلیل تھے ۹۷۱ھ ۶۴-۱۵۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کرلی اور اس کے بعد علوم مروجہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اول اپنے والد ماجد سے بعض علوم حاصل کئے۔ پھر سیالکوٹ گئے اور مولانا کمال الدین کشمیری نزیل سیالکوٹ سے نہایت محققانہ انداز میں علم معقول کی کتابیں پڑھیں اور علم حدیث مولانا محمد یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ پھر مولانا عبدالرحمان کی خدمت میں حدیث مسلسل بواسطہ واحد اور دیگر مفردات کی اجازت حاصل کی۔ مولانا عبدالرحمان ہندوستان کے نامور محدث تھے (شیخ احمد سرہندی) سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرکے تدریس و تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والد ماجد سے خلافت پائی تھی اور سلسلۂ قادریہ وغیرہ کی اجازت شیخ سکندر کیتھلی سے ملی، حجاز جانے کے ارادہ سے دہلی پہونچے، وہاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ امکنگی سے ملاقات ہوئی، ان سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی، دو ماہ اور کچھ دن میں سلسلۂ نقشبندیہ میں ان کو نسبت حضوری حاصل ہوگئی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنے ایک مخلص سے فرمایا کہ "سرہند کے ایک شخص شیخ احمد نامی نے جو کثیر العلم اور قوی العمل ہے فقیر کے ساتھ کچھ دنوں نشست و برخاست رکھی ہے۔ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا آفتاب ہوگا کہ دنیا اس سے روشن ہو جائے گی" اور اسی زمانہ میں ان کی شہرت ہوگئی۔ ان کا آستانہ اہل کمال اور صاحب حال حضرات کا مرکز بن گیا۔ دور و نزدیک کے علماء اور ترک و تاجیک کے امراء حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہرہ ور ہوتے اور مشائخ سلسلۂ ارادت میں منسلک ہوجاتے ان کا سلسلہ ہند پاکستان سے ماوراء النہر، روم، شام اور مغرب تک پہنچا۔ ان کی ذات بابرکات خدا کی نشانیوں

میں سے ایک نشانی اور اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی، ہزار سال سے علماء اور
صوفیاء کے درمیان جو نزاع تھا وہ انھوں نے ختم کر دیا اور صلہ کا جو حدیث میں مژدہ ہے
اس کا مصداق ہوئے اس لئے کہ علمائے ظاہر اور صوفیاء کے درمیان اتحاد کا باعث ہوئے
اور دونوں فریق میں مسئلہ وحدت وجود کے متعلق جو اختلاف تھا اس کو صرف لفظی قرار دیا، صبر و
رضا، تسلیم و شفقت اور ارباب حقوق کے ساتھ صلۂ رحم و رعایت، سلام میں سبقت اور گفتگو میں
مخلوق کے ساتھ نرمی ان کی عادت کریمہ تھی اور ان سب باتوں کے باوجود ہزار فضائل سے
مقدم کتاب و سنت کی پابندی تھی۔

نقل ہے کہ علمائے ظاہر بین نے سلطان جہانگیر ابن اکبر شاہ سے شکایت کی کہ شیخ احمد دعویٰ
کرتے ہیں کہ ان کا مقام صدیق اکبرؓ کے مقام سے بلند ہے سلطان نے شیخ کو بلایا اور حقیقت
حال پوچھی، شیخ نے جواب دیا کہ آپ کسی خدمت کے لئے اپنے کسی ادنیٰ خادم کو طلب
فرمائیں اور از راہِ مہربانی اس سے کوئی پوشیدہ بات کہیں تو ضروری ہے کہ وہ ادنیٰ خادم
امرائے عالی قدر کے مقام کو طے کر کے آپ تک پہنچے گا اور پھر وہ خادم واپس لوٹ کر اپنے مقام
پر کھڑا ہو جاتا ہے، پس اس آمد و رفت سے یہ الزام نہیں آتا ہے کہ ادنیٰ خادم کا مرتبہ امرائے
نامدار سے بلند ہو گیا، بادشاہ خاموش ہو گیا اور غصہ سے منہ پھیر لیا اسی وقت دربار شاہی کے حاضرین
میں سے ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ کے گھمنڈ کو دیکھئے کہ آپ کو سجدہ نہیں کیا،
حالانکہ آپ ظل اللہ اور اس کے خلیفہ ہیں بادشاہ کو جلال آ گیا شیخ احمد سرہندی کو قلعۂ گوالیار
میں محبوس کر دیا۔ جہانگیر کے بیٹے شاہجہاں نے جو شیخ سے خلوص رکھتا تھا ان کے دربار میں
آنے سے پہلے افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو فقہ کی بعض کتابیں دے کر شیخ
بھیجا تھا اور پیغام دیا تھا کہ علماء نے بادشاہوں کے لئے سجدۂ تحیہ [illegible] ان (شیخ
سرہندی) کو چاہیے کہ وہ ملاقات کے وقت بادشاہ کو سجدہ کریں میں ضامن ہوں کہ بادشاہ سے
ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ شیخ نے اس کے جواب میں کہا کہ سجدہ کی اجازت رخصت ہوتی
ہے اور عزیمت یہ ہے کہ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی کو سجدہ نہ کیا جائے [illegible] شیخ
تین سال تک قید رہے اس کے بعد جہانگیر نے ان کو اس شرط کے ساتھ قید سے رہا کیا کہ وہ

لشکرِ سلطانی کے ساتھ رہ کر گشت کریں۔ چنانچہ شیخ کچھ دنوں لشکرِ سلطانی کے ساتھ رہے اس کے بعد بادشاہ سے وطن کی اجازت لے کر سرہند میں رونق افروز ہوئے۔ ۲۸ صفر بروز سہ شنبہ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں وصال ہوا اور سرہند میں دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات "رفیع المراتب" سے نکلتی ہے۔ نور اللہ مضجعہٗ۔

تصنیفات رسالہ تہلیلیہ، رسالۂ اثباتِ نبوت، رسالہ مبدا و معاد، رسالہ مکاشفاتِ غیبیہ، رسالہ آداب المریدین، رسالہ معارف لدنیہ، رسالہ رد الشیعہ، تعلیقات العوارف، شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ، مکتوبات (امام ربانی) سہ جلد۔

تذئیل حدیث شریف "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لھا امر دینھا" اللہ تعالےٰ اس اُمت میں ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کر دیتا ہے۔ سنن ابن داؤد وغیرہ۔ کتب معتبرہ میں مروی ہے اور اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ "راس مائۃ" سے مراد آخر صدی ہے اور مجدد کی علامات و شرائط یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہر و باطن کا عالم ہووے اور اس کے درس و تالیف و وعظ سے مخلوق کو فائدہ ہو اور سنت کے احیاء اور بدعت کے رد میں سرگرم رہے اور ایک صدی کے آخر میں اور دوسری صدی کے شروع میں علوم کا اشتہار اور فوائد دینیہ کی اشاعت ہووے پس مولانا شیخ احمد کے فضائل و اوصاف بلند آواز سے پکارتے ہیں کہ وہ مجدد ہیں اور ایک صدی کے مجدد نہیں بلکہ ہزار سال کے۔ سَو اور ہزار میں فرق ظاہر ہے۔ سرہند، دہلی اور لاہور کے درمیان شارع عام پر ایک شہر ہے جس کا ذکر حسان الہند (غلام علی آزاد بلگرامی) نے سبحۃ المرجان میں کیا ہے [1]

[1] شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علوم ظاہری و باطنی میں فاضل کامل تھے فراغ علمی حاصل کرنے کے بعد علم و عرفان کے دریا بہانے شروع کر دیئے۔ ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء میں اپنے وطن سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دہلی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے ملاقات کی، اور بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ نقشبندیہ سلسلہ کا خوب شیوع کیا اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے عہد اکبری میں علمائے سوء کی وجہ سے اسلام کی جو صورت مسخ ہوئی تھی

اور شریعت محمدیہ کو جو نقصان پہنچا تھا اس کی اصلاح کی۔ حضرت مجدد نے پوری پوری کوشش کی، بدعات کا رد کیا، وحدت الشہود کے نظریہ کی اشاعت کی، جب جہانگیر بادشاہ نے مجدد صاحب کو قید کر دیا تو حضرت نے تسلیم و رضا کا مظاہرہ کیا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں داعی اجل کو لبیک کہا، حضرت مجدد کی تصانیف میں ان کے مکتوبات بہت مشہور ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) علماء ہند کا شاندار ماضی۔ جلد اوّل۔ از مولانا محمد میاں ص ۱۶۷ - ۳۱۹۔

(۲) گلزار اولیاء از مولوی مظفر حسین ص ۳۳ - ۳۷۔

(۳) سفینۃ الاولیاء ص ۲۴۷ - ۲۴۸

(۴) رود کوثر۔ از شیخ محمد اکرم ص ۲۰۹ - ۲۸۵۔

(۵) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔ از غلام علی آزاد بلگرامی ص ۴۷ - ۵۲

(۶) زبدۃ المقامات از محمد ہاشم (مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ)

(۷) حضرات القدس جلد دوم (مطبوعہ لاہور)

(۸) مفتاح التواریخ ص ۲۳۰ - ۲۳۱

(۹) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۵ - ۴۰۶

(۱۰) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۴۱ - ۵۳

(۱۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۶۰۷ - ۶۰۹

(۱۲) ابجد العلوم ص ۸۹۸ - ۹۰۰

(۱۳) الیانع الجنی ۶۳ - ۶۶

(۱۴) سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی۔ از محمد احسان اللہ عباسی۔ (ہمدرد [illegible])

(۱۵) حیات مجدد از محمد فرمان (مطبوعہ)

(۱۶) انوار العارفین ص ۳۷۹ - ۳۸۷۔

(۱۷) توزک جہانگیری ص ۲۷۴ - ۲۷۵۔

(مترجم)

(۲۵) مولانا احمد۔ احمد آبادی

مولانا احمد بن مولانا سلیمان قدس سرہما۔ ان کا اصل وطن "گرد" ہے۔ مولانا سلیمان مذکور احمد آباد (گجرات) چلے آئے۔ شیخ عبدالحق دہلوی کی خدمت میں کسب فیض کر کے فاضل متبحر ہوئے۔ تصانیف عالیہ انھوں نے یادگار چھوڑی ہیں ان کے بیٹے مولانا احمد جو یگانۂ روزگار تھے تمام علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے اور اکثر علوم میں ان کی نادر تصنیفات ہیں۔ علاقہ گجرات میں علوم معقول کو انھوں نے ہی رواج دیا۔ ان کی تصنیفات سے علم کلام میں ایک کتاب "فیوض القدس" ہے کہ اس کو الہامات قدسیہ کہہ سکتے ہیں۔ انھوں نے اکثر علوم مولانا محمد شریف سے حاصل کئے۔ شرح مواقف اور دوسرے علوم عقلیہ مولانا محمد ولی خانو سے نیز تصوف میاں شیخ فرید سے حاصل کیا۔ ریاضی شاہ قباد مخاطب بہ دیانت خاں سے پڑھی حدیث نیز بعض دوسرے علوم کی اجازت اپنے والد مولانا محمد سلیمان سے حاصل کی۔ ۲۱ رجمادی الثانی ۱۱۱۲ھ/۱۷۰۰ء میں انتقال ہوا۔ ان کے شاگرد مولانا نورالدین گجراتی نے ان کی تاریخ انتقال اس مصرعہ سے نکالی ہے۔

ع شمع کہ بود بہ انجمن علم گل شدہ (۱۱۱۲ھ/۱۷۰۰ء)

باپ اور بیٹے کے مزارات احمد آباد (گجرات) میں ہیں۔

(۲۶) ملا احمد رام پوری

ملا احمد رام پوری "ولایتی" کے نام سے مشہور ہیں۔ مولوی برکت الہ آبادی کے شاگرد تھے۔ علوم درسیہ خصوصاً علم فلسفہ میں ماہر تھے۔ اکثر علمائے رام پور کا سلسلۂ تلمذ ان پر منتہی ہوتا ہے۔ [۱]

[۱] ملا احمد ولایتی کے نام سے مشہور تھے۔ مفتی شرف الدین کے خسر تھے۔
مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں کہ قدیم باشندے دریائے راوی پار کے تھے۔
احمد شاہ کے حملہ کے بعد میں لاہور آئے۔ مولوی عالم اور مولوی برکت سے کتب درسیہ
پڑھیں، غوث گڑھ اور رام پور میں ممتاز اور با اعزاز رہے، امراء کی محفلوں میں

سب سے اونچی جگہ بیٹھتے تھے اور جو چاہتے تھے کہتے تھے اور سب ان کی باتیں سُنتے تھے۔ انتقال غالباً بارھویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔

ملاحظہ ہو :- (۱) تذکرۂ کاملان رامپور ص ۱۰ - ۱۱

(۲) علم و عمل (جلد اول) ص ۷۸ - ۷۹ (مترجم)

(۲۷) ملا احمد عبد الحق فرنگی محلی

ملا احمد عبد الحق ابن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین الشہید سہالوی، اپنے چچا ملا نظام الدین کی خدمت میں تحصیل علم کی اور ان کے ساتھ ہی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ شہر لکھنؤ کے عمائدین و اراکین میں خوب اعتبار پیدا کر لیا۔ امور خانہ داری کی تمام ذمہ داریوں سے اپنے چچا کو سبکدوش کر دیا۔ ان کی تصانیف سے شرح سلم اور حواشی زواہد ثلثہ یادگار ہیں۔ سلہ

سلہ ملا احمد عبد الحق نے شاہ عبد الرزاق بانسوی کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ سخت ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ شرح سلم العلوم ۱۱۳۶ھ ۲۴-۱۷۲۳ء میں مکمل ہوئی۔ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی ماہر کامل تھے۔ ۹ رذی الحجہ ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء بروز جمعہ انتقال ہوا۔ مولانا احمد عبد الحق کے دو عقد ہوئے۔ پہلی بیوی سے ملا محب اللہ اور دو صاحبزادیاں ہوئیں اور دوسری بیوی سے مولانا انوار الحق اور مولانا ابرار الحق پیدا ہوئے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :-

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۲۳ - ۲۵

(۲) آثار الاول من علمائے فرنگی محل ص ۵ (مترجم)

(۲۸) ملا احمد حسین فرنگی محلی

ملا احمد حسین ابن ملا محمد رضا ملا قطب الدین شہید السہالوی کے فرزند چہارم، مشہور کتب درسیہ اپنے چچا ملا نظام الدین سے پڑھیں اور فاضل کامل ہوئے۔ اپنی تمام عمر تدریس علوم میں

گزار دی۔ آخر میں ان کو فیض آباد کا سفر پیش آیا۔ وہاں سے بیمار ہو کر وطن آرہے تھے کہ اثناء راہ میں وفات پائی۔ ملا حبیب اللہ فرنگی محلی ان کے شاگردوں میں تھے۔ [1]

[1] مدت العمر درس و تدریس اور احیاء مراسم دین میں مشغول رہے۔ ان کی تصنیف سے کوئی چیز یادگار نہیں ہے۔ ایک صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑ کر وفات پائی۔

ملاحظہ ہو:۔ (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۲۴
(۲) آثار الاول من علمائے فرنگی محل ص ۸ (مترجم)

(۲۹) ملا احمد انوار الحق فرنگی محلی

ملا احمد انوار الحق ابن ملا احمد عبدالحق ابن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین سہالوی۔ چونکہ ازل سے ان کے دل میں اللہ کی محبت ودیعت ہوئی تھی، اس لئے بچپن میں اپنے ماموں کی خدمت میں بیٹھتے تھے اور ان کے انفاس طیبہ کے برکات سے استفادہ کرتے درسی کتابیں مولوی احمد حسین اور ملا محمد حسن سے پڑھیں، علوم ظاہری کی تکمیل مولوی عبدالعلی بحر العلوم کی خدمت میں کی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد سے بیعت ہوئے۔ ان کی طبیعت معقولات کی طرف راغب نہ تھی، کتب منقولات کی طرف البتہ توجہ کرتے تھے۔ غرض اپنے اوقات عزیز عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے، ایک سانس بھی ذکر و شغل کے بغیر نہیں گزارتے تھے، ان کے خوارق عادات کا مفصل ذکر اغصان اربعہ میں مذکور ہے۔ ۲۶ شعبان ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء بروز منگل ایک پہر دن باقی تھا کہ ان کی روح مبارک حجرۂ قالب سے نکل کر رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔ اپنے باغ واقع لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ کسی شاعر نے ان کے انتقال کا مادہ تاریخ اس مصرعہ سے نکالا ہے [1]

ع رحمت حق بروح انور باد (۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء)

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۲۵ - ۲۸
(۲) احوال علمائے فرنگی محل۔ از مولوی شیخ الطاف الرحمان ص ۱۳ - ۱۴
(۳) آثار الاول من علمائے فرنگی محل ص ۶ - ۷ (مترجم)

(۳۰) شیخ احمد لاہوری

شیخ احمد ابن عبد اللہ بن علی محمد بن محمد جمال الدین دوانی، وہ (شیخ احمد) مولوی محمد اشرف لکھنوی کے پردادا تھے، ان کے بزرگ دوان کے رہنے والے تھے جو شیراز میں ایک گاؤں ہے۔ جب اہل تشیع نے ایران پر غلبہ حاصل کیا اور اہل سنت کی بربادی اور قتل ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہوا تو شیخ (احمد) کے دادا پشاور چلے آئے وہاں شیخ احمد پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی اور پشاور کی بجائے موضع بنہ میں اقامت اختیار کی، طبیب حاذق تھے غرباء و فقراء کے ساتھ رعایت فرماتے تھے اور مالداروں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمیشہ ریاضت اور علوم کے درس میں مشغول رہتے۔ ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶-۶۷ء میں وفات پائی اور بنہ میں دفن ہوئے۔ بنہ، سیال کوٹ (مضاف لاہور) کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔

(۳۱) مولوی احمد حسن قنوجی

مولوی احمد حسن، مولوی آل حسن قنوجی کے بڑے بیٹے اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے فاضل تھے۔ بتاریخ ۱۹ رمضان بروز ہفتہ وقت اشراق ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ مختلف شہروں میں کئی، اساتذہ سے حاصل کئے۔ ذہین اور قوی حافظہ شاعر تھے۔ آخر میں مولوی عبد الجلیل[۱] ساکن کول (علی گڑھ) کے سلسلہ تلمذ میں منسلک ہوئے۔ اور حدیث کی اجازت حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ سے حاصل کی۔ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہوئے۔ مقام بڑودہ (ملک گجرات) میں پہنچے اور مولوی غلام حسین قنوجی کے پاس [illegible] ہوئے وہاں بخار کے مرض میں مبتلا ہوگئے اور ۹ جمادی الاول بروز جمعہ ۱۲۷۷ھ / ۱۸[illegible]ء [illegible] انتقال ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد تکیہ ماتریدیہ میں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ ۔

[۱] مولوی عبد الجلیل بن ریاض الدین اسرائیلی ساکن کول (علی گڑھ) ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ اکثر کتابیں مولانا بزرگ علی مارہروی سے پڑھیں پھر دوسرے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ وطن آکر

درس جاری کیا۔ نواب محمود علی خاں نے چھتاری بلالیا۔ مدتوں وہاں درس دیا۔ بہت سے علماء نے ان سے فیض حاصل کیا۔ سید احمد شہید کے مرید تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا انگریزوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ علی گڑھ کی جامع مسجد میں مزار ہے۔ (نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ۳۸۴ ص۴)

۵۲ مولوی احمد حسن قنوجی، نواب صدیق حسن قنوجی کے بڑے بھائی تھے۔ تحصیل علم قنوج، کانپور، فرخ آباد، بریلی، علی گڑھ، اور دہلی میں کی قلیل مدت میں علوم عقلی ونقلی سے فراغ حاصل کرلیا عرشی تخلص تھا۔ غالب کے شاگرد تھے۔ مولوی احمد حسن علاوہ فضل وکمال کے فنون سپہ گری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مولوی احمد حسن کی تالیفات میں ایک کتاب شہاب ثاقب ہے۔ تقلید کے رد میں بھی کئی رسالے لکھے مولوی محمد عباس رفعت نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے۔

عرشی عالی گہر احمد حسن — در طفیل مصطفےٰ مغفور باد
رفعت بربست از جہاں سوئے بہشت — زیر طوبیٰ ہم نشیں حور باد
گفت رفعت از پئے تاریخ او — با امام المتقیں محشور باد

۱۲۷۷ھ
۱۸۶۰ء

تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) مآثر صدیقی موسوم بہ سیرت والاجاہی۔ حصہ اول ص ۴۷ ۔ ۱۱۰
(۲) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۲ ۔ ۲۵
(۳) ابجد العلوم ص ۹۳۵ ۔ ۹۳۶
(۴) اتحاف النبلاء ص ۲۲۶ ۔ ۲۳۰

(مترجم)

(۳۲) مولوی احمد اللہ پانی پتی

مولوی احمد اللہ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے بیٹے وشاگرد اور مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کے مرید تھے۔ فقہ وحدیث کے ماہر اور متقی وپرہیزگار تھے، ۱۱۹۸ھ ۸۴-۱۷۸۳ء میں عالم جوانی میں انتقال ہوا۔

(۳۳) شیخ احمد فیاض امیٹھوی

شیخ احمد فیاض مشہور عالم، تقویٰ، ریاضت اور مجاہدہ کے صفات سے متصف تھے۔ سخت بیماری کی حالت میں قرآن مجید کو ایک سال میں حفظ کیا اکثر کتب متداولہ حفظ تھیں اگر کوئی شاگرد پڑھنے میں غلطی کرتا تو اس کی صحت حافظہ سے کر دیتے تھے۔ تفسیر، حدیث، سیر اور تاریخ سے خوب واقف تھے۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ شیخ نظام الدین امیٹھوی کے ہم عصر تھے۔ شیخ نظام الدین مذکور نے سنہ ۹۸۱ھ (۷۴-۱۵۷۳ء) میں وفات پائی اور شیخ احمد کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ج ۳ ص ۴۵
(۲) نزہۃ الخواطر ج ۴ ص ۳۱ (مترجم)

(۳۴) قاضی احمد اللہ بلگرامی

قاضی احمد اللہ عرف محمد عثمان ابن قاضی محمد احسان، زیور علم سے آراستہ تھے، خصوصاً علم فقہ و حدیث میں بلگرام میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا۔ سنہ ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۵ء) تک بلگرام کی مسند قضا پر متمکن رہے زمانۂ قدیم میں بلگرام کو سری نگر کہتے تھے۔ وہ علماء و فضلا کا مرکز اور مردم خیز قصبہ ہے، بلگرام، قنوج سے شمال اور مشرق کی طرف پانچ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور ان دونوں شہروں کے درمیان سے دریائے گنگا ڈھائی کوس کے فاصلہ پر سے گزرتی ہے۔

(۳۵) مفتی احمد ابوالرحم فرنگی محلی

مفتی احمد ابوالرحم ابن مفتی محمد یعقوب، کتب درسیہ کی تحصیل کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوگئے کتب فقہ پر مہارت تامہ رکھتے تھے متقی و دیندار تھے نواب سعادت علی خاں کے عہد میں ایک زمانہ تک عہدۂ فوجداری ان سے متعلق رہا۔ نواب موصوف ان کی دیانت و امانت پر اعتماد فرماتے تھے۔ اچانک بیمار ہوئے اور وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ [1]

سلہ " حافظ قرآن تھے۔ اپنے والد ماجد سے تلمذ تھا مگر فاتحۃ الفراغ اپنے بڑے بھائی مولوی عبد القدوس سے پڑھا۔ ایک مدت تک درس دیتے رہے، تمام علوم میں مفتی صاحب کو ملکہ حاصل تھا، خاص کر کتب فقہ میں، بڑی مہارت تھی، نواب سعادت علی خاں کے زمانہ میں مفتی عدالت مقرر ہوئے۔ نواب صاحب موصوف کا مفتی صاحب کی دیانت و امانت پر پورا بھروسہ تھا۔ بیعت آپ کو شیخ العصر سید عبد اللہ بغدادی سے تھی۔ مفتی صاحب موصوف صاحب باطن بھی تھے۔ آپ نے دو صاحبزادے مولوی اکبر اور مفتی اصغر اور ایک صاحب زادی چھوڑیں "

تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۳۷

مزید ملاحظہ ہو:۔ (۱) احوال علمائے فرنگی محل ص ۱۶

(۲) آثار الاول من علمائے فرنگی محل ص ۷

(مترجم)

(۴۳) مولوی احمد رضا خاں بریلوی

مولوی احمد رضا خاں بریلوی ابن مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں، متوطن بریلی (روہیل کھنڈ) ۱۰ شوال بروز ہفتہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا کو عقیقہ کے دن بشارت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا۔ غرض انھوں (مولوی احمد رضا خاں) نے چار سال کی عمر میں قرآن کی تعلیم سے فراغت حاصل کرلی اور چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاول کے مہینے میں منبر کے اوپر رسالہ میلاد شریف پڑھا، تمام درسی علوم معقول و منقول کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی دن رضاعت کے استفتاء کا جواب لکھا ان کے والد ماجد نے فتوی نویسی کا کام ان کے سپرد کردیا۔ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت اور سند حدیث حاصل کی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبد الرحمان سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور

دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی،
نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر
ان کو اپنے گھر لے گئے دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا: انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین"
(بیشک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ
کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "تمہارا نام ضیاء الدین احمد
ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں۔ مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف
کے ایماء سے رسالہ جوہرہ مضیہ کی شرح جو مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق ہے
دو دن میں لکھی، یہ رسالہ شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے۔ مولوی احمد رضا خاں اس کا نام
"النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ" رکھ کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے ان کے
حق میں تحسین و آفریں فرمائی، مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ کے صاحب زادہ مولانا محمد ابن محمد عرب
نے ان کی ضیافت کی، کھانے کے دوران میں بقیع کے مدفونین کی افضلیت کا مسئلہ پیش آگیا
مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے کہا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور
مولانا محمد فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت رکھتے ہیں،
دونوں حضرات اپنے اپنے دلائل بیان کرتے تھے آخر میں مولانا نے فرمایا کہ [illegible] قول صحیح اور
مدلل ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں نے کہا دلائل [illegible] منہ چڑانے
والا ہے) اسی وقت حرم شریف سے عصر کی اذان کی آواز آئی مولانا محمد نے فرمایا "فاستبقوا
الخیرات" (بھلائیوں پر سبقت کرو) وہ جلسہ برخاست ہو گیا نماز میں شریک ہوئے [illegible]
نماز عشاء کے بعد مولوی احمد رضا خاں مسجد خیف میں تنہا [illegible]
پائی، اللہ ان کو سلامت رکھے ان کی نعت [illegible]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق:- (۱) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء)
(۲) اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ (۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) (۳) سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ
(۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) (۴) نفی الفیئ عمن بنورہ انار کل شیئ ملقب بہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام
(۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) (۵) ہدی الحیران فی نفی الفیئ عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) (۶) سمع وطاعۃ لاحادیث

الشفاعہ (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) (۷) تلألوء الافلاک بجلال حدیث لولاک (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) (۸) القیام المسعود تبنیح المقام المحمود (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) (۹) جلال جبرئیل بجعلہ خادم المحبوب الجلیل (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) (۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعتہ سید المحبوبین (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) (۱۱) البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص

تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما سے متعلق:- (۱۲) منتہی التفضیل لمبحث التفضیل (۱۳) مطلع القمرین فی ابانتہ سبقۃ العمرین (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) (۱۴) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء) (۱۵) الکلام البہی فی تشبیہہ الصدیق بالنبی (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) (۱۶) وجد المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء)

اہل بیت وصحابہ سے متعلق:- (۱۷) احیاء القلب المیت بنشر مناقب اہل بیت (۱۸) ظلال السحابہ فی حلال الصحابہ (۱۹) رفع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہ رضی اللہ عنہ (۲۰) الاحادیث الراویہ لمناقب الصحابی معاویہ رضی اللہ عنہ (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء)

اولیاء کرام سے متعلق:- (۲۱) الاہلال بفیض الاولیاء بعد وصال (۲۲) انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) (۲۳) ازہار الانوار من ضیاء صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) (۲۴) طوالع النور فی حکم السراج علی القبور (۲۵) مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

مسائل نزاعیہ سے متعلق:- (۲۶) حیاۃ الموات فی سماع الاموات (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) (۲۷) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) (۲۸) نسیم الصباء فی ان الاذان تحول الوباء (۲۹) البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ

فن حدیث سے متعلق:- (۳۰) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (۳۱) نور عینی فی الانتصار للامام العینی (۳۲) الروض البہیج فی آداب التخریج۔ اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے۔

فقہ سے متعلق:- (۳۳) عبقری حسان فی اجابتہ الاذان (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) (۳۴) حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) (۳۵) ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال (۳۶) الاحلی من السکر لطلبتہ سکر روسر (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء) روسر انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے کہ جس نے شاہ جہاں پور میں شکر وقند کا ایک کارخانہ قائم کیا ہے اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر وغیرہ صاف کرتی ہے۔

(۳۷) جودی القری لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القری (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) (۳۸) النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) (۳۹) جمل مجلیہ فی ان المکروہ محسر یہا لیس بمعصیۃ (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) (۴۰) الامر باحترام المقابر (۴۱) البارقۃ اللمعا علی طائح نطق بکفر طوعًا (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) (۴۱) المقالۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ المکفرہ (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) (۴۳) احکام الاحکام فی التناول من ہد من لہ حرام (۴۴) فصل القضاء فی رسم الافتاء (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) (۴۵) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔

تصانیف مختلفہ:- (۴۶) مقامع الحدید علی خذا المنطق الجدید (۴۷) اعتبار الطالب بمبحث ابی طالب (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) (۴۸) السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور (۴۹) نور الامال فی الاوفاق والاعمال (۵۰) ماقل وکفی من ادعیۃ المصطفٰی۔

جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں بریلی، بدایون، سنبھل اور رام پور کے تفضیلی حضرات نے جن کے سرگروہ مولوی محمد حسن سنبھلی[۲] تھے۔ بریلی میں جمع ہو کر چاہا کہ مولوی احمد رضا خاں[۱] سے مسئلہ تفضیل پر مناظرہ کریں صاحب ترجمہ نے علالت طبع اور تشنج کے استعمال کے باوجود فوراً تیس سوال لکھ کر اس جماعت کے سرگروہ (مولوی محمد حسن سنبھلی) کے پاس بھیج دئیے ان مذکورہ سوالوں کو دیکھتے ہی مناظرین کے سرگروہ دھوئیں کی گاڑی (ریل) پر سوار ہو کر فوراً اپنے وطن (سنبھل) کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے دوسرے معاونین نے خاموشی ہی میں سلامتی سمجھی، چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل کے متعلق رسالہ "فتح خیبر" (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء) طبع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مبحث مذکور (مسئلہ تفضیل) کے متعلق صاحب ترجمہ کی جانب سے مناظرہ کا اعلان عام طور سے طبع ہو کر شائع ہوتا رہا ہے، آج تک کہیں سے کوئی آواز نہ آئی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اب تک ان کی تصانیف پچھتر کے قریب پہنچ چکی ہیں۔ (یہ اللہ کی مہربانی ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے۔)

[۱] مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو انتقال ہوا۔

[۲] مولوی محمد حسن سنبھلی، ابن شیخ ظہور حسین بن شمس علی۔ حضرت عبداللہ بن سلام صحابی کے اولاد میں تھے۔ بنی اسرائیلی کہلاتے تھے ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء میں سنبھل میں پیدا ہوئے۔ نہایت ذہین تھے اول قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر مفتی عبدالسلام سنبھلی، مولانا عبدالکریم خاں، مولوی سدیدالدین خاں دہلوی اور

مولوی محمد قاسم نانوتوی سے علوم متداولہ حاصل کئے۔ کچھ دنوں مولوی یونس علی بدایونی کی تعلیم کی غرض سے بدایون میں رہے۔ پھر نول کشور پریس سے علاقہ کر لیا تھا۔ ان کی تصنیفات میں القول البسیط فی الحمل المؤلف والبسیط، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ اصول شاشی اور درالفرائد بہ شرح عقائد (نسفی) مشہور ہیں۔ یہ سب کتابیں عربی میں ہیں۔ مولوی محمد حسن سنبھلی کا ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں سنبھل میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "مولانا محمد حسن سنبھلی از مولانا مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری بدایونی العلم کراچی ص ۹۶-۹۷ (جنوری تا مارچ ۱۹۵۹ء)

۳ مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کے سوانح حیات مولوی ملک ظفر الدین بہاری صاحب نے "حیات اعلیٰ حضرت" کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کئے ہیں۔ پہلی جلد ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی ہے۔ دوسری جلد کا مسودہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل پر مولوی محمد سلیمان بدایونی نے تبصرہ کیا ہے۔ سوانح نگار کی بعض تاریخی اور واقعاتی غلطیوں کی خاص طور سے نشان دہی کی ہے۔ اس تبصرہ کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"مولوی احمد رضا خاں مرحوم بن مولوی نقی علی خاں روہیلہ بھڑیچ پٹھان (حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے خاندان سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا)۔ ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوئے تاریخی نام "المختار" ہے اپنے والد مولوی نقی علی خاں مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولوی عبدالعلی رام پوری (ف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۹ء) اور شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی (ف ۱۳۲۴ھ/۱۹۱۵ء) سے تحصیل علم کی طبع رسا، ذہن حاضر اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔ بہت سے رسالے اور کتابیں لکھیں۔ خوب شہرت و ناموری حاصل کی۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے رنگ کے مخصوص عالم تھے۔ بریلی (روہیل کھنڈ) یوں تو روہیلوں کے زمانہ سے مشہور رہے لیکن مولوی صاحب کی وجہ سے "بریلی" اکناف و اطراف ہندو پاک میں خوب مشہور ہوئی۔ "بریلوی" اور "بریلویت" جیسے الفاظ بطور اصطلاح استعمال ہونے لگے۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ مولوی حامد رضا خاں اور مولوی مصطفیٰ رضا خاں دو بیٹے یادگار چھوڑے اوّل الذکر فوت ہو چکے ہیں۔ مولوی مصطفیٰ رضا خاں بریلی میں موجود ہیں..... کتاب (حیات اعلیٰ حضرت) مختلف واقعات و روایات کا کشکول بن کر رہ گئی

ہے۔ سوانح نگار نے واقعات کی صحت اور روایت کو درایت کے اصول پر پرکھنے کی کوشش قطعاً نہیں کی، جو بات جس سے سنی شامل کتاب کردی کتاب میں واقعات کی تکرار عام بات ہے ...... کتاب کے سرسری مطالعہ کے بعد ایسی تاریخی غلطیاں نظر آئیں جن کی صحت اور نشاندہی ضروری سمجھی گئی تاکہ یہ واقعات آئندہ مزید غلطیوں کا سبب نہ بنیں۔"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حیات اعلیٰ حضرت از مولوی ملک ظفر الدین بہاری (مکتبہ رضویہ، کراچی ۱۹۵۵ء)

(۲) نقد و نظر۔ حیات اعلیٰ حضرت، از مولوی محمد سلیمان بدایونی۔ العلم (کراچی) جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء

(۳) وصایا شریف۔ مرتبہ مولوی حسنین رضا خاں بریلوی ص ۲۳ ۔ ۲۴ (طبع دوم، لاہور)

(۴) مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء، از مولوی محمد حسنین ابن بخشش علی ساکن قصبہ سید پور ضلع بدایوں (قلمی) ص ۱۷ (مخزونہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں)۔ (مترجم)

(۳۷) ملا احمد زین جون پوری

ملا احمد زین، عالم متبحر، عامل، متوکل، متقی اور مقدس بزرگ تھے۔ شیخ معروف جون پوری کے مرید تھے اور شیخ معروف، مولانا الہ داد (شارح کافیہ، ہدایہ، بزدوی و مدارک) کے مرید تھے اور وہ راجہ حامد شاہ مانک پوری کے مرید تھے۔ [۱]

[۱] ۹۶۳ھ/۱۵۵۵-۵۶ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو، نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۲ - ۲۳ (مترجم)

(۳۸) مولانا احمد تھانیسری

مولانا احمد تھانیسری، شیخ نصیر الدین اودھی دہلوی کے مرید تھے علوم [illegible] میں مہارت تامہ رکھتے تھے امیر تیمور گورگانی کے واپس جانے کے بعد مولانا دہلی سے آکر کالپی میں متوطن ہو گئے، وہیں انتقال ہوا اور کالپی کے قلعہ کے اندر دفن ہوئے ان کا ایک قصیدہ دالیہ نعت میں ہے جو نہایت فصیح و بلیغ ہے اس میں سے کچھ اشعار شیخ المحدثین (عبدالحق) دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ [۱]

ﻟﻪ ۸۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہتہ الخواطر جلد سوم ص ۸ - ۱۳

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۴۴ - ۱۴۶

(۳) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۱۸۶ - ۱۸۸

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۳۷۹ - ۳۸۰

(۵) سبحۃ المرجان ص ۳۷ - ۳۸

(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۲ - ۸۹۳

(مترجم)

(۳۹) قاضی احمد غفاری قزوینی

قاضی احمد غفاری، امام نجم الدین عبد الغفار کی اولاد سے تھے جن کی شافعی مذہب کے متعلق کتاب "حاوی" ہے بے نظیر فاضل، منشی، مورخ اور خوش طبع تھے۔ عجیب وغریب حالات وواقعات پر مشتمل ایک کتاب نگارستان اور دوسری کتاب "نسخ جہاں آرا" لکھیں، نسخ جہاں آرا، تاریخی نام ہے۔ اس کتاب میں حضرت آدم (علیہ السلام) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تواریخ عالم کو اجمالی طور سے بیان کیا ہے آخر زمانہ میں عراق کے شہزادوں کی وزارت سے قطع تعلق کر لیا اور زیارت بیت الحرام کے لئے روانہ ہوگئے اس سعادت کے حصول کے بعد دابل (دیبل؟) کے بندرگاہ سے برصغیر ہند پاکستان آئے تھے۔ اچانک دست قضا نے سامان ہستی میں خلل ڈال دیا۔ ۹۷۵ھ ~~۹۶۸~~ ~~۹۶۴~~ میں راہی عالم بقا ہوئے۔ بفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید۔ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اُس کا حکم دیتا ہے۔ ﻟﻪ

ﻟﻪ ملاحظہ ہو:۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۷۷ - ۲

(۲) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۳۰ - ۳۱

(مترجم)

(۴۰) مولوی احمد بخش سندیلوی

مولوی احمد بخش بن مولوی سید عبد اللہ ساکن سندیلہ، اپنے والد ماجد، مولوی اعز الدین

سندیلوی اور مولوی حیدر علی سندیلوی سے تحصیل علم کی اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے۔ علوم ظاہر و باطن میں طلبا رکو ان سے بہت فیض پہنچتا تھا کم درس دیتے تھے اور کم مرید کرتے تھے ان کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ امر ہرہ کے باغ (واقع سندیلہ) میں اپنے والد کے زیرِ قدم دفن ہوئے۔ علیہ رحمۃ اللہ الودود۔

(۴۱) شیخ احمد عرب یمنی شروانی

شیخ احمد عرب یمنی بن شیخ محمد یمنی شروانی، بارھویں صدی کے آخر یا تیرھویں صدی کے شروع میں برصغیر ہند پاکستان میں آئے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہتے تھے۔ عربی ادب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ نفحۃ الیمن فیما نزول بذکرہ الشجن اُنھوں نے صدر مدرس (مدرسہ) کلکتہ لیمسڈون کی فرمائش پر لکھی۔ مناقب حیدریہ نواب غازی الدین حیدر فرماں روائے لکھنؤ کی خاطر سے لکھی۔ شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال اور الشائے عجب العجائب ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ان تصانیف سے ان کی لیاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کا سال انتقال معلوم نہ ہو سکا۔ [1]

[1] شیخ احمد عرب کی تصنیفات میں حدیقۃ الافراح، منہج البیان، الشافی بحر النفائس، جوارس التفریح اور الجوہر الوقاد فی شرح بانت سعاد بھی قابل ذکر ہیں۔

ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ۴۴۴ (مترجم)

(۴۲) مولوی احمد علی عباسی چریاکوٹی

ہندوستان کے مشہور اکابر اور علماء میں سے تھے۔ تمام فنون [illegible] مہارت تامہ کے مالک تھے، خصوصاً اصول فقہ او فلسفہ میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ ۱۲[illegible]ھ/[illegible]ء میں پیدا ہوئے عالم جوانی میں اپنے وطن میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم صرف و نحو مولوی حافظ غلام علی عباسی سے پڑھا جو چریاکوٹ کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ جب ان کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا تو مسافرت اختیار کی اور مشاہیر علمائے ہند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علم کا کوئی

ایسا دروازہ نہ تھا جو ان پر کشادہ نہ ہوا ہو، فنون ریاضی کو مولوی حیدر علی رام پوری کے ہمراہ مولوی غلام جیلانی سے حاصل کیا، فلسفۂ فقہ اور اصول بلاغت دوسرے مقامات پر پڑھے قرأت و تجوید کی تحصیل قاری نسیم رام پوری سے کی۔ اور اعمال وسلوک برگزیدۂ آفاق حضرت حافظ ابو اسحاق ساکن بھیرا سے حاصل کئے۔ ایام طالب علمی میں سیاحت بھی کی اور ہر فن کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کی تیس سال کی عمر میں تمام فنونِ درسیہ حاصل کرکے وطن واپس ہوئے اور شادی کی۔ اس کے بعد مسند درس کو سنبھالا اور ایک جماعت کثیر کو مختلف فنون پڑھائے ان کی تعلیم کا خاص طریقہ تھا تاکہ کوئی طالب علم بے بہرہ نہ رہے ان کے زمانے کے علماء ان کے طریقۂ تعلیم کے حد درجہ معترف تھے تصانیف کی طرف کم توجہ کی مگر بعض احباب کے اصرار پر بعض علوم پر کچھ لکھا کچھ مسودے ناتمام رہ گئے اور چند مکمل کردئے، مثلاً انوار احمدی، حاشیہ قال اقول اور شرح سلم العلوم تکمیل کو نہ پہنچ سکے اور نور النواظر علم مناظرہ میں مکمل ہو گئی۔ ان کے اس قسم کے رسالے مختلف فنون میں موجود ہیں اور ان کے مشہور و خاص شاگرد یہ علماء ہیں۔ مولوی نصر اللہ خاں خوشگی خورجوی، مولوی علی عباس چریاکوٹی، مولوی نجم الدین چریاکوٹی، مولوی عنایت رسول چریاکوٹی۔ صاحب ترجمہ (مولوی احمد علی) ۱۲۷۲ھ (۵۶-۱۸۵۵ء) میں فوت ہوئے۔ علیہ الرحمۃ والغفران۔ سواد اعظم گڑھ میں چریاکوٹ مردم خیز قصبہ ہے۔ بھیرا بھی مضافات اعظم گڑھ میں ایک قصبہ ہے جو مشائخ عظام کا مسکن ہے۔

(۴۳) قاضی احمد علی سندیلوی

قاضی احمد علی سندیلوی ابن سید فتح محمد ساکن سندیلہ، مولوی حمد اللہ سندیلوی کے شاگرد و داماد تھے۔ فاضل استاد، کثیر الدرس والتصانیف اور ذکی و ذہین تھے۔ سلاطین دہلی کی طرف سے قصبہ سندیلہ کے قاضی تھے۔ مولوی حیدر علی ابن مولوی حمد اللہ نے بھی ان سے استفادہ کیا حاشیہ میر زاہد رسالہ، ملا جلال، حاشیہ زاہد شرح مواقف و شرح سلم العلوم، حاشیہ منہیہ بر شرح سلم اور رسالہ فرائض حنفی وغیرہ تصنیفات ان سے یادگار ہیں۔

بارھویں صدی ہجری کے آخر میں رحلت فرمائی اور قصبہ سندیلہ میں غلام حسین کے

امام باڑے کے صحن میں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

(۴۴) خواجہ اختیار الدین ایرچی

خواجہ اختیار الدین عمر ایرچی کے آباء واجداد خطۂ ایرج کے سرداروں میں سے تھے۔ خواجہ اختیار الدین عہدیداری کے منصب پر سرفراز تھے آخر میں ان پر جذبہ طاری ہوا۔ انہوں نے دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور مقررہ انعامات ووظائف کو خوشی خوشی چھوڑ کر علم وزہد کی طرف متوجہ ہوگئے اور قاضی محمد ساوی کی خدمت میں تحصیل علم کی، جو اپنے زمانہ کے استاد، صالح بزرگ اور شیخ نصیر الدین محمود کے مرید وخلیفہ تھے۔ قاضی محمد ساوی سے خلافت واجازت حاصل کی ان کا انتقال ۱۴ محرم ۸۰۹ھ/۷-۱۴۰۶ء میں ہوا اور مقام ایرج میں دفن ہوئے علیہ الرحمۃ والرضوان [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الاخیار ص ۱۵۴، ۱۵۵-

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۳۷۸-۳۷۹ (مترجم)

(۴۵) حکیم ارزانی دہلوی

حکیم ارزانی کا نام محمد اکبر بن حاجی محمد مقیم تھا بادشاہ مجاہد ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی کے عہد میں طبیب حاذق اور خاندان قادریہ کے مرید تھے۔ ہر لمحہ [illegible] کے مطب اور کتب طب کی تالیف میں مشغول رہتے، کتب ذیل ان کی تصنیفات سے مشہور ہیں۔ میزان الطب، حدود الامراض، منتخب اکبری، مجربات اکبری، مفرح القلوب، شرح قانونچہ، قرابادین قادری۔ ۱۱۰۸ھ/۹۷-۱۶۹۶ء میں کتاب شرح اسباب علامات کا ترجمہ کیا اور اس کا نام طبِ اکبر [illegible] تالیف کی تاریخ لفظ "شرح اسباب وعلامات" میں سے حروف علت چار الف [illegible] یاء اور واؤ کے حذف کرنے کے بعد مؤلف موصوف نے خود نکالی ہے۔ [1]

[1] "شرح اسباب وعلامات" کے اعداد (۱۱۲۲) ہوئے اور ان میں سے چار الف اور ایک واؤ کے اعداد جو دس ہوتے ہیں منہا کئے جائیں تو مجموعہ ۱۱۱۲ باقی رہتا ہے نہ کہ ۱۱۰۸ھ جیسا کہ مؤلف نے لکھا ہے ملاحظہ ہو، کیٹیلاگ فارسی مخطوطات (برٹش میوزیم، جلد اوّل ص ۴۷۸-۴۸۰۔ (مترجم)

(۴۶) قاضی ارتضا خاں گوپاموی

قاضی ارتضا خاں ابن مصطفےٰ علی خاں، ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی حیدر علی سندیلوی کی خدمت میں علوم عقلی و نقلی کی تحصیل کی فن ادب مولوی محمد ابراہیم بلگرامی سے پڑھا، شریعت و طریقت کے جامع تھے ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں اپنے والد کے پاس مدراس پہنچے اس وقت ان کے والد مدراس کے قاضی تھے اپنے والد کے انتقال کے بعد اسی منصب (قضاء) پر مقرر ہو گئے۔ درس علوم میں مشغول رہتے، صدرا اور ملا جلال وغیرہ پر حواشی اور شروح لکھے جو علماء کرام کی نگاہوں کو طراوت بخشتے ہیں، نفائس ارتضائیہ، نقود الحساب، رسالہ فرائض اور شرح قصیدہ بردہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۲۵۱ھ/۳۶-۱۸۳۵ء میں انتقال ہوا۔[۵۵]

[۵۵] مولوی مہدی علی واصف نے سن انتقال ۱۲۷۰ھ/۵۴-۱۸۵۳ء لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو:- (۱) حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام نمبر شمار ۲

(۲) معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ۔ جلد اوّل ۲۱ ۴ - ۴۲۲

(۳) الاعیان یادور ۴ ۱۴ ۱۷۱ (مترجم)

(۴۷) مولوی ازہار الحق فرنگی محلی

مولوی ازہار الحق فرنگی محلی بن ملا احمد عبد الحق، ملا احمد انوار الحق کے حقیقی بھائی تھے۔ شرح جامی تک مولانا عبد العلی بحر العلوم سے پڑھا۔ علوم منقول ملا احمد حسین سے تحصیل کئے اور معقول کی تحصیل ملا حسن سے کی۔ اس کے بعد درس و تکمیل کی غرض سے مولانا بحر العلوم کی خدمت میں شاہجہاں پور پہنچے۔ وہاں سے واپس آکر خود اپنے وطن لکھنؤ میں درس میں مصروف ہو گئے پھر تلاش معاش میں رائے بریلی کی طرف روانہ ہوئے شاہ لال مرحوم نے ان کو غنیمت سمجھا اپنے مکان میں ٹھیرالیا طالب علم پڑھنے کی غرض سے ان کی خدمت میں کثرت سے پہنچے۔ شاہ لال کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ شاہ موصوف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی، رائے بریلی سے مولانا بحر العلوم کے ہمراہ بوہار پہنچے۔ وہاں بھی طلباء کو درس دیتے تھے۔ پھر وطن واپس آئے

اور درس میں مشغول ہوگئے۔ ستر سال کی عمر میں عالم فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی۔ [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۴۸-۴۹
(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۱۵-۱۶
(۳) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۰-۵۱ (مترجم)

(۴۸) شیخ اسحاق لاہوری

شیخ اسحاق لاہوری، ابن شیخ کاکو، استاد فاضل، متوکل اور متقی، مستقل طور سے درس دیتے تھے۔ تمام علوم کے فاضل اور صوفی مشرب تھے، ہمیشہ یادِ حق میں مشغول رہتے جب تک کوئی پوچھتا نہیں نہا بات نہیں کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں شیخ سعد اللہ اور شیخ منور مشہور ہیں ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷-۸۸ء میں انتقال ہوا۔ [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۱۸-۱۹
(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۲-۳۳
(۳) طبقات اکبری جلد دوم ص ۴۶۰ (مترجم)

(۴۹) مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی

مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی ابن مفتی کریم قلی، ان کے خاندان کی بزرگی سب پر ظاہر و روشن ہے۔ ذہین و پرہیزگار فاضل، اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے مالک تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے شاگرد تھے جس زمانہ میں فتح پور میں مفتی عدالت تھے تو جامع الاوراق [illegible] ن علی) نے شرح عقائد نسفی اور مشکوٰۃ شریف ان سے سبقاً سبقاً پڑھی، پھر [illegible] صدر آگرہ میں قاضی القضاۃ اور آخر میں جون پور کے صدر الصدور رہوئے۔ بتاریخ یکم جمادی الاوّل بروز دوشنبہ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲-۸۳ء میں "لا الہ الا انت......" کہتے ہوئے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی، جون پور کے محلہ چتر ساری میں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ [1]

[1] مفتی محمد اسد اللہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴-۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ صرف و نحو زین العابدین کرٹ دی سے

بعض درسی کتابیں مولانا عبدالرحیم شاہ جہاں پوری سے اور اقلیدس وغیرہ مولوی جلال الدین رام پوری سے پڑھیں، ظہور محمد بن خیرات علی کالپوی کے مرید تھے۔ یکم جمادی الاوّل یوم دوشنبہ ۱۳۰۱ھ کو انتقال محلہ چتر ساری جون پور میں دفن ہوئے۔

ملاحظہ ہو:- (۱) اکمل التاریخ جلد دوم ص ۲۳

(۲) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۲

(۳) انشائے بے خبر مرتبہ انتظام اللہ شہابی ص ۴۴-۴۶

(۴) منظر العلماء ص ۲۳ (مترجم)

(۵۰) مولوی اسد علی سندیلوی

مولوی اسد علی سندیلوی کے والد شیخ صادق علی فیض آباد سے آکر دربان شاہ سندیلوی کے مرید ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، اسد علی، قصبہ مذکور (سندیلہ) میں پیدا ہوئے۔ علمائے وقت سے کتب درسیہ اچھی طرح پڑھیں اور تمام عمر درس و تعلیم میں گزار دی۔ ۲۸ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۰-۸۱ء) کو انتقال فرمایا اور سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۵۱) مولوی اسلمی مدراسی

مولوی اسلمی مدراسی کا نام محمد سعید ہے، نہایت فاضل تھے ملک العلماء مدراس کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ کتاب تحفہ اثنا عشریہ کا فارسی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ کتاب سفینتہ النجات بھی اُن کی تصنیف ہے۔ علیہ الرحمہ [1]

[1] ترجمہ تحفہ اثنائے عشریہ کے علاوہ مولوی اسلمی مدراسی کی تصانیف میں سفینہ، مدینہ (علم عقائد) اور تفسیر قرآن (چہار جلد) بھی ہیں۔ مولوی اسلمی کا انتقال ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵-۵۶ء) میں ہوا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) حدیقتہ المرام- از مولوی محمد مہدی واصف نمبر شمار ۳

(۲) ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۷۷-۱۷ (مترجم)

(۵۲) سید اسماعیل بلگرامی

سید اسماعیل بلگرامی، فاضل متبحر تھے ۱۱۶۴ھ/۵۱-۱۷۵۰ء میں انتقال ہوا۔ [1]

[1] سید اسماعیل بلگرامی بن سید ابراہیم، میر طفیل محمد بلگرامی سے تحصیل کی پھر شیخ عبدالرزاق بانسوی سے بیعت و خلافت حاصل کی، میر غلام علی آزاد بلگرامی نے قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔

آفتاب سحر گاہی	پیر روشن دل صاحب تکمیل
گفت تاریخ وصالش ہاتف	زیب خلد آمدہ میر اسماعیل

۱۱۶۴ھ
۵۱-۱۷۵۰ء

ملاحظہ ہو:۔ ماثر الکرام دفتر اول ص ۱۵۹-۱۶۰ (مترجم)

(۵۳) شیخ اسماعیل لاہوری

شیخ اسماعیل لاہوری، عالم محدث اور مفسر تھے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لاہور میں علم حدیث و تفسیر کی اشاعت کی اور ان کی مجلس وعظ میں ہزارہا آدمی مشرف باسلام ہوتے تھے۔ ۴۴۸ھ/۵۷-۱۰۵۶ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔

(۵۴) اسماعیل عرب

اسماعیل عرب، شیخ حسین تبریزی کے ہم عصر تھے، علم ہئیت اور طب [illegible] تجربہ رکھتے تھے۔ اور اسی مقام پر درس دیتے تھے جہاں شیخ حسین شیرازی [illegible] ان کی صحبت بابرکت سے طلباء بہت فیض حاصل کرتے تھے۔ چونکہ گھر میں اچھا خاصہ اثاث البیت تھا اس لئے جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ میں شہر کے چوروں نے مار ڈالا [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۴۵۷ (۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۸ (۳) طبقات اکبری جلد دوم ص ۴۶۲ (مترجم)

(۵۵) سید اشرف سمنانی

ان کو سید اشرف جہانگیر کہتے ہیں، عالم ربانی، کامل اور صاحب کرامات و تصرفات تھے سیاحت میں امیر کبیر سید علی ہمدانی کے ساتھ رہتے تھے، آخر میں برصغیر ہند پاکستان پہنچے اور شیخ علاء الدین کے مرید ہوئے۔ ان کے مرید ہونے سے پہلے ہی کشف و کرامات کے مقامات عالیہ طے کر چکے تھے حقائق و توحید کے متعلق بہت بلند گفتگو فرماتے تھے۔ ان کے مکتوبات نہایت عجیب و غریب تحقیقات پر مبنی ہیں۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ہم عصر تھے۔ غالباً قاضی (شہاب الدین) نے ان سے فرعون کے ایمان کے متعلق بحث کی کہ جس کا اشارہ فصوص الحکم میں دیا ہوا ہے۔ انھوں نے اس کے متعلق ان (قاضی) کو ایک خط لکھا تھا جس کو شیخ المحدثین (عبدالحق) دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے۔ شاہ اشرف کا مزار کچھوچھہ میں ہے ان کا نام دفع جن کے لئے نہایت مؤثر سمجھا جاتا ہے، ان کے ملفوظات کا نام "لطائف اشرفی" ہے جن کو ان کے ایک مرید (نظام یمنی) نے جمع کیا ہے۔ [۱]

[۱] محمد اشرف نام، جہانگیر لقب تھا۔ سمنان میں پیدا ہوئے سمرقند سے اوچ میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا شیخ علاء الحق والدین کے مرید ہوئے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے تعلقات تھے پورب میں حضرت اشرف سمنانی سے بہت فیض جاری ہوا اور اشاعت اسلام ہوئی۔ محرم ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء میں انتقال ہوا۔ حضرت سمنانی کے ملفوظات ان کے ایک مرید نظام یمنی نے لطائف اشرفی کے نام سے قلم بند کئے ہیں جو ۱۲۹۹ھ/۸۲-۱۸۸۱ء نصرت المطابع دہلی میں چھپے ہیں، لطائف اشرفی کا ترجمہ و تلخیص دو جلدوں میں منشی امیر احمد کاکوروی نے کیا ہے جو ہمدم برقی پریس لکھنؤ میں طبع ہوا ہے اور حضرت سمنانی کے مکتوبات مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کے سبحان اللہ کلیکشن میں ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۳۲-۳۴

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۶۶-۱۶۸

(۳) فکر و نظر (علی گڑھ) جنوری ۱۹۶۰ء
(۴) بزم صوفیا ر صباح الدین عبدالرحمان ص ۴۸۱ - ۴۸۲
(۵) سیرت الاشرف جلد اول و دوم مرتبہ منشی امیر احمد کاکوروی (مطبع برقی پریس لکھنؤ سنہ ۱۳۶۹ھ)
(۶) مکتوبات جہانگیر اشرف سمنانی (مخزونہ مسلم یونیورسٹی ——— علی گڑھ)
(۷) گلزار ابرار ص ۱۴۵ - ۱۴۶ (مترجم)

(۵۶) شیخ اعظم ثانی لکھنوی

شیخ اعظم ثانی بن شیخ ابوالبقا بن شیخ موسیٰ بن شیخ ضیاء الدین کرمانی، مشہور عالم اور متبحر فاضل تھے علوم ظاہری و باطنی میں شیخ ابوالفتح سے ارادت رکھتے تھے۔ شیخ ضیاء لکھنوی اور شیخ سعد الدین خیرآبادی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ شیخ سعد اللہ کندوری کے معاصر تھے اور بہت محبت کرتے تھے، کہتے ہیں کہ علم فقہ میں ان کا مرتبہ اور پایہ نہایت بلند تھا، فقہ کے مسائل کے متعلق نہایت صاف اور مدلل تقریر فرماتے تھے، علم فقہ میں ان کے کئی رسالے ہیں، ان کے پردادا شیخ ضیاء الدین، ہلاکو خاں کے زمانہ میں کرمان سے برصغیر ہند پاکستان میں آئے اور شاہ سمرقندی سے ملاقات کی غرض سے لکھنؤ پہنچے اور ان ہی کی وجہ سے اس شہر میں توطن اختیار کیا۔ شیخ اعظم ثانی تین اولادیں چھوڑ کر انتقال کر گئے، سال وفات معلوم نہ ہوا۔

(۱) شیخ محمد عرف شیخ قاضی (۲) شیخ احمد فیاض (۳) شیخ نصیر الدین۔ ان میں سے ہر ایک کی اولاد، لکھنؤ، دیوہ اور انام میں موجود ہے۔

(۵۷) مولوی افہام اللہ سندیلوی

مولوی افہام اللہ ابن مولوی سید فتح اللہ بن شاہ غلام [illegible] مخدوم زادہ سندیلہ علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد مولوی عبداللہ سندیلوی، مولوی احمد بخش سندیلوی، مولوی انوار الحق لکھنوی اور مولوی سراج الحق لکھنوی سے کی اور علم طب حکیم مرزا محمد علی لکھنوی طبیب شاہی سے پڑھا، سبحان علی خاں کمبوہ کے بیٹے احسان حسین خاں و مظفر حسین خاں

اور مولوی محمد علی خاں لکھنوی ان کے شاگرد تھے میزان الصرف پر ایک مختصر سی شرح لکھی ہے جب نان پارہ ضلع بہرائچ میں راجہ منور علی خاں کے یہاں ملازم تھے تو انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمۃ والغفران۔

(۵۸) مولوی اکبر علی سندیلوی

مولوی اکبر علی سندیلوی بن مولوی حمد اللہ سندیلوی شارح سلم العلوم، مولوی حیدر علی سندیلوی کے بڑے بھائی تھے علوم ظاہر کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کر کے نامور عالم ہوئے مگر درس و تدریس کی طرف اذکار، اوراد اور چلہ نشینی کی وجہ سے توجہ نہیں کرتے تھے۔ وہ شاہ قدرت اللہ صفی پوری کے مرید تھے اور حزب البحر پر ایک مفصل شرح ان کی تصنیف ہے۔ ۲۷ شعبان ۱۲۲۰ھ/۶-۱۸۰۵ء یا ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی اور باشندگان سندیلہ کے قدیم قبرستان موسیٰ پور میں دفن ہوئے۔ علیہ رضوان اللہ العلی الاکبر۔

(۵۹) مولوی آلِ حسن قنوجی

مولوی آلِ حسن بن اولاد علی، شہر قنوج کے حسینی بخاری سید تھے۔ ۱۲۱۰ھ/۹۶-۱۷۹۵ء میں پیدا ہوئے پہلے علوم درسیہ کی تحصیل مولوی عبد الباسط قنوجی سے کی پھر لکھنؤ پہنچے اور وہاں کے علماء مثلاً مولوی نور محمد وغیرہ سے استفادہ کیا ۱۲۳۳ھ/۱۸-۱۸۱۷ء میں دہلی گئے شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین کی جماعت تلامذہ میں شامل ہو گئے اور کتب تفسیر و حدیث کی اجازت حاصل کی سید احمد مجاہد بریلوی کے مرید و خلیفہ تھے اور ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ ان کی عمر عزیز درس اور وعظ و پند میں بسر ہوئی۔ اردو، فارسی اور عربی میں ان کی بہت سی تالیفات ہیں۔ ان میں سے راہ سنت، ہدایت المومنین، نور الوفا من مرأۃ الصفاء، رسالہ در معنی کلمہ طیبہ، رسالہ رد تعزیہ، رسالہ آداب تذکیر، رسالہ آداب بیعت، رسالۃ الاختصاص فی الحدود والقصاص اور تقویۃ الیقین فی رد عقائد المشرکین وغیرہ ان کی مفید تالیفات ہیں ۱۲۵۳ھ/۳۸-۱۸۳۷ء میں انتقال ہوا، تاریخ انتقال "مات بخیر" سے نکلتی ہے مولوی سید صدیق حسن خاں بہادر

شوہر ثانی رئیسہ بھوپال (نواب شاہجہاں بیگم) ان کی یادگار ہیں جن کا ذکر صرف "صاد" کے تحت انشاء اللہ آئے گا۔ ؎

؎ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) مآثر صدیقی حصہ اول ص ۵۳ - ۴۷

(۲) سیرت سید احمد شہید ص ۴۲۹ - ۴۳۱

(۳) اُردو مخطوطات از حامد اللہ ندوی ص ۲۲ - ۲۳

(۴) ابجد العلوم ص ۹۳۵ - ۹۳۶

(۵) البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ از مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۴۴

(۶) تراجم علمائے اہلِ حدیث ص ۲۶۹ - ۲۷۴

(۷) اتحاف النبلاء ص ۲۳۵ - ۲۳۸ (مترجم)

(۶۰) مولانا الہ داد جون پوری

مولانا الہ داد جون پوری، جون پور کے بڑے عالم تھے، ایک واسطے سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگرد تھے اور راجی حامد شاہ مانک پوری کے مرید تھے، اپنی عمر عزیز کو علوم کی اشاعت اور تصانیف میں بسر کیا تحریر و تقریر اور مطالب علمیہ کی تنقیح و تحقیق میں نہایت قدرت اور ملکہ رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف بہت اعلیٰ اور معتبر ہیں۔ ان میں سے شرح ہدایہ علم فقہ میں کئی جلدوں میں ہے شرح بزدوی، حاشیہ بر حاشیہ ہندی اور حاشیہ تفسیر مدارک دنیا میں یادگار رہ رہیں گے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے کہ "شیخ [illegible] اور مولانا الہ داد تحصیل سلوک میں ایک دوسرے کے رفیق تھے اور ان [illegible] درمیان بہت محبت تھی، جب شیخ حسن بن طاہر، راجی حامد شاہ مانک پوری کے مرید ہوئے تو مولانا الہ داد نے کہا کہ میاں حسن تم نے صاحبان علم کی عزت برباد کردی۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ ذرا ان کی خدمت میں چلئے اور امتحان لیجئے اور پھر ہم کو معذور سمجھئے۔ دوسرے دن دونوں دوستوں نے راجی حامد شاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، مولانا الہ داد نے ہدایہ اور بزدوی کے

چند مسئلے جو مشکل سمجھے جاتے تھے گفتگو کے لئے ذہن نشین کرلئے جب راجی حامد شہ کی خدمت
میں پہنچے تو اُنھوں نے اپنی عادت کے موافق اپنا حال اس طرح بیان کیا کہ اس سے مولانا
الہ داد کے مسائل حل ہوگئے۔ پھر مولانا بھی اُن کے مُرید ہوگئے۔ سلوک، مجاہدہ اور ریاضت
میں مشغول ہوئے ۹۳۲ھ ۲۶-۱۵۲۵ء میں انتقال ہوا۔ نوراللہ مرقدہٗ [1]

[1] ملاحظہ ہو۔ (۱) ماثرالکرام دفتر اوّل ص ۱۹۲۔

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۴۱۔

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۳۶۴-۳۶۵

(۴) اخبارالاخیار ص ۱۹۷۔

(۵) سبحۃ المرجان ص ۴۳

(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۴-۸۹۵

(۷) تجلی نور حصہ دوم از مولوی نورالدین جون پوری ص ۳۹-۴۰ (مترجم)

(۶۱) میاں الہ داد لکھنوی

میاں الہ داد لکھنوی کے متعلق مولوی عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ
میاں الہ داد فاضل مستعد اور صاحب تصرف تھے طبع روشن اور ذہن خوب کے مالک تھے فقہ
اصول فقہ اور عربی ادب میں بے نظیر تھے، نحو میں اُنھوں نے قطبی کے نام سے ایک رسالہ لکھا
ہے، جس کی عبارت میں مثالیں بھی دی ہوئی ہیں، ان کی تصنیفات میں سے دو چیزیں میں نے
عجیب و غریب دیکھیں۔ اوّل ایک رسالہ ہے جس میں لمبائی میں چودہ سطریں تھیں اور اسی قدر
سطور جدول میں لکھی ہوئی تھیں اور چودہ علوم کے مسائل کا اس میں بیان تھا، دوسرے
رسالہ کا نام قبطون تھا جس کی عبارت مقامات حریری کے انداز پر تھی ان کی اور تصنیفات
بھی تھیں ان کی وفات کا حال کہیں نہیں ملا [1]

[1] ملاحظہ ہو۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۳۶ ،۳۷

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۴۲ (مترجم)

(۶۲) مولانا الہ داد سلطان پوری

موضع نبودہ توابع سندیلہ کے رہنے والے تھے[1]، عبد اللہ مخدوم الملک کے شاگرد ہوئے، حسب ونسب کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ ہند پاکستان کے سربرآوردہ عالم اور بزرگ درویش تھے، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں صوبہ پنجاب میں عہدۂ صدارت پر اور اس کے بعد الہ آباد میں عہدۂ قضا پر سرفراز رہے اور جو تھوڑی سی معاش تھی اسی پر قانع تھے ان کی تصانیف بہت ہیں۔ ان میں سے کتاب کشف الغمہ اور منہاج الدین بہت مشہور ہیں۔ سنہ ۱۰۰۶ھ/۹۸-۱۵۹۷ء میں انتقال ہوا۔ طاب اللہ تعالےٰ ثراہ۔

[1] منتخب التواریخ میں نبودہ توابع سندھ، تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۵۰۴

نیز ملاحظہ ہو۔ نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۳۹۔ (مترجم)

(۶۳) مولانا الہ داد لنگرخانی لاہوری

مولانا الہ داد لنگر خانی لاہوری، لاہور کے محلہ لنگر خاں سے منسوب تھے۔ اکثر علوم مروجہ میں ماہر و فاضل تھے، شریعت کے پابند زاہد اور پرہیزگار تھے۔ ہمیشہ درس میں مشغول رہتے تھے کبھی امراء اور اغنیاء کے مکان پر نہیں گئے اور نہ بادشاہان زمانہ سے کبھی کسی چیز کے طالب ہوئے اور نہ مدد معاش لی۔ غفر اللہ لہٗ[1]

[1] ملاحظہ ہو۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۶۷۴

(۲) طبقات اکبری ۳ ص ۴۶۲ (مترجم)

(۶۴) مولانا الہ داد امروہوی

مولانا الہ داد امروہوی، صاحبِ استعداد عالم، خوش طبع، شیریں زبان اور خوش صحبت ندیم تھے طبیعت میں مزاح و ظرافت تھی، اکبر بادشاہ کی ملازمت میں سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے۔ سنہ ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں نواح سیال کوٹ میں انتقال ہوا۔ نواحِ امروہہ میں دفن ہوئے

نور اللہ مرقدہٗ [1]

[1] الہ داد نام امیٹھی عرف ابن شیخ رکن الدین۔ ملا عبد القادر بدایونی سے مراسم اتحاد و یگانگت تھے، صوبہ پنجاب کی حکومت جب راجہ بھگوان داس اور سعید خاں کے سپرد ہوئی اور معافیات کی تحقیقات کے لئے علماء کا جو کمیشن مقرر ہوا اس میں مولانا الہ داد بھی شامل تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ۱۔ منتخب التواریخ ج ۳ ص ۶۸-۶۹

۲۔ تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) ص ۲۵۱-۲۵۲

۳۔ نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۴۳ (مترجم)

(۶۵) شیخ الہ یار خیرآبادی

شیخ الہ یار خیرآبادی عالم متبحر تھے۔ شروع میں مدتوں درس و افادہ میں مشغول رہے۔ بہت سے علماء ان سے فیض یاب ہوئے، آخر زمانہ میں صوفیاء کا مسلک اختیار کر لیا تھا، شیخ صفی خلیفہ شیخ سعد الدین سے فیض حاصل کیا ذوق سماع و وجد کی حالت ان پر غالب رہتی تھی۔ دنیا کی طرف توجہ نہ تھی یہاں تک کہ کسی کی دعوت بھی قبول نہیں کرتے تھے ۹۹۳ھ (۸۶-۱۵۸۵ء) میں وفات پائی۔ نور اللہ ضریحہٗ۔ [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ منتخب التواریخ ج ۳ ص ۸-۹ (مترجم)

(۶۶) حکیم امام بخش

حکیم امام بخش کا نام احمد اللہ تھا قصبہ کرتپور کے رہنے والے تھے علوم عقلی و نقلی کے ماہر طبیب حاذق اور حکیم محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے راجہ ٹکٹ رائے مدار المہام نواب آصف الدولہ رئیس ملک اودھ کے ملازم تھے آداب الطلباء اور اس کی شرح موسوم بہ معرکۃ الآراء زبان عربی میں اور رسالہ خلاصۃ الطب در بیان ستہ ضروریہ، فارسی زبان میں ان کی تصانیف ہیں۔ جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) کے والد ماجد حکیم شیر علی کو ان سے

نسبت تلمذ حاصل تھی، سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ علیہ الرحمۃ والغفران ؂

؂ زندگی کے لئے چھ ضروری چیزیں جن کے بغیر زندگی محال ہے اور وہ یہ ہیں۔(۱) ہوا۔ (۲) ماکول ومشروب (۳) حرکت وسکون بدنی یعنی چلنا پھرنا یا آرام کرنا (۴) حرکت وسکون نفسانی یعنی روح کی حرکت جیسے رنج وخوشی۔ فکر وتردد وغیرہ یا روح کا سکون جیسا کہ حالت سکون واطمینان میں ہوتا ہے (۵) خواب وبیداری (۶) استفراغ واحتباس، یعنی بدن سے فضلات کا خارج ہونا اور بدن میں کار آمد اور ضروری رطوبات کا موجود رہنا مثلاً بول وبراز کا خارج رہنا اور خون اور دیگر کار آمد رطوبات کا باقی رہنا۔

؂ ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۳۷ (مترجم)

(۶۷) حافظ امان اللہ بنارسی

حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی، حافظ قرآن مجید، علوم معقول ومنقول کے فاضل اور فروع واصول کے ماہر تھے، اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں لکھنؤ کے عہدۂ صدارت پر سرفراز تھے۔ ۱۱۳۳ھ ۲۱-۱۷۲۰ء میں بنارس میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے مندرجہ ذیل کتابیں ان کی تصانیف سے یادگار ہیں۔ مفسر (اصول فقہ) محکم الاصول (شرح مفسر مذکور) اور تفسیر بیضاوی، عضدی، تلویح، حاشیہ قدیمہ، شرح مواقف، حکمۃ العین، شرح عقائد دوانی، رشیدیہ، مباحثہ میر باقر علی استرآبادی اور ملا محمود جون پوری پر حواشی لکھے ہیں۔ مسئلہ حدوث دہر کے متعلق ایک محاکمہ تحریر کیا ہے۔ قاضی محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم سے اس زبان میں ایک علمی مذاکرہ ہوا جب وہ لکھنؤ کے قاضی تھے۔ ؂

؂ حافظ امان اللہ بنارسی نے ملا قطب الدین سہالوی اور دوسرے مشاہیر زمانہ سے درس لینے کے بعد بنارس میں ایک درس گاہ کی بنیاد ڈالی آخر عمر میں شاہ خوب اللہ الہ آبادی سے نقشبندی سلسلے میں بیعت ہوئے۔ حافظ امان اللہ کا مقبرہ اسٹریٹ فیلڈ روڈ مال گودام کے جنوبی ومغربی گوشہ میں ایک کھیت کے اندر واقع ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(۱) تذکرہ مشائخ بنارس ص ۲۹-۴۲

(۲) تذکرۃ الکرام دفتر اوّل ص ۲۱۲ - ۲۱۳
(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۳ - ۴۳۷
(۴) سبحۃ المرجان ص ۷۸
(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۶ (مترجم)

(۶۸) شیخ امان اللہ پانی پتی

شیخ امان اللہ پانی پتی کا نام عبدالملک بن عبدالغفور تھا، عالم، صوفی موحد، شیخ مودود دلاری کے شاگرد اور شیخ محمد حسن بن شیخ حسن بن طاہر جون پوری کے مرید تھے، علم تصوف و توحید میں ان کی بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں، ان میں سے رسالہ اثبات الاحدیہ، اور شرح لوائح حاجی قدس سرہ السامی بھی ان کی تصانیف سے ہیں۔ ۱۲، ربیع الآخر ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں انتقال ہوا، پانی پت میں دفن ہوئے۔ سقی اللہ ثراہ[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب ص ۲۰۳ - ۲۰۴
(۲) اخبار الاخیار ص ۲۴۱ - ۲۴۳
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۲۴ - ۴۲۷
(۴) گلزار ابرار از محمد غوثی مانڈوی ص ۲۶۶ - ۲۶۷
(۵) تاریخ الاولیاء ص ۲۳۹ - ۲۴۰ (مترجم)

(۶۹) مولوی امان اللہ دہلوی

مولوی امان اللہ دہلوی ابن مولوی خیرالدین، عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار تھے کم عمری میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کرلی یہاں تک کہ ان کے ہم عصر حسد کرنے لگے حسن اخلاق اور شفقت عامہ کی بناء پر اپنے اور پرائے ان کے نزدیک برابر تھے، اچھی اور بہتر تصنیفات و تالیفات کے مالک ہیں۔ امیرالامراء نواب خاں دوراں خاں وزیر محمد شاہ

بادشاہ دہلی ان سے خلوص رکھتا تھا وہ بادشاہ کی طرف سے شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز ہوئے، نادر شاہ درانی کی جنگ میں ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸-۳۹ء میں مقتول ہوئے۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۴۲-۴۴۳ (مترجم)

(۷۰) مولوی امان علی احمد آبادی

مولوی امان علی ابن حکیم شیر علی متوطن احمد آباد نارہ، مؤلف کتاب (مولوی رحمان علی) کے بڑے بھائی تھے، اوّل علوم متعارفہ کی کچھ کتابیں مولوی ثابت علی ساکن بیکا ضلع الہ آباد سے پڑھیں، اور بڑی کتابیں مولوی محمد سعید رام پوری داماد مفتی شرف الدین رام پوری سے پڑھیں علم طب اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، زہد و تقوی ان کی فطرت میں شامل تھا مہاراجہ بشناتھ سنگھ رئیس ریواں کے بلانے پر فتح پور سے ریواں پہنچے، ۲۴ ربیع الاوّل ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں منصب طبابت پر ایک سو بیس روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہوئے اس زمانہ میں ریواں اور اس کے مضافات کے رہنے والے مسلمان لاعلمی اور صحبت ہنود کی وجہ سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے بہت دور تھے اور ان ہی کی طرح تھے بلکہ کچھ تو ہندوؤں کی طرح نام رکھتے تھے ان کے (ریواں) آنے کی برکت سے بہت سے مسلمان پنجگانہ نماز کے پابند ہوگئے (مولوی امان علی) عام مریضوں سے کچھ نہیں لیتے تھے بلکہ دوا اپنے پاس سے دیتے تھے۔ ۱۵ شوال بروز ہفتہ بوقت عصر ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء کو مولانا عبد الهادی فتح پوری خلیفہ رفیع الدین عرف مولوی ذوالفقار علی سے قادریہ اور نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ میں مرید ہوئے ہر دو سلسلوں کی خلافت حاصل کی اور اس علاقہ کے بہت سے لوگوں کو مرید کیا۔ ۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو تمام ریاست کا انتظام بر معہ ان کے سپرد ہوا اور تا حیات منتظم بر مسٹ کے عہدہ پر مقرر رہے۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو دیوان میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے، حکیم ابو نصان دہلوی نے ان کی تاریخ انتقال یوں [illegible] ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی امان علی احمد آبادی

از حکیم ابو نصان دہلوی

صد افسوس حضرت امان علی ‌‌ ‌ بجنت شد از جہاں منتقل

کنوں سال رحلت چہ گویم بتو سر ہوش رفت ازغم درد دل

۱۲۷۷ھ

۶ ۱۸ ۶۰

تصانیف:- مثنوی تحفۂ خورشید (زبان اُردو) حسن البیان فی تفسیر الالبان، موضع البدعات تیسیر العسیر فی تراکیب الاکاسیر، رسالہ لذع الکلب، خواص سور قرآنی (منظوم، اُردو و فارسی) ترجمہ منظوم چہل حدیث ردالوثیقہ در رد مذہب نصاریٰ، عجائب التدابیر فی علاج البواسیر و نواسیر، مجربات متین، قرابادین متین ۔ (ناتمام)۔

(۱۷) مولانا حاجی امداد اللہ ساکن تھانہ بھون

مولانا حاجی امداد اللہ، علوم ظاہر و باطن کے جامع ہیں، چشتیہ صابریہ، قدوسیہ چشتیہ نظامیہ قدوسیہ، قادریہ قدوسیہ، نقشبندیہ مجددیہ قدوسیہ، سہروردیہ قدوسیہ اور کبرویہ قدوسیہ سلاسل میں میں جناب فیض مآب قبلہ حقیقت و کعبہ معرفت حضرت میاں جیو شاہ نور محمد جھنجھانوی سے خلافت حاصل ہے بہت سے مشہور علماء مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولانا مرشدنا حافظ حاجی محمد حسین محب اللٰہی والعمری الہ آبادی حضرت حاجی صاحب کے مرید ہوئے اور سب کی دلی مُرادیں حاصل ہوئیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ضیاء القلوب میں وصایا کے تحت ارشاد فرمایا ہے۔ [۱]

"جو شخص کہ اس فقیر سے محبت، عقیدت اور ارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو جو علوم ظاہری و باطنی کے تمام کمالات کے جامع ہیں۔ فقیر (حاجی صاحب) کی بجائے بلکہ مجھ سے بلند درجہ پر سمجھے اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس ہوگیا کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوگیا ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں کہ ان جیسے حضرات اس زمانہ میں نایاب ہیں اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہیں"

حق یہ ہے کہ وہ (حاجی صاحب) اس زمانہ میں یادگار سلف ہیں غدر (۱۸۵۷ء) کے زمانہ میں ہنگامہ سے چھٹکارا پاکر مکہ معظمہ ہجرت فرماگئے اور اس بابرکت مقام پر ہر چھوٹا بڑا ان ہی کی

طرف رجوع کرتا ہے، ہمیشہ حرم شریف میں، مثنوی مولانا روم کا درس دیتے ہیں۔
غذائے روح، ضیاء القلوب، تحفۃ العشاق، جہاد اکبر، ارشاد مرشد اور دردِ غمناک ان کی
مشہور تصنیفات ہیں، مولوی محمد یعقوب نانوتوی، حافظ محمد یوسف تھانوی، مولوی کرامت علی
انبالوی اور مولوی محمد ابراہیم اجرادری ان کے خلفائے مجاز ہیں نیز یہ فقیر جامع الاوراق،
(مولوی رحمان علی) بھی مولانا و مرشدنا حافظ محمد حسین الہ آبادی کے توسط سے حضرت کے خدام
میں داخل ہے اور ہر سلسلہ میں بیعت و اجازت بھی حاصل ہے [۲]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ ضیاء القلوب از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ص ۶۰

[۲] حاجی امداد اللہ بن حافظ محمد امین اپنی نانہال نانوتہ ضلع سہارنپور میں ۲۲ صفر
۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر تھا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رح
محدث (۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء تا ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور حضرت حافظ ضامن رح (شہید ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء) کے ہم جد تھے۔ ولی اللہی
تحریک کی اشاعت میں انھوں نے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ سید احمد شہید
کی شہادت کے بعد مولوی نصیر الدین دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے
بعد مشہور بزرگ میاں جی نور محمد جھنجھانوی سے بیعت کی۔ جن کے دو اجل
خلفاء مولانا شیخ محمد تھانوی رح اور حضرت حافظ ضامن شہید بھی تھے۔ جنگ
آزادی ۱۸۵۷ء میں تھانہ بھون اور اس کے قرب و جوار کے مسلمانوں نے حضرت حاجی
صاحب کو امیر جہاد مقرر کر کے شاملی (ضلع مظفر نگر) میں انگریزوں سے سخت مقابلہ کیا،
جس میں حافظ محمد ضامن صاحب شہید ہوئے۔ اس معرکہ جہاد میں مولانا محمد قاسم نانوتوی،
مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی اور قاضی عنایت علی تھانوی
وغیرہ حضرات شریک تھے، جنگ آزادی کا فیصلہ انگریزوں کے حق میں ہونے کے بعد حاجی امداد اللہ
۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں مکہ معظمہ ہجرت کر گئے اور اپنی سرگرمیوں کا مرکز مکہ معظمہ کو بنا لیا۔ مکہ معظمہ ہی میں
۱۲ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں انتقال ہوا۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) سیرت حاجی امداد اللہ اور ان کے خلفاء از امداد صابری (دہلی ۱۹۵۱ء)

(۲) شمائم امدادیہ (اردو ترجمہ نفحات مکیہ من آثار امدادیہ) مرتبہ و مترجمہ حاجی محمد مرتضیٰ خاں و مولوی محمد احسن نگرامی تومی پریس لکھنؤ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء)

(۳) مکتوبات امدادیہ معہ صد فوائد بر حاشیہ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی (مطبع احمدی لکھنؤ ۱۹۱۵ء)

(۴) امداد المشتاق مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی (تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء)

(۵) تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی میرٹھی، جلد دوم و سوم

(۶) فرنگیوں کا جال از امداد صابری ص ۷ - ۱۲

(۷) مکتوبات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مرتبہ محمد ایوب قادری العلم اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۷ء ص ۴۱ - ۴۹ -

(۸) مظہر العلماء ص ۳۱ (مترجم)

(۷۲) مولوی امیر الدین علی امیٹھوی

جب کفاران ہنود نے مسجد عالمگیری واقع ہنومان گڑھی متعلقہ اودھ (ہنومان گڑھی ہندوؤں کی مشہور عبادت گاہ ہے) کو شہید کر دیا اور اس معرکہ میں شاہ غلام حسین مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۵ء میں شہید ہو گئے تو مولوی امیر الدین علی، شاہ غلام حسین کے خون کے انتقام کی غرض سے ہنومان گڑھی کے بیراگیوں کے مقابلہ پر جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور جاں باز نمازیوں کی ایک جماعت کثیر نے ان کے ہاتھ پر جہاد کے لئے بیعت کی سنی و شیعہ علماء پس و پیش میں پڑ گئے کسی نے فرضیت جہاد کے مفقود ہونے کا بیان کیا تو دوسرے نے شرط امامت کو پیش نظر رکھا۔ واجد علی شاہ فرماں روائے لکھنؤ اس جھگڑے کے تصفیہ کا وعدہ کرتا تھا اور رزیڈنٹ کی طرف سے لڑائی جھگڑے کے دفعیہ کے لئے بادشاہ اور وزیر پر اصرار ہوتا تھا اس قیل و قال میں کچھ وقت گزرا، جب دولت مند ہندوؤں کے اثر سے (تصفیہ) کی امید منقطع ہو گئی تو امیر المجاہدین مولوی امیر الدین علی عزم بالجزم کر کے اپنے مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔ فرماں روائے لکھنؤ (واجد علی شاہ) کی فوج کا افسر بارلو فرنگی، حاکم وقت (واجد علی شاہ) کے حکم سے سد راہ ہوا اور

شجاع گنج کے مقام پر بارلو کی فوج نے غازیوں کا محاصرہ کر لیا طرفین سے مقابلہ ہوا۔ ۲۶ صفر بروز بدھ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء کو امیر المجاہدین (مولوی امیر الدین علی) شہید ہو کر راہی جنت ہوئے۔ اللہ ان کی سعی مشکور کرے۔ عین معرکہ میں ان کے بعض ارادت مندوں نے عرض کیا کہ حالات خراب ہو چکے ہیں اگر آپ فرمائیں تو آپ کو کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے تو اس کے جواب میں بے ساختہ زبان حق ترجمان سے یہ مصرعہ ارشاد فرمایا۔

ع سر میدان کفن بر دوش دارم

طالبان تاریخ نے شہادت کے بعد غور کیا تو مصرعہ کے اعداد سال شہادت کے مطابق نکلے، منشی ظہیر الدین خلف منشی مسعود بلگرامی نے اس کو اس طرح تضمین کیا ہے۔

قطعہ تاریخ شہادت مولوی امیر الدین علی امیٹھوی[۱]

از منشی ظہیر الدین بلگرامی

بتاریخ شہیداں کفن پوش — چہ حاجت تا سنش من بزنگارم

کہ خود فرمود آں میر شہیداں — سر میداں کفن بر دوش دارم

۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء

[۱] مولوی امیر الدین علی بن شیخ محمد بخش بن شیخ امام الدین بن شیخ محمد بن ملا شیخ احمد عرف ملا جیون امیٹھوی۔ مولوی امیر الدین علی نے لکھنؤ میں تحصیل علم کی، ۱۸ سال کی عمر میں ۱۲۳۶ھ / ۲۱-۱۸۲۰ء میں مولانا عبد الرحمان موحد کی خدمت میں پہنچے، ۷ سال ۳ ماہ سترہ دن ان کی خدمت میں رہے۔ مثنوی معنوی، رسالہ کلمۃ الحق، کتاب کہنہ مالابد شیخ محی الدین ابن عربی معہ شرح عبد الکریم جیلی اور ربع اول مشکوٰۃ شریف با شرح شیخ عبد الحق دہلوی مولانا عبد الرحمن سے پڑھیں، کتاب نور مطلق کو سبقاً سبقاً مولوی نور اللہ بھرایونی سے پڑھا۔ اور سلوک و تصوف میں استفادہ کیا۔ ۱۲۴۲ھ / ۲۷-۱۸۲۶ء میں بروز عید الاضحیٰ مولوی عبد الرحمان لکھنوی کے مرید ہوئے۔ تمام سلاسل میں اجازت و خلافت ملی، سینکڑوں اشخاص ان کے مرید ہوئے اور راہ ہدایت پائی۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

۱۔ حدیقہ شہداء از مرزا محمد جان

۲۔ تاریخ اودھ حصہ پنجم ص ۱۹۹-۲۳۵

۳۔ قیصر التواریخ جلد دوم ص ۱۰۸-۱۲۸

۴۔ بوستان اودھ از راجہ درگا پرشاد سندیلوی ص ۱۵۸-۱۶۰

۵۔ انوار الرحمان لتنویر الجنان از مولوی نور اللہ بجھرانوی (۱۸۸۶ء) ص ۳۱۴-۳۱۸

۶۔ نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۸۱-۸۳

(مترجم)

(۷۳) مولوی امین اللہ فرنگی محلی

مولوی امین اللہ ابن مولوی اکبر ابن مفتی ابوالرحم ابن مفتی محمد یعقوب، حافظ قرآن اور فاضل تھے طلباء کو درس دیتے تھے۔ ایک بیٹے مولوی عبدالحلیم یادگار چھوڑے۔ ۲۹ رجمادی الثانی ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء کو دق کے عارضہ میں انتقال ہوا۔

لے "کتب درسیہ اپنے چچا مفتی محمد اصغر اور اپنے نانا مفتی ظہور اللہ صاحب سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ مفتی ظہور اللہ صاحب اپنے فتووں کا جواب مولوی امین اللہ صاحب سے لکھواتے تھے۔ نہایت مستعد عالم تھے تمام کتب درسیہ خاص کر زواہد ثلثہ اور مسلم اور توضیح وتلویح، شرح نقایہ پر حواشی ہیں۔ حواشی شرح جامی اور شرح ضابطہ تہذیب اور شرح فصول اکبری مستقل تصانیف ہیں" تذکرہ علمائے فرنگی محل ۳۸-۳۸ - مزید مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو:۔

احوال علمائے فرنگی محل ص ۱۷

(مترجم)

(۷۴) مولوی اوحدالدین بلگرامی

مولوی اوحدالدین بلگرامی عالم بے نظیر و بے مثال تھے۔ علم ادب اور انشاء عربی میں شیخ احمد

عرب یمنی شروانی مؤلف نفحۃ الیمن کے شاگرد تھے۔ ان کی تصنیف سے ایک کتاب "نفائس اللغات" ہے، اس کتاب میں اُردو زبان کو جو فارسی، عربی، ترکی اور ہندی سے مرکب ہے، اصل لغت قرار دے کر اس کی عربی و فارسی کو بیان کیا ہے، حق یہ ہے کہ ایک ایسی ایجاد کی کہ اس سے پہلے اس قسم کی کوئی تصنیف نہیں ہوئی تھی، اور اس کتاب کی تکمیل محمد علی شاہ بادشاہ اودھ کے زمانہ میں ۷ رجب ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء میں ہوئی، صاحب ترجمہ (مولوی اوحدالدین بلگرامی) کا سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ شکر اللہ سعیہٗ [۱]

[۱] شیخ اوحدالدین بن علی احمد بلگرامی نے مولانا حیدر علی بن عنایت علی سے تحصیل علم کی قاضی بشیرالدین قنوجی، شیخ محمد بشیر سہسوانی اور شیخ جمیل احمد بلگرامی وغیرہ ان کے تلامذہ میں ہیں۔ نفائس اللغات کے علاوہ روضۃ الازہار مفتاح اللسان، تذکرہ شعراء عرب، شرح قصیدہ بانت سعاد، شرح دیوان متنبی، اور شرح مقامات حریری وغیرہ بھی ان کی تصنیفات سے ہیں۔ مفتاح اللسان عربی ادب و انشاء پر بطور سوال و جواب ایک نادر کتاب ہے اوحدالدین بلگرامی نے یہ کتاب فقیر محمد خاں گویا کے لئے تصنیف کی ہے سن تالیف ۱۲۴۷ھ ہے، اس کتاب کا قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔

ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد ہفتم۔ ص ۸۸ ـ ۸۹ (مترجم)

(۷۵) ادریس گوالیاری

ادریس گوالیاری اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مناظرہ اور بحث کرنے کے فن میں فاضل تھے علم اصول اور فروع میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، ایسے تیز طبیعت تھے کہ بحث کے وقت جس حوالہ کا موقعہ آتا تھا تو عبارت کے ورق کے ورق اور صفحے کے صفحے یاد ہوتے تھے اور بتلاتے تھے کہ یہ عبارت فلاں کتاب کی ہے اور اس جگہ دیکھئے اور مقابل کو الزام دیتے تھے۔ جب لوگ عبارت تلاش کرتے تھے تو اس کتاب میں نہیں پاتے تھے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے:- (۱) منتخب التواریخ ج ۳ ص ۷۵
(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۴۵ (مترجم)

(۷۶) مولوی امام الدین کانوڑی

مولوی امام الدین کانوڑی ولد مراد خاں، عالم باعمل اور متقی و پرہیزگار تھے، ان کے ہدایت و ارشاد سے ایک کثیر مخلوق راہ راست پر آئی ۱۲۳۷ھ ۲۲-۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۰ھ ۸۳-۱۸۸۲ء میں انتقال ہوا چار اولادیں یادگار چھوڑیں ان میں سے حافظ غریب اللہ کو میں نے دیکھا ہے نہایت متقی و دیانت دار ہیں اور "الولد سر لابیہ" (بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے) کے مصداق ہیں۔ قصبہ کانوڑ، ریاست پٹیالہ میں ایک مقام ہے جس کو آج کل مہندر گڑھ کہتے ہیں۔

(۷۷) مولانا بدرالدین اسحاق

مولانا بدرالدین اسحاق بن علی بن اسحاق دہلویؒ شروع میں دہلی میں تحصیل علم کرتے تھے طلباء میں اپنی خوش طبعی اور تیزی ذہن کے لئے مشہور تھے علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد بخارا جانے کے ارادہ سے اجودھن پہنچے اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے کمالات کی شہرت سن کر ان کی زیارت کے مشتاق ہوگئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے جب ان کو قابل پایا تو اپنی خادمی اور دامادی میں لے لیا اور خرقہ خلافت مرحمت فرمایا۔ اسرار الاولیاء کے نام سے ان کا ایک رسالہ ہے جس میں انھوں نے گنج شکر کے ملفوظات جمع کئے ہیں اور علم صرف میں ایک کتاب نظم کی ہے اور اس میں بڑی علمیت اور فصاحت کا اظہار کیا ہے اجودھن کی قدیم جامع مسجد کے صحن میں بدرالدین اسحاق کا مزار ہے[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) اخبار الاخیار ص ۶۷

(۲) رجال السند والہند از قاضی ابوالمعالی اطہر مبارک پوری ص ۸۲-۷۹ (بمبئی ۱۹۵۸ء)

(۳) سیر الاولیاء ص ۱۷۲-۱۷۹

(۴) معارج الولایۃ جلد اوّل (قلمی) از غلام معین الدین احمد ص ۲۵۴ (مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ)

(مترجم)

(۵) ثمرات القدس (قلمی) از لال بیگ بخشی ورق ۱۵۹ الف - ۱۶۱ ب (مخزونہ میوزیم آف پاکستان، کراچی)۔ (مترجم)

۷۷- شیخ بدہ بہاری

شیخ بدہ بہاری، استاد فاضل اور طبیب حاذق تھے شیر شاہ سوری نہایت اعتقاد سے ان کے سامنے جوتیاں اُٹھا کر رکھتا تھا۔ انہوں نے ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی پر ایک معتبر شرح لکھی ہے۔[۱]

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے۔ منتخب التواریخ ج ۱ ۴۷۱ (مترجم)

۷۸- مولوی برہان الدین ساکن دیوہ

مولوی برہان الدین ایسے فاضل، فقیہہ اور محدث تھے کہ ان کا ظاہر و باطن صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھا اپنی تمام عمر مخلوق کے وعظ و تذکیر میں گزار دی، ہزارہا آدمیوں نے ان کے ہدایت و ارشاد سے غیر شرعی بری عادتوں کو چھوڑ دیا اور راہ راست پر آ گئے جامع اوراق (مولوی رحمان علی) کی نظر سے ان کے چند رسالے گزرے ہیں جو نہایت مفید اور ذیل میں مذکور ہیں مؤلف بچپن میں ان کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا تھا۔ اب میری عمر ۷۱ سال کی ہو گی مگر ان کی صورت خیال سے نہیں ہٹتی۔

۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء بروز سہ شنبہ علمائے دہلی کے درمیان ان مسائل پر مباحثہ ہوا جن میں اختلافات ہیں فریق اول کے سرگروہ حامی سنت مولانا رشید الدین [illegible] اور فریق ثانی کے قائد ماحی بدعت مولانا عبد الحی تھے جب مباحثہ ختم [illegible] ہر دو فریق کی تقریر و تحریر صاحب ترجمہ (مولوی برہان الدین) کے سامنے آئیں تو انہوں نے بطور محاکمہ ایک رسالہ لکھا جو "محاکمہ" کے نام سے مشہور اور قابل دید ہے۔ سنہ ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء میں ایک رسالہ صدقہ، زکوٰۃ اور مہر کے متعلق "تحقیق الاوزان" لکھا احمد آباد و نارہ کے بعض صلحاء کی درخواست پر سنہ ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں "رسالہ احکام عید الفطر" اور "رسالہ احکام عید الضحیٰ" تحریر کئے۔ رسالہ نکاح

رسالہ منع اشارہ تشہد، رسالہ نذر و ذبیحہ، رسالہ تحقیق ربوا و ربح اور رسالہ کفارۂ میت ان کی تصنیفات سے ہیں رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اسلافہ [1]

[1] مولوی برہان الدین بن شیخ سرفراز علی، دیوہ میں پیدا ہوئے۔ مفتی عبدالسلام دیوی کی اولاد میں تھے۔ اپنے چچا ذوالفقار علی دیوی سے تحصیل علم کی سید محمد عدل نقشبندی کے مرید تھے۔

ملاحظہ ہو:۔ نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۹۷-۹۸ (مترجم)

(۷۹) شیخ برہان الدین نسفی

شیخ برہان الدین نسفی فاضل کامل تھے اگر کوئی شاگرد ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کوئی چیز پڑھتا تو فرماتے کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں کیجئے تب کوئی چیز سکھاؤں گا۔ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا ایک وقت کھاؤ تاکہ علم کا برتن خالی رہے۔ دوسری شرط یہ ہے ناغہ مت کرو اگر ایک روز ناغہ کروگے تو دوسرے دن سبق نہیں دوں گا۔ تیسرے اگر مجھے راستہ میں مل جاؤ تو سلام کرنے کے بعد جلدی سے گزر جاؤ اور راستہ میں زیادہ تعظیم کے لئے ہاتھ پیر مت دکھاؤ۔

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہتہ الخواطر جلد اوّل ص ۱۲۸-۱۲۹

(۲) اخبار الاخیار ص ۷۷

(مترجم)

(۸۰) شیخ برہان الدین محمود بلخی

شیخ برہان الدین محمود بن ابی الخیر اسد البلخی سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں بڑے عالم اور صاحب علم و فضل تھے۔ وجد و سماع کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ علوم شریعت و طریقت میں کامل تھے۔ عہد طفلی میں مولانا برہان الدین مرغینانی مؤلفِ ہدایہ کی خدمت میں پہنچے اور علم کی بشارت پائی۔ ۶۸۲ھ میں فوت ہوئے حوض شمسی (دہلی) کے مشرقی جانب ان کی قبر ہے کہ اس کو تختہ کہتے ہیں، اور اسی اطراف کے لوگ ان کی قبر کی خاک بچوں کو چٹاتے ہیں کہ علم کا

دروازہ ان پر کھل جائے [1]

[1] شیخ برہان الدین بلخی کا انتقال ۶۸۷ھ/۱۲۸۸ء میں ہوا ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) اخبار الاخیار ص ۴۶-۴۷

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۲۶۳-۲۶۴

India's Contribution to the study of Hadith literature. pp. 52 (مترجم)

(۸۱) بہاء الدین زکریا ملتانی

بہاؤ الدین زکریا ملتانی، شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ، ان کا نام نامی زکریا کنیت ابو محمد اور لقب بہاء الدین القرشی الاسدی ثم الملتانی، شیخ الاسلام ہے، ہند پاکستان کے اکابر اولیاء میں سے تھے، صاحب کرامات، مقامات عالیہ کے مالک اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، بغداد سے ملتان میں آئے وہاں کے اکابر نے ان سے حسد کیا اور ایک پیالہ دودھ سے بھر کر ان کی خدمت میں بھیجا، اشارہ یہ تھا کہ اس شہر میں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے شیخ الاسلام اس مفہوم کو سمجھ گئے انھوں نے ایک پھول دودھ کے پیالے پر رکھ دیا اور اس جماعت کے پاس بھیج دیا مطلب یہ تھا کہ اس شہر میں ہماری جگہ مثل پھول کے ہوگی، اکابر ملتان ان کے حسن لطافت سے حیران رہ گئے وہ مالداروں سے محترز رہتے تھے متعدد تصنیفات علم سلوک میں ہیں۔ ۷ صفر ۶۶۱ھ/۱۲۶۲ء میں فوت ہوئے، ان کی قبر ملتان میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ واسلافہ [1]

[1] حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، بن شیخ محمد غوث، ۲۷ رمضان المبارک ۵۶۶ھ/۱۱۷۱ء [illegible] پیدا ہوئے حضرت نے ایک کتاب "اوراد" کے نام سے فارسی میں لکھی تھی جس کی ایک مبسوط شرح مولانا علی بن احمد غوری نے "کنز العباد فی شرح الاوراد" کے نام سے لکھی ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

(۱) گلزار ابرار (اردو) ص ۵۵-۵۶

(۲) نزہۃ الخواطر جلد اول ۱۵۷-۱۵۹

(۳) اخبار الاخیار فی اسرار الابرار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۶ - ۲۸

(۴) بہاء الدین زکریا۔ از مولانا نور احمد خاں فریدی (قصر الادب، جگو والا ۱۹۵۶ء)

(۵) مفتاح التواریخ ص ۶۲ - ۶۳

(۶) سیر الاولیاء ص ۷۷ - ۸۲ - ۹۱

(۷) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۱۹ - ۲۶

(۸) بزم صوفیاء ص ۸۹ - ۱۰۵

(۹) انوار العارفین ص ۲۹۷ - ۲۹۹

(مترجم)

(۸۲) شیخ بہاء الدین مُفتی آگرہ

شیخ بہاء الدین، نہایت بزرگ، عالم، عامل، معمر، متبرک اور متدین شخص تھے، سخاوت اور مسلمانوں کی مدد کرنے میں بے مثال تھے۔ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے ۹۷۶ھ / ۶۵-۱۵۶۴ء میں فوت ہوئے۔ ؎

؎ نزہۃ الخواطر جلد چہارم (ص ۶۲) میں تاریخ وفات ۹۷۸ھ / ۷۱-۱۵۷۰ء تحریر ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) اخبار الاخیار ص ۲۸۳

(۲) بوستان اخیار ص ۵۷ - ۵۸

(۳) طبقات اکبری جلد دوم ص ۴۶۲

(۴) مناہج الولایۃ جلد دوم (قلمی) از غلام معین الدین احمد ص ۴۹۵

(مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ)

(مترجم)

(۸۳) شیخ بھکاری کاکوروی

شیخ بھکاری کا نام نظام الدین بن امیر سیف الدین ہے ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء میں پیدا ہوئے علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے علوم ظاہر میں مولانا ضیاء الدین مدنی اور قاضی عبداللطیف ہرانی کے شاگرد تھے شروع میں مشہور کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور علم باطن میں شاہ ابراہیم ایرجی کے مرید تھے جو شاہ

عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی کے پوتے تھے اصول حدیث میں کتاب "نخبہ" تصوف میں "معارف"
اور ترجمہ رسالہ لمعات (مصنفہ شاہ عبدالرزاق) ان کی تصنیفات سے ہیں ۹۱ سال کی عمر میں ۹۸۰ھ/۷۳-۱۵۷۲ء میں
انتقال ہوا قصبہ کاکوری میں دفن ہوئے جملہ مخدوم زادگان کاکوری ان کی اولاد سے ہیں ان میں سے شاہ
محمد کاظم اور شاہ تراب علی بہت مشہور ہیں مولوی محمد محسن بھی ان کی اولاد سے ہیں جو نظم و نثر میں اپنی نظیر
نہیں رکھتے ہیں قصائد نعتیہ سراپائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مثنوی) صبح تجلی اور میلاد مبارک وغیرہ
ان کی تصانیف سے مشہور ہیں۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو: خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام مصنفہ مترجم از محمد عبدالحی بدایونی ص ۱۴-۱۵
(وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۸۹۹ء)

India's Contribution to the Study
of Hadith Literature pp 123-124 (مترجم)

(۸۴) شیخ بھکاری جون پوری

شیخ بھکاری جون پوری، شیخ الہداد جون پوری کے بیٹے سلطان سکندر لودی کے زمانے میں مشہور
عالم تھے منقول ہے کہ بادشاہ نے اپنے علاقے کے علماء کو جمع کیا ایک طرف شیخ عبداللہ تلنبی اور شیخ
عزیزاللہ تلنبی اور دوسری طرف شیخ الہداد جون پوری اور ان کے بیٹے شیخ بھکاری تھے۔ بحث میں
(آخر الذکر) دونوں ہار گئے مگر اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ دونوں بزرگوار (شیخ عبداللہ و شیخ عزیز اللہ) تقریر
میں اور یہ دونوں بزرگوار شیخ الہداد و شیخ بھکاری تحریر میں یگانہ تھے۔ واللہ اعلم۔

(۸۵) شیخ بہلول دہلوی

شیخ بہلول دہلوی نے علم حدیث شیخ [illegible] سے حاصل کیا [illegible] خدمت میں حاضر رہتے اہل
دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے اکبر بادشاہ کے زمانے میں طلباء کے فیض و افادہ میں مشغول
رہتے تھے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو: منتخب التواریخ ج ۳ ص ۴۴ (مترجم)

(۸۶) شیخ بہلول جالندھری

شیخ بہلول، باعمل عالم اور فاضل تھے۔ سید عبدالرشید کے شاگرد ہوئے، قلندرانہ وضع رکھتے تھے، شاہ بھیک چشتی لاہوری کے مرید تھے مختلف علوم سے متعلق نوے کتابیں تصنیف کیں ان میں سے فوائد الاسرار، شرح دیوان حافظ شیراز اور احوال نامہ ان کی تصانیف سے ہیں ۱۱۷۰ھ میں انتقال ہوا۔ نور اللہ مرقدہٗ۔
۵۷-۱۷۵۶ء

(۸۷) شیخ پہاڑ لکھنوی

شیخ پہاڑ لکھنوی ابن محمد شریف، شیخ سعد اللہ کندوری کی اولاد میں تھے شریعت و طریقت کے جامع تھے اوائل طبیعت کا میلان تقویٰ و صلاح کی طرف تھا، اسی انداز پر نشوونما ہوئی، علوم دینی حاصل کرنے کے بعد تہذیب اخلاق اور اعلیٰ صفات کے مالک ہوئے اور زہد و تقویٰ کو اختیار کیا، عمر کافی تھی افادۂ علم میں مشغول رہتے تھے، سب سے افضل عمل ان کا یہ تھا کہ بہت سی کتابیں جمع کر کے ان کی تصحیح کی اور ان کے مشکلات کو اس طرح حل کیا کہ جس کسی کو کسی علم سے ادنیٰ مناسبت بھی ہوتی تو اس کے لئے ان کی کتاب کافی ہوتی اور استاد کی ضرورت نہیں رہتی باوجود اس لطافت کے وہ طلباء کو کتابیں دینے میں خوب مدد کرتے تھے۔ ان کا سال انتقال معلوم نہ ہوا شکر اللہ سعیہٗ۔

(۸۸) مُلّا بیکس غزنوی

مُلّا بیکس غزنوی، بیکس تخلص کرتے تھے۔ فضائل و کمالات کے مالک تھے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے پھر پاکستان آئے، کتب احادیث مثلاً مشکوٰۃ المصابیح اور شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میر مرتضیٰ شریفی سے پڑھیں ضعف پیری کے غلبہ کی وجہ سے اپنے وطن مالوف غزنین کا ارادہ کیا، پشاور میں انتقال ہو گیا۔ ۹۷۳ھ میں فوت ہوئے۔
۶۶-۱۵۶۵ء

(۸۹) پیر محمد شروانی

پیر محمد شروانی عقلمند اور قابل استاد تھے۔ ان کی مجلس نہایت شگفتہ ہوتی تھی، خوش الحان

سے قندھار پہنچے اور بیرم خاں خانخاناں کی خدمت میں پرورش پائی، فتح ہند کے بعد خطاب ”خانی“ ملا، اس کے بعد ”ناصر الملک“ کا خطاب ملا، مالوہ میں دریائے نربدا میں ڈوب کر مرے۔[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص

(۲) ذخیرۃ الخوانین جلد اول ص ۱۰۱-۱۱۳

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۶۷-۶۸

(۴) طبقات اکبری جلد دوم ص ۴۲۹ (مترجم)

(۹۰) شیخ پیر محمد لکھنوی

شیخ پیر محمد لکھنوی، ظاہری و باطنی علوم کے فاضل اور نہایت اعلیٰ تصنیفات و تالیفات کے مالک تھے، ان کے بزرگ سادات منڈیاہوں (سواد جونپور) سے تھے، کتب درسیہ کی تحصیل جون پور، حرمین شریفین، دہلی، اجمیر اور قنوج میں کرکے لکھنؤ پہنچے، ایک مدت تک شاہ میناؒ کے مزار پر رہ کر ریاضت اور مجاہدہ کیا اس کے بعد مولوی قاضی عبد القادر کی خدمت میں فاتحہ فراغ پڑھا، باطن میں حضرت شاہ مینا کی روح پرفتوح سے تربیت حاصل کی اس کے بعد شاہ عبد اللہ چشتی کی خدمت میں پہنچے اور ارادت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ لکھنؤ میں سکونت کی اجازت ملی، اپنی پیر کی وصیت کے موافق ہمیشہ افادۂ علم میں مشغول رہے جو کچھ فتوحات سے حاصل ہوتا خدا کی راہ میں صرف کردیتے اور اپنے لئے صرف ایک دن کی خوراک کے علاوہ اور کچھ نہ رکھتے۔ اکثر علمائے نامدار نے فاتحہ فراغ ان سے پڑھی اور ان کی وفات کے بعد جو سنہ ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) میں ہوئی شیخ محمد آفاق ان کے جانشین ہوئے وہ ان کے مریدوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے، شیخ پیر محمد کی قبر لکھنؤ میں دریائے گومتی کے کنارے زیارت گاہ ہے اور ”ٹیلہ پیر محمد“ کے نام سے مشہور ہے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۹۶-۹۷

(۲) خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۴۸۲-۴۸۳ (مترجم)

(۹۱) مولوی ببر دہلوی
(۹۲) مولوی ڈھومن سہارنپوری

دونوں حرف شناس بھی نہ تھے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی صحبت میں رہتے تھے قوت و حافظہ البسار رکھتے تھے کہ جو کچھ مولانا سے سنتے تھے لفظ بلفظ یاد رکھتے تھے۔ مولانا کی زبان سے قرآن مجید کا وعظ بارہا سن چکے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ کچھ فرمائیے کہتے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھو۔ اگر پڑھنے والا غلط پڑھتا تو تصحیح کرتے اس کا ترجمہ تفصیل اور ما لہ و ما علیہ مفصل و مشرح بیان کرتے۔ مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا اس زمانہ میں مولوی ببر علی زندہ تھے، میں ان کے اوصاف سن کر ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا نماز جمعہ شاہجہانی مسجد میں ادا کی نماز کے بعد مجلس وعظ منعقد ہوئی بعض لوگوں نے کہا یہی مولوی ببر علی ہیں جو وعظ کہتے ہیں میں نے نہایت توجہ سے ان کا وعظ سنا، جتنا ان کے متعلق سنا تھا اس سے زیادہ ان کو پایا، وعظ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مولوی ببر کو سلام و مصافحہ کیا۔ آیۂ کریمہ "زینا السماء الدنیا بزینت ن الکواکب" پڑھی اور میں نے پوچھا کہ سات سیاروں کے علاوہ جملہ کواکب فلک الافلاک پر ثبت ہیں کہ ان کا ثبوت احادیث نبویہ سے ہوتا ہے پس "تزئین سماء دنیا بہ کواکب" سے کیا مطلب ہے۔ مولوی ببر نے مجھ سے جواب میں کہا۔

"تم نے سنا ہوگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں مکان شیشہ آلات وغیرہ سے کیا اچھا سجا ہوا ہے حالانکہ شیشہ آلات اس مکان کی دیواروں اور چھت میں لگے ہوئے اور لٹکے ہوئے ہیں۔ اس سے حقیقت میں تزئین مکان مقصود ہے اسی طرح کواکب اگرچہ فلک الافلاک پر لگے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ان کواکب سے سماء دنیا کو زینت و روشنی حاصل ہے اس وجہ سے "زینا السماء الدنیا" فرمایا ہے۔[۱]

صحبت صالح ترا صالح کند

[۱] ملاحظہ ہو:- کمالات عزیزی، از نواب مبارک علی خاں، حکایت نمبر ۵۳ (مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) (مترجم)

(۹۳) شیخ تاج الدین دہلوی

شیخ تاج الدین دہلوی ابن شیخ زکریا اجودھنی دہلوی اکبر بادشاہ کے عہد کے (شاہی) ملازمین میں

سے تھے شیخ امان پانی پتی کے شاگرد تھے ان کی تصنیفات سے شرح لوائح و شرح نزہتہ الارواح ہیں کہتے ہیں کہ وہ بھی اکبر بادشاہ کی بداعتقادی کا باعث تھے۔ لہ

لہ شیخ تاج الدین دہلوی کئی کتابوں کے مصنف اور ممتاز صوفی تھے تاج العارفین کے لقب سے مشہور تھے علم توحید میں دوسرے شیخ ابن عربی تھے ابن العربی کی تصانیف سے کئی چیزیں لائے جن سے آزادی اور آزاد خیالی کا سبق ملتا تھا۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی ایسی تاویل و ترجمانی کی کہ بادشاہ حیران رہ گیا بادشاہ کے لئے سجدہ تجویز کیا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) منتخب التواریخ ج ۳ ص ۷۹

(۲) رود کوثر ص ۸۶-۸۷ (مترجم)

(۹۴) مولوی تراب علی لکھنوی

مولوی تراب علی بن شیخ شجاعت علی بن مفتی فقیہہ الدین بن مفتی محمد دولت بن مفتی ابو البرکات مصنف فتاوی جامع البرکات ان کا نام رکن الدین محمد اور ان کی کنیت ابو البرکات ہے۔ ان (مولوی تراب علی) کے نسب کا سلسلہ مصعب بن زبیرؓ سے ملتا ہے ان کے بزرگ یمن کے رہنے والے تھے۔ وہ ۱۲۱۳ھ ۹۹-۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے ان کی ولادت کی تاریخ "برخوردار" سے نکلتی ہے انہوں نے سید مخدوم لکھنوی، مولوی اسمٰعیل لندنی، مولوی مظہر علی لکھنوی اور مولوی ظہور اللہ لکھنوی سے تحصیل علم کی اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے، طلباء کے درس و افادہ میں عمر بسر کی ۱۲ / صفر ۱۲۸۱ھ ۶۵-۱۸۶۴ء میں قصبہ محمد آباد ضلع اعظم گڑھ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے لفظ فارغ سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے ان کی تصنیفات بہت ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

تصانیف (۱) شمس الضحیٰ ازالۃ الدجیٰ (۲) التکملۃ العلی للوادالعدلی (۳) المرافقۃ الثالثۃ (۴) مصفاۃ الاذہان فی تحقیق السبحان (۵) العشرۃ الکاملۃ (۶) تتمیمہ مصفاۃ الاذہان (۷) التحقیقات البدیعیۃ الشوکیۃ فی توہین الهفوات السعدیہ، (۸) التحقیقات الزکیہ فی التوہمات السعدیہ (۹) حاشیہ شرح ملا جامی (نا تمام) (۱۰) ازالۃ الفضل عن شعار المطول، (۱۱) الترشیح الجلی فی مسائل المرور امام المصلی (۱۲) القول الصواب فی مسائل الخضاب (۱۳) العجالۃ الدقیقہ (۱۴) سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح

(۱۵) التعلیق المرضی علی شرح القاضی (۱۶) التعلیق الاحسن علی شرح ملا حسن (۱۷) حاشیہ شرح سلم مولوی حمد اللہ سندیلوی (۱۸) شوکۃ الحواشی لازالۃ الغواشی (۱۹) حاشیہ صدرا (۲۰) لجۃ الروایات فی اجوبۃ اولاقحات (ناتمام) (۲۱) الهلالین علی الجلالین (ناتمام) (۲۲) شرح فارسی قصیدہ بردہ (۲۳) شرح فارسی قصیدہ تنترانی (۲۴) تحصیل الجزہ بآداب العمرہ (۲۵) شرح فارسی تحصیل الجزہ (۲۶) مسالک السداد فی مسائل الافراد (۲۷) ہدایۃ الانام فی آداب الاحرام (۲۸) تحصیل التخضع بآداب التمتع (۲۹) الفوز المبین بآداب البلد الامین (ہر دو ناتمام ہیں) (۳۰) فوائد القرب فی آداب الاکل والشرب (۳۱) درک المآرب فی آداب اللحی والشوارب (۳۲) شرح شمس بازغہ (ناتمام) (۳۳) التحقیقات الکمالیہ فی ابطال ارتدادات الکلالیہ (۳۴) الحبالۃ البکیہ (۳۵) سواء الطریق لابطال اقوال الزندیق (۳۶) ہدایۃ النجدین الی مسائل العیدین (۳۷) قرۃ العینین فی ابطال مسح الرجلین (۳۸) رسالہ در فضائل حضرت صدیق رض (۳۹) رسالہ در فضائل حضرت عثمان رض (۴۰) رسالہ معراجیہ وغیرہ۔

لہ حدائق الحنفیہ میں سن انتقال ۱۲۸۰ھ ۶۴-۱۸۶۳ء تحریر ہے ملاحظہ ہو ص ۴۸۱

نیز دیکھئے۔ (۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۰۵-۱۰۶

(۲) المشاہیر ص ۸۸

(۳) تذکرہ یاران زمان (قلمی) از احمد علی ص ۱۰۳ (مترجم)

(۹۵) شاہ تراب علی کاکوروی

شاہ تراب علی کاکوروی ابن شاہ محمد کاظم قلندر، نہایت فاضل صوفی تھے اور علم تصوف میں عبور کلی رکھتے تھے ان کو معدن تہذیب و اخلاق بھی کہہ سکتے ہیں، مطالب رشیدی، اصول مفسرہ اور دیوان اشعار وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں ان کے دو بیٹے یعنی مولوی شاہ حیدر علی لہ اور مولوی شاہ نقی علی تھے ہر دو (صاحبزادے) ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے۔ لہ

لہ شاہ حیدر علی بن شاہ تراب علی، کاکوری میں ۱۲۰۵ھ ۹۱-۱۷۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ کتب درسیہ کی تکمیل شاہ حمایت علی سے کی باطنی علوم اپنے والد ماجد سے حاصل ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے ایک مدت تک مخلوق کے ارشاد وہدایات میں مصروف رہے۔

۱۶۸۲ھ / ۶۸-۱۸۶۷ء میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۱۴۳-۱۴۵)

۵۲ شاہ تراب علی ۱۱۸۱ھ / ۶۸-۱۷۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ شاہ باسط قلندر کے مرید و خلیفہ تھے، علوم ظاہری قدرت اللہ بلگرامی، معین الدین بنگالی، شیخ حمید الدین کاکوروی اور مولانا فضل اللہ نیوتنوی سے حاصل کئے تھے۔ ۵ رجمادی الاول ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء میں انتقال ہوا کاکوری میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ انتقال یہ ہے

از وجود پاک آں قطب زماں — بر فلک گویا دماغ ہند بود
نور او با نور حق واصل شدہ — سال تاریخش چراغ ہند بود

ملاحظہ ہو:- (۱) برکات الاولیاء ص ۲۰۰-۲۰۱
(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۰۷-۱۰۸
(۳) تذکرہ مشاہیر کاکوری ص ۷۵-۸۱
(۴) اذکار الابرار از شاہ محمد تقی حیدر ص ۳۸۲-۴۰۴ (مترجم)

(۹۶) مولوی تفضل حسین خاں کشمیری

مولوی تفضل حسین خاں کشمیری "خان علامہ" کے عرف سے مشہور تھے۔ خود شیعہ مذہب اختیار کیا، سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں پرورش پائی، علوم عقلیہ و نقلیہ میں نہایت فاضل تھے علم ریاضی میں بہت شہرت تھی دہلی میں مولوی وجیہہ شاگرد ملا نظام الدین سہالوی سے اور کتب معقول و ریاضیات مرزا محمد علی ابن مرزا خیر اللہ مہندس سے پڑھیں لکھنؤ میں ملا حسن فرنگی محلی سے میر زاہد شرح مواقف کا سبق لیا اور علم حکمت کی دوسری کتابیں مثلاً شفاء وغیرہ اپنے آپ مطالعہ کیں [illegible] میں "انی اعلم مالا تعلمون" کا پرچم لہرا دیا۔ جب نواب سعادت علی خاں کے اتالیق تھے تو الہ آباد میں مولوی غلام حسین دکنی (شاگرد مولوی برکت اللہ الہ آبادی) سے مولوی دلدار علی کے ذریعہ علم منطق میں مباحثہ کیا اور بنارس میں شیخ محمد علی حزیں سے استفادہ علمی کیا دانشمندان فرنگ کے نزدیک بھی بہت معزز تھے۔ عربی، فارسی، انگریزی اور لاطینی بہت اچھی جانتے تھے۔ طریقۂ زندگی نہایت سادہ تھا، کچھ دنوں آصف الدولہ کے وکیل رہے پھر نواب موصوف کے نائب مقرر ہوئے اس زمانے

میں کبھی سادہ روی کو نہ چھوڑا، دروازہ پر دربان مقرر نہیں کیا ہر شخص کی ان تک رسائی تھی آصف الدولہ کے انتقال کے بعد نواب سعادت علی خاں لکھنوی کے عہد میں نیابت سے استعفاء دے دیا مطالعۂ کتب اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ان کی تصنیفات سے حکمائے فرنگ کے فن ہیئت کے متعلق ایک کتاب اور جبر و مقابلہ کے متعلق دو دوسری کتابیں ہیں کلکتہ میں فالج یا مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہوئے تبدیل آب و ہوا کی غرض سے لکھنؤ جا رہے تھے کہ کلکتہ اور مرشد آباد کے درمیان ۱۸ شوال ۱۲۱۵ھ ۱۸۰۱ء میں انتقال ہوا۔ [1]

[1] علامہ تفضل حسین کی تصنیفات سے شرح علی "مخروطات ایلونوس" شرح علی "مخروطات دیوبال" شرح علی "مخروطات ثمنی" اور رسالہ جبر و مقابلہ مشہور ہیں۔
تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تاریخ اودھ جلد سوم ص ۳۴۵-۳۴۹
(۲) رود کوثر ۶۲۴-۶۳
(۳) مفتاح التواریخ ص ۳۷۱
(۴) عماد السعادت از غلام علی ص ۱۵۴-۱۵۹
(۵) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ۱۰۹-۱۱۱
(۶) قیصر التواریخ جلد اول ۱۱۷-۱۲۰
(مترجم)

(۹۷) مُلّا تقی الدین شوستری

ملا تقی الدین، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں علوم عقلی و نقلی میں مہارت تامہ کے مالک تھے طبع موزوں رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے حکم سے شاہنامہ فردوسی کو نثر میں لکھا اور بقول ملا عبد القادر بدایونی ریشمی کپڑے کو ٹاٹ اور سوت کو روئی کر دیا۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو (۱) منتخب التواریخ ص ۴۸۴-۴۸۵
(۲) بزم تیموریہ ۱۰۷
(۳) طبقات اکبری جلد دوم ۵۱۳
(مترجم)

(۹۸) مولوی تقی علی کاکوروی

مولوی تقی علی کاکوروی ابن شاہ تراب علی قلندر ابن شاہ محمد کاظم قلندر ساکن قصبہ کاکوری (مضافات لکھنؤ) مولوی محمد مستعان[1] کاکوروی کے شاگرد تھے۔ ہمیشہ درس اور افادہ تعلیم میں مشغول رہے، کتاب روض الازہر فی مآثر القلندر ان کی یادگار ہے۔ عمر زیادہ پائی ۱۰ رجب ۱۲۹۰ھ بروز بدھ قریب ایک بجے انتقال ہوا۔[2]
۱۸۷۳ء

[1] مولوی محمد مستعان، کاکوروی بن شیخ عبدالسبحان کاکوروی، شیخ قیام الدین کاکوروی کی اولاد میں سے تھے۔ حنفی فقہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے کاکوری میں پیدا ہوئے وہیں پرورش اور تعلیم و تربیت پائی تحصیل علم مولانا محمد اعلم بن شاکر اللہ سندیلوی سے کی۔ شیخ تقی علی کے مرید ہوئے۔ بہت بڑے عالم تھے منطق، حکمت، اصول اور کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے، نہایت زاہد متقی اور پرہیزگار زرگ تھے، رجب ۱۲۲۷ھ میں انتقال ہوا۔ (نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۶۳)
۱۸۱۲ء

[2] مولوی تقی علی کاکوروی ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے علوم درسیہ کی تحصیل شیخ حمایت علی اور اپنے بڑے بھائی حیدر علی وغیرہ سے کی۔
۱۷۹۸-۹۹ء

ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۱۱

(۲) اذکار الابرار ص ۴۶۳-۴۶۲

(۳) روض الازہر فی مآثر القلندر ص ۱۲۴-۶۱

(۹۹) مولوی ثابت علی ساکن پورکا

مولوی ثابت علی ابن شیخ نہال الدین صدیقی ساکن موضع پورکا متصل پورہ مفتی پرگنہ چائل ضلع الہ آباد مولوی محمد اشرف لکھنوی کے شاگرد تھے کتب منطق میں کامل مہارت رکھتے تھے، اوائل وقت کی ملازمت کے ساتھ درس و تدریس بھی کرتے تھے جس زمانہ میں وہ مولوی محمد عمر برادر زادہ مولوی محمد ظہور مچھلی شہری کی تعلیم کے لئے غازی پور میں ملازم تھے مؤلف کتاب (مولوی رحمان علی) نے شرح جامی ان کی

خدمت میں پڑھی ان کا انتقال ۱۷ ربیع الاول بروز پیر ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء کو موضع بھکا وطن مالوف میں ہوا
له ملاحظہ ہو مظہر العلماء ص ۴۷ (مترجم)

(۱۰۰) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء قدس سرہ پانی پتی کی اولاد میں ہیں عالم پرہیزگار اور متقی روزگار تھے، سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اور ۱۶ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے زمانہ طالب علمی میں کتب درسیہ کے علاوہ ایک سو پچاس کتابیں مطالعہ کیں پہلے شاہ محمد عابد سنامی قدس سرہ سے بیعت کی پھر ان کی وفات کے بعد حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ الحمید کی خدمت میں فیض حاصل کیا۔ حضرت مرزا نے علم الہدیٰ کے لقب سے سرفراز فرمایا اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز "بیہقی وقت" کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے ایک زمانہ تک افاضۂ فیض ظاہر و باطن، اشاعت علوم، فصل خصومات افتاء سوالات اور حل مشکلات میں مشہور رہے، علم تفسیر، فقہ، کلام اور تصوف میں نہایت فاضل تھے خصوصاً علم فقہ میں ایسا مرتبہ حاصل تھا کہ اس میں کئی کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے اور مشکل سوالات کے جوابات میں بہت سے خطوط تحریر فرمائے ان کی ایک کتاب تفسیر مظہری ہے جو سات کلاں جلدوں میں کافی ضخیم ہے کتاب "سیف المسلول" کو رد مذہب شیعہ میں شمشیر برہنہ کہتے ہیں، ارشاد الطالبین، رسالہ مالا بدمنہ، تذکرۃ الموتیٰ والقبور، تذکرۃ المعاد، حقوق الاسلام، جو حقیقت الاسلام کے نام سے مشہور ہے، رسالہ حرمت واباحت سود، رسالہ حرمت متعہ، رسالہ شہاب ثاقب وغیرہ ان کی دوسری کتابیں اور رسالے بھی ہیں جن کی تعداد تیس سے زیادہ ہوگی قاضی صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں ہوئی۔

مولوی حافظ محب اللہ پانی پتی نے ان کی تاریخ انتقال آیہ کریمہ، "فھم ملومون فی جنۃ النعیم" سے نکالی ہے۔ علیہ الرحمۃ والمغفرۃ من الغفور الرحیم له
۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

له تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۸۹-۶۹۰

(۲) علم و عمل جلد اول ص ۱۷۲-۱۷۳
(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۵-۴۶۶
(۴) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۱۲-۱۱۴
(۵) الیانع الجنی ص ۶۷
(۶) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۲۰۶-۲۱۷
(۷) اتحاف النبلاء ص ۲۴۰-۲۴۱
(۸) مظہر العلماء ص ۴۷-۴۸
(۹) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۰۲-۳۰۴
(۱۰) مقامات مظہری ص ۶۵-۶۷

(مترجم)

(۱۰۱) شیخ جان محمد لاہوری

شیخ جان محمد لاہوری، ماہر شریعت و طریقت اور مقتدائے زمانہ تھے محلہ پرویز آباد میں رہتے تھے یہ محلہ بیرون لاہور (واقع) ہے۔ عہد طفلی میں جب شیخ عبد الحمید خلیفہ شیخ اسمٰعیل عرف میاں کلاں لاہوری کی خدمت میں تحصیل علم کرتے تھے تو ایک دن اپنے استاد کے ساتھ میاں موصوف (شیخ عرف میاں کلاں) کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت میاں صاحب نے ان سے فرمایا اگر تم عالم ہوئے تو مجھ سے تکرار حدیث کرو گے شیخ جان محمد حیا اور ادب کی وجہ سے خاموش رہے پھر استاد کے اشارہ کرنے پر عرض کیا کہ اگر آنجناب کی توجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو ضرور خدمت میں حاضر ہوں گا میاں موصوف نے ہاتھ اٹھائے اور ان کے حق میں دعا مانگی جو قبول ہوئی ان کو جلد [illegible] ایسی استعداد حاصل ہوگئی کہ شیخ عبد الحمید نے ان کی تعلیم سے اپنے آپ کو فارغ پا [illegible] شیخ تیمور لاہوری کے سپرد کر دیا شیخ تیمور کی خدمت میں زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ فاتحہ فراغ ہو گئی۔ ایک دن میاں کلاں کی توجہ نے شیخ جان محمد کو اپنی طرف کھینچ لیا، جب جان محمد ان کی خدمت میں پہنچے تو میاں کلاں نے ان سے معانقہ کیا، باطنی نعمت عطا فرمائی اور کہا کہ حسب وعدہ بروز پیر اور جمعہ مجھ سے تکرار حدیث کرنی ہوگی، چنانچہ میاں موصوف کی زندگی تک معینہ دنوں میں حاضر ہوتے اور تکرار حدیث

کرتے جس حدیث میں شبہ ہوتا تھا تو میاں کلاں مراقبہ کے ذریعہ سے حضور پرنور رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اس کی تصیح فرمالیتے رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۱۲۰ھ/۹-۱۷۰۸ء میں انتقال ہوا اور بیرون دروازہ میں دفن ہوئے کہتے ہیں کہ چند سال کے بعد اس محلہ کے چودھری سے خواب میں کہا کہ نعش کو نکال کر میاں کلاں مرحوم کے مرقد کے پاس دفن کرو، ورنہ تمھارے محلہ پر سخت بلا نازل ہوگی، صبح کو اس چودھری نے ان کی نعش مبارک قبر سے نکال کر میاں کلاں کے قریب دفن کردی، رحمۃ اللہ علیہ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو حدائق الحنفیہ ص ۴۳۳-۴۳۴ (مترجم)

(۱۰۲) سید جان محمد بلگرامی

سید جان محمد بلگرامی، ابن سید معین الدین سنہ ۱۰۸۳ھ/۳-۱۶۷۲ء میں پیدا ہوئے پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر علوم متعارفہ کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور تمام علوم میں لیاقت و قابلیت حاصل کی خط نسخ خوب لکھتے تھے، زیارات کے شوق میں بغداد، سر من رائے، نجف، کربلا، طوس اور بیت الحرام پہنچے اور حج کے بعد مدینہ منورہ میں موت کی تمنا میں مقیم ہوگئے (مسجد نبوی) میں قرآن کریم کی تصحیح کرتے تھے اور اسی مقام مقدس میں سنہ ۱۱۴۹ھ/۳۷-۱۷۳۶ء میں انتقال ہوا بقیع میں دفن ہوئے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۷۷-۲۸۴

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۱-۴۴۲

(۳) ابجد العلوم ص ۹۲۲ (مترجم)

(۱۰۳) مولوی جان محمد لاہوری

لاہور کے بڑے عالم اور بزرگ شیخ تھے جمعہ کے دن وعظ کہتے تھے مخلوق خدا دور و نزدیک سے ان کی خدمت میں پہنچتی تھی اور ان کے علم و عمل سے خوب مستفید ہوتی تھی ۱۲۶۸ھ/۵۲-۱۸۵۱ء میں لاہور میں انتقال ہوا [۱]

سلہ مولوی جان محمد لاہوری ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے تدریس و تصنیفات میں مشغول رہے، ان کے شاگردوں میں مولوی محمد عالم کھوڑی، مولوی محمد کرامت اللہ، مولوی غلام محمد ملتانی اور مولوی فخر الدین وغیرہ تھے، تصنیفات حسب ذیل ہیں:-

زبدۃ التفاسیر والتذکیر (وعظ) رسالہ اثبات خلافت معاویہؓ، رسالہ عقائد حنفیہ، رسالہ رد روافض، شرح قصیدۂ بردہ، شرح قصیدہ امالی، معراج نامہ، رسالہ حرمت تمباکو، رسالہ عدم فرضیت جمعہ۔

ملاحظہ ہو۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۷۵-۴۷۶ (مترجم)

(۱۰۴) شیخ چاپن میواتی

شیخ چاپن، قصبہ سہنہ کے رہنے والے تھے جو اٹھارہ کوس کے فاصلہ پر میوات میں ایک قصبہ ہے، فاضل صوفی اور شیخ عبد العزیز دہلوی کے مشہور خلیفہ تھے، فقراء کے سجادہ نشین تھے، کتب تصوف مثلاً فصوص الحکم اور نقد النصوص وغیرہ کا طالبوں کو درس دیتے تھے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو آخر عمر میں ان سے بہت اعتقاد پیدا ہو گیا تھا، بعض مہمات میں ان سے مدد چاہتا تھا اور محل شاہی کے قریب عبادت خانہ میں ایک جگہ ان کے لئے مقرر کر دی تھی — راتوں کو خلوت میں ان کے پاس حاضر ہوتا تھا۔ بادشاہ نے جب انھیں نماز معکوس پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے خیالات بدل گئے۔ شیخ نے ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء میں انتقال کیا۔

سلہ ملاحظہ ہو۔ منتخب التواریخ ج ۳ ص ۲۶-۲۷ (مترجم)

(۱۰۵) مولوی جعفر

مولوی جعفر ساکن ولمئو (مضافات لکھنؤ) متقی اور پرہیزگار عالم تھے ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء میں انتقال ہوا سلہ

سلہ مولوی جعفر بن شیخ باقر نہایت صالح بزرگ تھے، ولمئو میں پیدا ہوئے اکثر درسی کتابیں شیخ محمد واضح بن محمد صابر سے پڑھیں بعد علوم معقول کی تحصیل مولانا فضل امام خیرآبادی سے کی۔

ملاحظہ ہو۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۱۶-۱۱۷ (مترجم)

(۱۰۶) سید جلال کشمیری

سید جلال کشمیری ابن سید جمال عالم اور عامل تھے کتب فقہ وحدیث حفظ تھیں اپنے آباء واجداد کے قبرستان کے قریب خانقاہ بنالی تھی پرہیزگاری سے زندگی گزارتے تھے ۱۲۱۷ھ ۱۸۰۲-۳ء میں انتقال کیا[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ۳ ۴۶۲-۴۶۳ (مترجم)

(۱۰۷) شیخ جلال تھانیسری

شیخ جلال تھانیسری، خلیفہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ، علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ علوم دینیہ اور معارف یقینیہ کی نشرواشاعت میں مشغول رہتے تھے، آخر زمانہ میں علوم رسمیہ کو چھوڑ دیا تھا اور خلوت نشین ہو گئے تھے اپنے اوقات ختم قرآن مجید، نوافل، درود اور دعا میں گزارتے تھے ان کی عمر ترانوے ۹۳ سال کی ہو گئی تھی اور وہ بہت کمزور ونحیف ہو گئے تھے صرف کھال اور ہڈیاں رہ گئی تھیں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی تھی کمزوری وناتوانی کی وجہ سے تکیہ لگائے ہوئے سوتے رہتے تھے۔ جس وقت اذان کی آواز سنتے کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اٹھتے جوتیاں پہن کر اور عصا ہاتھ میں لے کر طہارت کرتے اور نماز ادا فرماتے اور پھر اسی طرح بستر پر سوجاتے ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں انتقال ہوا۔ لفظ "شیخ الاولیاء" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔[1]

[1] شیخ جلال تھانیسری بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ عہد اکبری کے علماء میں مشہور تھے۔ اکبر بادشاہ نے جب اپنے بھائی محمد حکیم مرزا پر فوج کشی کی تو راستہ میں وہ شیخ جلال تھانیسری سے ملا تھا دوران ملاقات میں شیخ نے مسئلہ توحید کی وضاحت میں یہ رباعی پڑھی۔

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تاختہ — پس برنگے ہر یکے تاب عناں انداختہ
جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف — اختلافے درمیاں ایں و آں انداختہ

شیخ جلال نے تحقیق اراضی الہند کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ بادشاہ جسے چاہے زمین دے سکتا ہے اور وہ اس کا حق ہو جاتی ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھئے:۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۳۹۵-۳۹۶

(۲) تذکرۃ العابدین امداد العارفین ص ۲۵-۲۶

(۳) علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اوّل ص ۴۲۶-۴۳۲

(۴) رود کوثر ص ۷۱

(۵) مفتاح التواریخ ص ۱۸۹

(۶) تحقیق اراضی ہند (قلمی) مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ۔

(۷) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۸۲-۸۳

(۸) اخبار الاخیار ص ۲۸۵

(۹) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۳۹-۴۴۱

(۱۰) سفینۃ الاولیاء ص ۱۳۷-۱۳۸

(۱۱) معارج الولایہ (قلمی) ص ۱۰۱-۱۳۰ (مترجم)

(۱۰۹) مولانا جلال الدین مانکپوری

مولانا جلال الدین، مولانا حسام الدین مانک پوری کے دادا تھے۔ بزرگ شخص، عالم، عابد، صابر اور متقی تھے وہ نماز (عشاء) کے بعد اس وقت تک سوتے تھے جب تک کہ لوگ جاگتے رہتے تھے یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کرتے روزانہ اکتالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتے، نماز ظہر کے بعد علم دین کی تعلیم دینے اور معاش کتابت کے ذریعے پیدا کرتے تھے۔ قرآن شریف لکھتے تھے اور [illegible] دیتے تھے جو پانچ سو تنکہ میں ہدیہ ہوتا تھا بغیر وضو قلم نہیں پکڑتے تھے۔ اگر کوئی [illegible] تو اس زمانہ میں گوشت نہیں کھاتے تھے شاید کھائے ہوئے جانوروں کا گوشت ہو۔ شیخ محمد یوسف نظام الدین اولیاء کے مرید تھے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۴۹-۵۰

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۷۸ (مترجم)

(۱۰۹) مولوی جلال الدین احمد بنارسی

مولوی جلال الدین احمد بنارسی، ابن مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی، ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء میں پیدا ہوئے اپنے والد اور مولوی احمد اللہ بنارسی سے علوم متعارفہ کی تحصیل کی، سند حدیث مولوی عبدالحق بنارسی سے حاصل کی، عامل بالحدیث، سنت نبوی کے متبع اور قانع و متقی تھے۔ حافظہ اس قدر قوی تھا کہ روزانہ کلام مجید کا ایک سپارہ حفظ کر کے رات کو ماہ رمضان میں تراویح میں پڑھتے۔ فرہنگ اخوان الصفاء، فاتحۃ الصواب فی قراۃ فاتحۃ الکتاب، زبدۃ القوانین، صرف و نحو میں شرح کافیہ، (ناتمام) قواعد اردو (ناتمام) ان کی تصنیفات سے ہیں، بنارس کالج میں مدرس اول کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲-۶۳ء میں ۵۸ سال کی عمر میں انتقال کیا[1]

[1] فاتحۃ الصواب فی قراۃ فاتحۃ الکتاب کا خلاصہ زبدۃ الالباب کے نام سے کیا جو سعید المطابع دانانگر میں چھپ چکا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(۱) تذکرہ مشائخ بنارس ص ۲۲-۲۳

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۰۳

(۳) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۲۴۵-۲۴۶

(مترجم)

(۱۱۰) مولانا جلال الدین رومی

مولانا جلال الدین رومی صاحب فن استاد تھے، فیروز شاہ بادشاہ کے زمانہ میں مدرسہ فیروز شاہی واقع دہلی میں علوم دینی کے افادہ میں مشغول رہتے تھے اور طلبہ کو ہمیشہ تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیتے تھے[1]

[1] مولانا جلال الدین رومی شیخ قطب الدین رازی شارح شمسیہ کے شاگرد تھے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۲۶

(مترجم)

(۱۱۱) قاضی جلال الدین ملتانی

قاضی جلال الدین ملتانی، فاضل متبحر، حق گو اور حق پسند تھے۔ شروع میں تجارت کرتے تھے درمیانی

عمر میں درس میں مشغول ہوئے کچھ دنوں اکبرآباد میں رہے، قاضی یعقوب کے معزول ہونے کے بعد اکبر بادشاہ کے حکم سے قاضی ہند کے عہدہ پر سرفراز ہوئے دیانت وامانت کے اعتبار سے بہترین قاضی تھے۔ لیکن بدقسمتی سے بیٹا ناخلف اور بددیانت تھا، دکن کی طرف ان کا اخراج ہوا۔ اس علاقہ کے حکام نے دین اسلام میں ان کی مہارت اور کلمۃ الحق کے اظہار کی شہرت سُنی تھی ان کی تعظیم و تکریم میں بڑی کوشش کی وہاں سے زیارت بیت اللہ الحرام کو گئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ علیہ الرحمۃ والرضوان [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ۳ ۲۳۲۔

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ۲۴۵۔ (مترجم)

(۱۱۲) سلطان جلال الدین قریشی

سلطان جلال الدین قریشی، فاضل متبحر، صاحب حال درویش اور مجذوب صورت تھے اکثر ننگے سر اور ننگے پیر رہتے تھے۔ جنگلوں میں گھومتے کبھی ستر پوشی ہی پر اکتفاء کرتے، علوم عقلی ونقلی اور رسمی وحقیقی زبان پر تھے اور جب کبھی تقریر کا اتفاق ہوتا تو خوب بیان کرتے کسی چیز اور کسی شخص سے تعلق نہیں رکھتے، عربی فارسی اور ہندی میں شعر کہتے تھے قلندریہ طریقہ تھا عبادت میں فرائض وسنن ہی پر اکتفاء کرتے تھے، فصوص الحکم اور تمام کتب تصوف یاد تھیں کچھ دنوں دہلی میں سادات بیانہ، آگرہ اور اس کے قرب وجوار میں بھی رہے تھے ان کی عمر ۷۲ سال کی تھی ۹۴۸ھ / ۱۵۴۱ء میں انتقال ہوا اور مندرو کے کسی گاؤں میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ [۱]

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ۲ ۲۴۹-۲۵۰

(۱۱۳) سید جلال الدین حمید عالم

سید جلال الدین حمید عالم بن سید محمد ابو المجد محبوب عالم احمد آبادی گجراتی ۲۰ جمادی الاول ۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۲ء میں پیدا ہوئے، علم ظاہر وباطن اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے درجۂ کمال کو پہنچے تعبیر خواب میں رسالہ مرأۃ الرویا اور اعمال واشغال میں رسالہ مفتاح الحاجات ان سے یادگار ہیں۔ ۲۰ ذی الحجہ

۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲-۳ء میں انتقال ہوا احمد آباد گجرات میں دفن ہوئے۔

(۱۱۴) مولوی سید جلال الدین برہان پوری

مولانا سید جلال الدین برہان پوری، عرف اللہ ولے صاحب، مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے شاگرد تھے عارف، زاہد، عابد اور محدث تھے ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں برہان پور میں انتقال ہوا۔ لہ

لہ مولوی جلال الدین بن مولوی نقی شاہ، برہان پور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور ہمشیرہ صاحبہ سے حاصل کی حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کے علماء سے علم حدیث کی تحصیل کی سلسلہ قادریہ میں اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے مخلوق کی ہدایت و اصلاح میں عمر صرف کردی۔

ضروریات المبتدی (اوراد) زاد العباد، رسالہ سنن ابراہیم علیہ السلام، رسالہ زیارۃ القبور، رسالہ مناسک حج، رخصت نامہ، وصیت نامہ، رسالہ مسائل حجامت، رسالہ تخفیف مہر، رسالہ نظم عقائد، رسالہ ختم صلوٰۃ تنجینا، فائدہ عام، اعتذار نامہ بجناب الٰہی حفاظت نامہ قبر، جید الاحکام فی بیان الحلال والحرام انصاف نامہ (رد شیعہ) منافع المسلمین (ختنہ)، رسالہ صرف عربی اور رسالہ صرف فارسی وغیرہ ان کی تالیفات سے ہیں ۵ شوال بروز جمعہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں فوت ہوئے، مولوی شمس الدین فیض نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

بروز جمعہ وہم پنجم شوال ازیں عالم	سوئے جنت روانہ شد جلال الدین حق آئین
سر افسوس کردم قطع و تاریخش رقم کردم	یقیناً بود از خاصان حق سید جلال الدین

۱۲۷۴ - ۱ = ۱۲۷۳ھ
۱۸۵۷ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) تاریخ برہان پور از مولوی خلیل الرحمان ص ۱۷۳-۱۷۵!

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ)

(مترجم)

(۱۱۵) شیخ جمال الدین احمد ہانسوی الخطیب

شیخ جمال احمد، امام اعظم ابوحنیفہ کوفی سے نسبت رکھتے تھے، شیخ فرید الدین گنج شکر کے بڑے

خلیفہ اور کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے، صاحب ترجمہ (شیخ جمال ہانسوی) کے کچھ رسالے اور اشعار بھی ہیں جو اکثر ملتے ہیں، ان میں سے رسالہ ملہمات (عربی) متفرق کمالات کا جامع ہے اس میں درویشی کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی قبر ہانسی میں ہے۔ [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الاخیار ص ۶۷-۶۸ (۲) سیر الاولیاء ص ۵۰۵

(۳) برہان (دہلی) نومبر دسمبر ۱۹۶۰ء (مترجم)

(۱۱۶) مُلا جمال الدین کشمیری

ملا جمال الدین کشمیری، ملا کمال الدین کے بھائی تھے فاضل متبحر اور بابا فتح اللہ کے مرید تھے شب و روز درس و تعلیم میں مشغول رہتے ابو الفقراء - شیخ نصیر الدین - بابا نصیب الدین اور شیخ اسمٰعیل چشتی ان کے شاگردوں میں ہیں وہ ایک قمیص اور ایک بوریہ سے بے تکلفانہ زندگی بسر کرتے تھے ان کی قبر کشمیر میں ہے [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۵۰-۵۱

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۲۲ (مترجم)

(۱۱۷) مولوی جمال الدین فرنگی محلی

مولوی جمال الدین ابن ملا علاء الدین، فصول اکبری کے شارح ہیں، کتب درسیہ سے فراغت حاصل کر کے مدراس پہنچے اور نواب غلام غوث خاں رئیس کرناٹک کی تعلیم پر ڈھائی سو روپے ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہو گئے۔ وہیں ۸، ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ۶۰-۱۸۵۹ء میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ [۱]

[۱] کتب درسیہ اپنے چچا مولانا نور الحق سے ختم فرما کر اکابر علما [illegible] ہوئے زمانہ تک وطن میں قیام فرمایا مزاج ترکانہ تھا۔ ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے قیام وطن ترک فرما کر والد ماجد کے پاس مدراس چلے گئے اور سلسلۂ تدریس جاری فرمایا اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد اپنے والد کے قائم مقام ہوئے اور حسب معمول آپ کے نانا مولانا بحر العلوم کا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا گیا اور وہاں آپ نے درس دینا شروع فرمایا خارج از مدد

نواب محمد غوث خان صاحب بالقابہ کو جو اس وقت ولی عہد تھے اور بعد کو نواب ہوگئے آپ درس دیتے تھے، مولانا نہایت سخی اور ذی استعداد عالم تھے، ہر جمعہ کو مسجد شاہی میں وعظ فرماتے، طریقہ باطنی میں آپ کو اپنے والد ماجد سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی تھی۔ حسب معمول مشائخ آپ گیروے رنگ کی چادر وعمامہ استعمال فرماتے۔ کتب درسیہ پر آپ کے مختلف حواشی ہیں کوئی مستقل تالیف نظر سے نہیں گزری۔"

تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۴۶

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

۱۔ احوال علمائے فرنگی محل ص ۲۳-۲۴

۲۔ حدیقۃ المرام نمبر شمار ۳۴ (مترجم)

(۱۱۸) مولانا جمال لاہوری

مولانا جمال لاہوری، شہر لاہور کے محلہ تلہ کے رہنے والے تھے اپنے وقت کے ممتاز عالم، جمیع علوم کے جامع اور اسمٰعیل اوچی کے شاگرد تھے خوش تقریر اور ظریف تھے اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے مدرسہ میں مدرس تھے کہتے ہیں کہ وہ آٹھ سال کی عمر سے درس دیتے اور معقول ومنقول کے مشکل مباحث آسانی سے شاگردوں کو سمجھا دیتے، متقی وپرہیزگار اور نیک اخلاق کے مالک تھے، شیخ فیضی کی تفسیر کی اکثر جگہ اصلاح کی۔ اوچی، اوچ کی طرف منسوب ہے۔ جو ملتان کے نواح میں ایک قصبہ ہے اوچ پنجابی زبان میں بلند کو کہتے ہیں اور چونکہ یہ قصبہ بلند زمین پر واقع ہے اس لئے اس کا نام اوچ مشہور ہوا۔

(۱۱۹) شیخ جمال دہلوی

شیخ جمال دہلوی نہایت دانش مند اور فاضل تھے جلالی تخلص تھا۔ شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید تھے برصغیر ہند پاکستان سے خراسان گئے، اور سلطان حسین مرزا کے انتقال کے بعد خراسان سے ہند پاکستان آئے سلطان سکندر لودی، بابر اور ہمایوں بادشاہ کی مصاحبت میں

رہے، ان مذکورہ بادشاہوں میں سے ہر ایک ان کی عزت کرتا تھا، ان کی تصنیفات سے سیر العارفین مشہور ہے۔

لہ شیخ جمالی نے اپنی کتاب سیر العارفین میں اپنا نام حامد بن فضل اللہ لکھا ہے مگر اخبار الاخیار میں جلال خاں تحریر ہے۔ کنبوہ شیخ اور دہلی کے باشندے تھے بلاد اسلامیہ کی خوب سیر و سیاحت کی ۹۴۲ھ / ۳۶-۱۵۳۵ء میں انتقال ہوا۔
تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) اخبار الاخیار ص ۲۲۷-۲۲۹

(۲) گلزار ابرار ص ۲۳۴

(۳) سیر العارفین ص ۱-۲

(۴) خسرو ثانی شیخ جمالی دہلوی۔ از ڈاکٹر نذیر احمد (لکھنؤ یونیورسٹی)۔
اردو ادب علی گڑھ، جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۱۱۳-۱۵۸

(۵) مفتاح التواریخ ص ۱۵۰۔

(۶) خزانۂ عامرہ ص ۱۷۷-۱۷۹

(۷) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۸۴-۸۵۔ (مترجم)

(۱۳۰) مفتی جمال خاں دہلوی

مفتی جمال خاں بن شیخ نصیر الدین، برادر میاں لاڈن اپنے والد کے شاگرد تھے اپنے زمانہ میں کنبوہوں کی جماعت میں اعلم العلماء تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ خصوصاً [illegible] علم عربی ادب اور تفسیر میں بے نظیر تھے انھوں نے مفتاح کی [illegible] پر حاشیہ لکھا ہے۔ چالیس مرتبہ کتاب عضدی کا اوّل سے آخر تک درس دیا ہمیشہ درس دیتے تھے اور علوم دینی کی نشر و اشاعت کرتے تھے بادشاہ اور سلاطین کے گھروں پر نہیں جاتے تھے، ہمیشہ حکام کے نزدیک معزز و محترم رہے اور ان کے اکثر شاگرد فاضل ہوئے ہیں عمر نوے برس سے تجاوز ہوئی ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء میں فوت ہوئے ان کی تصنیفات سے شرح

عضدی، شرح مفتاح اور شرح الوار فقہہ مشہور ہیں [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ۳۲۴ ۴

(۲) المشاہیر ۴ ۷۶

(۳) طبقات اکبری جلد دوم ۴ ۴۶۰

(مترجم)

(۱۲۱) جواد ساباط

جواد ساباط، عربی الاصل شخص تھا، اس کا نام جواد ساباط لطفی بن ابراہیم ساباط الساباطی تھا، ملت محمدیہ کو چھوڑ کر مسیحی مذہب اختیار کر لیا اور ناثانائیل ساباط کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء میں کلکتہ میں شیخ احمد شروانی سے ملاقات ہوئی تھی وہ (جواد ساباط) ظریف الطبع، عجیب و غریب لطائف اور عجیب و مضحکہ خیز باتیں بیان کرنے میں یکتائے روزگار تھا، مختلف علوم میں اس کی تصنیفات ہیں۔

تصنیفات:- (۱) الفوائد الفکریہ فی الصرف والنحو بالفارسیہ (۲) ضروریات الصرف ربط الحمار فی رد الاستغدار (اور یہ کتاب مولوی باقر مدراسی کی تصنیف امیر معاویہؓ کے اجتہاد کے اثبات میں ہے) (۳) مقدمۃ العلوم (منطق) (۴) الموجز النافع (عروض) اور قصیدے وغیرہ بھی ہیں (۵) مختصر (قوافی) (۶) الانموذج الساباطی (عروض و قوافی) (۷) شراب الصوفیہ (اصول تصوف) (۸) السہام الساباطیہ (مجربات) (۹) الوظائف الساباطیہ (وہ دعائیں جو اپنے لئے لکھیں (۱۰) موجز الرمل (۱۱) ضرغاطۃ الرمل (۱۲) ہماکۂ ساباطیہ (صرف و نحو ہندی)۔ ان کے علاوہ عربی و فارسی زبان میں کتابیں اور رسالے لکھے ہیں [۱]

[۱] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ۴ ۱۲۵ - ۱۲۶

(۲) علم و عمل جلد اوّل ۴ ۱۹۴-۱۹۵

(مترجم)

(۱۲۲) جوہر ناتھ کشمیری

جوہر ناتھ کشمیری، کشمیر کے مشہور عالم تھے، علوم عقلیہ کے فاضل اور محدث تھے اکثر علوم

سلطان قطب الدین کشمیری کے مدرسہ میں تحصیل کئے حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ مناسک حج بیت اللہ کے ادا کرنے کے بعد حدیث شریف کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں کے ممتاز محدثین اور علماء سے حدیث کی اجازت حاصل کی ملا علی قاری ہروی اور ابن حجر مکی سے حدیث کی اجازت معنعن کے طریقہ سے پائی۔ پھر کشمیر واپس آنے اور اللہ کی عبادت و یاد میں مشغول ہو گئے حلال روزی کے حاصل کرنے کی غرض سے اون کے کاتنے کا پیشہ اختیار کیا جس سے دوشالہ بنایا جاتا ہے علوم دینیہ کا درس دیتے تھے ان کے مشہور شاگردوں میں ملا محمد ٹوپی گر محشی شرح جامی ہیں۔ صاحب ترجمہ (جوہر ناتھ کشمیری) سنہ ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء میں فوت ہوئے اور کشمیر میں ملا حسین خباز کے مرقد کے مشرقی جانب دفن ہوئے۔ [۵]

[۵] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۳

(۲) نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص (مترجم)

(۱۲۳) ملا جیون امیٹھوی

ملا جیون امیٹھوی کا نام شیخ احمد بن ابی سعید بن عبدالرزاق بن خاصہ، صدیقی نسب حنفی مذہب املکی اصل، صالحی بطن اور امیٹھی میں پیدا ہوئے تھے قوت حافظہ خوب تھی۔ ایک مرتبہ سن کر قصیدہ یاد کر لیتے تھے اور درسی کتابوں کی عبارت بغیر کتاب دیکھے زبانی پڑھ دیتے تھے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر اپنے زمانہ کے علماء سے تحصیل علم کی۔ ملا لطف اللہ ساکن کوڑا جہان آباد کی خدمت میں فاتحہ فراغ پڑھی اس کے بعد محی الدین اورنگ زیب بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ بادشاہ موصوف نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا اور ان کے شاگردوں میں شامل ہو گیا، زندگی بھر [illegible] ادب ملحوظ رکھا۔ اسی طرح بادشاہ کی اولاد بھی ان کا ادب کرتی تھی۔ ملا [illegible] اپنی تمام عمر افادہ درس و تصنیف میں گزار دی زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے یکم ربیع الاول سنہ ۱۱۰۵ھ/۱۶۹۳ء میں نورالانوار (شرح منار) لکھنی شروع کی اور ۷، جمادی الاول ۱۱۰۵ھ/۱۶۹۳ء میں مدینہ منورہ میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے ختم کر دی۔ ان کی مشہور تصنیفات میں سے آیات احکام کی شرح میں تفسیر احمدی ہے۔ سنہ ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء میں دہلی میں وفات پائی

ان کی نعش امیٹھی میں دفن ہوئی [۱]

[۱] ملا جیون کے مدرسے کے حالات تاریخی قصبہ امیٹھی مرتبہ شیخ خادم حسین میں تفصیل سے درج ہیں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو:۔

(۱) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۱۶-۲۱۷

(۲) بزم تیموریہ ص ۲۲۴-۲۲۵

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۶

(۴) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۱۹-۲۱

(۵) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۶۵-۳۶۶

(۶) ابجد العلوم ص ۹۰۷

(۷) سبحۃ المرجان ص ۷۹

(۸) معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد دوم ص ۱۱۶۴-۱۱۶۵ (مترجم)

(۱۳۴) میاں حاتم سنبھلی

میاں حاتم سنبھلی، شیخ عزیز اللہ تلنبی سنبھلی کے شاگرد و مرید تھے، اپنے زمانہ میں جامع حیثیت کے مالک تھے، خاص طور سے علم کلام، اصول اور عربی ادب میں بے نظیر تھے۔ صاحب ریاضت متقی اور پرہیزگار تھے، کہتے ہیں کہ شرح مفتاح و مطول کو بسم اللہ کی ب سے تمت کی ت تک (از اوّل تا آخر) چالیس مرتبہ پڑھایا، اسی طرح دوسری کتابوں کو قیاس کرنا چاہیے۔ جب ملا علاء الدین لاری نے حاشیہ عقائد نسفی اپنی تصنیف کو بڑے دعوے کے ساتھ میاں صاحب کے سامنے پیش کیا تو میاں صاحب نے اس کے مطالعہ کے بعد ایسی باریکیاں بیان فرمائیں کہ ملا علاء الدین کو جواب نہ بن پڑا حاصل کلام یہ ہے کہ ستر سال تک مسند ارشاد و افادہ پر متمکن رہے ۹۶۸ھ/۱۵۶۰-۶۱ء میں انتقال ہوا۔ [۱]

[۱] ملا عبد القادر بدایونی، میاں حاتم سنبھلی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے میاں صاحب کے حالات تفصیل سے منتخب التواریخ میں لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۴۲۶-۴۲۸ (۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۸۳ (مترجم)

(۱۲۵) حافظ کوکی

حافظ کوکی، تاشکندی حافظ کے نام سے مشہور تھے، فاضل جلیل تھے، عربی ادب میں خاص طور سے ملا عصام الدین اسفرائینی کے شاگرد تھے تمام علوم سے خوب واقف تھے۔ ان سے مخلوق کو بہت نفع ہوا، سپاہی وضع رکھتے تھے۔ ۹۷۷ھ میں برصغیر ہند پاکستان آئے اور اکبر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوئے بادشاہ کے حضور میں سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی قریب چالیس ہزار روپیہ انعام ملا گجرات کے راستہ سے حرمین شریفین گئے۔

(۱۲۶) حاجی محمد کشمیری

حاجی محمد کشمیر ہمدان کے رہنے والے تھے، ان کے ایک بزرگ، سید علی ہمدانی کے ہمراہ کشمیر میں آکر مقیم ہو گئے تھے، حاجی محمد وہیں پیدا ہوئے دہلی میں آکر علم وفضل حاصل کیا۔ بہت سے علوم میں درجۂ کمال کو پہنچے، درویشی وعبادت میں زندگی گزارتے تھے اور دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ ۱۹ صفر ۱۰۰۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے انتقال کا مادہ تاریخ وفات "نوزدہم بود از شہر صفر" ہے۔ [1]

[1] حاجی محمد کشمیری کی تصنیفات سے شرح حصن حصین، شرح شمائل ترمذی فضائل القرآن، مصباح الشریعہ اور شرح اورادو غیرہ یادگار ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) مفتاح التواریخ ص ۲۰۲
(۲) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۱۲۵-۱۲۶

(۱۲۷) شیخ حبیب اللہ قنوجی

شیخ حبیب اللہ شہر قنوج کے مشائخ کبار میں سے تھے، علوم درسیہ کے عالم اور مولوی علی اصغر قنوجی کے معاصر تھے سلوک وتصوف میں بہت توجہ تھی اور زیادہ تر مخلوق خدا کے ارشاد وہدایت میں مصروف رہتے تھے، جواہر خمسہ، تذکرۃ الاولیاء، روضۃ النبی انیس العارفین

اور الفاضل فی الفقہ ان کی تصنیفات سے ہیں سنہ ۱۱۴۷ھ/۲۸-۱۷۲۷ء میں انتقال ہوا، قنوج میں اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۷-۴۳۸

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۶۲۴ (مترجم)

(۱۲۸) ملا حبیب اللہ فرنگی محلی

ملا حبیب اللہ فرنگی ابن ملا محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق بن ملا سعید بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی، اکثر کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی ملا محمد مبین سے پڑھیں اور ان میں سے بعض اپنے چچا ملا اظہار الحق سے ختم کیں، بڑی کتابیں ملا احمد حسین سے پڑھیں معقولات کی تحصیل ملا محمد حسن کی خدمت میں کی ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے درس کی طرف متوجہ نہ ہوئے ۶ ذی قعدہ ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء کو فوت ہوئے۔ ان کی رحلت کی تاریخ "شد بعرش بریں حبیب اللہ" سے نکلتی ہے۔ ؎

؎ صاحب تذکرہ علمائے فرنگی محل لکھتے ہیں "نہایت ذکی اور عاقل اور منتظم اور خوش اخلاق تھے، ہر ایک کی حاجت روائی میں دامے درمے سخنے قدمے دریغ نہ فرماتے زندگی اور موت کے بعد آپ ممدوح خلائق تھے۔ تدریس و تالیف کی نوبت بوجہ انتظام جائداد اور خانہ داری نہیں آئی۔" (ص ۵۲)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محلی ص ۵۲-۵۳

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۲۸-۲۹ (مترجم)

(۱۲۹) مولانا حسام الدین مانک پوری

مولانا حسام الدین ابن مولانا خواجہ ابن مولانا جلال الدین، شیخ نواب قطب عالم پنڈوی کے مرید و خلیفہ تھے اور مشائخ وقت میں ممتاز تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے فاضل تھے ان کے

ملفوظات کا نام رفیق العارفین ہے جو ان کے ایک مرید نے جمع کئے ہیں ؎

؎ ۸۵۳ھ / ۱۴۴۹ء میں انتقال ہوا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۵۵-۵۶

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۷۶-۱۷۸

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۰۰-۴۰۱

(۴) انوار العارفین ص ۳۱۸-۳۱۹ (مترجم)

(۱۳۰) حکیم حسن گیلانی

حکیم حسن گیلانی حاذق اور مشہور طبیب تھے، اگرچہ ان کا علم زیادہ نہ تھا۔ لیکن اخلاق نہایت اعلیٰ اور خوب تھے ۳، محرم ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء میں فوت ہوئے ؎

؎ ملاحظہ ہو:۔ منتخب التواریخ ص ۱۶۷ (مترجم)

(۱۳۱) شیخ حسن بن طاہر جون پوری

شیخ حسن کے والد شیخ طاہر ملتان سے تحصیل علم کی غرض سے ان اطراف (پورب) میں آئے اور بہت دنوں شہر بہار میں رہے، شیخ بدھ حقانی سے تحصیل علم کی، بہار ہی میں ان کے بیٹے حسن پیدا ہوئے، شباب میں تحصیل علم کے ساتھ (شیخ حسن کو) طلب حق کا جذبہ غالب ہوا، راجی حامد شاہ مانک پوری کے مرید ہوئے۔ شیخ حسن کے علم سلوک و توحید میں کئی رسالے ہیں، ان میں سے ایک کتاب علم سلوک میں مفتاح الفیض ہے۔ شیخ حسن مشائخ جون پور سے تھے [illegible] سکندر لودی کے زمانہ میں اس کی درخواست پر جون پور سے دہلی پہنچے اور [illegible] منڈل میں جو سلطان محمد تغلق کے قلعہ کے برج کا نام ہے، اہل و عیال کے ساتھ ٹھیرے، وہیں ۲۴، ربیع الاول ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء میں وفات پائی۔ ان کی قبر اور ان کی اولاد کی اکثر قبریں وہیں ہیں۔ علیہ الرحمۃ ؎

؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۸۸ - ۸۹

(۲) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۲۳۰ - ۲۳۱

(مترجم)

(۱۳۲) حسن علی موصلی

حسن علی موصلی، شاہ فتح اللہ کے شاگرد رشید تھے، جس سال کابل فتح ہوا اسی سال اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور بڑے شہزادے کی تعلیم پر مامور ہوئے، کچھ دنوں شیخ ابوالفضل نے بھی ان سے خفیہ طور سے فن ریاضی وطبیعات اور جملہ علوم حکمت کی تعلیم پائی اور علوم کے نکات و غوامض ان سے حل کئے، کچھ مدت کے بعد (حسن موصلی) ملازمت ترک کرکے گجرات پہنچے وہاں مرزا نظام الدین احمد اور ان کے بیٹے محمد شریف نے ان سے علوم عربیہ وعقلیہ میں استفادہ کیا اور وہ درجۂ کمال پر پہنچے۔ اس کے بعد ابوالفضل وغیرہ مقربان شاہی نے ان کے کمالات وفضائل کا کچھ ذکر بادشاہی محفل میں کیا ان کی طلبی کا فرمان پہنچا صاحب ترجمہ (حسن علی موصلی) لاہور پہنچے۔ کورنش کے وقت ان کو سجدہ کی تکلیف دی، اس بات سے وہ آزردہ دل ہوکر ۹۹۸ھ (۹۰-۱۵۸۹ء) میں اپنے وطن (موصل) واپس چلے گئے۔[1]

[1] ملاحظہ :- منتخب التواریخ ص ۶۰۴

(مترجم)

(۱۳۳) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی

مرزا حسن علی صغیر، لکھنؤ کے محلہ یحییٰ گنج میں رہتے تھے، میرک جمال الدین لقب اور مرزا کے عرف سے مشہور تھے۔ علوی سادات تھے اپنے کو ہاشمی لکھتے تھے، سند حدیث شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کی سینکڑوں اشخاص نے ان سے علم حدیث حاصل کیا میرے استاد مولوی ابوالخیر محمد معین الدین مشہدی کڑاوی نے ان سے سند حدیث حاصل کی، رسالہ تحفۃ المشتاق فی النکاح والصداق ان کی تصنیفات میں مشہور ہے، ایک کتاب برہان الخلافت اور فتاویٰ، فارسی زبان میں ان سے منسوب ہیں، بعض کہتے ہیں کہ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ منشی خادم علی سندیلوی مؤلف تاریخ جدولیہ نے ۱۲۲۶ھ (۲-۱۸۱۱ء) میں

بمقام باندہ ان سے استفادہ کیا۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے آخر عہد میں لکھنؤ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ سقی اللہ ثراہ۔

ؔ مرزا حسن علی کے والد کا نام عبد العلی تھا۔ درسی کتابیں ملا حیدر علی سندیلوی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) سے پڑھیں، مرزا حسن علی نامور محدث، بلند پایہ مدرس، شیوا بیان مقرر اور سحر طرازانہ خطیب تھے۔ جب سید احمد شہید لکھنؤ وارد ہوئے اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دی تو مرزا حسن علی نے سید احمد شہید کی بڑی تعظیم و تکریم کی اپنے مکان پر دو مرتبہ دعوت کی اور چند چیزیں نذر کیں ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء میں فریضۂ حج ادا کیا۔ مرزا صاحب کے نامور تلامذہ میں مولانا حسین احمد ملیح آبادی، مولانا اولاد حسن قنوجی، مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی، مفتی سعد اللہ مراد آبادی اور مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ۲۶ صفر ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا مرزا صاحب کی تصنیفات سے رسالہ قوس و قزح اور حاشیہ سنن ابن داؤد اور حاشیہ جامع الترمذی بھی ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) الیانع الجنی ص ۷۷

(۲) ابجد العلوم ص ۹۱۷

(۳) اتحاف النبلاء ص ۵۲۳

(۴) علم و عمل جلد اول ص ۲۵۳

(۵) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۳۶-۱۳۷

(۶) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۵۲-۲۲۲

(۷) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی از مولوی عبد [illegible] معارف اعظم گڑھ ص ۴۲۷-۴۴۲ (دسمبر ۱۹۵۶ء) (مترجم)

(۱۳۴) مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنوی

مرزا حسن علی کبیر لکھنؤ کے محلہ محمود نگر کے رہنے والے تھے اور مولوی حیدر علی

سندیوی کے شاگرد تھے۔ [1]

[1] تذکرہ یاران زماں از مولوی احمد علی رسالہ ص ۱۱۳۔

(مترجم)

(۱۳۵) مولانا حسن صغانی لاہوری

مولانا حسن صغانی ابن محمد بن حسن بن حیدر صغانی، صغان ماوراء النہر کا ایک شہر ہے، جو چغان کا معرب ہے۔ ان کے بزرگ وہاں سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے۔ مولانا حسن ۱۵ صفر ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔ اپنے والد سے تحصیل علم کی۔ مولانا موصوف فقیہہ کامل، محدث عامل، عالم ربانی، اور واقف احکام و معانی تھے۔ ۶۱۵ھ/۱۸-۱۲۱۹ء میں بغداد گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اور مختلف علوم میں اچھی کتابیں تصنیف کیں اور وہیں لغت کی کتاب "کتاب العباب" کی تکمیل سے پہلے ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ اپنی وصیت کے مطابق اس سال مکہ معظمہ میں دفن ہوئے۔

ان کی مشہور تصانیف سے مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔ لغت میں شرح القلادہ السمیطیہ فی توشیح الدریدیہ، کتاب الافتعال، کتاب العروض، مشارق الانوار، مصباح الدجی الشمس المنیرۃ، شرح البخاری، درۃ السحابۃ و شرح درۃ السحابۃ (علم حدیث) کتاب الفرائض کتاب احباب (نا تمام) وغیرہ [1]

[1] مولانا حسن صغانی لاہوری کا تعلق بدایوں سے بھی تھا۔ حضرت نظام الدین بدایونی نے لکھا ہے "او از بداؤں است"، اوران ہی کی روایت ہے کہ وہ کول کے نائب مشرف بھی رہے۔ اس سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے اور انہوں نے رضی الدین صغانی بدایونی اور رضی الدین صغانی لاہوری کو دو جداگانہ شخصیتیں قرار دیا ہے۔ صاحب نزہۃ الخواطر اور India's Contribution to the Study of Hadith Literature کے مؤلف کو بھی تسامح ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (ص ۵۳)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد اوّل ص ۱۳۷-۱۵۶۔

(۲) ثمرات القدس ورق ۳۲۸-۳۲۹ ب

(۳) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۰-۱۸۲

(۴) عہد اسلامی کا ہندوستان۔ از ریاست علی ندوی ص ۱۶۸-۱۶۹

(۵) تاریخ الاولیاء، جلد دوم ص ۱۱۷

(۶) تذکرۃ الواصلین ص ۹۹-۱۰۰

(۷) علامہ حسن صغانی کا وطن از مولانا ضیاء احمد بدایونی ذوالقرنین (بدایوں نمبر) بریلی ۱۹۵۶ء

(۸) حدائق الحنفیہ ص ۲۵۲-۲۵۵

(۹) سبحۃ المرجان ص ۲۸-۲۹

(۱۰) ابجد العلوم ص ۸۹۰-۸۹۱

(۱۱) اتحاف النبلاء ص ۲۴۳-۲۴۴

(۱۲) حسن بن محمد الصغانی اللاہوری از مولوی عبدالحلیم چشتی معارف اعظم گڑھ جنوری تا ستمبر ۱۹۵۵ء [illegible] ۱۱۰

(۱۳۶) امیر حسن بن علاء سجزی دہلوی

امیر حسن سجزی اپنے زمانہ کے فضلاء میں صاحب عزت و مقام تھے، شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں شیخ سے قربت و عنایت کی خصوصیت رکھتے تھے حسن معاملہ، صفائے سینہ اور دوسری اچھی صفات میں یگانہ روزگار تھے تصوف کی خوبیوں کے مالک اور امیر خسرو کے مصاحب و معاصر تھے۔ غیاث الدین بلبن کی مدح میں ان کے قصیدے ہیں امیر خسرو کے ہمراہ سلطان مذکور کی مدح کرتے ہے، امیر حسن کی ایک کتاب فوائد الفواد ہے اس میں انہوں نے [illegible] کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ کتاب مذکور الفاظ کی متانت اور معانی کی [illegible] کے اعتبار سے شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مریدوں اور خلفاء کے درمیان مثل ایسے دستور کے رہی ہے۔ ؎

؎ دہلی میں پیدا ہوئے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی کے خلیفہ، فاضل اجل شاعر بے مثل اور معزز تھے۔ دربار شاہی میں بھی تعارف تھا۔ سلطان غیاث الدین ان کی بہت قدر کرتا تھا آخر میں دیوگری تشریف لے گئے اور وہیں ۷۳۶ھ میں انتقال
۱۳۳۵-۳۶ء

ہوا۔ دیوگری میں مزار ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) اخبار الاخیار ص ۱۰۱ - ۱۰۳

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۳۴۴

(۳) تذکرہ مراۃ الخیال ص ۶۷ - ۶۸

(۴) گلزار ابرار ص ۹۳ - ۹۵

(۵) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۱۹۲

(۶) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۱۳۳

(۷) نفحات الانس (اردو ترجمہ) تصنیف مولانا عبدالرحمان جامی (ترجمہ حافظ احمد علی چشتی) ص ۶۲۶ - ۶۲۷ (لاہور ۱۹۵۵ء) (مترجم)

(۱۳۷) مولوی حسین علی سندیلوی

مولوی حسین علی سندیلوی ولد غلام مرتضیٰ۔ اصل میں قصبہ صفی پور کے رہنے والے تھے، مخدوم عبدالصمد عرف شاہ صفی صفی پوری کی بہن کی اولاد میں تھے، اُن کا سلسلۂ نسب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے۔ ان کے سلسلے کے بزرگ چار پشتوں سے قصبہ سندیلہ میں رہتے ہیں۔ مولوی حسین علی سنہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴-۲۵ء میں سندیلہ میں پیدا ہوئے اپنے والد نیز علمائے فرنگی محل کی خدمت میں فارسی و عربی کی کتابیں پڑھیں اور فراغ حاصل کیا طلباء کے افادہ میں مشغول ہوگئے۔ دیوان اشعار فارسی، شرح چہل کاف اور آمدنامہ منظوم ان کی تصنیفات ہیں سلسلۂ قادریہ میں شاہ محمد احسن سرہندی کے مرید و مجاز ہیں سلسلۂ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں شاہ خادم صفی صفی پوری سے بیعت ہیں۔

(۱۳۸) سید حسین شاہ

سید حسین شاہ حقیقت تخلص رکھتے تھے حقیقت یہ ہے کہ فضائل و کمالات میں خود بادشاہ تھے مدراس کے رئیس کے یہاں میر منشی تھے، ان کی تصانیف بہت ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب خزینۃ الامثال

ہے۔ اس میں عربی وفارسی اور ہندی کے امثال ۱۰۰۰،۱۸۰۰ ۱۲۱۵ھ میں جمع کئے ہیں۔ کتاب مذکور کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ خزینۂ عامرہ عربی، فارسی اور ہندی امثال کے سکوں سے بھرا ہے۔ اس لئے اس کا دیباچہ تینوں زبانوں میں لکھا ہے اور اس کے اختتام میں تینوں زبانوں کے اشعار میں اس کی تاریخ کہی ہے۔

حین اتممت ہذہ النسخہ — مستعینا برب المتعال
سال تاریخ خواستم کہ کنم — ہم زنامش عیاں بر اہل کمال
کر خزینے سے خرچ ساڑھ عدد — بولا ہاتف خزینۃ الامثال

(۱۳۹) خواجہ حسین ناگوری

خواجہ حسین ناگوری، شیخ حمیدالدین ناگوری کی اولاد میں ہیں شریعت و طریقت و تصوف کے جامع اور شیخ کبیر کے مرید تھے۔ گجرات میں ایک مدت تک اپنے پیر کی خدمت میں رہے اور علوم کسبی و وہبی حاصل کئے۔ پھر اپنے وطن کو واپس آئے ان کی تصنیفات سے تفسیر نورالنبی ہے کہ قرآن کریم کے ہر جزو (سیپارہ) کو علیحدہ لکھا ہے، حل تراکیب اور معانی قرآن کو جو تفسیروں میں بیان ہوئے ہیں مفصل طور سے سہل انداز میں بیان کیا ہے اور مفتاح کے عنوان [illegible] کی ایک شرح لکھی ہے رسائل و مکتوبات بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ احمد غزالی کی سوانح کی شرح کی ہے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے قبر کے اوپر عمارت روضہ کی بنیاد رکھی وہ علوم دین کی تعلیم اور ارباب یقین کی تلقین میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت فرماتے تھے۔ گھر باغ اور کنویں وغیرہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر کے سب کو وقف کر دیا تھا۔ سنہ ۹۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] ملاحظہ ہو۔ (۱) اخبار الاخیار ص ۱۸۲-۱۸۳

(۲) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۲۲۹-۲۳۰

(۳) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۲۰۸-۲۰۹ (مترجم)

(۱۴۰) مُلا حسین ہروی

مُلا حسین ہروی، شیخ رکن الدین، علاء الدولہ سمنانی کے بیٹوں میں ہیں۔ علوم معقول میں مولانا عصام الدین اور ملا حنفی کے شاگرد تھے۔ علوم شرعی میں خاتم العلماء والمحدثین، شیخ ابن حجر ثانی کی شاگردی اختیار کی شعر، انشاء، صنائع، بدائع، حسن تقریر، فصاحت، بلاغت، ظرافت اور لطائف میں بے نظیر تھے۔ فارسی اشعار کا دیوان مکمل کر لیا۔ اکبر بادشاہ نے سنگھاسن بتیسی کو منظوم کرنے پر مامور کیا تھا مگر یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی کہ ۹۷۹ھ/۱۵۷۱-۷۲ء میں وہ برصغیر ہند پاکستان سے رخصت لے کر عازم وطن ہوئے۔ کابل کے نزدیک پہنچے تھے کہ انتقال ہو گیا، شیخ فیضی نے جو ان کا تربیت یافتہ تھا لفظ "وا مظلمہ" سے تاریخ وفات نکالی ہے۔[1] ۹۸۰ھ/۱۵۷۲-۷۳ء

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۴۷۴-۴۷۵

(۲) بزم تیموریہ ص ۱۰۲

(مترجم)

(۱۴۱) مولوی حسین علی قنوجی

مولوی حسین علی قنوجی۔ ابن مولوی عبد الباسط قنوجی، اپنے والد کے شاگرد تھے اپنے باپ کی زندگی ہی میں طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔ مشکل صیغوں کے بیان میں "تمرین المتعلم" ان سے یادگار ہے۔ اپنے والد کے انتقال کے پانچ ماہ بعد ۲۴ سال کی عمر میں ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں فوت ہوئے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۵

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۴۲

(۳) ابجد العلوم ص ۹۳۳

(مترجم)

(۱۴۲) مولانا حسین احمد ملیح آبادی

مولانا حسین احمد بن شاہ علی احمد بن شاہ علی امجد۔ ان کے والد سرہند سے لکھنؤ آئے اور

لکھنؤ کے قریب قصبہ بلیح آباد میں مقیم ہو گئے۔ صاحب ترجمہ (مولانا حسین احمد) ۲۵ صفر ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں بلیح آباد میں پیدا ہوئے۔ مولوی ظہور اللہ لکھنوی، مولوی عبد الرحیم لکھنوی، مرزا حسن علی محدث صغیر ساکن لکھنؤ محلہ یحییٰ نگر، مولوی سید مخدوم لکھنوی، مولوی نور الحق لکھنوی، مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی، شیخ عمر محدث مکی، حکیم محمد صادق فیض آبادی اور مولوی حیدر علی سندیلوی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی، ہمیشہ درس عبادت اور ارشاد طلباء میں مشغول رہتے اور تصنیفات کی طرف کم متوجہ ہوئے۔ رسالہ جواز قرآت فاتحہ خلف امام، رسالہ دربیان بیعت۔ شرح رسالہ مولوی رفیع الدین دہلوی دربیان وجود، تصوف میں کچھ رسالے اور حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تصنیفات ہیں۔ ۴ رمضان ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے قریب موضع رودھیا متصل بلیح آباد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ (۱) تراجم علمائے اہل حدیث ج ۲ ۵۱۳ - ۵۱۴ (مترجم)

(۱۴۳) مولوی حفیظ اللہ فرنگی محلی

مولوی حفیظ اللہ فرنگی محلی بن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، مولوی ولی اللہ کے چھوٹے بھائی، نہایت ذہین وذکی تھے۔ بڑی محنت اور توجہ سے کتب درسیہ کی تحصیل کی لکھنؤ کے بادشاہ کی حکومت کی طرف سے فیض آباد کی عدالت میں داروغگی کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ اسی حالت میں طلباء کو درس دیتے تھے۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں انتقال ہوا۔ [۱]

[۱] :۔ واقعہ مولانا امیر علی شہید رحمۃ اللہ علیہ میں اجودھیا کی مسجد سے متعلق تحقیقات آپ ہی کو سپرد ہوئی تھی اور باوجود وزیر اور حکام بالا کی سخت دھمکیوں کے آپ نے صحیح حالات لکھ کر جہاں پناہ (واجد علی شاہ) کو بھیج دئیے مدت العمر فیض آباد میں رہا۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں وفات ہوئی۔ نعش لکھنؤ لائی گئی مولانا انوار الحق میں دفن کی گئی۔ بیعت آپ کو حضرت مولانا عبد الرازق رحمۃ اللہ علیہ سے تھی آپ کا عقد مفتی ظہور اللہ بن ملا محمد ولی نبیرہ ملا احمد کی صاحبزادی سے ہوا جن سے تین صاحبزادے مولوی خلیل اللہ اور مولوی عظیم اللہ اور مولوی حمید اللہ اور چار

صاحب زادیاں تولد ہوئیں۔ ؎

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۵۳ - ۵۴۔

مزید حالات کے لئے دیکھئے۔

(۲) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۵۳ - ۵۴۔

(۳) تاریخ اردو حصہ پنجم از مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پوری ص ۲۰۷-۲۰۸ (مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۹ء)۔

(۴) حدیقۂ شہداء ص ۱۵-۱۶

(۵) احوال علمائے فرنگی محل ص ۲۸-۲۹۔ (مترجم)

(۱۴۴) حکیم الملک گیلانی

حکیم الملک گیلانی کا نام شمس الدین تھا، علم حکمت و طب میں اپنے زمانے کے جالینوس اور مسیح تھے۔ اکبر بادشاہ کے ملازم، بندگان خدا کے خیر خواہ اور آشنا پرور تھے، ہمیشہ طلباء کو درس دیتے اور ان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، لوگوں کے مکان پر کم جاتے تھے۔ ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء) میں زیارت حرمین شریفین کو گئے اور وہیں سفر آخرت پیش آیا۔ ؎

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ منتخب التواریخ ص ۴۶۹-۴۷۰ (مترجم)

(۱۴۵) حکیم دانا سیالکوٹی

حکیم دانا سیالکوٹی کا نام ملا محمد صادق ابن مولانا کمال الدین سیالکوٹی ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ جب محمد جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کو اپنی محفل خاص میں جگہ دی، علماء اہل سنت و تشیع کے درمیان مباحثہ ہوتا تو وہ اہل سنت کی طرف سے مناظرہ کرتے اور جواب دیتے۔ ملا حبیب اللہ شیعہ کو خاموش کر دیتے۔ وفات کے بعد اپنے مکان میں جو محلہ جمالنہ میں تھا دفن ہوئے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۲۸ (مترجم)

(۱۴۶) مولوی حمداللہ سندیلوی

مولوی حمداللہ سندیلوی ولد حکیم شکراللہ ولد شیخ دانیال ولد پیر محمد صدیقی، ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی کے ارشد تلامذہ سے تھے عالم عامل اور طبیب حاذق تھے، قصبہ سندیلہ (مضاف لکھنؤ) میں ایک بڑا مدرسہ جاری کیا۔ مدرسہ کے مصارف کے لئے چند بیگہ آراضی بادشاہ وقت کی طرف سے معافی ملی انھوں نے اپنی تمام عمر طلباء کے درس و افادہ میں صرف کی شاہ دہلی کی طرف سے فضل اللہ خاں کا خطاب تھا، ابو المنصور خاں صوبہ دار اودھ ان کا دستار بدل بھائی تھا مشہور علماء و فضلاء نے ان کے سایۂ دامن میں تربیت پائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :۔

(۱) قاضی احمد علی سندیلوی داماد صاحب ترجمہ

(۲) مولوی احمد حسین لکھنوی

(۳) ملا باب اللہ جونپوری

(۴) مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ

(۵) مولوی عبداللہ ابن مولوی زین العابدین مخدوم زادہ سندیلہ۔

مولوی حمداللہ کی مندرجہ ذیل تصانیف مشہور ہیں شرح تصدیقات سلم العلوم معروف بہ حمداللہ حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ صدرا، شرح زبدۃ الاصول عامل ان کی وفات دہلی میں ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء میں ہوئی اور حضرت قطب الدین اوشی قدس [illegible] کے قریب [illegible] غفر اللہ لہٗ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- تراجم الفضلاء از مولانا فضل امام [illegible] (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی [illegible] ۱۹۵۶ء) مترجم

(۱۴۷) قاضی حمید الدین ناگوری

قاضی حمید الدین ناگوری، شمس الدین التمتش بادشاہ کے زمانہ میں تھے ان کا نام مبارک محمد

بن عطا ہے۔ ہندوستان کے قدیم مشائخ میں سے تھے علم ظاہر و باطن میں کامل تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ لیکن ان کے مشرب پر وجد و سماع غالب آگیا۔ اس میں زیادہ غلو تھا۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں عشق و ولولہ کے ساتھ بات کرتے تھے، اسماء حسنیٰ کے بیان میں طوالع شموس ان کی تصنیف ہے۔ ۶۰۵ھ ۱۲۰۸-۹ء میں انتقال فرمایا۔[۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) اخبار الاخیار ص ۳۷-۴۴

(۲) بزم صوفیاء ص ۸۴-۸۸

(۳) ثمرات القدس ورق ۱۶۸ ب

(۴) گلزار ابرار ص ۳۷-۳۸

(مترجم)

(۱۴۸) شیخ حمید الدین الصوفی السعیدی الناگوری السوالی

شیخ حمید الدین کی کنیت ابو احمد اور لقب سلطان التارکین ہے۔ خواجہ بزرگ معین الدین سجزی اجمیری کے بڑے خلفاء میں تھے۔ علمائے صوفیاء میں بزرگ تھے سعید بن زید (جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے) کی اولاد میں تھے۔ عمر طویل پائی وہ پہلے مولود تھے جو دہلی کی فتح کے بعد مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے زمانے سے شیخ نظام الدین اولیا کے اوائل زمانہ تک زندہ رہے، ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ ان میں سے نسخہ اصول الطریقہ بہت مشہور ہے۔ ان کی وفات ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ ۱۲۷۴ء میں ہوئی۔ قبر ناگور میں ہے۔ سوالی ناگور کا ایک گاؤں ہے اور ناگور مارواڑ کے علاقہ میں ایک شہر ہے۔[۲]

[۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۱۶۵-۱۶۶

(۲) اخبار الاخیار ص ۲۹-۳۷

(۳) رجال السند والہند ص ۱۰۸-۱۰۹

(۴) مفتاح التواریخ ص ۷۵

(۵) سیر الاولیاء ص ۱۵۶ - ۱۵۹
(۶) ثمرات القدس ورق ۸۴ ل
(۷) گلزار ابرار ص ۶۴ - ۶۵
(۸) سفینۃ الاولیاء ص ۱۲۹
(۹) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۱۷۱ - ۱۷۲ (مترجم)

(۱۴۹) مولانا حمید قلندر دہلوی

مولوی حمید قلندر دہلوی ایک فاضل شاعر اور شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ شیخ کے بعض خلفاء کی صحبت میں جو کچھ ان کی قابلیت اور استعداد کے لائق تھا۔ استفادہ کیا۔ اول مولانا برہان الدین غریب کی خدمت میں رہے اور ان کے جملہ ملفوظات کو جمع کیا۔ اور اس کے بعد شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ملفوظات کو بھی جمع کیا۔ اس کا نام خیر المجالس رکھا اس کی تالیف کا آغاز ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء میں اور اس کا اتمام ۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء میں ہوا۔[۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۳۷ - ۳۸
(۲) اخبار الاخیار ص ۱۱۰ - ۱۱۲
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۶۵ - ۳۶۶
(۴) خیر المجالس (مقدمہ) از پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ ۱۹۵۹ء) (مترجم)

(۱۵۰) شیخ حمید سنبھلی

شیخ حمید سنبھلی، قرآن کریم کی تفسیر میں علامۂ زماں اور یگانۂ دوراں کی حیثیت سے معروف اور فرقان حمید کی نکتہ سنجی میں مشہور تھے۔ ہمایوں بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ برصغیر ہند۔ پاکستان کے دوبارہ فتح کرنے کے زمانہ میں ہمایوں بادشاہ کے استقبال کی غرض سے کابل گئے۔ بادشاہ ان سے بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ ایک دن بادشاہ سے ناراض ہو گئے اور کہا کہ اے بادشاہ!

میں نے تمہارے تمام لشکر کو رافضی دیکھا، بادشاہ نے پوچھا کہ شیخ یہ کیسے کہتے ہو انھوں نے کہا کہ میں نے تمہارے سپاہیوں کا نام یار علی، کفش علی، اور حیدر علی پایا اور کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ دوسرے یاران پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اس کا نام ہو، بادشاہ کو غصہ آگیا اس کے ہاتھ میں جو قلم تھا اس کو زمین پر پھینک دیا۔ اور کہا کہ خود میرے دادا کا نام عمر شیخ ہے اور میں کچھ نہیں جانتا (یہ کہہ کر) اٹھا اور حرم سرا میں چلا گیا پھر واپس آیا، ملائمت اور محبت سے شیخ کو اپنے حسن عقیدہ پر اطلاع دی۔ اس حکایت کا نتیجہ مذہب اہل سنت میں شیخ حمید کا متصلب ہونا اور ہمایوں بادشاہ کی خوش خلقی اور خوش عقیدگی ہے۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو۔ طبقات اکبری جلد دوم ص ۴۶۳ (مترجم)

(۱۵۱) قاضی حمید الدین دہلوی

قاضی حمید الدین دہلوی، عمدۃ العلماء اور قدوۃ الفضلاء تھے، ساری عمر درس میں صرف کر دی۔ ان کی تصنیف سے ہدایۃ الفقہ کی شرح مشہور ہے [۱]

[۱] ۷۶۴ھ/۱۳۶۲-۶۳ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۲،

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۲۹۱

(۳) تاریخ الاولیا جلد دوم ص ۱۲۲، ۱۲۳ (مترجم)

(۱۵۲) حمید الدین نارنولی

حمید الدین نارنولی، صوفی عالم تھے دلائل الخیرات کی شرح تیسیر البرکات ان کی تالیف ہے اس میں نسخ کے اختلافات کو بیان کیا ہے۔

(۱۵۳) ملا حیدر کشمیری

ملا حیدر کشمیری ابن خواجہ فیروز، سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اول علماء وقت

مثلاً بابا قطب الدین اور جوہر ناتھ سے استفادہ کیا اس کے بعد کشمیر سے دہلی پہنچے اور شیخ المحدثین دہلوی (شیخ عبدالحق دہلوی) کی خدمت میں فقہ، حدیث اور تفسیر کی تکمیل کر کے کشمیر واپس آئے اس شہر کے حاکم نے ہر چند اس مقام کے عہدۂ قضا کے لئے کہا۔ لیکن انھوں نے اس منصب سے انکار کر دیا ان کا انتقال ۱۰۵۷ھ؁ ۱۶۴۷ء میں ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو حدائق الحنفیہ ص ۴۰۸ (مترجم)

(۱۵۴) قاضی حیدر کشمیری

قاضی خاں خطاب تھا۔ کشمیر کے مشہور فقیہہ اور نامور عالم تھے۔ ملا عبدالرشید زرگر کے شاگرد تھے۔ عسرت معاش کی وجہ سے وطن مالوف چھوڑ کر محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور سیادت خاں صدر الصدور کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے پہلے شہزادہ کی تعلیم پر مقرر ہوئے اس کے بعد دہلی کے قاضی ہوئے بادشاہ ان کے عدل و دیانت سے بہت خوش ہوا۔ ان کو قاضی خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۱۱۲۱ھ؁ ۱۷۰۹ء میں مرض اسہال میں ملک دکن میں ان کا انتقال ہوا۔ نعش کشمیر لا کر شہر کے باہر بچہ پورہ کے باغ میں دفن کی گئی۔[1]

[1] ملاحظہ ہو۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۳۴ (مترجم)

(۱۵۵) مولوی حیدر علی سندیلوی

مولوی حیدر علی سندیلوی ابن مولوی حمد اللہ سندیلوی اپنے والد ماجد اور قاضی احمد علی سندیلوی کے شاگرد تھے، اپنے والد کے شاگرد ملا باب اللہ جونپوری سے تکمیل کی تھی عالم متبحر، طبیب حاذق اور شاعر تھے، ان کے مشہور شاگردوں میں قاضی ارتضاء علی خاں گوپاموی، مولوی [illegible] مولوی شہید مولوی سید محمد بسیر مولوی دلدار علی، مولوی نور اللہ فرنگی محلی، حافظ غلام میر سندیلوی، مولوی احمد بخش سندیلوی، مولوی نجف علی، قاضی جلال الدین آسیونی، مولوی محمد علی بدایونی، حاجی معین الدین کاکوروی، مولوی اعز الدین سندیلوی، مولوی حسین احمد ملیح آبادی، مرزا حسن علی محدث کبیر ساکن محلہ محمود نگر اور مولوی رجب علی چریاکوٹی ہیں، حاشیہ میر زاہد، تعلیقات میر زاہد ملا جلال، تعلیقات شرح سلم مولوی حمد اللہ،

اور تکملہ شرح سلم (ناتمام) ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ ۶ رجب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں وفات پائی اور اپنے باپ کے مدرسہ کے صحن میں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمہ و الغفران۔

(۱۵۶) مولوی حیدر علی رام پوری

مولوی حیدر علی رام پوری نے پہلے مولوی عبدالرحمان قہستانی دکنی اور پھر مولوی محمد جیلانی رام پوری سے علم حاصل کر کے تکمیل علوم کی۔ مولوی محمد جیلانی[۱] کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوئی۔ علم طب میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ نواب احمد علی[۲] خاں کے آخر زمانہ میں ٹونک گئے وہاں اعزاز و مرتبہ پایا، کہتے ہیں کہ علم حدیث کی سند مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے پائی، ٹونک میں درس و طبابت کرتے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کی تاریخ معلوم نہیں ہے، ان کی تالیفات سے صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس (اردو) اور رسالہ رفع الیدین (فارسی) مشہور ہیں[۳]

[۱] مؤلف تذکرۂ علمائے ہند نے ان کا نام محمد جیلانی لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ ان کا نام غلام جیلانی تھا (ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۱۸)

[۲] نواب احمد علی خاں بن نواب محمد علی خاں ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء میں پیدا ہوئے ۱۲۰۸ھ میں ریاست رام پور کے حقدار قرار پائے۔ صغر سنی کی وجہ سے نواب نصراللہ خاں نائب ریاست مقرر ہوئے۔ نواب نصراللہ خاں کے انتقال کے بعد ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں مکمل اختیارات حکمرانی تفویض ہوئے۔ ۵ رجمادی الاولیٰ ۱۲۵۶ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۴۰ء کو فوت ہوئے۔ (اخبار الصنادید جلد اول ص ۴۴۷)

[۳] مولوی حیدر علی بن عنایت علی بن فضل علی دہلی میں پیدا ہوئے۔ رام پور میں تعلیم و تربیت ہوئی۔ سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ تھے۔ رات دن درس و تدریس اور طبابت سے تعلق تھا۔ ۱۸۴۴ء میں نواب وزیر الدولہ نے انہیں ٹونک میں عہدہ دیوانی پر مقرر فرمایا۔ ۱۶ رذی الحجہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں ٹونک میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرۂ کاملانِ رام پور ص ۱۱۸-۱۱۹

(۲) جماعت مجاہدین از مولوی غلام رسول مہر ص ۲۹۲

(۳) ابجد العلوم ص ۹۱۷، ۹۲۷-۹۲۸

(۴) سوانح احمدی از مولوی محمد جعفر تھانیسری ص ۲۰۰-۲۰۱ و ۲۳۸-۲۳۹
(صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی، پنڈی بہاؤالدین)

(۵) الیانع الجنی ص ۷۷

(۶) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۴۸۸-۴۹۴ (مترجم)

(۱۵۷) مولوی حافظ حیدر علی فیض آبادی

مولوی حافظ حیدر علی فیض آبادی علم مناظرہ اور کلام میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ خصوصاً ہمارے زمانے میں شیعوں کے ساتھ مناظرہ کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے زیادہ تر فریق ثانی کی کتابیں ان کے پیش نظر رہتی تھیں۔ ان کی عمر بہتر سال سے زیادہ ہوئی۔ قریب پانچ سال ہوئے کہ حیدر آباد دکن میں رحلت فرمائی۔ وہاں کے نواب کی ملازمت میں دو سو روپئے ماہانہ مشاہرہ پاتے تھے، حیدر آباد ہی میں دفن ہوئے۔ اب ان کے بیٹے وہاں ملازم اور موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل تصنیفات کے علاوہ دوسری کتابیں بھی تمام یا ناتمام شیعوں کے رد میں ان کی تصانیف ہیں۔

تصنیفات:۔ منتہی الکلام، رسالہ در نکاح ام کلثوم، نضارۃ العینین عن شہادۃ الحسنین کاشف البشام عن تدلیس المجتہد القمقام، ازالۃ الغین عن بصارۃ العین (سہ جلد) الداہیۃ الحاطمۃ علی عمن اخرج من اہل بیت الفاطمۃ، رونیۃ الثعالیب والغرابیب فی انشاء المکاتیب، رسالہ در بیعت مرتضوی [۱]

[۱] مولوی حیدر علی بن محمد حسن فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ فیض آباد کے شہر علماء مرزا فتح علی، نجف علی اور حکیم میر نواب سے تحصیل علم کی [illegible] اور مولانا رشید الدین، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد العزیز دہلوی سے فیض حاصل کیا ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱-۸۲ء میں انتقال ہوا۔
ملاحظہ ہو:۔
نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۵۴-۱۵۵ (مترجم)

(۱۵۸) خان خاناں دہلوی

ان کا نام عبدالرحیم پسر محمد بیرم خاں خان خاناں ہے۔ ۴ر صفر ۹۶۴ھ ۱۵۵۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ قابلیت و استعداد میں ممتاز اور یکتائے روزگار تھے۔ فارسی، ہندی اور سنسکرت زبان میں خوب اشعار کہتے تھے۔ واقعات بابری ان کی تصنیف سے ہے۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۰۳۲ھ ۲۳-۱۶۲۲ء میں وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے۔ [1]

[1] دور اکبری کا نامور فاضل تھا علمی حیثیت سے اس کا درجہ نہایت بلند اور ممتاز تھا۔ اکثر مروجہ زبانوں پر مہارت رکھتا تھا۔ ہندی، فارسی، ترکی اور سندھی میں شاعری کرتا تھا۔ ماثر رحیمی میں اس کے فارسی کلام کے نمونے کثرت سے ہیں۔

تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

۱- ذخیرۃ الخوانین ص ۳۱- ۶۳ (جلد اول)

۲- ماثر رحیمی (سہ جلد) از عبدالباقی نہاوندی (تصحیح ہدایت حسین) کلکتہ۔ ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۳۱ء)

۳- مقالات الشعراء از علی شیر قانع تتوی (مرتبہ حسام الدین راشدی) ص ۲۳۳-۲۴۰ (سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۵۷ء)

۴- سفینہ شیخ علی حزیں ص ۸۲

۵- ماثر الامراء حصہ دوم ص ۶۹۴

۶- شعر العجم جلد سوم ص ۱۵

۷- مفتاح التواریخ ص ۲۳۳

۸- نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۲۱۶-۲۱۸

۹- احوال مشائخ کبار ورق ۷ ا

List of Muhammadan and Hindu Monuments Vol II pp 129

(مترجم)

(۱۵۹) مولوی خادم احمد فرنگی محلی

مولوی خادم احمد فرنگی محلی بن مولوی محمد حیدر بن مولوی محمد مبین فرنگی محلی کی مسجد میں مجلس وعظ اپنے بزرگوں کے طریقہ پر منعقد کرتے تھے اور ان کے وعظ سے فرنگی محل کی رونق تھی اپنے والد مولوی محمد حیدر کے مرید تھے۔ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مولوی امیر الدین علی امیٹھوی مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہنومان گڑھی کے بیراگیوں کے مقابلہ کے لئے ۱۲۷۱ھ ۵۵-۱۸۵۴ء میں کمربستہ ہوئے تھے تو دوسرے زرپرست علماء کے ساتھ انھوں نے بھی نواب نقی علی خاں کے اشارہ پر مولوی امیر الدین علی کو فہمائش کی۔ اسی زمانہ میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء میں مولوی خادم احمد آنت کے اترنے کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ۱۲ ذی الحجہ کو انتقال ہو گیا۔

قطعۂ تاریخ رحلت مولوی خادم احمد فرنگی محلی

(از منشی الطاف حسین، منشی خرد اردو سالار جنگ (لکھنؤ))

دریں مقام سرائے فانی نہ کعبہ و نے کنشت باشد	نہ طفل باشد نہ پیر باشد نہ خوب باشد نہ زشت باشد
نہ تخت باشد نہ تاج باشد نہ مملکت نے خراج باشد	نماند ایں ہیچ قصر و ایواں نہ در نہ دیوار خشت باشد
نہ پست باشد نہ اوج باشد نہ بحر باشد نہ موج باشد	بماند البتہ نام آنکس ہر آں کہ نیکو سرشت باشد
بعین حسرت شدہ روانہ چو خادم احمد ازیں زمانہ	رقم ز الطاف بہر سالش الٰہی او در بہشت باشد

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ واضح ہو کہ اسی زمانہ کے قریب لکھنؤ اور اس کے قرب و جوار میں انگریزوں کے ہاتھ سے کیا ظہور میں آیا۔ [1] ان کی تصنیفات سے دائرہ ہندی کے بیان میں دو عربی و فارسی رسالے ہیں۔ شرح وقایہ پر متفرق تعلیقات لکھے ہیں۔ فوائد ضیائیہ [illegible] رسالہ حاصل و محصول ہے [2]

[1] مؤلف کا اشارہ انگریزوں کے ان مظالم کی طرف ہے جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے کئے تھے۔

[2] تحصیل علم اپنے چچا ملا مبین اور مفتی ظہور اللہ سے کی مدت العمر تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ التقریر المقبول فی بحث الحاصل والمحصول، وسیلۃ الشفاعۃ فی احوال الصحابہ، زاد التقوی

فی آداب الفتوی، اعلام الہدیٰ فی تحریم المزامیر والغنا، ہدایت الانام فی اثبات تقلید ائمۃ الکرام مشہور تصانیف ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے :۔

(۱) تذکرۂ علمائے فرنگی محل ص ۵۷-۵۸

(۲) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ از (مولانا محمد عبدالحئی لکھنوی ص ۲۸۴ (مطبع یوسفی، لکھنؤ ۱۹۲۲ء)

(۳) احوال علمائے فرنگی محل ص ۳۱

(۴) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۳

(مترجم)

(۱۶۰) مولوی خرم علی بلہوری

مولوی خرم علی، بلہور کے مشہور عالم تھے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خاندان کے شاگرد تھے، ہمیشہ بدعت کی بیخ کنی اور سنت کے احیاء میں کوشاں رہتے تھے، ان کے تالیف کردہ کئی سالے اس کی دلیل ہیں انھوں نے ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں نواب، ذوالفقار الدولہ بہادر رئیس باندا کے حکم سے دُرّ المختار شرح تنویر الابصار کا ترجمہ کتاب النکاح سے شروع کیا اور ماہ رجب ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں کتاب مکمل کرلی اس کے بعد ماہ محرم ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں کتاب الحج کا ترجمہ مکمل کیا۔ آغاز کتاب سے باب الاذان تک ترجمہ کرچکے تھے کہ اسی سال داعی اجل کو لبیک کہا اور عالم بقا کو سدھارے۔ ان کی وفات کے بعد مولوی محمد احسن[۱] نانوتوی نے ترجمہ مذکور کا حق تالیف مولوی خرم علی بلہوری کے ورثاء سے خرید کر اس کو مکمل کیا اور غایۃ الاوطار نام رکھا اس کے عدد ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء نکلتے ہیں کہ وہ ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء اور ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء کا درمیان ہے۔ رسالہ منع قرأت فاتحہ خلف الامام، ترجمہ مشارق الانوار، آداب الحرمین اور نصیحۃ المسلمین ان کی یادگار ہیں۔ ۲ھ

[۱] مولانا محمد احسن نانوتوی بن حافظ لطف علی، بن حافظ محمد حسن، نانوتہ کے شیخ زادگان میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر تحصیل علم کی غرض سے دہلی پہنچے اور مولانا مملوک علی، شاہ عبدالغنی دہلوی، مولانا احمد علی سہارن پوری اور مولوی سبحان بخش

شکارپوری سے علوم مروجہ حاصل کئے۔ پھر بنارس کالج اور بریلی کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے۔ بریلی میں مطبع صدیقی قائم کیا جس سے اسلامی علوم کی بہت سی کتابیں طبع و شایع ہوئیں ۱۸۶۷ء میں فریضہ حج ادا کیا ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء میں بریلی میں ایک درس گاہ "مدرسہ مصباح التہذیب" کے نام سے قائم کی، جو اب مصباح العلوم کے نام سے بریلی میں موجود ہے۔ مولانا محمد احسن تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں۔ تحفۃ المحصنین، اصول جر ثقیل، نافعہ خریداران، قواعد اردو حصہ چہارم، رسالہ عروض، زاد المخدرات، مفید الطالبین، مذاق العارفین، تہذیب الایمان، احسن المسائل، حمایت الاسلام کشاف، سلک مروارید، نکات نماز مولانا سے یادگار ہیں۔ غایۃ الاوطار، خیر متین، حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء شفا قاضی عیاض، کنوز الحقائق۔ نفحۃ الیمن، خلاصۃ الحساب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔ فتاوی عزیزی اور جواہر القرآن وغیرہ کو مرتب و مہذب کیا۔ مولانا محمد احسن کا انتقال ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں دیوبند میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ مولانا محمد احسن پر مرتب کا ایک تفصیلی مقالہ رسالۃ العلم کراچی۔ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۸ء و جنوری تا مارچ ۱۹۵۹ء میں شایع ہو چکا ہے۔

۲۔ مولانا خرم علی کی متذکرہ بالا تصنیفات کے علاوہ شفاء العلیل (ترجمہ قول الجمیل) اور ترجمہ سر الشہادتین ان سے یادگار ہیں۔ مولوی عبد الحلیم چشتی کی تحقیقات ہے کہ مولانا خرم علی بلہوری کا انتقال ۱۲۷۳ھ میں ہوا۔

تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۵۸ - ۱۵۹

(۲) مولانا خرم علی بلہوری اور ان کی علمی خدمات کا تفصیلی جائزہ۔ از مولانا عبد الحلیم چشتی۔ معارف اعظم گڑھ مئی تا جولائی ۱۹۵۰ء

(۳) البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ از مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۴۴ (مطبوعہ میرٹھ)

(۴) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۵۰۹ - ۵۱۲

(مترجم)

(۱۶۱) امیر خسرو دہلوی

امیر خسرو دہلوی، نامور شعراء کے بادشاہ، معرفت آگاہ صوفیاء کے سردار اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے وہ "سلطان الشعراء" اور "برہان الفضلاء ہیں" ان کا نام ابو الحسن ابن امیر سیف الدین محمود ہے۔ ہزارہ بلخ کے امیرزادوں میں سے تھے۔ قصبہ مومن آباد عرف پٹیالی میں پیدا ہوئے۔ اشعار آپ دار چار لاکھ سے زیادہ ہیں اور مشہور ہے کہ ننانوے کتابیں انہوں نے نظم میں لکھی ہیں۔ ان میں سے تغلق نامہ اور قران السعدین ہیں، قرآن السعدین ناصر الدین بغراخان حاکم بنگال اور اس کے بیٹے معز الدین کیقباد بادشاہ دہلی کی ملاقات کی داستان ہے۔ وہ اپنے شیخ مولانا شیخ نظام الدین اولیاء سے ثانی الشیخ کی نسبت رکھتے تھے اپنے پیر کے انتقال کے چھ ماہ بعد شب جمعہ ۱۳ ر شوال ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء میں فوت ہوئے اور دہلی میں اپنے مرشد کے زیر قدم دفن ہوئے۔ [۱]

[۱] حضرت امیر خسرو کے والد سردار ان لاچین سے تھے۔ امیر خسرو ۶۵۲ھ / ۱۲۵۴ء میں قصبہ پٹیالی عرف مومن آباد ضلع ایٹہ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم وفنون نہایت توجہ سے حاصل کئے شاعری کی طرف شروع ہی سے میلان تھا۔ چنانچہ فن شاعری میں کمال حاصل کیا۔ شہزادہ محمد شہید اور دوسرے بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے۔ امیر خسرو حضرت نظام الدین اولیاء کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء میں انتقال ہوا۔ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء میں دفن ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) سوانح حیات امیر خسرو از پروفیسر محمد حبیب (اردو ترجمہ حیات اللہ انصاری)

(۲) حیات خسرو از شبلی نعمانی (مطبوعہ)

(۳) حیات حضرت امیر خسرو از خان بہادر تقی محمد خاں (مطبوعہ)

(۴) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد دوم ص ۹۸۰

(۵) امیر خسرو از وحید مرزا (مطبوعہ)

(۶) ثمرات القدس ورق ۲۹۴ ا - ۳۰۱ ا

(۷) سیر الاولیاء ص ۳۰۱ - ۳۰۵

(۸) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۳۳۹

(۹) آب کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۱۹۷-۲۰۸

(۱۰) گلزار ابرار ص ۹۱-۹۳

(۱۱) سفینۃ الاولیاء ص ۱۳۴-۱۳۶

(۱۲) تذکرہ مصنفین اہل دہلی ص ۱۲

(۱۳) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۳۸-۴۱

(۱۴) نفحات الانس ص ۶۴۵-۶۴۶

(۱۵) مفتاح التواریخ ص ۸۳

(۱۶) اخبار الاخیار ص ۹۹-۱۰۱

(۱۷) تذکرۂ مراۃ الخیال ص ۶۵-۶۷

(مترجم)

(۱۶۲) مولانا خواجہ مانک پوری

مولانا خواجہ مانک پوری، مولانا حسام الدین مانک پوری کے والد، فاضل متبحر اور پرہیزگار تھے فقر بہت برداشت کرتے تھے ایک مرتبہ تین فاقے ہو چکے تھے کہ ایک شخص فتویٰ پوچھنے آیا اور کچھ سونا بھی لایا۔ اُنھوں نے وہ سونا واپس کر دیا، گھر والے ناراض ہوئے۔ مغرب کا وقت ہوا، ملک عین الدین مانک پور میں آئے ہوئے تھے۔ ایک دعا پڑھ رہے تھے۔ اس میں ایک لفظ مشکل آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی عالم ہے بتایا گیا کہ مولانا خواجہ ایک مشہور فاضل ہیں اُن کو بلا کر وہ لفظ حل کیا۔ ملک عین الدین نے اسی قدر سونا معہ کپڑوں اور کھانوں کے پیش کیا جتنا [illegible] پوچھنے والا لایا تھا۔ اُنھوں نے اس کے بعد اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب ہم نے ہمت کی اور مشکوک مال واپس کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے ہمیں حلال ذریعہ سے عطا فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۲۸

(مترجم)

(۱۶۳) خواجہ محمّد قنوجی

خواجہ محمد قنوجی، ابن مولوی عبدالرحمان قنوجی، عالم، عارف، اور سالک تھے قبیلہ سادات

سے تعلق رکھتے تھے۔ اخلاق و فضائل کے جامع تھے، حرمین شریفین گئے اور وہاں کے علماء سے فیض حاصل کیا پھر قنوج واپس آئے۔ ان کی تصنیف سے علم تصوف و سلوک میں ایک کتاب ہے جس کا نام ہدایۃ السالکین الی صراطِ رب العالمین ہے قنوج میں وفات پائی ان کے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہوئی۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۵۸
(۲) ابجد العلوم ص ۹۳۱
(مترجم)

(۱۶۴) خواجہ محمد دہلوی

خواجہ محمد دہلوی ابن مولانا بدرالدین اسحاق، خواجہ فریدالدین گنج شکر کی دختری اولاد ہیں۔ علوم و فنون کے جامع اور فاضل تھے۔ علم حکمت اور موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ذوق و شوق اور عبادت الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ نماز میں شیخ نظام الدین اولیاء کو امام بناتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات انوار المجالس کے نام سے ایک کتاب میں جمع کئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ اخبار الاخیار ص ۹۵-۹۶
(مترجم)

(۱۶۵) مولانا خواجگی کالپوی

مولانا خواجگی کالپوی، شیخ نصیرالدین محمود کے مرید و خلیفہ، مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد تھے، امیر تیمور گورگان کے آنے سے پہلے دہلی چھوڑ آئے اور کالپی میں سکونت پذیر ہو گئے، وہیں زندگی گزار دی، ان کی قبر کالپی کے باہر ہے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔
(۱) اخبار الاخیار ص ۱۴۳-۱۴۴
(۲) ثمرات القدس ورق ۳۱۴ ب - ۳۱۵ الف

(۳) گلزار ابرار ص ۲۵۹ - ۲۶۰

(۴) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۲۱۰ - ۲۱۱ (مترجم)

(۱۶۶) خواجہ بہاری لاہوری

خواجہ بہاری لاہوری۔ فقیہہ، محدث، مفسر اور اسرار حقانی کے واقف تھے۔ پہلے اپنے مسکن قصبہ حاجی پور سے قصبہ گودہ پور میں تحصیل علم کی غرض سے آئے اور شیخ جمال الدین کی خدمت میں پڑھتے رہے اس کے بعد لاہور پہنچے، ملا محمد فاضل لاہوری کی خدمت میں دستار فضیلت بندھی اور ان ہی کے یہاں سکونت اختیار کر لی۔ آخر میں میاں میر کے مرید وخلیفہ ہو گئے۔ ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۰ء میں فوت ہوئے اور لاہور میں دفن ہوئے۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۲

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۱۶۸ - ۱۶۹

(۳) احوال مشائخ کبار ورق ۳ و (مترجم)

(۱۶۷) شاہ خوب اللہ الہ آبادی

ان کا نام محمد یحییٰ، شیخ محمد افضل الہ آبادی کے بھتیجے، داماد اور خلیفہ تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ ۱۳ سال کی عمر میں علوم مروجہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ اپنے پیر کی تعلیم و تربیت کے موافق سلوک کے مدارج طے کئے اور مرشد کے جانشین ہوئے۔ اپنے پیر کے انتقال کے بعد تمام عمر اُن کی خلافت کے کام انجام دئے۔ بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ان میں سے القول الصحیح فی صلوٰۃ التسبیح، الکلام فیما یتعلق لمقید بالشیخ والمرید، الکلمات المؤتلفہ فی المقاصد المختلفہ، بضاعۃ مزجاۃ، ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابہ واہل بیت الامجاد، تزئین الاوراق فی مخرق الطباق، خلاصۃ الاعمال، دقیات الاعلام (نفحات الانس ملا جامی کے انداز پر) اور تصوف کی حقیقت کے اظہار میں چار جلدیں مکتوبات کی ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ شب دوشنبہ ۱۱ر جمادی الاول ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء میں انتقال ہوا۔ الہ آباد میں اپنے پیر و مرشد کے

پہلو میں دفن ہوئے ان کی رحلت کی تاریخ "کان الشیخ قطبًا" ہے۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) مفتاح التواریخ ص ۳۱۴

(۲) انوار العارفین ص ۴۶۴-۴۶۵ (مترجم)

(۱۶۸) داتا گنج بخش لاہوری

ان کا اسم مبارک علی مخدوم غزنوی ہے۔ شجرۂ نسب حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے، متقدمین اولیاء ہیں علوم ظاہرو باطن کے جامع، عبادت گزار، زاہد، متقی اور صاحب خوارق وکرامات تھے، اپنے مرشد شیخ ابوالفضل بن حسن کے علاوہ شیخ ابوالقاسم گورگانی، ابوسعید، ابوالخیر اور ابوالقاسم قشیری محدث جیسے مشائخ کبار کی صحبت پائی اور بہت استفادہ فرمایا آخر میں اپنے مرشد کے ارشاد پر غزنی سے لاہور آئے، یہاں فضیلت و مشیخت کا ہنگامہ گرم ہوگیا، دن میں طلباء کو درس و تعلیم اور رات میں مریدوں کو تلقین ہوتی تھی، بہت سے علماء اور صلحاء نے ان کے دامن تربیت سے فیض پایا۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں، جن میں کشف المحجوب بہت مشہور ہے ۴۶۵ھ ۱۰۷۲-۷۳ء میں انتقال ہوا اور اپنی خانقاہ (واقع لاہور) میں دفن ہوئے۔ [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) بزم صوفیاء ص ۱-۳۴

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۳۲-۲۳۵

(۳) تحقیقات چشتی از نور احمد چشتی ص ۱۴۸-۱۵۱ (حمیدیہ اسٹیم پریس ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۵ء)

(۴) داتا گنج بخش از محمد الدین فوق (لاہور ۱۹۲۰ء) (مترجم)

(۱۶۹) ملا درویزہ پشاوری

علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور سید علی خواص کے مرید و خلیفہ تھے زندیقوں ملحدوں اور رافضیوں کے رد میں بہت کوشش کرتے تھے ان سے مباحثہ کرکے ان کو ملزم ٹھیراتے خاص طور

سے عیسیٰ ملوئی اور بایزید ملحد سے (جس نے اپنا نام پیر روشن رکھا تھا) بحث کرتے تھے، پشتو میں مخزن الاسلام کتاب لکھی جو ناتمام رہ گئی۔ ان کے بیٹے عبدالکریم نے اس کو مکمل کیا۔ ملا درویزہ کی جس قدر تصنیف ہے اس میں حقائق و معارف کے علاوہ احکام شرع کا بیان زیادہ ہے اور جو حصہ ان کے بیٹے عبدالکریم نے مکمل کیا ہے، اس میں حقائق و معارف کا بیان زیادہ ہے۔ مخزن الاسلام کی انھوں نے ایک شرح بھی لکھی ہے۔ جس کا نام "شرح کلمات باقیات" ہے مولانا درویزہ ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۸ء میں فوت ہوئے ؎

؎ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۷۱ - ۴۷۲

(۲) رود کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۳۶۴ - ۳۷۲ (فیروز سنز لاہور کراچی ۱۹۵۸ء) (مترجم)

(۱۷۰) حافظ دراز پشاوری

ان کا نام محمد احسن واعظ بن حافظ محمد صدیق واعظ بن حافظ محمد اشرف خوشابی پشاوری ہے فقہ حدیث اور اصول میں یگانہ روزگار تھے علمی خاندان کے فرد تھے اکثر علوم اپنی والدہ سے حاصل کئے جو عالمہ اور فاضلہ تھیں پھر مسند فیض و ارشاد پر متمکن ہوئے تمام عمر طلباء کے درس اور کتابوں کی تالیف میں بسر کر دی، منہج الباری شرح فارسی صحیح بخاری، تفسیر سورہ یوسف، تفسیر والضحیٰ، معراج نامہ وفات نامہ، حاشیہ شرح قاضی مبارک بر سلم، حواشی تتمہ اخوند یوسف وغیرہ رسالے اور کتابیں ان کی تصنیفات ہیں ۶۱ سال کی عمر میں ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں رحلت فرمائی۔

(۱۷۱) بابا داؤد مشکوتی کشمیری

کشمیر کے مشہور عالم تھے۔ فقہ، حدیث، تفسیر اور حکمت [illegible] تھے مشکوٰۃ المصابیح کے حافظ تھے۔ اس لئے ان کو مشکوتی کہتے تھے۔ علوم مروجہ کی تحصیل خواجہ حیدر چرخی سے کی تھی اور علم باطن بابا نصیب الدین اور خواجہ محمود نقشبندی سے حاصل کیا کتاب اسرار الاخبار (کشمیر کے درویشوں اور سادات کے حالات) اسرار الاشجار اور منطق الطیر (منظوم) ان کی تصنیفات ہیں۔ ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۵ء میں انتقال ہوا، کشمیر میں عیدگاہ کے

متصل دفن ہوئے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۲۳ - ۴۲۴

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۲۵ - ۶۲۶

(۳) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۴۵۰ (مترجم)

(۱۷۳) مولوی دلدار علی لکھنوی مجتہد الشیعہ

مولوی دلدار علی لکھنوی ابن مولوی معین الدین بن عبد الہادی رضوی، ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء میں قصبہ جائس یا نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ اہل تشیع میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے برصغیر ہند و پاکستان میں دعویٰ اجتہاد کیا، اور مذہب میں جمعہ و جماعت قائم کیا۔ شروع میں علوم عقلیہ ہند و پاکستان کے فضلاء مثلاً سید غلام حسین دکنی الہ آبادی، مولوی حیدر علی ولد ملا حمد اللہ سندیلوی اور مولوی باب اللہ شاگرد ملا حمد اللہ سندیلوی سے حاصل کیے اور علوم عقلیہ حاصل کرنے کے بعد کربلائے معلیٰ میں آقا باقر بہبہانی اور سید علی طباطبائی سے علوم فقہ، حدیث اور اصول کی تحصیل کی۔ مشہد مقدس میں سید مہدی بن سید ہدایت اللہ سے استفادہ کیا اور اجازت لے کر اپنے وطن واپس آئے۔ تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ان کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں، اساس الاصول، مواعظ حسنہ، شرح باب الصوم حدیقۃ المتقین مصنفہ آخوند مجلسی، شرح باب الزکوٰۃ (از کتاب مذکور) عماد الاسلام (پانچ جلدیں) شہاب ثاقب، صوارم الہیات، حسام الاسلام، احیاء السنہ، رسالہ ذوالفقار، رسالہ غیبت، رسالہ جمعہ، حاشیہ بر شرح ہدایہ حکمت ملا صدرا، منتہی الافکار، مسکن القلوب، رسالہ ذبیحہ رسالہ آثار الاحزان، — غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کی حکومت کے زمانہ میں بمقام لکھنؤ ۱۹ رجب کی رات میں ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء میں انتقال ہوا اور مقبرہ حسینیہ واقع لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ انھوں نے ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء میں لکھنؤ میں ایک مسجد تعمیر کرائی کسی شاعر نے اس کی تاریخ کہی ہے[1]

دلبر زہرا و دلدار علی — کامل اندر اجتہاد و انقیاد

ساخت چوں مسجد شدہ تاریخ آں — مسجد اقصائے ثانی شد بنا

۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء

۱؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) نجوم السماء ص ۳۰۲

(۲) رود کوثر ص ۶۱۹ - ۶۲۱

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۶۶ - ۱۶۸ (مترجم)

(۱۷۳) مولوی دین محمد سندیلوی

مولوی دین محمد سندیلوی ابن وجیہ الدین بن شیخ عبد السمیع قاضی زادہ سندیلہ، فاضل محدث اور مدرس تھے توکل اور تقوی ان کا شعار تھا۔ تیرھویں صدی کے شروع میں راہی جنت ہوئے۔

(۱۷۴) مولوی ذاکر علی سندیلوی

مولوی ذاکر علی بن مولوی اکبر علی بن مولوی حمد اللہ سندیلوی شارح سلم العلوم، فارغ التحصیل، جوان تھے، اپنے والد ماجد اور مولوی حیدر علی سندیلوی سے تعلیم و تربیت حاصل کی عین عالم جوانی میں تالاب میں نہاتے ہوئے اپنے والد ماجد کے سامنے ڈوب گئے۔

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

امطر اللہ علیہ شآبیب الرحمۃ والغفران

(۱۷۵) حکیم ذکا خاں ساکن آگرہ

حکیم ذکا خاں طبیب حاذق اور باذوق تھے [illegible] ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۹ء میں فوت ہوئے۔ ان کی قبر شاہ علاؤالدین [illegible] کے احاطہ [illegible] ہے اس کو سنگِ مرمر سے بنایا ہے، اس پر ان کی تاریخ وفات نقش ہے۔

ذکا خاں عالم قانون حکمت	کہ دادے عقل کل بردست ادبوس
شب آدینہ و بستم ز شوال	بعزم کوچ زد زیبا کوچہ کوس
خرد گفت از سر افسوس تاریخ	شد از دنیا مسیح وقت افسوس

ؔ نزہتہ الخواطر میں ان کا نام ذکاء اللہ بن اسحاق بن اسمٰعیل تحریر ہے اور ان کی تصنیف سے قرابادین ذکائی مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) مفتاح التواریخ ص ۳۶۴

(۲) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۷۰-۱۷۱

(مترجم)

(۱۷۶) راجح بن داؤد احمد آبادی

راجح بن داؤد ۹ صفر ۸۷۴ھ/۱۴۶۹ء کو احمد آباد میں پیدا ہوئے، صرف، نحو، منطق اور عروض وغیرہ محمد بن محمود مقری حنفی سے پڑھا اور علم معانی و بیان مخدوم بن برہان الدین سے اور علم ہیئت و کلام محمد بن تاج الحنفی کی خدمت میں حاصل کیا۔ ہر ایک فن میں تبحر کامل پیدا کیا۔ طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی، حدیث الفیہ کی اجازت سخاوی سے حاصل کی ۹۰۴ھ/۱۴۹۸-۹ء میں انتقال ہوا۔ ؎

ؔ ملاحظہ ہو:۔ (۱) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۱۱۱

(۲) طرب الاماثل بتراجم الافاضل ص ۱۹۶-۱۹۷

(۳) یاد ایام از حکیم عبدالحئی ص ۶۱-۶۲

(مترجم)

(۱۷۷) رحمت اللہ سندھی

رحمت اللہ سندھی، بڑے کامل عالم اور عامل تھے۔ سندھ سے جاکر مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کرلی تھی ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی ؎

ؔ شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم۔ دربیلہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں شیخ علی بن محمد سے علم حدیث پڑھا، ان کی تصنیفات سے کتاب المناسک، المسلک المتقسط (شرح کتاب المناسک) ہدایۃ السالک اور تنزیہہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعہ ہیں۔ نزہتہ الخواطر جلد چہارم میں تاریخ وفات ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء تحریر ہے۔

ے ملاحظہ ہو:۔ (۱) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۱۱۲-۱۱۳

(۲) طرب الاماثل بتراجم الافاضل ص ۱۹۷ (مترجم)

(۱۷۸) حافظ رحمت اللہ الہ آبادی

ان کی اصل پنجاب سے ہے۔ بچپن میں عارضۂ چیچک کی وجہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہی تھیں اور بصارت سے محروم ہو گئے تھے، جب سن تمیز کو پہنچے تو تھوڑے عرصہ میں قرآن شریف یاد کر لیا، صرف و نحو کی کتابیں اپنے زمانہ کے علماء سے زبانی یاد کر لیں، اسی طرح اکثر علوم کی کتابیں اساتذہ سے پڑھیں، ذکی الطبع اور قوی حافظہ تھے کہتے ہیں کہ صرف تین مرتبہ سننے سے ورق ورق یاد ہو جاتا تھا۔ قاموس اللغت چھ ماہ میں یاد کر لی، اور صحاح ستہ زبانی یاد تھی الہ آباد میں شادی ہوئی اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ۱۴ رمضان بروز منگل ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں فوت ہوئے۔ لہ

لہ حافظ رحمت اللہ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف فتوی دیا تھا ملاحظہ ہو:۔ نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۷۳-۱۷۴ (مترجم)

(۱۷۹) مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی

مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی، مولوی نور اللہ بن ملا محمد ولی بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد بن ملا قطب الدین) کے تیسرے فرزند اور اپنے چچا ملا ظہور اللہ کے شاگرد تھے علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر کے غازی پور زمانیہ میں مقیم ہو گئے اور مدرسہ چشمۂ رحمت کی بنا ڈالی۔ علوم درسیہ منقولات کا طلباء کو درس دیتے تھے۔ بہت سے لوگ ان سے فیضیاب ہوئے ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں غازی پور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

لہ اپنے بھائی ملا نعمت اللہ سے بھی تحصیل علم کی، نہایت ذہین، فطین اور عاقل تھے۔ علم الفرائض، فقہ اور ریاضی میں ماہر کامل تھے، مفتی ظہور اللہ کے انتقال کے بعد مفتی عدالت مقرر ہوئے، غازی پور کے قیام میں حکام اور عوام سب کی نظروں میں محترم

تھے، آنریری مجسٹریٹ بھی سرکار کی طرف سے بنائے گئے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۶۱

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۳۳ (مترجم)

(۱۸۰) شیخ رزق اللہ دہلوی

شیخ رزق اللہ دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تایا تھے، ان کا تخلص مشتاقی تھا، فاضل عامل، عارف وقت، بزرگوں کی یادگار اور ظاہری و باطنی فضائل کے جامع تھے۔ ہندی اور فارسی میں شعر کہتے تھے ان کے ہندی رسالے پیم آین اور جوت نرنجن اہل ذوق میں مقبول و مشہور ہیں ہندی میں راجن اور فارسی میں مشتاقی تخلص کرتے تھے ۹۹۷ھ ۱۰۔۱۴۹۱ء میں فوت ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات "مشتاق جنتم" سے شیخ المحدثین (شیخ عبدالحق محدث) دہلوی نے نکالی ہے۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ (۱) تذکرہ مصنفین اہل دہلی ۹۴

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ۱۱۴ (مترجم)

(۱۸۱) مولوی رستم قنوجی

مولوی رستم علی قنوجی بن مولوی علی اصغر قنوجی ۱۱۱۵ھ ۴-۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابوں سے اعلیٰ کتابیں تک اپنے والد ماجد سے پڑھیں، والد کے انتقال کے بعد فاتحۂ فراغ ۱۱۴۰ھ ۸-۱۷۲۷ء میں ملا نظام الدین لکھنوی سے پڑھا اور اپنے والد کے سجادۂ فیض پر متمکن ہوئے۔ تفسیر صغیر جو اختصار عبارت میں تفسیر جلالین کے برابر ہے اور شرح منار ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۱۷۸ھ ۵-۱۷۶۴ء میں انتقال ہوا۔ [۱]

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) ابجد العلوم ص ۹۳۲

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۹

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۸۶-۸۷

(۴) تاریخ فرخ آباد ورق ۱۲۷

(۵) خزینۃ الاصفیاء ص ۳۷۲-۳۷۳ (مترجم)

(۱۸۲) مولانا رشید الدین خاں دہلوی

مولانا رشید الدین خاں، مولانا رفیع الدین دہلوی کے مشہور تلامذہ میں تھے، علم کلام میں بڑی دسترس حاصل تھی، شوکت عمریہ، بارقہ ضیغمیہ کے جواب میں جس میں متعہ وغیرہ کے مسائل ہیں اور دوسرے رسالے مذہب اہل تشیع کے رد میں ان کی یادگار ہیں ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳-۳۴ء میں انتقال ہوا، برد اللہ مضجعہ، [1]

[1] مولوی رشید الدین خاں بن امین الدین بن وجیہ الدین مفتی صدر الدین خاں آزردہ سے رشتہ دار تھے۔ شاہ عبد العزیز، شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین سے تمام علوم کی تحصیل کی علم ہیئت اور ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ رد رفض کے رد میں اکثر رسالے لکھے دہلی کالج میں مسند درس کو زینت بخشی عمر قریب ستر برس کے ہوئی مولوی رشید الدین خاں اور شیخ احمد شروانی صاحب نفحۃ الیمن کے خطوط کا ایک مختصر مجموعہ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں المکاتیب کے نام سے مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہو چکا ہے مسئلہ متعہ کے متعلق لکھنؤ کے شیعہ علماء کے جواب میں ایک کتاب "الصولۃ الغضنفریہ" تحریر فرمائی۔ ان کی دوسری مشہور کتاب "شوکت عمریہ" ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ لٹن لائبریری علی گڑھ یونیورسٹی (شیفتہ کلیکشن) میں موجود ہے ان کے علاوہ ایضاح لطافۃ المقال، تفصیل الاسعی ... اور [illegible] ... راجہ رام موہن رائے کے رسالہ ... بھی ان سے یادگار ہیں ... [illegible]

"تعلیم و تعلم کی خوب مشق تھی، ہر بات میں ... [illegible] ... بہت جلد رنجیدہ ہو جاتے تھے ... [illegible] ... ہر فن کی بہت کچھ معلومات رکھتے تھے۔ جو کچھ کہتے دراز و طویل، بالخصوص مباحثہ اختلافیہ دینیہ میں یہی طریقہ تھا اور یہ سمجھتے تھے کہ اب مقابل میں رد و قدح کی گنجائش نہیں رہی۔"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ ۱۲۴۳ھ ۱۸۲۷-۸ء میں انتقال ہوا۔

(۱) آثار الصنادید باب چہارم ص ۵۱ - ۵۲
(۲) تذکرہ اہل دہلی ص ۷۰ - ۷۲
(۳) واقعات دار الحکومت دہلی ص ۴۰۹ - ۴۱۰
(۴) ابجد العلوم ص ۹۱۷ -
(۵) انوار آفتاب صداقت جلد اول از قاضی فضل احمد ص ۵۱۳ - ۵۱۴
(۶) علم و عمل (جلد اول ص ۲۵۱ - ۲۵۲
(۷) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۷۷ - ۱۷۸
(۸) الیانع الجنی ص ۷۷

(مترجم)

(۱۸۳) مولوی رضا حسن خاں کاکوروی

مولوی رضا حسن خاں ابن امیر حسن خاں، کاکوری کے مخدوم زادے تھے۔ ۱۳ ذی قعدہ بروز جمعرات ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۰-۱ء میں پیدا ہوئے۔ حاجی محمد سعید بغدادی نے ان کی ولادت کے چند قطعے عربی زبان میں لکھے ہیں ان میں سے "شرف العصر بمولود وفاق" اور مادۂ ثانی "معدن للخیر قد زان الوجود" ہے۔ قدرت نے ذہانت اور فطانت ان کی فطرت میں ودیعت فرمائی تھی، تیرہ سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فارغ ہو گئے خاص طور سے عربی اور فارسی انشاء میں چاہے نظم ہو یا نثر اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ اہل کمال میں شمار ہوا بنگال میں ان کی تصنیفات بہت مشہور ہیں۔ قصیدہ انموذج الکمال، ہم وزن و ہم قافیہ قصیدہ بردہ ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۷-۸ء میں تصنیف فرمایا۔ چنانچہ اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:۔

تم المدیح فقد ارخته موتما ۔۔۔ الله از لل الایجاز والختم

اس کی شرح ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸-۹ء میں لکھی اس وقت ان کی عمر ۱۹ سال تھی ان کی دوسری تصنیف مطارح الاذکیاء مختلف علوم کے رموز و دقائق کے حل میں ہے۔ مؤلف (مولوی رحمان علی) کی نظر سے یہ دونوں کتابیں گزری ہیں۔ حق یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں سے مصنف کی لیاقت علمی ظاہر

ہوتی ہے کل نفسٍ ذائقۃ الموت کے تقاضے کے مطابق عین عالم شباب میں ملک بنگالہ میں انتقال ہوا، رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] کلکتہ میں ۱۲۶۶ھ/۵۰-۱۸۴۹ء میں انتقال ہوا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) تذکرہ مشاہیر کاکوری ص ۱۶۸-۱۷۲

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۶۸-۱۶۹ (مترجم)

(۱۸۴) مولوی رضا علی خاں بریلوی

مولوی رضا علی خاں بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم شاہ بن محمد سعادت یار خاں، بریلی (روہیلکھنڈ) کے مشہور عالم اور بھڑیچ پٹھان تھے۔ ان کے بزرگ سلاطین دہلی کے یہاں شش ہزاری وغیرہ مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔ ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے مولوی خلیل الرحمان مرحوم سے ٹونک میں علوم درسیہ کی تحصیل کی اور ۲۳ سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرلی۔ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے خصوصاً علم فقہ میں بڑی مہارت تھی ان کا وعظ تاثیر میں مشہور ہے۔ مختصر یہ ہے کہ کلام وسلام میں ابتداء کرتے تھے۔ زہد، قناعت، حلم، تواضع اور تجرید ان کے خصوصیات تھیں۔ ۲ جمادی الاول ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵-۶ء میں انتقال ہوا۔ بھڑیچ پٹھانوں کا ایک گروہ ہے جس کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ [1]

[1] مولوی رضا علی خاں کے پوتے مولوی احمد رضا خاں صاحب ابن نقی علی خاں صاحب بریلوی کی سوانح عمری " حیات اعلیٰ حضرت " جلد اول مرتبہ مولوی ملک [illegible] الدین بہاری پر مولوی محمد سلیمان بدایونی نے ایک جامع اور مدلل تبصرہ فرمایا ہے اور اس [illegible] دعاوی کا تاریخی دلائل کی روشنی میں بطلان کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:- العلم کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۵۰ء (مترجم)

(۱۸۵) شاہ رضا لاہوری

شاہ رضا لاہوری، قادری شطاری، لاہور کے ممتاز عالم، کامل اور صاحب فضل وارشاد

تھے۔ ظاہر و باطن میں جو فتوحات حاصل ہوتی تھیں پنجاب میں کسی دوسرے کو حاصل نہ تھیں
۱۲ر جمادی الاول ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶-۷ء میں رحلت فرمائی ان کا مزار لاہور میں ہے۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو: (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۱
(۲) خزینۃ الاصفیا، جلد اول ص ۱۸۸ - ۱۸۹ (مترجم)

(۱۸۶) شیخ رضا رفیقی کشمیری

شیخ رضا کشمیری بن محمد بن مصطفیٰ رفیقی، ان کی کنیت ابو حمزہ ہے ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰-۹۱ء میں پیدا ہوئے اپنے والد، چچا اور نانا شیخ نعمت اللہ بن اشرف ٹوپی گر سے تحصیل علم کی، فقیہہ، محدث اور مفسر ہوئے ان ہی علوم کے درس میں مشغول رہتے تھے ہر چھوٹے بڑے کو پہلے سلام کرتے تھے بہت حلیم، رحیم اور متواضع تھے۔ ماہ شعبان ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹-۶۰ء میں انتقال ہوا۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۷۹ (مترجم)

(۱۸۷) میر رضی الدین

میر رضی الدین، کشمیر کے عالم، نہایت فاضل اور کامل تھے۔ مرزا حیدر کے اقتدار کے زمانہ میں محلہ قطب پورہ میں مدرس مقرر ہوئے اکثر علوم میں ان کی گراں قدر تالیفات ہیں۔ ان کی بیٹی کی شادی ملا فیروز سے ہوئی، مولوی فقیر محمد لاہوری نے حدائق حنفیہ مطبوعہ مطبع نول کشور صفحہ ۳۷۷ پر پہلے ان کی وفات ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں لکھی ہے پھر اسی صفحہ پر میر موصوف کے حالات میں ان کی وفات ۹۶۰ھ/۱۵۵۲-۳ء میں لکھی۔ معلوم نہیں کونسی صحیح ہے اور دوبارہ حالات لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے سوائے اور کیا سمجھا جائے کہ یہ لکھنے والے قلم کی بھول ہے [1]

[1] ہمارے پیش نظر حدائق الحنفیہ مطبوعہ نول کشور پریس (بار سوم ۱۹۰۶ء) ہے اس میں میر رضی الدین کی سال انتقال صرف ۹۶۰ھ/۱۵۵۲-۳ء تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۳۷۷
نیز ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۱۴ - ۱۱۵ (مترجم)

(۱۸۸) مولوی رضی الدین

مولوی رضی الدین ولد حسیب الدین، کان پور کے قاضی اور زیور تسلیم و رضا سے آراستہ تھے، خدا کے حکم سے ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵-۴۶ء میں کانپور میں انتقال ہوا، مولانا محمد سلامت اللہ کشفی نے ان کی تاریخ وفات یہ لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی رضی الدین

ازشاہ محمد سلامت اللہ کشفی

نہالِ باغ شرف مولوی رضی الدین — قضا بہفتہ بجاکش چو آفتاب بمیغ
زپیر عقل چو سالِ وفات او جستم — زغصہ گفت بمن ہائے ہائے ہائے دریغ

۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵-۴۶ء

(۱۸۹) میر سید رفیع الدین محدث آگرہ

میر رفیع الدین محدث کے بزرگ علماء اور صلحاء تھے۔ وہ خود بھی فاضل اور محدث تھے جود و سخاوت، اور خلق و لطف کے مالک تھے، معقولات میں مولانا جلال الدین دوانی کے شاگرد اور حدیث میں شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمان السخاوی الحافظ المصری کے شاگرد تھے، ان کی اصل شیراز سے تھی وہیں پیدا ہوئے۔ سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں دہلی آئے، سلطان سکندر کو ان سے بہت اعتقاد ہو گیا تھا۔ اُنھوں نے سلطان سکندر کے حکم سے آگرہ میں سکونت اختیار کرلی وفات ۹۵۴ھ / ۱۵۴۷-۸ء میں ہوئی۔ ان کی قبر وہیں ہے، جہاں ان کا گھر تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔[1]

[1] تفصیل کے لئے دیکھیے:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۷۵-۳۷۶

(۲) مفتاح التواریخ ص ۱۵۷

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۱۵

(۴) بوستان اخیار ص ۷۸-۷۹

(رمنہ حمر)

India's Contribution to the Study (۵)
of Hadith Literature pp. 96-97

(۱۹۰) مولانا رفیع الدین دہلوی

مولانا رفیع الدین ابن شاہ ولی اللہ دہلوی، اپنے زمانہ کے ممتاز عالم تھے، مقدمۃ العلم، رسالہ عروض، کتاب التکمیل، رسالہ دمغ الباطل، اسرار المحبتہ اور اردو زبان میں قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ ان کی تصنیف ہے کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم دہلوی کی غزل کو جو ماہیت نفس کے بیان میں شیخ الرئیس عربی کی غزل کے جواب میں ہے۔ مخمس کیا تھا۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء میں فوت ہوئے۔ اللہ جنت میں ان کے مراتب بلند فرمائے۔ لہ

لہ شاہ رفیع الدین ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم اور سند حدیث حضرت شاہ ولی اللہ سے لی جب حضرت شاہ عبدالعزیز کی کبرسنی اور کثرت امراض کی وجہ سے طلباء کی تعلیم میں ہرج واقع ہوا تو شاہ رفیع الدین نے درس وتدریس کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ سر سید احمد خاں بہادر لکھتے ہیں۔

" دیار ہندوستان کے جمیع فضلائے نامی ان ہی حضرت فیض موہبت کے مستفیضوں میں سے ہیں۔ ہر فن کے ساتھ اس طرح کی مناسبت تھی کہ ایک وقت میں فنون متباینہ اور علوم مختلفہ کا درس فرماتے تھے۔ جب ایک کی تعلیم سے دوسرے کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے حضار خدمت کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی فن میں جامۂ یکتائی ان کے قامت استعداد پر قطع ہوا ہے، باوجود ان کمالات کے افاضۂ فیض باطن کا یہ حال تھا کہ جنید بغدادی اور حسن بصری اگر ان کے وقت میں ہوتے تو بے شک وریب اس میں اپنے تئیں کمترین مستفیدان تصور کرتے۔"

مؤلف تذکرہ علمائے ہند کا تحریر کردہ سن وفات (۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء) غلط ہے شاہ رفیع الدین دہلوی کا ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں انتقال ہوا۔ ان کی تصانیف میں قیامت نامہ (فارسی) وغیرہ بھی ہے۔ ان کے اکثر رسالے قلمی صورت میں کتب خانہ رام پور میں

موجود ہیں:۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) آثار الصنادید باب چہارم ص ۵۲ - ۵۳
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۹ - ۴۷۰
(۳) یادگار دہلی ص ۱۰۳
(۴) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ۵۸۸
(۵) الیانع الجنی ص ۷۵ - ۷۶
(۶) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۶۵ - ۶۶
(۷) علم و عمل (جلد اول) ص ۲۴۸ - ۲۴۹
(۸) ابجد العلوم ص ۹۱۵
(۹) ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۱۶۰ - ۱۶۱

(مترجم)

(۱۹۱) مولوی رفیع الدین مُرادآبادی

مولوی رفیع الدین مُرادآبادی، فرید الدین کے بیٹے تھے، علم حدیث مولوی خیر الدین سورتی تلمیذ شیخ محمد حیات سندھی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے حاصل کیا اور مولانا شاہ عبد العزیز سے تحقیق و تدقیق کے مذاکرے ہوتے تھے۔ شیخ محمد غوث لاہوری کے مُرید تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، حرمین شریفین کے حالات میں ایک کتاب تالیف کی، جس کا نام "قصر الآمال بذکر الحال والمآل ہے سلو الکئیب بذکر الحبیب، ترجمہ عین العلم شرح اربعین نووی، کنز الحساب، تذکرۃ المشائخ، کتاب الاذکار، تذکرۃ الملوک، شرح غنیۃ الطالبین اور تاریخ افاغنہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ ۵ ذی الحجہ [illegible] ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں مُرادآباد میں استسقاء کے مرض میں وفات پائی ۔[۱]

[۱] مولوی رفیع الدین بن فرید الدین بن عظمت اللہ بن عصمت اللہ بن عبد القادر لکھنوی، ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۱-۲۲ء میں مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ مولوی رفیع الدین کی مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ ان کی ایک کتاب "الافادات العزیزیہ" ہے۔ یہ ان خطوط کا

مجموعہ ہے جو شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ان کو لکھے تھے۔

ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۳

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۸۲

(۳) اتحاف النبلاء ص ۲۵۱

(مترجم)

(۱۹۲) مولوی روح اللہ لاہوری

مولوی روح اللہ لاہوری ۱۱۷۱ھ/۸-۱۷۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ علوم دین کی تحصیل میں مشغول ہو گئے صرف، نحو، معانی، اور حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مولانا محمد سلیم لاہوری کے شاگرد تھے، ان کے زمانہ کے حکام یعنی رنجیت سنگھ وغیرہ ان کا بہت ادب کرتے تھے یہ وہ زمانہ تھا جب لاہور میں سکھوں کی بہت شورش تھی۔ مگر انھوں نے لاہور میں آثار شرع کو جاری رکھا، ان کے زمانہ کے علماء میں ان کا فتویٰ مقبول تھا مکہ معظمہ گئے وہاں بہت دنوں رہے اور قرآن شریف حفظ کیا اکثر کتابیں تصنیف کیں واپسی کے وقت شہر یمن میں ۱۲۴۴ھ/۹-۱۸۲۸ء میں فوت ہوئے۔

(۱۹۳) شاہ رؤف احمد مصطفےٰ آبادی

شاہ رؤف احمد نقشبندی، مجددی، مصطفےٰ آبادی، شاہ ابو سعید دہلوی کے خالہ زاد بھائی تھے فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ ظاہری علوم کی تحصیل مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی، خاندانِ نقشبندیہ میں خرقۂ خلافت شاہ غلام علی دہلوی سے پایا اور بھوپال میں مقیم ہو گئے۔ اردو زبان میں تفسیر رؤفی لکھی اس کا آغاز ۱۲۳۹ھ/۴-۱۸۲۳ء میں اور اس کا اختتام ۱۲۴۸ھ/۳-۱۸۳۲ء میں ہوا اپنے مرشد کے ملفوظات دار المعارف کے نام سے لکھے، دیوان رافت ہندی اور فارسی اشعار میں ان کی تصنیف ہے۔ اشعار میں رافت تخلص کرتے تھے۔ بھوپال سے حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے کہ جہاز کی سواری میں ۱۲۰۳ھ/۹-۱۷۸۸ء میں فوت ہوئے [۱]

[۱] شاہ رؤف احمد رافت ابن شاہ شعور احمد ۱۲ محرم الحرام ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں رام پور میں

پیدا ہوئے۔ تاریخی نام رحمان بخش ہے۔ علوم عقلی سے فراغ حاصل کر کے شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بارہ سال خدمت میں رہے۔ تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ پھر شاہ غلام علی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شاعری میں جرأت کے شاگرد تھے۔ شاہ رؤف احمد کی تصنیفات میں (۱) مثنوی اسرار غیب (۲) مراتب الوصول (۳) معراج نامہ (اُردو نثر) (۴) مثنوی یوسف زلیخا (اُردو) (۵) جواہر علویہ (فارسی) (۶) رسالہ صادقہ مصدوقہ (۷) سلوک العارفین (فارسی) (۸) شراب رحیق (فارسی) (۹) ارکان اسلام (اُردو) ہیں مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے تاریخ وفات (۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸-۹ء) غلط لکھی ہے۔ خود ہی مؤلف نے لکھا ہے کہ ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲-۳ء میں تفسیر رؤفی ختم کی ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳-۴ء میں انتقال ہوا۔ عبدالغفور نے درج ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

رافت آں قبلہ ارباب کمال ۔۔۔ ازجہاں رفت بسوئے جنت

بہر تاریخ رحیلش نساخ ۔۔۔ شد رقم "قدوۂ جنت رافت"

۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳-۴ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۴۳-۱۴۷

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۲-۴۷۳

(۳) جواہر علویہ ص ۲۷۱-۲۷۲

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۷۰۳-۷۰۴

(۵) تذکرۂ گلشن بے خار ص ۸۴-۸۵

(۶) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۲۶۸

(۷) انتخاب یادگار ص ۱۴۳-۱۴۵

(مترجم)

(۱۹۴) مولوی رحمان علی مؤلف کتاب ہذا

فقیر حقیر کی کیا مجال ہے کہ ارباب علم کی صف نعال سے نجاوز کر کے علماء و فضلا کے

پہلو میں بیٹھے اور اپنے کو مؤلفین و مصنفین کی جماعت میں شامل کرے، لیکن اما بنعمۃ ربک فحدث (اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) کی تعمیل میں قلم ژولیدہ نگار کو تحریک ہوئی ۔
پس واضح ہو کہ مؤلف اوراق محمد عبدالشکور عرف رحمان علی (اللہ پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف کرے) بن حکیم الحکماء حکیم شیر علی (اللہ انہیں بخشے) ۲ ذی الحجہ بروز جمعہ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوا، والد ماجد نے نہایت لاڈ اور پیار سے پرورش فرمائی، تسمیہ خوانی کی رسم کے بعد جیسا کہ برصغیر ہند کے مسلمانوں کا طریقہ ہے، ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں شروع کیں ابوالنصر فراہی تک نصاب پہنچا تھا کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا حکیم احسان علی خاں حقیقی بھائی جو سب میں بڑے تھے۔ مجھ ہیچ کارہ کی تربیت و تادیب کے لئے آمادہ ہو گئے اور مجھے فتح پور لے گئے جہاں وہ خود مقیم تھے، وہاں ضروریات فارسی سے فراغت حاصل کر لی، پھر مولانا محمد شکور مچھلی شہری، صدرالصدور ضلع فتح پور ہسوہ، مولانا ثابت علی بھکوی، مولوی سید حسین علی فتحپوری، مولانا عبداللہ زیدپوری، مولانا شاہ سلامت اللہ بدایونی کانپوری اور مولانا قاری عبدالرحمان پانی پتی سے کتب درسیہ کی تحصیل کی۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں اپنے بڑے بھائی مولوی حکیم امان علی خاں مرحوم کے توسط سے ریاست ریواں پہنچا۔ جب بابو رگھوراج سنگھ خلف الصدق و ولی عہد مہاراجہ بشناتھ سنگھ والی ریواں کے دربار میں آیا، تو انھوں نے میرا نام پوچھا میں نے عرض کیا عبدالشکور، فرمایا یہ لفظ ہماری زبان کو ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا نام تمہارے بھائی کے ہم وزن رحمان علی ہے۔ میں تسلیمات بجالایا اس روز سے اسی نام سے مشہور ہو گیا، اس ریاست میں سفارت جے پور، منصرمی فوج، باغیوں کی تادیب، جنھوں نے شاہراہِ دکن کو مسدود کر دیا تھا، دیوانِ ریاست کی پیشی، انتظام پرمٹ، ڈپٹی مجسٹریٹی، سول ججی اور مجسٹریٹی (درجہ اول) پر وقتاً فوقتاً مامور رہا اور ۱۸۸۴ء میں ریاست کی کونسل کا ممبر سکریٹری کی حیثیت سے مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر ممتاز ہوں۔ ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء میں قیصر ہند (ملکہ وکٹوریہ) کی جوبلی کے موقعہ پر گورنمنٹ ہند کی بارگاہ سے خان بہادری کا خطاب عطا ہوا۔ ڈی۔ ڈبلیو۔ کے۔ بار صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ و سپرنٹنڈنٹ ریاست نے مقام ریواں میں ۲۲ اپریل ۱۸۸۷ء کو دربار عام میں منعقد فرمایا اور اپنی تقریر کے بعد گورنر جنرل

عکس تحریر مولوی رحمان علی مؤلف کتاب ہذا

قطعہ تاریخ

در انتقال حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن قدس سرہ مصنفہ
سید حسن احمد صابر ولد سید غوث احمد مخاطب سید فرزند حسین خان بہادر
عرف ہوری میاں حسنی واسطی بلگرامی

جناب مقتدانا فضل رحمٰن ... جنید وقت و شبلی زمانہ
علوم دین اشاعت یافتہ زو ... بوعظ و پند و درس عالمانہ
ہمیشہ بر سعیدی فیض ادہم ... بارباب عقیدت غائبانہ
قرین مسند ارشاد از وی ... بفیض عارفانہ صوفیانہ
بدریای حقیقت طرفہ غواص ... بہ بحر معرفت دُرّ یگانہ
رخ او روشن از نور عبادت ... دل او دولت دین را خزانہ
بحسن خلق و اہل بینش ... فزاوده داشت حب عاشقانہ
بسر فرمود در یاد الٰہی ... ہمہ اوقات روز از شبانہ
گدا و شاہ از اطراف و جوانب ... ہمہ شد فیض یاب آستانہ
بہ پیش ہمت او جود حاتم ... بود یک لقمہ و پارینہ فسانہ
ز نام او کہ از گیتی است مشہور ... کنی گر غور ہم عالم فلانہ
سنین عمر او گردد ہویدا ... حساب ابجد آن [illegible]
ربیع الاول و وقت دوم جمعہ ... بوقت عصر شد جنت روانہ
ہمای روح پاکش در حیات ہمت ... بشاخ نخل طوبی آشیانہ
پی تاریخ آن بنوشت صابر ... ز شیخ وقت شد خالی زمانہ

بہادر کی مہر شدہ خطاب کی سند گورنمنٹ ہند کی طرف سے اور چاندی کا عصائے چوبدار اور خلعت ریاست کی طرف سے اپنے دستِ خاص سے عنایت فرمایا اس سے قبل ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱-۲ء میں ریواں میں، میں نے ایک مسجد پتھر کی تعمیر کرائی جس کے مصارف مسجد کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں اور وہ گاؤں جو دوامی معافی میں مجھے ریاست سے ملا تھا مسجد مذکور کے مصارف کے لئے وقف کر دیا تاکہ اس گاؤں کی آمدنی سے مسجد کے مؤذن و پیش امام کی تنخواہ اور مرمت و جانماز کا صرفہ ہوتا رہے اس مسجد کی بنا کے چند قطعات تواریخ مولانا ابو الخیر معین الدین کاظمی نے لکھنؤ کے شعراء سے منظوم بھیجے ہیں جن کو ناظرین کے ملاحظہ کے لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے [1]

قطعہ تاریخ بنائے مسجد ریاست ریواں معمرہ مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند

حبذا مسجد کہ صحنش چوں رخ حور از نور ‏ ‏ ہر ستونش ساق عرش کبریا یا ساق حور

بہر تاریخ بنائش منشی فکر رسا ‏ ‏ زد رقم مسجد بناء قبلہ عبد الشکور

۱۲۷۸ھ
۱۸۶۱-۲ء

دیگر در عربی

اسس العبد مسجد الفرق ‏ ‏ فجزاہ المھیمن الفرق

ارخ الفکر ذلک مصراعًا ‏ ‏ ذلک المسجد الحرام بحق

۱۲۷۸ھ
۱۸۶۱-۲ء

مسجد کے صدر دروازہ پر یہ آیۂ کریمہ کندہ ہے کہ اس سے بھی مسجد کی تاریخ بنا نکلتی ہے۔

"لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین"

۱۲۷۸ھ
۱۸۶۱-۲ء

چاروں خاندانوں میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ساتھ اجازت بیعت و [illegible] محمد حسین عمری محب اللہی الہ آبادی سے پائی ہے۔

اپنی تصنیفات کو اہلِ علم کے سامنے پیش کرنا ایسا ہے جیسے بادشاہ کے حضور میں کوئی فقیر اپنی جھولی اور زنبیل پیش کرے۔

بقول ‏ ‏ نم چشم قلم را شرم دارم ‏ ‏ کہ سوئے چشمۂ حیواں فرستم

اس لئے جو متاع قلیل میرے پاس ہے اس کو لکھتا ہوں۔

کتب مطبوعہ:۔ (۱) فوائد جلالیہ منظومہ فارسی اصول نحو میں مأتہ عامل کے وزن و قافیہ پر ہے (مطبوعہ دہلی)

(۲) تحفۂ قبول در فضائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اُردو) مطبوعہ مطبع نظامی (کان پور)

(۳) طریقۂ حسنہ در ابیات مولد و قیام (اردو) مطبوعہ لکھنؤ۔

(۴) آداب احمدی۔ در بیان سنن زوائد (اُردو) مطبوعہ بنارس۔

(۵) ریاض الأمراء۔ تاریخ امیران اندرونی و بیرونی جو گورنمنٹ ہند سے توپ کی سلامی پاتے ہیں (اُردو) مطبوعہ لکھنؤ۔

(۶) تحفۃ البحرین۔ در بیان حفظ صحت مشتمل بہ قواعد مسلمہ اطباء یونان و ہندوستان (اُردو) مطبوعہ لکھنؤ۔

(۷) ابنیۃ الاسلام (عربی) در بیان ابنیۂ خمسہ اسلام بطور شرح حدیث بنی الاسلام علی خمس الحدیث جو دار الخلافہ قسطنطنیہ میں طبع ہوئی اور حرمین شریفین، بغداد، مصر، بصرہ، شام اور ٹیونس وغیرہ میں تقسیم ہوئی۔

(۸) طب رحمانی۔ مشتمل بر معالجات قلیل الاجزاء (فارسی) مطبوعہ آگرہ۔

(۹) صحت جسمانی۔ مشتمل بر بیان فصول سگانہ و خواص ماکول و مشروب (اُردو) مطبوعہ نظامی کان پور۔

(۱۰) ہر ہفت۔ در بیان اشیاء ہفتگانہ (اُردو) مطبوعہ ریواں

(۱۱) کفارۃ الذنوب۔ روزہ اور نماز کے کفارہ کے ادا کرنے کے اور فدیہ کے اسقاط کے بیان میں ہے۔ مطبوعہ آگرہ۔

(۱۲) عجالہ نافعہ۔ متضمن اقوال نصیحت آمیز (مطبوعہ دہلی)

(۱۳) تحفہ خان بہادر۔ در بیان کرسی نامہ قوم بگھیل (مطبوعہ الہ آباد)

کتب غیر مطبوعہ:۔ (۱) منیۃ اللبیب فیما یسر بہ الاریب (عربی نثر)

(۲) دریائے لطافت (لطائف و ظرائف)، اُردو

(۳) آفتاب حکمت (اقوال حکمائے سلف)، اُردو

(۴) تواریخ بگھیل کھنڈ (اُردو)

کتب زیر تالیف:۔ (۱) تاریخ التواریخ۔

(۲) میزان الموازین۔
(۳) جغرافیہ عرب۔
(۴) تعلیم رحمانی۔
(۵) ندیم الاطباء۔

۱؎ مولوی رحمان علی نے جن کتابوں کا ذکر اس تذکرے میں کیا ہے ان کے علاوہ ان کی تصنیفات میں (۱) المشاہد (۲) مشیر تندرستی (۳) باقیات الصالحات بھی طبع ہوئی ہیں۔ آخری وقت تک علمی مشاغل جاری رہے۔ ان کی وجہ سے ریواں میں علوم دینیہ اور حفظ قرآن کی خوب اشاعت ہوئی، مولوی رحمان علی کا ایک اعلیٰ کتب خانہ تھا۔ ۱۸۹۵ء میں ان کا تقرر وکیل دربار متعینہ ایجنسی بگھیل کھنڈ میں ہوا۔ ۱۹۰۶ء میں پنشن یاب ہوئے۔ دسمبر ۱۹۰۷ء میں مولوی رحمان علی کا انتقال ہوا اپنی تعمیر کردہ مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے "غم درد والم" (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ حکیم تخلص فرماتے تھے۔ مولوی رحمان علی کے صاحبزادے حکیم ریاض علی خاں (ف ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء) تھے جن کے صاحبزادے قاضی عیاض علی خاں صاحب ہیں قاضی صاحب سلف صالحین کا نمونہ ہیں عمر اسی سال کے قریب ہو چکی ہے۔ قاضی عیاض علی صاحب نے مولوی رحمان علی مرحوم کی تاریخ انتقال نیز دوسرے حالات بہم پہنچائے [illegible] کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (مترجم)

۲؎ شاہ محمد حسین بن شیخ تفضل حسین ۱۸۵۳ء میں الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی، مولوی عبدالحی فرنگی محلی اور قاری عبدالرحمان پانی پتی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی [illegible] امداد اللہؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اجمیر شریف میں عین محفل سماع میں ۸ [illegible] میں انتقال ہوا۔ شاہ صاحب کی تصانیف میں رسالہ قولات عشرہ، [illegible] شرح میزان البلاغت، دوازدہ مجلس، ترجمہ عشرہ کاملہ، ہادی الامم الی ارض الحرم اور قیامت نامہ مشہور ہیں۔

ملاحظہ ہو: "سوانح حیات شاہ محمد حسین الہ آبادی" مرتبہ محمد الفاروقی (مطبوعہ) (مترجم)

(۱۹۵) مولانا شاہ زاہد بخاری احمد آبادی

مولانا شاہ زاہد بخاری حنفی المذہب، محدث اور فقیہہ تھے شاہ عالم گجراتی کے مرید تھے درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ۶ر شعبان ۸۹۳ھ / ۱۴۸۸ء میں وفات پائی۔ احمد آباد (گجرات) میں دفن ہوئے۔

(۱۹۶) ملک زین الدین

ملک زین الدین اور زبر الدین دو بھائی تھے، اگرچہ علمائے کرام میں ان کا شمار نہیں ہے مگر اپنے زمانے کے سخی، صلحائے اُمت علم اور علماء سے محبت کرنے والے تھے۔ لہٰذا ان کا ذکر بمصداق "المرء مع من احب" (انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے) تیمناً و تبرکاً کیا جاتا ہے۔

ملک زین الدین خاں جہاں کے وکیل تھے جو سکندر لودی کے بنی اعمام سے تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کی توفیق دی تھی۔ ان کے زمانہ کے اکثر علماء اور مشائخ، صلاح، تقویٰ اور خدمت گزاری کی وجہ سے اُن سے محبت اور تعلق رکھتے تھے۔ ہمیشہ کھڑے ہو کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ ایک رحل بنوائی تھی جس کی اونچائی ان کے سینے کے برابر تھی۔ اُس پر قرآن مجید رکھتے تھے اور کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ اُن کے تمام متعلقین و خدمت گزار آدھی رات کے بعد تہجد کے لئے اُٹھ بیٹھتے تھے اور چاشت کے وقت تک ان کے مکان میں اوراد و وظائف کی وجہ سے سوائے ہاتھ اور زبان کے اشارے کے کوئی کام نہیں ہوتا تھا کہتے ہیں کہ وہ شب جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس کے لئے چند من چاول کی قبولی کھچڑی پکواتے تھے اور ہر چاول پر تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر پھونکتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایام پیدائش (ربیع الاول کے پہلے بارہ روز) میں روزانہ ایک ہزار تنکہ زیادہ کرتے تھے، یہاں تک کہ بارھویں دن ۱۲ ہزار تنکے خرچ ہوتے تھے۔ تنکہ ایک سکہ سونے، چاندی یا تانبے کا ہوتا تھا اور یہ ٹکے کا مفرس ہے۔ ؂۵

؎ من کا وزن مختلف زمانوں میں غیر متعین رہا ہے۔ آج کل چالیس سیر کا ہے معلوم نہیں لودیوں کے عہد میں من کا کیا وزن تھا۔

؎ ملاحظہ ہو:۔ اخبار الاخیار ص ۲۲۶ — ۲۲۷ (مترجم)

(۱۹۷) ملک زبر الدین

ملک زبر الدین اپنے بھائی (ملک زین الدین) کی ملازمت اور خدمت میں رہتے تھے، جو سلطنت میں عہدیدار تھے۔ تجرد کی زندگی گزارتے تھے، دہلی کے قریب ایک گاؤں اپنی ملکیت میں لے لیا تھا، علماء، صلحاء اور صوفیوں کے ساتھ خوش خوش رہتے تھے، چوں کہ دونوں بھائی التزاماً بدھ کے دن اپنی شہادت کی دعا مانگتے تھے، چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔ یعنی زین الدین ۹۲۶ھ/۲۰-۱۵۱۹ء میں زہر سے فوت ہوئے اور زبر الدین سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی کے ہمراہ ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں شہید ہوئے۔ دہلی میں ان کی قبر حوض شمسی کے مغربی جانب ہے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:۔ اخبار الاخیار ص ۲۲۶ — ۲۲۷ (مترجم)

(۱۹۸) زین العابدین دہلوی

زین العابدین عرف شیخ اڈھن دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نانا تھے، فاضل کامل متقی، عبادت گزار، نہایت صاحب خشوع، منکسر المزاج، مودب اور باوقار تھے اسی طریق و آداب کے ساتھ گھر میں رہتے تھے۔ جو مجلس میں ہوتا تھا ان کی زبان ہمیشہ ذکر الٰہی میں [illegible] رہتی تھی۔ نہایت خوب صورت اور حسین تھے علم و تقوی کی تجلیاں ان کی پیشانی [illegible] پرہیز رکھتے اور کھانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی نے ان کو اپنی سفارت کے لئے طلب کیا، لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ مولانا سماء الدین کے مرید اور مولانا عبد اللہ تلنبی کے شاگرد تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی وفات ۹۳۴ھ/۸-۱۵۲۷ء میں ہوئی۔ قبر دہلی میں حوض شمسی کے مغربی جانب ہے۔ ؎

ے ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الاخیار ص ۲۲۴-۲۲۵

(۲) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۴۹۹-۵۰۰ (مترجم)

(۱۹۹) شیخ زین الدین خوافی

وفائی تخلص تھا، اپنی دانش مندی کی وجہ سے ظہیر الدین محمد بابر شاہ کے مستقل منصب دار ہوئے تھے۔ آگرہ میں ان کی ایک مسجد اور مدرسہ ہے۔ اس طرف دریائے جمنا بہتی ہے کمالات صوری و معنوی کے جامع تھے، معماء، تاریخ، بدیہہ گوئی، شعر بلکہ تمام اقسام نظم و نثر اور انشاء میں اپنے زمانہ میں بے مثال تھے، کہتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ بابر بادشاہ کی ملازمت میں پہنچے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تمھاری عمر کتنی ہے، انھوں نے فوراً کہا کہ پانچ سال پہلے چالیس سال کا تھا اور اب بھی چالیس سال کا ہوں اور دو سال کے بعد چالیس بھی ختم ہو جائیں گے۔ یہ ان کا قطعہ ہے۔

غم گریباں گیر شد سر در گریباں چوں کشم — شوق دامن گیر آمد پا بہ داماں چوں کشم

اے گریبانم ز شوقت پارہ دامن چاک چاک — بے تو پا در دامن و سر در گریباں چوں کنم

انھوں نے ہندوستان کی فتح کی تاریخ لکھی ہے جس میں غرابت کی شرح اور سخنوری کا کمال دکھایا ہے۔ ان کا انتقال چنار گڑھ کے علاقہ میں ۹۴۰ھ/۱۵۳۳-۳۴ء میں ہوا۔ اپنے مدرسہ میں آگرہ میں دفن ہوئے۔ ے

ے شیخ زین الدین صدر کے عہدہ پر فائز تھے علوم معقول و منقول میں کامل دستگاہ رکھتے تھے واقعات بابری کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ بابر نے جب رانا سانگا پر فتح پائی تو اس خوشی میں مسلمانوں سے محصول لینا معاف کر دیا۔ اس معافی کا فرمان شیخ زین الدین ہی نے لکھا تھا۔ شیخ زین الدین نے بابر کی مثنوی مبین کی ایک شرح بھی لکھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) منتخب التواریخ ص ۱۲۹

(۲) بزم تیموریہ ص ۲۱-۲۲

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۲۰

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۰۹ - ۳۱۰

(۵) بوستان اخیار ص ۸۰ - ۸۱ (مترجم)

(۲۰۰) خواجہ زین الدین علی بتور کشمیری

خواجہ زین الدین علی علمائے کشمیر سے تھے۔ شیخ یعقوب صرفی، ملا شمس الدین کے شاگرد اور شیخ حمزہ کے مرید تھے ادھیڑ عمر میں حرمین شریفین گئے۔ شیخ ابن حجر مکی سے سند حدیث حاصل کی اور کشمیر واپس آئے ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے انتقال کے بعد محلہ راہنوارہ میں دفن ہوئے جہاں وہ رہتے تھے۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۲۶ (مترجم)

(۲۰۱) مولوی زین الدین کشمیری

مولوی زین الدین ابن خواجہ عبد اللطیف، فاضل، کامل، ذکی الطبع اور موزوں طبیعت تھے شعر خوب کہتے تھے حلال روزی میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲-۴۳ء میں ۵۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اور محلہ راہنوارے میں اپنے دادا زین الدین علی کے قریب دفن ہوئے۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۴۳ - ۴۴۴ (مترجم)

(۲۰۲) مولوی سخاوت علی عمری جون پوری

مولوی سخاوت علی عمری ساکن قصبہ منڈیاہوں (مضافات جون پور) صاحب درس و تذکیر تھے، ان کی ذات والا صفات سے طالب علموں کو بہت فیض پہنچا ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی قدرت علی رودولوی، مولوی عبد الحئی دہلوی، مولوی محمد اسمٰعیل اور مولوی احمد اللہ انامی سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل کی اور طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہو گئے جون پور کی جامع مسجد جو سلاطین شرقیہ کی تعمیر کردہ ہے۔ اہل تشیع کے قبضہ میں تھی اور بدعات شنیعہ کا مرکز

بنی ہوئی تھی۔ اس مسجد کو ان سے حاصل کیا اور اس میں مدرسہ ربانیہ قرآنیہ قائم کیا جو آج تک (۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) جاری ہے۔ مسجد میں نماز پنجگانہ اور جمعہ ہوتا ہے اور مدرسہ سے سینکڑوں حفاظ فارغ ہو کر نکلتے ہیں۔ مولوی سخاوت علی کچھ دنوں تک نواب ذوالفقار الدولہ بہادر مرحوم کے زمانہ میں باندہ کے مدرسہ میں مدرس بھی رہے۔ مسوّد اوراق (مولوی رحمان علی) دو مرتبہ ان سے ملا ہے۔ پہلی مرتبہ مچھلی شہر میں استاذی مولانا محمد شکور صاحب کے مکان پر اور دوسری مرتبہ فتح پور میں مفتی محمد اسد اللہ کی قیام گاہ پر ملاقات ہوئی مولانا مرحوم طلباء کے حال پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ زیارت بیت الحرام سے مشرف تھے اور وہیں ۶ شوال ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء میں فوت ہوئے۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ التقویم فی احادیث النبی الکریم (حدیث)، رسالہ اسلم (منطق) رسالہ تقویٰ (رد بدعات) عقائد نامہ (اردو) رسالہ کلمات کفر، رسالہ اسرار فقر (مولوی شیخ محمد مچھلی شہری کے سوالوں کے جواب میں ہے) رسالہ عرض نیک (در مناظرہ شیعہ) رسالہ عرفاں (اوقات) اور رسالہ تعداد لغات وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔

مشہور علماء نے ان سے تربیت و فیض پایا۔ ان میں سے مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی، مولوی کرامت علی جون پوری، مولوی رجب علی جون پوری، مولوی محمد شریف جون پوری، مولوی غلام محمد جگدیش پوری (اعظم گڑھ)، مولوی شیخ محمد مچھلی شہری، مولوی محمد یعقوب بہاری، مولوی شجاعت حسین، مولوی محمد عمر غازی پوری، مولوی غلام جیلانی بایزید پوری، مولوی فیض اللہ مئوی (اعظم گڑھ) اور مولوی رحیم اللہ ساکن بستی مشہور ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ان کو چار بیٹے عطا فرمائے۔ مولوی محمد، مولوی محمد جنید، مولوی محمد شبلی اور مولوی حافظ ابوالخیر مکی ہیں۔ ان چاروں کا ذکر اپنے اپنے مقامات پر آئے گا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۹۲-۱۹۳

(۲) البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ از مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۴۴

(۳) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۳۷۰-۳۷۳

(۴) تجلی نور المعروف بہ تذکرہ مشاہیر جون پور از مولوی نور الدین جون پوری ص ۱۰۵-۱۰۹

(مترجم)

(۲۰۳) مولوی سراج الحق بدایونی

مولوی سراج الحق ابن مولوی فیض احمد بدایونی، عالم، کامل، فاضل، ذہین اور عالی طبع تھے، ۱۲۴۶ھ/۳۱-۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے، اظہار الحق تاریخی نام ہے۔ اکثر کتب مروجہ انھوں نے اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور تکمیل اپنے ماموں مولوی نور احمد بدایونی سے کی مولوی فضل رسول بدایونی کے مرید ہیں۔ مخلوق کے افاضہ و افادہ میں ہمہ تن مصروف ہیں، آج کل جب کہ علم درکتاب اور علماء درگور" ہیں ان کی ذات غنیمت ہے رسالہ سراج الحکمۃ (فلسفہ) شرح رسائل معمیات بہاء الدین عاملی، شرح میزان منطق، حاشیہ برکتاب معتقد منتقد، رسائل طبیعہ اور دیوان عربی و فارسی ان کی تصنیفات ہیں۔ [۱]

[۱] مولوی سراج الحق رئیس دان پور اور دھرم پور کی مصاحبت و ملازمت میں رہے۔ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں دان پور میں انتقال ہوا۔ حکیم سراج الحق کے ایک صاحب زادے منیر الحق اور ایک دختر تھیں۔ مولوی منیر الحق تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۸ سال کی عمر میں ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں حج کو گئے وہیں انتقال ہوا۔ مولوی سراج الحق کی بیٹی کا سلسلۂ اولاد موجود ہے۔ مولوی سراج الحق کی صاحبزادی عبد الحق ابن مولوی انوار الحق (صاحب طوالع الانوار) کو منسوب تھیں۔ عبد الحق کے صاحب زادے مولوی حکیم ظہور الحق قادری ہمارے عنایت فرما ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) طوالع الانوار ص ۸۶

(۲) البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ از مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۲۵

(۳) مولانا فیض احمد بدایونی ص ۳۹-۴۰

(۴) اکمل التواریخ۔ حصہ اول ص ۶۵-۶۷ (مترجم)

(۲۰۴) حکیم سراج الدین شاہ جہاں آبادی

شاہ جہاں آباد کے مشہور طبیب اور اپنے زمانہ کے مشہور علامہ تھے۔ تصانیف و کتابت کے لئے مشہور ہیں۔ چراغ دین، انتخاب بحر الکلام، علم رموز، عقل افزا، حکمت ایمانی، معراج مذہب، سراج ہدایت

لب لباب مثنوی مولانا روم، دستور العمل علمائے متقدمین و عقلائے سابقین، مجموعہ گل و ریاحین اور قانون العلاج ان کی تالیفات ہیں۔

(۲۰۵) سراج الدین علی خاں اکبر آبادی

سراج الدین علی خاں کا تخلص آرزو تھا۔ فارسی زبان کے محقق تھے۔ چراغ ہدایت، تذکرۂ شعراء موسوم بہ جمع النفائس اور تنبیہ الغافلین (تنقید شیخ علی حزیں) ان کے فضل و کمال کے شاہد ہیں۔ فارسی کے علاوہ ریختہ گوئی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ دہلی کی بربادی پر سالار جنگ کے اشارہ پر لکھنؤ پہنچے اور وہیں ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵-۶ء میں فوت ہوئے۔ [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:-

(۱) مخزن نکات از قائم چاندپوری ص ۱۴-۱۷

(۲) نکات الشعراء از میر تقی میر ص ۳-۴

(۳) تذکرہ ریختہ گویاں از فتح علی گردیزی ص ۶-۷

(۴) مفتاح التواریخ ص ۳۳۸

(۵) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۹۴-۹۵

(۶) تذکرہ بے نظیر از عبد الوہاب افتخار (مرتبہ منظور علی) ص ۲۷-۲۹ (الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد ۱۹۴۰ء)

(۷) نوادر اللغات از سراج الدین علی خاں آرزو (بہ تصحیح و تحشیہ و مقدمہ ڈاکٹر سید عبد اللہ) (انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۵۱ء) - مقدمہ ص ۱۲-۴۸

(۸) ذکر میر از میر تقی میر ص ۶۳-۷۳

(۹) تذکرہ شعرائے اردو۔ از میر حسن دہلوی ص ۵ (مترجم)

(۲۰۶) مولوی سید سرفراز علی سندیلوی

مولوی سرفراز علی ولد میر محفوظ علی، ولد میر محمد صالح، ان کا سلسلۂ نسب سیدنا موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے۔ ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے ممتاز علمائے سے علوم مروجہ و متداولہ کی

تحصیل کی۔ شروع زمانہ سے اب تک طلباء کو درس دیتے ہیں، شاہ غلام رسول کان پوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔

(۲۰۷) شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی لاہوری

شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی لاہوری، شیخ اسحاق ابن کاکو لاہوری کے شاگرد تھے، خود کو بنی اسرائیل کہتے تھے۔ مختلف اطوار رکھتے تھے۔ شروع زمانہ میں شریعت کے پابند تھے۔ پھر ایک دم آزاد ہو کر نواہی میں مبتلا ہو گئے، ایک گانے والی سے تعلق پیدا کر لیا اور سفید داڑھی کے ساتھ بازار میں پھرتے تھے۔

زیں پیش گرچہ خلق گرفتے زما سبق　　عشق آمد و ستاند نشانے زما سبق

لوگ ان سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور ان کو ولی سمجھتے تھے اسی حالت میں وہ خاص بازار میں درس دیتے تھے۔ جو کچھ ان کے پاس سامان تھا وہ محبوب کی نذر کر دیا تھا، ایک رات اس کے ساتھ شراب پی رہے تھے محتسبوں کی ایک جماعت ان کے شاگردوں کے مشورہ سے اکٹھی ہو کر اصلاح حال کے خیال سے دیوار کی طرف سے گھر کے اندر داخل ہوئی اور اسباب نواہی کو توڑ دیا اور چاہا کہ ان کو سزا دیں انھوں نے وہی بات کہی جو لوگوں نے خلیفہ دوم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ اگرچہ ہم نے ایک گناہ کیا ہے مگر تم نے تین گناہوں کا ارتکاب کیا ہے پس تمھیں زیادہ سزا ملنی چاہیئے کہ تم تجسس کے خیال سے دیوار کی طرف سے اس گھر میں بے اجازت داخل ہوئے وہ جماعت خجل و شرمندہ ہو کر واپس ہو گئی اس کے بعد ان کو توبۃ النصوح کی توفیق ہوئی۔ کتاب احیاء العلوم کو اپنا دستور ٹھیرایا ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ انھوں نے بہت [illegible] کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے امام غزالی کی تصنیف جواہر القرآن پر [illegible] اکبر بادشاہ نے خلوت میں بلا کر ان سے پوچھا کہ تمھاری قوم کیا ہے۔ انھوں [illegible] دیا کہ مجردوں کی جماعت سے ہوں جن کو ہندی میں کانستھ کہتے ہیں بادشاہ کو ان کی یہ بے تکلفی بہت پسند آئی بادشاہ ان کے ساتھ زیادہ وقت گزارتا تھا، وہ سائل کو کبھی محروم نہیں لوٹاتے تھے۔ اگرچہ تجارت و زراعت کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور بادشاہ کی طرف سے بھی کوئی مدد معاش مقرر نہ تھی کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ تمام صرفہ

اور سخاوت و ایثار کہاں سے ہوتا تھا لوگ اس معاملہ میں حیران تھے، کم وبیش اسّی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا، ہزار ہا چھوٹے بڑے ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ ان کی نعش پاک تبرکاً سر اور کندھے پر رکھتے تھے، یہاں تک کہ قدم رکھنے کی بھی جگہ نہ رہی۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۱۹ م ۴۲۰-۴۲۰

(۲) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۱۴۴

(۳) تذکرہ علماء والمشائخ ص ۵-۶ (مترجم)

(۲۰۸) شیخ سعد اللہ کندوری فراز لکھنوی

شیخ سعد اللہ ابن شیخ سماء الدین لکھنوی، تمام علوم نقلی، رسمی اور حقیقی کے فاضل اور ظاہر و باطن کی شوکت کے مالک تھے، شکر گزار مالداروں میں صاحب بذل و ایثار تھے، چونکہ فقیروں اور محتاجوں کو بہت کھانا کھلاتے تھے۔ اس لئے لوگ ان کو "کندوری فراز" کہتے تھے۔ مخدوم شیخ قیام الدین کی زبان فیض ترجمان سے شیخ الاسلام کا لقب ملا۔ چشتیہ خاندان میں اپنے والد ماجد سے اجازت و خلافت پائی اور خرقہ سہروردیہ، سید اجمل جون پوری سے حاصل کیا۔ ان کے آٹھ بیٹے تھے۔ (۱) بدیع الدین (۲) فرید الدین (۳) شیخ بڈے (۴) شیخ جہانگیر (۵) امین الدین (۶) سعد الدین (۷) فخر الدین (۸) رکن الدین۔ ان کی خوبیاں اور بزرگی بیان سے باہر ہیں۔ ان میں سے کچھ شیخ رحمت اللہ لکھنوی نے تذکرۃ الاصفیاء میں لکھی ہیں، یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۸۲۹ھ میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے زیر قدم دفن ہوئے، شیخ رحمۃ اللہ مؤلف تذکرۃ الاصفیاء نے "رحمۃ اللہ علیہ" سے تاریخ انتقال نکالی ہے۔ کندوری دسترخوان کو کہتے ہیں۔

(۲۰۹) شیخ سعد اللہ بیانوی

شیخ سعد اللہ بیانوی، علم صرف میں بے نظیر تھے، مدتوں طلباء اور اہل سلوک کے ملجاء و ماویٰ رہے، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، دودھ، گھاس اور جنگل کے میووں سے افطار فرماتے تھے، بچپن میں شیخ محمد غوث کے مرید ہوگئے تھے۔ آخر زمانہ میں ان پر حیرت کا غلبہ ہوگیا، ہمیشہ

خاموش رہتے، ایک گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا، یہاں تک کہ اپنے بیٹوں سے بھی نہیں ملتے تھے۔ ۸۸۹ھ ۱۴۸۴ء
میں فوت ہوئے اور بیانہ میں اپنی خانقاہ کے اندر جو انھوں نے خود بنوائی تھی دفن ہوئے۔
برد اللہ مضجعہ۔ بیانہ، بھرت پور کے قریب ایک قصبہ ہے۔

(۲۱۰) حافظ سید سعد اللہ بلگرامی

بے بدل فاضل اور بے نظیر عالم تھے، ملا عبد الرحیم قاضی مراد آباد (شاگرد ملا عبد الحکیم سیال کوٹی)
کے شاگرد تھے۔ ۱۱۱۲ھ ۱۷۰۰ء میں وفات پائی۔

(۲۱۱) شیخ سعد اللہ سلونی بن عبد الشکور

شیخ سعد اللہ سلونی بن عبد الشکور، شیخ پیر محمد سلونی کی اولاد میں تھے بچپن ہی میں تھوڑی سی
مدت میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے اور درس و تصنیف کا شغل اختیار کیا زیارت حرمین شریفین
سے مشرف ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۲ سال قیام فرمایا۔ حرمین شریفین کے رہنے والے ان سے بہت
اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ عبد اللہ بصری مکی (صاحب ضیاء الساری شرح صحیح بخاری) قادری
سلسلہ میں ان کے مرید ہوئے مخدوم ہاشم سندھی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، مولانا
سعد اللہ نے مکہ معظمہ سے واپس آکر سورت بندر میں سکونت اختیار کر لی، مخلوق نے ان کی طرف
خاص طور سے رجوع کیا، شرح ہدایت الحکمت، رسالہ کشف الحق، شرح مثنوی مولانا روم اور رسالہ
تحفۃ الرسول، ان کی تالیفات ہیں۔ ۲۷ جمادی الاول ۱۱۳۸ھ ۱۷۲۵ء میں بندر سورت میں وفات پائی
اور وہیں دفن ہوئے ان کے دو بیٹے عبد العلی اور عبد الولی تھے۔ دوسرے بیٹے (عبد الولی) کمالات
علمی میں اپنے باپ کی طرح تھے۔ عزلت تخلص کرتے تھے، مولوی محمد [illegible] ان کے
شاگرد تھے [1]

[1] ملاحظہ ہو: (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۷
(۲) بزم تیموریہ ص ۲۵۲ - ۲۵۳
(۳) مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۱۷ - ۲۱۸

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۹۶-۹۷

(۴) سبحۃ المرجان ص ۸۹

(۵) ابجد العلوم ص ۹۱۰

(۶) قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب از مولوی ذوالفقار احمد بھوپالی ص ۲۰۷-۲۰۸ (مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۵۶ھ / ۱۸۹۸ء) (مترجم)

(۲۱۳) مولوی مفتی سعد اللہ مراد آبادی

ان کی پیدائش ۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴-۵ء میں ہوئی۔ تاریخ پیدائش لفظ "ظہور حق" اور "بیدار بخت" سے نکلتی ہے۔ بچپن ہی میں فارسی کتابوں سے فراغت حاصل کر لی۔ شوق طالب علمی سر میں سمایا تو رام پور پہنچے اول صرف و نحو پڑھی۔ اس کے بعد نجیب آباد میں مولوی عبدالرحمٰن قہستانی سے شرح جامی پڑھی اور کافی استعداد حاصل کر کے دہلی پہنچے، اخوند شیر محمد والائتی، مولوی محمد حیات پنجابی اور مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور سے اکثر درسی کتابیں پڑھیں ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷-۸ء میں وارد لکھنؤ ہوئے۔ وہاں مولوی محمد اسمٰعیل مراد آبادی، مرزا حسن علی محدث اور مفتی ظہور اللہ لکھنوی سے تحصیل علم کی تحصیل علم اور شادی کے بعد مدرسہ شاہی (لکھنؤ) میں مدرس ہو گئے پھر تاج اللغات (فارسی ترجمہ) کی بعض جلدوں کی تالیف اور اس کے بعد کچہری کوتوالی (لکھنؤ) کے مفتی کے عہدہ پر ۲۹ سال رہے۔ اس زمانہ میں سفر حج کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ شیخ جمال مکی سے علم حدیث کی جدید سند حاصل کی اور لکھنؤ واپس آگئے اور عہدۂ افتاء پر مفتخر ہو گئے۔ واجد علی شاہ کے معزول ہونے کے بعد نواب یوسف علی خاں کے بلانے پر رام پور پہنچے، نواب رام پور ان کے شاگرد تھے۔ عہدۂ قضاء افتاء اور مرافعہ (اپیل) پر سرفراز ہوئے، نواب کلب علی خاں کے زمانہ تک اسی عہدہ پر مقرر و فائز رہے۔ ۲۴ رمضان المبارک بروز اتوار ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں بمقام رام پور داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن ہوئے۔ دو بیٹے لطف اللہ اور بشارت اللہ یادگار چھوڑے۔ دونوں رام پور میں رہتے ہیں۔ حکیم لطف اللہ نے کئی عربی اشعار میں ان کی تاریخ وفات کہی ہے مقطع میں مادہ تاریخ شامل ہے جو یہ ہے۔ ؎

فانا اللطف حصت تاریخا   لستی موته وما افتاه

فبوجه الجمیل یا بشری   قیل مثواه طاب طیب ثراه

مولوی یحییٰ نے ان کی تاریخ یہ کہی ہے :۔

تاریخ وفات گفت یحییٰ   گنجینۂ علم و فضل صد آہ

مسوّدِ اوراق (مولوی رحمان علی) نے سنہ ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں جب وہ طالب علمی کے سلسلہ میں لکھنؤ میں تھا تو ان (مفتی سعد اللہ[1]) کو دیکھا تھا خشک مزاج تھے اور چھوٹوں کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے۔ ان کی تصنیفات سے مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں۔

(۱) مفید الطلاب فی خاصیات الابواب (۲) القول الفصل فی ہمزۃ الوصل (۳) عقود الاجیاد فی مجہول اختیار و انقاد (۴) نوادر الاصول فی شرح الفصول (علم صرف) (۵) غایۃ البیان فی تحقیق السبحان (۶) رسالہ ترکیب بسم اللہ (نحو) (۷) خلاصۃ النوادر (۸) نوادر البیان فی علم القرآن (۹) رسالہ سنۃ فی وجود الغنہ (قرأت) (۱۰) القول المانوس فی صفات القاموس (۱۱) نور الصباح فی اغلاط الصراح (۱۲) ترجمہ قاموس (بعض مجلدات، علم لغت) (۱۳) ترجمہ فقہ اکبر (۱۴) وصیت نامہ امام ابو حنیفہ (۱۵) ترجمہ حقیقۃ الاسلام (۱۶) ہدایۃ النور فیما یتعلق بالاطفار والشعور (۱۷) زاد السبیل الی دار الخلیل (۱۸) حواشی الابدیہ (۱۹) رسالہ طہر متخلل (دینیات) (۲۰) حاشیہ بر شرح سلم مولوی حمد اللہ سندیلوی (۲۱) شرح ضابطۃ التہذیب (۲۲) شرح خطبہ قطبی (منطق) (۲۳) رسالہ قوس قزح (۲۴) رسالہ تناسخ (۲۵) رسالہ تحقیق علم واجب (حکمت) (۲۶) رسالہ سبع عرض شعیرہ موسومہ مفید البصیرہ (حساب) (۲۷) حاشیہ بر شرح چغمینی (ہیئات) (۲۸) رسالہ تشبیہہ واستعارہ (علم بیان) (۲۹) رسالہ عروض باقافیہ [illegible] الاذکار شرح معیار الاشعار (۳۱) شرح قصیدہ لامیہ (فارسی)

[1] مفتی سعد اللہ بن شیخ نظام الدین کا مراد آباد محلہ کسرول میں مولد تھا شیوخ کلال سے تھے بڑے بھائی نے تعلیم و تربیت شروع کی بھاوج سے کسی شکایت پر گھر سے نکل کر مفقود الخبر ہو گئے جب سنہ ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷-۸ء میں لکھنؤ ہوئے تو اعزہ کو پتہ دیا۔ مفتی صاحب کے شاگردوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ آشفتہ تخلص تھا جب مولوی امیر الدین علی امیٹھوی نے ہنومان گڑھی پر سنہ ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۵ء

میں جہاد کیا تو مفتی سعد اللہ نے ان کے خلاف فتوی لکھا۔ اسی طرح جب ڈبلو ڈبلو ہنٹر مؤلف "The Indian Mussalmans" کی تحریک پر جب خان بہادر عبد اللطیف رئیس کلکتہ وسکریٹری اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ نے — جہاد اور دار الحرب کے متعلق مفتی صاحب سے فتوی طلب کیا اس وقت بھی مفتی صاحب نے حسب سابق ایک مفصل فتوی لکھا۔

ملاحظہ ہو:۔(۱) تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۵۱ - ۱۵۴

(۲) حدیقہ شہداء ص ۴۳ - ۴۴

(۳) فتاوای سعدیہ جلد اوّل (مقدمہ)

(۴) اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ سال ہشتم ص ۱۳، ۲۳-۴۰ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۰ع)

(۵) حدائق حنفیہ ص ۴۸۸ - ۴۸۹

(۶) ابجد العلوم ص ۹۲۵ - ۹۲۶

(۷) مظہر العلماء ص ۸۲ - ۸۳

(مترجم)

(۲۱۳) شیخ سعد الدین لکھنوی

شیخ سعد الدین لکھنوی ابن شیخ الاسلام شیخ سعد اللہ کندوری فرزند لکھنوی، علوم ظاہر و باطن میں فاضل تھے ہمیشہ علوم دینیہ کے درس میں مشغول رہتے اور ان کے مدرسہ میں مستعد طالب علم سمجھے جاتے تھے ان کی طبیعت شعر و شاعری کی طرف بھی مائل تھی سعدی تخلص کرتے تھے نتیجہ فکر کا نمونہ یہ ہے۔

چو داری مو نسے چوں قل ہو اللہ خطے درکش بگرد ما سوی اللہ

چوں دوست موافق است سعدی سہل است جفائے ہر دو عالم

گریہ بر عیوب کس نہ کنی خندہ بر عیب دیگراں چہ زنی

۲۹ جمادی الاول ۸۸۱ھ میں انتقال ہوا "مخدوم قطب الاولیاء" سے سن وفات نکلتی ہے۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۷۹ (مترجم)

(۲۱۴) شیخ سعد الدین خیرآبادی

ان کے والد خیرآباد کے قاضی تھے، شیخ نے پہلے حفظ قرآن شریف کیا۔ پھر مولانا اعظم لکھنوی کے حلقۂ تلمذ میں شریک ہو گئے۔ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد شیخ میناؒ لکھنوی کے مرید ہوئے۔ اپنے پیر کے انتقال کے بعد اپنے وطن مالوف، خیرآباد میں آئے اور درس و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ ۸۸۲ھ ۱۴۷۷-۸ء میں فوت ہوئے۔ شرح مصباح، شرح کافیہ، شرح جامی، شرح بزدوی اور شرح رسالہ مکیہ (جس کا نام مجمع السلوک ہے اور اس میں شیخ میناؒ کے بہت سے ملفوظات و حالات بھی درج ہیں) ان کی یادگار ہیں۔ ان کی قبر خیرآباد میں ہے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) نزہتہ الخواطر جلد سوم ص ۷۸-۷۹
(۲) ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۱۹۰-۱۹۱
(۳) حدائق الحنفیہ ص ۳۳۶
(۴) اخبار الاخیار ص ۱۹۳-۱۹۴
(۵) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۰۱-۴۰۲
(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۴
(۷) سبحۃ المرجان ص ۴۲
(۸) انوار العارفین ص ۴۵۸-۴۵۹
(۹) سیر العلماء ص ۱۵
(۱۰) عیلن الولایت سراج الہدایت ص ۴۵-۵۲
(۱۱) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۲۲۶-۲۲۷ (مترجم)

(۲۱۵) مُلّا سعد الدین دہلوی

ان کی کنیت ابو الفضائل ہے۔ شرح کنز الدقائق اور شرح منار ان کی عمدہ تصنیفات ہیں

۹۹۱ھ/۱۳۸۸-۹ء میں فوت ہوئے۔

(۲۱۶) مولوی سعد الدین صادق دہلوی

مولوی سعد الدین صادق دہلوی ابن مولوی امان اللہ شہید ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۴-۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی اور درس میں مشغول ہو گئے۔ اکثر مباحثوں میں اپنے معاصرین پر غالب آجاتے تھے ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸-۹ء میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے قریب دفن ہوئے۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ۴۴۳ (مترجم)

(۲۱۷) مولانا سعید سمرقندی

مولانا سعید سمرقندی اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے تحصیل علوم، ملا احمد جند، ملا محمود سرخ اور ملا عصام الدین ابراہیم سے کی ۹۶۶ھ/۱۵۵۸-۹ء میں برصغیر ہند پاکستان میں آئے۔ اکبر بادشاہ کی ملازمت کی درویشی و انکساری کا غلبہ تھا شاگردوں کے لئے خوش طبع، فصیح، بلیغ اور شفیق تھے۔ بادشاہ ان کی صحبت سے خوش ہوتا تھا ۹۷۰ھ/۱۵۶۲-۳ء میں فوت ہوئے۔

(۲۱۸) مولوی سلام اللہ محدث رامپوری

مولوی سلام اللہ محدث رامپوری ابن شیخ الاسلام ابن حافظ فخر الدین، شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی اولاد سے تھے۔ اپنے عہد کے فقیہہ، محدث اور مفسر تھے علوم مروجہ اپنے والد شیخ الاسلام (مصنف شرح فارسی صحیح بخاری، رسالہ طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام، کشف الغطاء لمالزم للموتی عن الاحیاء) سے حاصل کئے اور حدیث کی اجازت حاصل کی ان کے دادا حافظ فخر الدین بھی اپنے زمانہ کے ممتاز عالم تھے حافظ مذکور کی تصنیفات سے شرح فارسی صحیح مسلم، شرح فارسی عین العلم اور شرح حصن حصین یادگار زمانہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ صاحب ترجمہ (مولانا سلام اللہ) تحصیل کے بعد اپنے بزرگوں کی طرح مسند افادہ و افاضہ پر متمکن ہوئے اور علوم کی اشاعت میں کوشش کرتے رہے، جمادی الثانی کے مہینے میں بوقت شام ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء یا ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷-۸ء میں فوت ہوئے ان کی

مشہور تصانیف یہ ہیں۔ کمالین حاشیہ جلالین، مجلی شرح مؤطا جس کو انھوں نے ۱۲۱۵ھ ۱۸۰۰ء میں تصنیف کیا، اس کی تاریخ تصنیف "ہو الفوز الکبیر" سے نکلتی ہے، ترجمہ فارسی صحیح بخاری، ترجمہ فارسی شمائل ترمذی رسالہ اصول حدیث (عربی)۔[1]

[1] مولانا سلام اللہ کی تصنیفات میں خلاصۃ المناقب اور رسالۃ فی الاشارۃ بالسبابۃ عند التشہد فی الصلوٰۃ بھی ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۰۱-۲۰۲

(۲) تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی از سید احمد قادری ص ۱۴۱-۲۳۲-۲۳۳ (مطبوعہ آزاد پریس پٹنہ ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰ء)

(۳) تذکرۂ کاملان رامپور ص ۱۵۸ – ۱۵۹

(۴) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۸

(۵) حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی ص ۱۲۳۴-۱۲۵ (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء)

(۶) علم و عمل (جلد اول) ص ۷۷ – ۷۸

(۷) ابجد العلوم ص ۹۲۷ (مترجم)

(۲۱۹) مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی کان پوری

مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی۔ شیخ برکت اللہ صدیقی رئیس بدایوں، علوم کے عالم، ستاروں میں آفتاب کے مثل، ان کی ذات بابرکات توصیف و تعریف سے مستغنی ہے۔ مؤلف اوراق نے تھوڑا سا فیض ان سے حاصل کیا ہے۔ رسالۃ الاسنادان کے ترجمہ کے لئے کافی ہے جو انھوں نے اپنے شاگرد رشید مخدومی مولوی شاہ محمد عادل کو سند عطا کرتے وقت فارسی زبان میں تحریر فرمایا۔ اس رسالہ سے ان کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"سلامت اللہ کہتا ہے کہ میں بدایوں میں پیدا ہوا، صدیقی نسب، حنفی مذہب، اور قادری مشرب ہوں، فقیر نے مروجہ درسی کتابیں اپنے زمانہ کے ممتاز علماء اور فضلاء سے پڑھیں۔ بچپن میں مولانا ابوالمعالی ابن مولانا عبدالغنی بدایونی سے استفادہ کیا جن کا سلسلۂ درس ملا جلال الدین دوانی تک

پہنچتا ہے۔ دو سال میں میزان صرف سے شرح جامی بر کافیہ تک اور شرح تہذیب یزدی پڑھ لیں اس کے بعد مولوی ولی اللہ سے جو مولانا باب اللہ جونپوری کے شاگرد تھے قطبی، میبذی اور رشیدیہ مناظرہ پڑھا اسی زمانہ میں مولوی صاحب کسی ضرورت کی وجہ سے اپنے وطن چلے گئے۔ حضرت پیر و مرشد شاہ آل احمد مارہروی قدس سرہ کے حسب ارشاد مولانا مجد الدین عرف مولوی مدن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا جو اس زمانہ میں لکھنؤ سے واپس ہو کر بریلی میں سکونت پذیر تھے۔ نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ کتب درسیہ متعارفہ، زواہد ثلاثہ، قاضی مبارک، حمد اللہ شرح سلم، مطول تفتازانی، صدرا، شمس بازغہ، شرح عقائد جلالی (ملا یوسف) حاشیہ ملا کمال الدین، ہدایہ فقہ حنفی، مسلم الثبوت، بیضاوی وغیرہ پڑھیں، مولانا مدن نے نہایت مہربانی اور عنایت سے تھوڑی مدت میں جو کچھ وہ سرمایۂ علمی رکھتے تھے مجھ ہیچ کارہ کو مرحمت فرمادیا، اور حق یہ ہے کہ عظیم تحقیقات و تدقیقات جو معرکۃ الآرا اور علماء کے قدم لڑکھڑانے والی ہیں جناب ممدوح (مولوی مدن) کے فیض و توجہ سے حل اور حاصل ہو گئیں۔ واللہ یضاعف لمن یشاء (اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے) کتب درسیہ کی تحقیق و تدقیق کے بعد جناب پیر و مرشد قدس سرہ کے حکم کے مطابق مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی انار اللہ برہانہ کی خدمت بابرکت میں سعادت حاصل کی اور احادیث و تفاسیر کی کتابوں کی تحصیل و تحقیق و تنقیح میں مشغول ہوا اور اس خاندان سے فیض حاصل کیا چنانچہ صحاح ستہ اور کتب تفاسیر کی مولانا ممدوح (مولانا شاہ عبد العزیزؒ) اور اُن کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین سے جو جملہ علوم خصوصاً علم حدیث اور تفسیر میں تبحر کامل رکھتے تھے، سند حاصل کی یہاں تک کہ ان دونوں کی صحبت سے معانی حدیث کی فہم اور تفسیر کے حقائق و دقائق کے سمجھنے کا مذاق میری طبیعت میں پیدا ہو گیا۔ آخر میں جناب مولانائے ممدوح (حضرت شاہ عبد العزیزؒ) نے اس خاکسار کے حال پر بہت کرم فرمایا اور صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح، حصن حصین، کتاب المسلسلات احادیث و تفاسیر کی کتابوں، اپنے مصنفہ رسالوں اور اپنے والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) کی کتابوں کی اجازت مرحمت فرمائی اور رخصت کیا خلاصہ یہ ہے کہ فقیر کتب درسیہ کی سند تمام و کمال مولانا مجد الدین شاہ جہاں پوری سے اور احادیث و تفاسیر کی کتابوں کی سند قراۃً، سماعۃً، درایۃً اور اجازۃً حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی اور ان کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین سے رکھتا ہے اور حضرت شاہ عبد العزیز اپنے والد ماجد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے رکھتے ہیں اور انھوں (شاہ ولی اللہ) نے اپنے مختلف اسانید کا حال "کتاب الارشاد الیٰ مہمات الاسناد" میں تفصیل سے لکھا ہے۔"

مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب نے اپنی زندگی ہی میں کانپور میں ایک مسجد ۱۲۶۷ھ؍ ۱۸۵۰-۵۱ء میں بنوائی تھی اس کی بناء کی تاریخ "ان ھذا الا بیت اللہ"۔ "ماھذا الا مسجد الفردوس" اور "واللہ ھو الغنی الحمید" سے نکلتی ہے۔ مولانا سلامت اللہ کی ذات مفید عام اور مفیض انام تھی، سینکڑوں علماء و فضلاء آپ کے شاگرد ہوئے اور علم حاصل کیا اس کے علاوہ ان کی شان علمی کی دلیل ان کی مصنفہ کتابیں ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) تحفۃ الاحباب (۲) معرکۃ الآراء (۳) برق خاطف (در مناظرہ اہل سنت و شیعہ)۔ (۴) تحریر الشہادتین (شرح سر الشہادتین بیان شہادت سید الشہداء رضی اللہ عنہ) (۵) خدا کی رحمت (بیان میلاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (۶) رسالہ شہاب ثاقب (در سقوط کواکب) (۷) حقائق احمدیہ (علم حقائق) (۸) بحر التوحید (بیان شطحیات اولیاء اللہ) (۹) اسرار العاشقین (حل اقوال واشعار عربی و فارسی بطریق صوفیہ کرام) (۱۰) رسالہ کشفیہ (یہ رسالہ بعض جہلاء کے ان اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے جو انھوں نے حافظ شیراز کی اصطلاحات سے ناواقفیت کی بناء پر حافظ کے بعض اشعار پر کئے ہیں) (۱۱) ترجمہ دو تا رسالہ شیخ محی الدین ابن العربی (در بیان لطائف موسومہ معائنات صوفیہ) (۱۲) مکاشفات قدسیہ (۱۳) رسالہ نغمات حالات (۱۴) رسالہ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام (۱۵) رفعات کشفی (۱۶) شرح مثنوی گل کشتی (۱۷) رسالہ الوان در بیان جواز و عدم جواز الوان (۱۸) رسالہ در تحقیق جواز مصافحہ و معانقہ عیدین (۱۹) رسالہ مجموعہ استفتاء (جن میں سے ہر ایک کا جواب خود تحریر فرمایا ہے) (۲۰) رسالۃ الاسناد (جس میں مختلف مروجہ علوم کے تحصیل کی کیفیت اور اساتذہ سے اسناد علوم کے حصول کا حال لکھا ہے)

مولانا سلامت اللہ کو شعر گوئی کا بھی مذاق تھا۔ اس لئے اپنا تخلص کشفی کرتے تھے۔ دیوان کشفی ان کے فارسی کلام کا مجموعہ ہے اس کو بطور مشتے از خروارے سمجھنا چاہئے۔ دیوان مذکور میں سے کچھ اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

آنانکہ بر خیال تو جاں را فدا کنند ۔۔۔ بینند اگر ندیدہ جمالت جفا کنند

محو نظارۂ رخ خوب تو دیدہ ہاست ۔۔۔ آنے کہ خاک پائے ترا توتیا کنند

ترسم کہ رفتہ رفتہ فتد طشت من ز بام ۔۔۔ یاراں اگر کلافۂ عشق تو وا کنند

غیر از جفا ندید دل من ز مہوشاں | ایں ہم حکایتے است کہ خوباں وفا کنند
بیمار عشق بہ نشود از دمِ مسیح | بیہودگی نگر کہ طبیباں دوا کنند
تنہا نہ من سبک روِ گلزار و حاتمم | زنداں تمام تکیہ بدوش صبا کنند
آئینہ را بدست نگیرند زینہار | خوباں اگر معائنۂ یار ما کنند
زاہد تو حق شناس نئی راہ خود بگیر | خاصانِ حق ہمیشہ بمن اقتدا کنند
تردامنم چناں کہ ملائک برآسماں | نامم مرا وظیفہ بجائے دُعا کنند
حرف حزیں بگفتۂ حافظ نمی رسد | کشفیؔ تو کیستی کہ ترا مرحبا کنند

خلاصہ یہ ہے کہ ہر کمال کو زوال ہے اور ہر صاحب خیال کو "کل نفسٍ ذائقۃ الموت" سے واسطہ ہے۔ افسوس! افسوس کہ آسمان تحقیق و تدقیق کا وہ آفتاب (مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی) ۳ رجب بروز ہفتہ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء کو عدم کے افق کے نیچے چھپ گیا۔ یعنی انتقال ہوگیا، اور کان پور میں اپنی مسجد کے سامنے دفن ہوئے، اس مرجع العلوم کی تاریخ وفات کا قطعہ لوح مزار پر اس طرح کندہ ہے [۲]

قطعہ تاریخ وفات مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی

منظر کشف و کرامات جناب کشفی | ہادیِ راہ خدا کاشفِ رازِ عرفاں
شدہ بر خاستہ خاطر چوں ازیں گلشنِ دہر | رفت در چشم زدن جانب باغِ رضواں
سالِ تاریخ قلم بند نمود م آرشد | یوم ہفتہ سوم از ماہ رجب شد ز جہاں

۱۲۸۱ھ
۱۸۶۴ء

[۱] مولوی مدن کا نام مجد الدین احمد ابن مولوی محمد طاہر ہے، بڑے جید عالم، جامع معقول و منقول تھے۔ خصوصاً معقولات میں بڑا کمال حاصل تھا۔ تحصیل علم اپنے والد سے کی اور تکمیل مولوی وہاج الدین گوپاموی سے کی نواب سعادت علی خاں کے زمانہ میں لکھنؤ میں حاکم عدالت العالیہ رہے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس رہے۔ ۱۴ مئی ۱۸۰۶ء کو مدرسی سے سبکدوش ہوئے۔ گورنر جنرل نے دو سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ پنشن لینے کے بعد بریلی میں قیام کیا۔ مولانا مدن نہایت خوش مزاج تھے

مقبرہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں میں رہتے تھے، اور وہیں طلباء کو درس دیتے تھے ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں بریلی میں فوت ہوئے۔ متصل گنبد حافظ الملک پختہ مزار ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:- (۱) تاریخ شاہجہاں پور ص ۱۴۷-۱۵۳

(۲) تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ ص ۵۱-۵۱

(۳) کمالات عزیزی حکایت سوم

ٰ۲ شاہ سلامت اللہ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرۃ الواصلین ص ۲۶۱-۲۶۲

(۲) ابجد العلوم ص ۹۱۸

(۳) الیانع الجنی ص ۷۹

(۴) شمع انجمن از نواب صدیق حسین ص ۴۰۵-۴۰۶

(۵) مظہر العلماء ص ۸۴-۸۵

(۶) قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۹۶- جلد دوم ص ۱۵۳

(۷) آثار احمدی (قلمی) از شیخ عنایت احمد کنبوہ ص ۶۸-۶۹ (مملوکہ محمد ایوب قادری)

(۸) ہدایت المخلوق (قلمی) از محمد افضل بدایونی (مملوکہ فرخ جلالی بدایونی) (مترجم)

(۲۲۰) حاجی سلطان تھانیسری

حاجی سلطان تھانیسری، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے علوم نقلیہ خوب اچھی طرح حاصل کئے تھے۔ ایک مدت تک اکبر بادشاہ کی ملازمت میں رہے۔ بادشاہ موصوف کے حکم سے چند سال کتاب مہابھارت کے ترجمہ میں جس کا نام رزم نامہ ہے مستعد[illegible] استقلال سے مشغول رہے۔ اس کام کا آغاز نقیب خاں نے کیا تھا۔ انھوں نے اس کو پورا لیا۔ مہابھارت کے ترجمہ نویسی کے وقت کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے جو لکھتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ دس ہزار سال پرانی زبان کو زبان حال کے موافق لکھ رہا ہوں ۔ٰ

ٰ ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ (۲) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۱۵۸-۱۵۹ (مترجم)

(۲۲۱) قاضی سماء الدین

قاضی سماء الدین کا لقب تغلق خاں تھا، سلطان حسین مشرقی کے وزیر تھے جو خود ایک ممتاز عالم تھا، سلطان بہلول لودی کے ہاتھ سے ۸۸۴ھ ۸۰-۱۴۷۹ء میں گرفتار ہوئے اور قید خانے میں ڈال دئے گئے مسلمانوں کی ایک جماعت نے رہائی دلوائی۔

(۲۲۲) مولانا سماء الدین دہلوی

مولانا سماء الدین دہلوی، علوم رسمی و حقیقی کے جامع تھے اور صاحب تقویٰ و ورع تھے ضرورت سے زیادہ دنیا کو اختیار نہیں کیا مولانا سناء الدین (شاگرد میر سید شریف جرجانی) کے شاگرد تھے، ملتان سے بعض واقعات کی وجہ سے نکل کر رنتھنبور اور بیانہ وغیرہ ہوتے ہوئے دہلی پہنچے اور وہیں سکونت اختیار کرلی شیخ کبیر کے مرید تھے اور عمر بھی زیادہ تھی۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ خدا تعالیٰ نے بغیر علاج کے ان کی آنکھوں کو روشنی دے دی. لمعات شیخ فخر الدین عراقی پر حواشی لکھے ہیں جن سے اس کے معانی بہت اچھی طرح حل ہو جاتے ہیں رسالہ مفتاح الاسرار بھی ان کی تصنیف ہے۔ ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ھ ۱۴۹۶ء میں انتقال ہوا ان کی قبر حوض شمسی دہلی کے اوپر ہے۔ مولانا تراب علی لکھنوی ان کی اولاد امجاد سے ہیں [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) مفتاح التواریخ ص ۱۳۸

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۵۵-۳۵۶

(۳) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۴۹۵-۴۹۶

(۴) اخبار الاخیار ص ۲۱۱-۲۱۳

(۵) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۷۴-۷۶

(۶) المشاہیر ص ۴۷-۴۶

(۷) حضرت شیخ سماء الدین دہلوی از ڈاکٹر نذیر احمد معارف (اعظم گڑھ) جنوری ۱۹۵۵ء

(۸) گلزار ابرار ص ۲۰۹-۲۱۰ (مترجم)

(۲۲۳) مولانا سناء الدین بدایونی

مولانا سناء الدین ابن مولانا محمد شفیع بن مولانا عبد الحمید بن مولانا محمد سعید بن مولانا محمد شریف بن مولانا محمد شفیع بدایونی، ان کی پیدائش ۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴-۵ء میں ہوئی چنانچہ ظہور حق ان کا تاریخی نام ہے علوم درسیہ کی تحصیل مولانا فضل امام خیر آبادی اور علم حدیث و تفسیر کی تحصیل شاہ عبد العزیز دہلوی سے کی، نحو میں فوائد معتمدہ، لغت میں حاشیہ قاموس اور دوسرے عربی مسودات ان کی تالیفات سے یادگار ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔ اپنے چچا مولانا عبد المجید عین الحق کے مرید تھے۔ محرم ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱-۲ء میں وفات پائی۔[1]

[1] اکمل التواریخ میں تاریخ وفات ۵، محرم ۱۲۷۷ھ تحریر ہے۔ مولوی ثناء اللہ الدین کے ایک صاحب زادے حافظ محمد سعید المتوفی ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰-۱ء تھے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ اکمل التواریخ جلد اول ص ۸۳-۸۵

(۲۲۴) سید احمد گیسو دراز کالپوی

علوم ظاہر و باطن کے فاضل اور اپنے والد سید محمد کالپوی کے مرید تھے۔ سید محمد گیسو دراز جو دکن میں آسودہ خواب ہیں کے اتباع میں اپنے گیسو، دراز کئے تھے عربی زبان میں "جوامع الکلم" (شرح اسمائے حسنیٰ) اور فارسی زبان میں "مشاہدات" (بیان حقائق و معارف) ان کی تصنیفات ہیں ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء میں انتقال کیا قدس سرہٗ[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۷۴-۴۷۵
(۲) انوار العارفین ص ۶۲۴-۶۲۳ (مترجم)

(۲۲۵) سید احمد مجاہد رائے بریلوی

سید احمد مجاہد بریلوی کا شمار اگرچہ بادی النظر میں ظاہری علماء میں نہ تھا[1] لیکن ان کا باطن نور الٰہی سے منور تھا تکیہ رائے بریلی کے سادات کے خاندان سے تھے کہ اس عالی خاندان میں

اس سے پہلے بھی بہت سے اولیاء مثلاً شاہ علم اللہ المتوفی ۱۰۹۶ھ / ۸۵-۱۶۸۴ء اور شاہ محمد عدل عرف شاہ لال المتوفی ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء گزرے ہیں۔ سید احمد قدس سرہ، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲-۲۳ء میں واپس آئے اور وطن پہنچے ۷ رجمادی الثانی ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء میں بروز پیر بوقت عصر جہاد فی سبیل اللہ کے ارادہ سے ہجرت کی اور ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو متصل بالاکوٹ ملک پنجاب میں شہید ہوئے [1]

[1] سید احمد بن محمد عرفان صفر ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء میں دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ سید صاحب کے حالات پر کئی مستند اور مفصل کتابیں لکھی گئی ہیں چنانچہ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) سوانح احمدی از مولوی محمد جعفر تھانیسری (صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی، پنڈی بہاء الدین۔)

(۲) سیرت سید احمد شہید از ابوالحسن علی ندوی میاں (نامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۹ء)

(۳) سید احمد شہید از غلام رسول مہر (کتاب منزل، لاہور ۱۹۵۲ء)

(۴) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۷ - ۳۲

(۵) دہلی اور اس کے اطراف از مولانا حکیم عبدالحئی ص ۱۱۴-۱۲۸، ۱۳۹-۱۴۹

(۶) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از مسعود عالم ندوی مکتبہ ملیہ (راول پنڈی ۱۳۶۸ھ)

(۷) بیاض دل کشا مصنفہ مولانا نصر اللہ خاں خورجوی ص ۱۷۴ (مطبع فتح الاخبار کول علی گڑھ) (مترجم)

(۲۲۶) سید محمد دہلوی

سید محمد دہلوی ابن سید مبارک بن سید محمد بن سید محمود کرمانی، کتاب سیر الاولیاء کے مؤلف ہیں، جو انھوں نے چشتیہ سلسلہ کے مشائخ کے احوال میں لکھی ہے۔ وہ بچپن میں ہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی بیعت سے مشرف ہوگئے تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلفاء کی خدمت میں رہے۔ شیخ نصیر الدین محمود نے جو شیخ کے اجل خلیفہ تھے سید محمد دہلوی کی تربیت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- اخبار الاخیار ص ۹۷ (مترجم)

(۲۲۷) سیّد محمد گیسو دراز ساکن گلبرگہ

سید محمد گیسو دراز بن یوسف الحسنی الدہلوی، شیخ نصیر الدین محمود کے خلیفہ تھے۔ سیادت، علم اور ولایت کے جامع نیز شان رفیع، استوار طبیعت اور عالی کلام کے مالک تھے۔ شروع میں وہ دہلی تشریف لائے، پھر اپنے پیر کے انتقال کے بعد دکن چلے گئے، وہاں بہت مقبولیت ہوئی اور وہیں انتقال ہوا، گیسو دراز اس لئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ دوسرے مریدوں کے ساتھ شیخ نصیر الدین محمود کی پالکی لئے جارہے تھے، پالکی اٹھاتے وقت ان کے گیسو لمبائی کی وجہ سے پالکی کے پائے میں الجھ گئے، انھوں نے ادب اور استغراق کی وجہ سے گیسوؤں کو نہیں نکالا اور اس طرح ایک طویل فاصلہ طے ہوگیا۔ جب شیخ کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد — واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

ان کے مریدوں میں سے ایک شخص کا نام محمد ہے۔ اُس نے ان کے ملفوظات جوامع الکلم کے نام سے جمع کئے ہیں اور ان کی تصنیفات میں ایک خاص کتاب اسماء ہے جس میں حقائق و معارف کو رموز اسماء اور الفاظ و اشارات میں بیان فرمایا ہے۔ [۱]

[۱] ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱-۲ء میں انتقال ہوا۔ سید محمد گیسو دراز کی تصنیفات میں شرح آداب المریدین اسماء الاسرار اور جوامع الکلم طبع ہوچکے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:—

(۱) بزم صوفیاء ص ۵۰۴-۵۲۰

(۲) مفتاح التواریخ ص ۱۱۳-۱۱۴

(۳) انوار العارفین ص ۳۱۴-۳۱۵

(۴) خواجہ بندہ نواز از محمد حامد صدیقی (مطبع انتظامی حیدرآباد دکن)

(۲۲۸) مفتی سید محمد لاہوری

مفتی سید محمد لاہوری ابن مفتی غلام محمد لاہوری صاحب علم و عمل تھے، کتاب خلاصۃ المدارج، فقہ محمدی اور مخزن الفرائض ان کی تالیفات ہیں، حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ

سے سفر کیا تھا، ابھی مٹھن کوٹ (سندھ) میں پہنچے تھے کہ سفر آخرت پیش آگیا اور دار البقاء کو سدھار گئے۔

(۲۲۹) سید محمد قنوجی

سید محمد قنوجی گروہ سادات سے تھے، اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے استاد اور علوم ریاضی و ادب میں ماہر کامل تھے۔ ان کی تصنیف سے حاشیہ مطول ہے ؎

؎ سید محمد بن محمد قنوجی، قنوج میں پیدا ہوئے، پھر لکھنؤ آئے اور درسی کتابیں قاضی عبدالقادر لکھنوی سے پڑھیں، پھر الہ آباد پہنچے، شیخ محب اللہ الہ آبادی سے بیعت کی سنہ ۱۱۰۱ھ ۹-۱۶۸۹ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۵۳-۲۵۴

(۲) عمل صالح از محمد صالح کنبوہ جلد سوم ص ۳۷۹

(۳) مآثر الامراء جلد سوم ص ۹۱۰

(۴) ابجد العلوم ص ۹۳۴

(۵) احوال مشائخ کبار ورق ۳ ب

(مترجم)

(۲۳۰) مولوی سید محمد برہان پوری

مولوی سید محمد برہان پوری ابن شاہ فضل اللہ نائب رسول اللہ، فاضل بزرگ اور عارف کامل تھے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد برہان پور میں مسند علم کو آراستہ کیا اور لوگوں کو فیض پہنچایا ان کی تصنیفات سے ایک کتاب "تحفۃ المرسلہ" مشہور و معروف ہے۔

(۲۳۱) سید محمد مکی الدہلوی ابن سید جعفر المکی

سید محمد مکی، فاضل متبحر، خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود دہلوی، چراغ دہلی، توحید و تفرید میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے، بحر المعانی، حقائق المعانی، دقائق المعانی، رسالہ اسرار روح، رسالہ پنج نکات اور بحر الانساب (اہل بیت کے نسب میں) ان کی تصنیفات ہیں۔ سلطان بہلول لودی کے زمانہ

میں ۸۹۱ھ/۱۴۸۶ء میں رحلت فرمائی [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- اخبار الاخیار ص ۱۳۶-۱۴۱ (مترجم)

(۲۳۲) میر سید محمد امروہوی

میر سید محمد امروہوی، عالم باعمل اور صاحب صلاح، متقی اور زاہد تھے، بدایوں میں سید جلال (شاگرد سید رفیع الدین) سے تحصیل علم کی حصول علم سے فارغ ہوکر درس وافادہ میں مشغول ہوگئے آخر زمانہ میں شاہی ملازمت میں مرتبہ خصوصی حاصل کیا اور میر عدلی کے مرتبہ پر سرفراز ہوئے اور اس جلیل القدر منصب میں عدالت، انصاف اور صدق امانت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اس زمانہ میں جب کہ وہ اکبر کے دربار میں تھے تو کسی بتدع اور ملحد کو دین اسلام میں رخنہ اندازی کا موقعہ نہ ملا ان کے بعد میر عدلی کا عہدہ برائے نام لوگوں کے لئے رہ گیا ۹۸۴ھ/۱۵۷۶-۷ء میں بھکر کی حکومت پر فائز ہوئے اور وہیں ۹۸۶ھ/۱۵۷۸-۹ء میں انتقال ہوا [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) منتخب التواریخ ص ۴۳۱

(۲) ذخیرۃ الخوانین جلد اول ص ۲۱۷

(۳) تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) ص ۲۴۴-۲۵۱ (محبوب المطابع، دہلی - ۱۹۳۲ء)

(۴) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۱۷-۳۱۸

(۵) تواریخ واسطیہ از سید رحیم بخش بن سید کریم بخش امروہوی (مطبوعہ مطبع گلزار احمدی ضلع مرادآباد ۱۳۰۹ء)

(۶) طبقات اکبری جلد سوم ص ۴۶۲

(۲۳۳) سید محمد بلگرامی

سید محمد بلگرامی ابن سید عبد الجلیل الحسینی الواسطی، علم ادب میں کمال حاصل تھا سید طفیل محمد اترولوی کے شاگرد تھے اور اپنے والد سے فنون عربی اور ادب کی تحصیل کی تھی۔ کتاب الجزء الاشرف من المستطرف (منتخب کتاب مستطرف) ان کی تالیف ہے۔ جو ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء میں منتخب کی گئی۔

۸ رشعبان شب شنبہ ۱۱۸۵ھ ۱۷۷۱-۲ء میں وفات پائی اور بلگرام میں دفن ہوئے۔ ؎۱

؎۱ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تفصیل سے حالات لکھے ہیں۔
ملاحظہ ہو:- ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۹۳-۲۹۶ (مترجم)

(۲۳۴) شیخ سیف الدین سرہندی

شیخ سیف الدین سرہندی ابن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد قدس سرہم، علوم عقلیہ و نقلیہ کے فاضل تھے، اپنے والد ماجد سے تحصیل کی اور طریقت میں بھی ان کے مرید تھے اور محی السنتہ کے لقب سے مشہور تھے ارباب دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا نام سننے سے ان پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی ۱۰۹۸ھ ۱۶۸۶-۷ء میں فوت ہوئے۔ قدس سرہٗ ؎۱

؎۱ تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(۱) حدائق حنفیہ ص ۴۲۴

(۲) نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۱۶۰-۱۶۱

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۴۶-۶۴۷

(۴) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۲۶۷-۲۷۳

(۵) انوار العارفین ص ۴۰۸-۴۰۹ (مترجم)

(۲۳۵) شاہ احمد شرعی ساکن چندیری

شاہ احمد شرعی ساکن چندیری۔ شاہ احمد شرعی، فاضل متبحر، درویش کامل، کبیر السن، تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور رسمی و حقیقی کے جامع تھے ملک مالوہ کے شہر چندیری میں رہتے تھے، انھوں نے صاحب کشاف کے اشعار کے جواب میں جو اُس نے اہل سنت و جماعت کے طعن میں کہے ہیں اشعار کا جواب اسی وزن اور قافیہ میں دیا ہے۔

اشعار صاحب کشاف

وجماعة سموا هواهم سنة | وجماعة حمر لعمری موکفه
قد شبهوه بخلقه فتخوفوا | شفع الوری فتستروا بالبلکفه

جواب شاہ احمد شرعی

عجبا لقوم ظالمین تلقبوا   بالعدل مافیھم بعمری معرفہ
قد جاءھم من حیث لایدرونہ   تعطیل ذات اللہ مع نفی الصفہ

ان کی وفات ۹۲۸ھ/۲-۱۵۲۱ء میں ہوئی۔ شیخ عبدالغنی سونی پتی جو متشرع فاضل اور عبادت گزار تھے ان کے شاگرد تھے۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۳۲-۱۳۳
(۲) اخبار الاخیار ص ۲۲۰-۲۲۱ (مترجم)

(۲۳۶) شیخ شاہ محمد فاروقی

جون پور کے بزرگ عالم اور صاحب زہد و تقویٰ تھے، ہمیشہ درس اور افادۂ علوم کے لئے مشہور رہے ملا محمد جون پوری ان کے پوتے تھے شیخ موصوف نے ۱۰۳۲ھ/۳-۱۶۲۲ء میں وفات پائی۔

(۲۳۷) شرف الدین احمد منیری

شرف الدین احمد منیری ابن یحییٰ المنیری برصغیر ہند پاکستان کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں کیا مجال ہے کہ کوئی ان کے مناقب بیان کر سکے۔ ان کی قابل قدر تصانیف ہیں جن میں ان کے مکتوبات مشہور ہیں۔ ان میں بہت سے آداب طریقت اور اسرار حقیقت کے بیان میں ہیں آداب المریدین کی بھی ایک شرح لکھی ہے، وہ خواجہ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے شیخ شرف الدین کی قبر بہار میں ہے۔ ۷۸۲ھ/۱-۱۳۸۰ء میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ[۱]

[۱] شرف الدین احمد منیری بن یحییٰ کی ولادت ۶۶۱ھ/۳-۱۲۶۲ء میں بمقام منیر [illegible] ہوئی علوم متداولہ کی تحصیل مولانا شرف الدین ابو توامہ ساکن سنارگاؤں سے کی اس کے بعد دہلی پہنچ کر خواجہ نجیب الدین کے مرید ہوئے۔ تمام عمر مخلوق کی رشد و ہدایت میں گزاردی۔ مکتوبات صدی، مکتوبات دو صدی، مکتوبات بست و ہشت، معدن المعانی۔ خوان پر نعمت، فتح المعانی، راحت القلوب، فوائد رکنی،

ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، شرح آداب المریدین، فوائد المریدین، اجوبہ اور لطائف للمعانی ان کی تصنیفات سے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:—

(۱) معارج الولایت جلد دوم ص ۵۱۰

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۱۷-۱۲۲

(۳) بزم صوفیاء ص ۳۵۰-۳۹۳

(۴) بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء از اختر اورینوی ص ۱۰۴-۱۰۶!

(۵) نقوش سلیمانی از سید سلیمان ندوی ص ۴۸۴

(۶) علمی نقوش از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں ص ۶۰-۶۵

(۷) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۵۹ء

(۲۳۸) مفتی شرف الدین رام پوری

مفتی شرف الدین رام پوری علوم فلسفہ ومنطق میں مشہور تھے، ملا احمد ولائتی کے داماد تھے۔ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں جب وہ کلکتہ سے رام پور واپس آرہے تھے تو راستہ میں فتح پور ہسوہ میں اپنے داماد محمد سعید کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے، میں اُس زمانہ میں صغیر السن تھا، لیکن اُن کا حلیہ اب بھی خیال میں ہے۔ وہ میانہ قد، سیاہ رنگ، سفید ریش، نحیف الجثہ اور ضعیف القویٰ تھے، ان کی تصنیفات سے سراج المیزان (منطق)، شرح سلم (تا لایحد ولا یتصور) اور بعض فقہ کے فتوے مشہور ہیں [۱]

[۱] مفتی شرف الدین پنجاب کے رہنے والے تھے، نامور عالم وفاضل تھے نواب احمد علی خاں کے زمانہ میں عہدۂ قضا ان کے سپرد تھا۔ موضع بگڑ کا اور پائندہ نگر بطور معافی ملے تھے۔ مفتی شرف الدین نے رام پور کی سیاست میں حصہ لیا۔ اس واقعہ سے ان کی بہت تذلیل وتشہیر ہوئی اور مفتی صاحب معتوب ہوئے، نواب صدیق حسن خاں نے ابجد العلوم میں مفتی شرف الدین کی دنیا طلبی کی شکایت کی ہے اور ان کو "شرافی الدین" لکھا ہے۔ اس ریمارک میں نواب صدیق حسن خاں کا عدم تقلید کا جذبہ کار فرما ہے مفتی صاحب کے

دو صاحب زادے مولوی ظہور الحق اور مظہر جمیل تھے۔ مفتی صاحب کا ایک رسالہ علم فرائض میں بزبان فارسی اور ایک دوسری تصنیف حل الاشکال (فارسی) کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔ ۱۲۶۸ھ/۲-۱۸۵۱ء میں انتقال ہوا۔ مولوی عبد القادر رام پوری ان کے نامور شاگرد تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

۱۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۷۰-۱۷۱

۲۔ اخبار الصنادید جلد اول ص ۷۴۴-۷۴۵

۳۔ ابجد العلوم ص ۹۲۸

۴۔ علم و عمل (جلد اول) ص ۸۰-۸۲

۵۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۰۷-۲۰۸ (مترجم)

(۲۳۹) حکیم شریف خاں دہلوی

حکیم شریف خاں دہلوی مشہور و معروف طبیب تھے۔ عجالہ نافعہ، تالیف شریفی، علاج الامراض، دستور القصد، حاشیہ نفیسی، حاشیہ شرح اسباب وغیرہ ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ یوں کہی ہے۔ سلہ

قطعہ تاریخ انتقال حکیم شریف خاں دہلوی

دریغا اسیرے و بارے توانی گزشتہ   حکیم و طبیب و الطبعت [illegible]

خرد گشتہ سالی [illegible]   صد افسوس میرزا محمد [illegible]

۱۲۳۱ھ

سلہ حکیم شریف خاں کے والد حکیم محمد اکمل خاں اپنے عہد کے نامی گرامی [illegible] اشرف الحکماء حکیم شریف خاں علم و فضل اور شہرت [illegible] میں باپ سے سبقت لے گئے۔ شاہ عالم ثانی کے عہد میں شاہی طبیب سے اشرف الحکماء کا خطاب ملا۔ سید احمد خاں بہادر لکھتے ہیں:۔

[illegible]

شہرہ گنبد دوار میں از بس بلند ہے، جالینوس اور ارسطو کا غلغلہ ان کے
ایسا ہے جیسا طوطی کی صدا نقار خانے میں اور فی الحقیقت اس روزگار کے
اکثر اطبا ء نامی انھیں کی نسبت شاگردی سے سرمایہ اعتبار رکھتے ہیں۔"

حکیم شریف خاں نے مشکوٰۃ شریف کا فارسی ترجمہ۔ کاشف المشکوٰۃ کے نام سے کیا۔ حکیم شریف خاں دہلوی کا بڑا کارنامہ قرآن شریف کا اردو ترجمہ ہے جو شاہ عالم ثانی کے حکم سے کیا گیا ہے۔ حکیم محمد احمد خاں دہلوی (ف ۱۹۳۷ء) کے پاس یہ پورا ترجمہ مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود تھا۔ مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے تاریخ وفات ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء لکھی ہے بعض تذکرہ نویسوں نے ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء تحریر کی ہے اور "دخل الجنۃ بلا حساب" مادہ تاریخ لکھا ہے۔ حکیم شریف خاں کے مزار پر جو لوح کندہ ہے اس پر بجائے "دخل الجنۃ بلا حساب" تحریر ہے ——————

—————— کتبہ مزار یہ ہے۔

هو الحکیم

ہذا مرقد اشرف الحکماء الحکیم محمد شریف خاں الدھلوی

دخل الجنۃ بلا حساب سنہ ۱۲۱۲ھ

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

۱۔ آثار الصنادید باب چہارم ص ۳۷

۲۔ مختصر سیر ہندوستان ص ۸۱

۳۔ حیات اجمل از قاضی عبد الغفار ص ۹ - ۱۰

۴۔ داستان تاریخ ادب اردو ص ۱۴۴ - ۱۴۵

۵۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۱۰ - ۲۱۱

۶۔ (؟) جلد اول) ص ۲۹۶ - ۲۹۹

۷۔ پرانی اردو میں قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں۔ از مولوی عبد الحق [رسالہ اردو، جنوری سنہ ۱۹۳۷ء]

(مترجم)

(۲۴۰) مولانا شعیب دہلوی

مولانا شعیب دہلوی کے والد ملا محمد منہاج صغر سنی میں تحصیل علم کی غرض سے لاہور سے دہلی
آئے اور تحصیل علم میں بڑی محنت کی اس کے بعد سلطان بہلول کے زمانے میں مفتی شہر ہوئے اور
یہیں کی سکونت اختیار کر لی۔ مولانا شعیب عالم و عامل تھے۔ صورت و سیرت میں فرشتہ خصلت تھے اور
وعظ و تذکیر میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ جب وعظ کہتے اور قرآن مجید پڑھتے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ سامنے
سے گزر جائے۔ اگرچہ سر پہ کتنا ہی بڑا بوجھ ہو کھڑے ہو کر سنتا۔ ان کے وعظ میں عذاب آخرت کا ذکر
ہوتا تھا۔ جس سے انسان بہت متاثر ہوتا تھا۔ شہر دہلی کے اکابر علماء ان کے وعظ میں حاضر
ہوتے اور شہر کے بہت سے لوگ شروع میں ان کے شاگرد ہوئے [illegible] میں وفات پائی ان کی
قبر دہلی میں حوض شمسی کے اوپر ہے۔ نور اللہ مرقدہ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الاخیار ص ۲۲۵-۲۲۶
(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۳۸
(۳) حدائق الحنفیہ ص ۳۰۱

(۲۴۱) قاضی شمس الدین شیبانی

قاضی شمس الدین شیبانی فاضل متبحر تھے۔ تعلق شادی [illegible]
بھی نہ ہوئی تھی کہ زیارت خانہ کعبہ کا ارادہ کر لیا۔ جب گجرات پہنچے [illegible]
مذہب کا واعظ آیا اور مذہب اعتزال کے موافق تقریر کی کہ [illegible]
کہا کہ یہ میرا ہاتھ ہے۔ اگر کھولوں تو میں کھولوں اور بند کروں تو [illegible]
کو اس سے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ قاضی شمس الدین [illegible]
تم نے ہاتھ کو بیٹھ پر قائم کیوں نہیں کیا۔ حاکم گجرات کو ان کا یہ [illegible] لونڈی [illegible]
سے وصول ہوئی تھی ان کو نذر کی۔ اس سے اولاد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں [illegible] اور
علم بخشا۔ ان کی اولاد میں ایک کا نام تاج الدین فاضل تھا۔ ان کے [illegible]

تھے ان میں سے ایک شیخ احمد مجد کے والد قاضی مجد تھے کہ جن کا ذکر حرف الف کے تحت گزر چکا ہے ان کے سات بیٹے تھے وہ سب عالم و عامل تھے۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ اخبار الاخیار ص ۱۴۹ - ۱۵۰ (مترجم)

(۲۴۲) مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی

مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی، مولانا فرید الدین شافعی کے شاگرد تھے جو اودھ کے شیخ الاسلام تھے۔ تحصیل علم کی غرض سے اودھ سے دہلی پہنچے۔ مولانا ظہیر الدین بھکری کی شاگردی اختیار کی اور شہر دہلی کے مشہور علماء میں شمار ہوا شہر کے بہت سے لوگ ان کے شاگرد تھے اور اس نسبت پر فخر و خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ مشارق الانوار پر ان کی ایک شرح ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک روز مولانا صدر الدین نادی کے ہمراہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں آئے۔ شیخ نے پوچھا شہر میں رہتے ہو کچھ پڑھتے ہو؟ جواب دیا ہاں! مولانا ظہیر الدین بھکری کی خدمت میں اصول بزدوی پڑھتا ہوں۔ شیخ نے بعض مقامات میں سے جو مشکل مشہور ہیں کچھ پوچھا انھوں نے کہا کہ ہمارا سبق یہیں تک پہنچا ہے۔ یہ حرف ہمیں بھی مشکل معلوم ہوا شیخ (نظام الدین اولیاءؒ) نے اس کو حل کر دیا۔ ان کو شیخ کے حق میں اعتقاد راسخ پیدا ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد شیخ شمس الدین یحییٰ مرید ہوئے اور مرتبۂ کمال کو پہنچے شیخ کے بڑے خلفاء میں ان کا شمار ہوا۔ شیخ کے مخصوص خلفاء میں عظیم کریم اور ممیز تھے تکلفات اور نام و نمود کی عادت بالکل نہ تھی، شادی نہیں کی تھی مرید بہت کم کرتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے جو ان کے مرید تھے ان کی تعریف میں ایک شعر کہا ہے۔

سألت العلم من احیاک حقاً　　　فقال العلم شمس الدین یحییٰ

اس زمانہ میں جب سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے مخلوق پر قہر و سیاست کی تلوار خصوصاً مشائخ پر کھینچ رکھی تھی تو اس نے مولانا شمس الدین کو بھی بلایا اور کہا کہ تم جیسا فاضل یہاں کیا کرتا ہے، تم کشمیر جاؤ اور وہاں کے بت خانوں میں بیٹھو اور خلق خدا کو اسلام کی دعوت دو۔ مولانا بادشاہ کے سامنے سے سفر کے اسباب کی فراہمی کی غرض سے چلے آئے اور (لوگوں سے) کہا کہ میں نے خواب میں اپنے شیخ کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے بلاتے ہیں (بادشاہ) کیا کہتے ہیں۔ میں اپنے خواجہ کی خدمت میں

جاتا ہوں وہ مجھے کہاں بھیجتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن ان کے سینہ پر دنبل نکلا اور بیمار ہو گئے۔ جب سلطان کو یہ خبر پہنچی تو حکم دیا کہ ان کو ہمارے حضور میں لاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ بہانہ کرتے ہوں اسی دوران ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء میں انتقال ہوا اور دہلی میں یاروں کے چبوترے پر دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:—

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۲ - ۱۸۳
(۲) سیر الاولیاء ص ۲۲۳ - ۲۲۵
(۳) حدائق الحنفیہ ص ۲۸۴ - ۲۸۵
(۴) اخبار الاخیار ص ۹۶ - ۹۸
(۵) سبحۃ المرجان ص ۲۹
(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۱
(۷) گلزار ابرار ص ۱۰۸

(۲۴۳) مولوی حافظ محمد شوکت علی صاحب [illegible]

مولوی حافظ محمد شوکت علی ابن چودھری سند علی ابن چودھری منصب علی [illegible] ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا چودھری منصب علی نے اپنے پوتے کو [illegible] گیا جب ان کی عمر تین سال کی ہوئی تو ان کی [illegible] کی رگیں سمٹ گئیں، دونوں پاؤں لاغر اور ناتواں ہو گئے [illegible] کی کوششوں کے باوجود اس مصیبت سے نجات نہ ملی [illegible] تو جیسا کہ ہند پاکستان کے مسلمانوں کا دستور ہے تعلیم قرآن [illegible] حافظ محمد ابراہیم خیرآبادی سے حفظ کیا اور [illegible] سال [illegible] ملا اسرار قل بخاری قدرتی کی خدمت میں استفادہ کیا [illegible] مولوی تراب علی ابن شیخ شجاعت علی لکھنوی کو جو مشہور فاضل تھے صاحب [illegible] (مولوی شوکت علی) کی تعلیم کے لئے ملازم رکھا، پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ اس کے علاوہ [illegible]

خرچ طے ہوا۔ تھوڑی ہی عرصہ میں مولوی تراب علی کی خدمت میں کتب درسیہ سے فراغت حاصل کرلی
لیکن ان کے والد چودھری مسن علی فراغ علم سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے چچا چودھری
حشمت علی اور چودھری عظمت علی موجود تھے انھوں نے تقریب فراغ میں قریب پندرہ ہزار روپیہ
صرف کیا۔ اس تقریب میں بہت سے علماء، صلحاء، طلباء، حفاظ، اطباء، حجاج اور مشائخ بلائے
گئے۔ صاحب ترجمہ (مولوی شوکت علی سندیلوی) نے نماز جمعہ کے بعد آیۂ کریمۂ "علم آدم الاسماء" کا
وعظ کہا۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور حدیث انما الاعمال بالنیات پڑھی موجود علماء نے اپنے دستِ
خاص سے ان کے سرِ مبارک پر دستار فضیلت باندھی۔ مولوی تراب علی صاحب کو ایک ہزار روپیہ نقد،
دوشالہ اور رومال وغیرہ صاحب ترجمہ کے چچاؤں نے نذر کئے۔ علیٰ ہذالقیاس دوسرے علماء کو
بھی ان کے حسب حال نذر کیا۔ مشار الیہ (مولوی شوکت علی) طلباء کے درس وتربیت میں مصروف
ہیں مولوی سید حسین احمد ملیح آبادی، شاہ خادم صفی صفی پوری، سید شاہ نوازش احمد صفی پوری اور
شاہ محمد علی صفی پوری سے قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ میں بیعت وخلافت حاصل کی سینکڑوں
حضرات ان کے مرید ہیں مؤلف (مولوی رحمان علی) کو اس تذکرہ کی تالیف میں حضرت (مولوی
شوکت علی) سے بہت مدد ملی، ہیں آن کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں کرسکتا[1]

مشہور تصانیف

(۱) حاشیہ شرح جامی (۲) الاستقصاد فی الاستفتاء (۳) علم الیقین فی مسائل الاربعین (۴) ثمرات الانظار فیما مضی من الآثار (۵) غایۃ الادراک فی مسائل مسواک (۶) انوار الھدیٰ فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ (۷) کشف المستور عن وجہ السجود۔

کتب زیر تالیف

(۱) رسالہ در باب طہارت مصلی (۲) رسالہ انشراح الصدر بلیلۃ القدر (۳) رسالہ بجواب بطلان خلافت خلفائے ثلاثہ (۴) افاضۃ المنافع بمسائل اختلاف المطالع (در تحقیق رویت ہلال) (۵) عقد اللولو المسحور فی تکملۃ کشف المستور (۶) اتھام المسائل بجواب ناتہ مسائل (۷) انشاء خرد افزاء (۸) تاریخ سندیلہ۔

---

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ علمائے حال ص ۳۱ - ۳۲ (مترجم)

(۲۴۴) قاضی شہاب الدین دولت آبادی

قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابن شمس الدین عمر الزاولی، دولت آباد میں پیدا ہوئے، قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی (تلمیذ مولانا معین الدین عمرانی) سے علوم کی تحصیل کی جب امیر تیمور کا لشکر دہلی کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے پہنچنے سے پہلے قاضی شہاب الدین اپنے اُستاد مولانا خواجگی کے ہمراہ دہلی سے کالپی چلے گئے۔ مولانا خواجگی نے کالپی میں سکونت اختیار کرلی اور قاضی (شہاب الدین) جون پور چلے گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی کے پہنچنے کو غنیمت سمجھا، ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ملک العلماء کے لقب سے سرفراز کیا۔ قاضی نے جون پور میں افادہ و درس کی مسند کو آراستہ کیا اور تصنیف کتب میں مصروف ہوگئے۔ بحر مواج تفسیر قرآن مجید (فارسی) حاشیہ کافیہ، کتاب ارشاد (یہ کتاب نحو میں ہے اس میں ہر مسئلہ کی مثال ضمنی طور پر عبارت میں ادا کردی گئی ہے۔ مؤلف نے یہ کتاب مولانا مفتی علی کبیر مچھلی شہری کے کتب خانہ میں دیکھی تھی) بدائع البیان (فن بلاغت) شرح بزدوی (اصول فقہ) شرح قصیدہ بانت سعاد، رسالہ در تقسیم علوم (فارسی) مناقب السادات اور فتاوی ابراہیم شاہی وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں ۲۵ رجب ۸۴۹ھ / ۱۴۴۵ء میں انتقال ہوا جون پور میں سلطان ابراہیم کی مسجد میں جو مسجد اٹالہ کے نام سے مشہور ہے جنوبی جانب دفن ہوئے۔ مؤلف اوراق نے ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں جب مچھلی شہر سے غازی پور جاتا تھا تو ان کی قبر کی زیارت کی تھی۔ نور اللہ مرقدہ۔

صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ وہ غزنین کے رہنے والے تھے دولت آباد دکن میں نشوونما پائی، سلطان ابراہیم شرقی ان کی تعظیم و توقیر میں بہت کوشش کرتا تھا وہ [illegible] سلطان ابراہیم کی مجلس میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی [illegible] بیمار ہوا سلطان ان کی عیادت کو گیا۔ حالات پوچھنے کے بعد [illegible] پانی سے ایک پیالہ بھرا اور مولانا کے سر کے گرد گھما کر پی لیا اور کہا کہ خدایا جو بلا بھی ان کی راہ میں ہو وہ میرے لئے مقدر کردے اور ان کو شفا دے۔ اس بات سے صاحب تخت و تاج سلطان کا عقیدہ علمائے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق معلوم ہوسکتا ہے کہ کس قدر تھا لہ

ؔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۸-۱۸۹
(۲) حدائق حنفیہ ص ۳۱۹
(۳) اخبار الاخیار ص ۱۸۰-۱۸۱
(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۹۰-۳۹۱
(۵) سبحۃ المرجان ص ۳۹
(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۳
(۷) معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد اول ص ۱۹۰
(۸) تضاد الارب من ذکر علماء النحو والادب ص ۱۶۵-۱۶۶ (مترجم)

(۲۲۵) شہاب الدین معمائی

شہاب الدین معمائی، فن معماگوئی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ بابر بادشاہ کے ہمراہ برصغیر ہندوپاکستان میں آئے اور اس کے مقربوں میں شامل ہوئے ان کی تصنیف سے ایک کتاب "رسالہ در تبیین و توضیح علم معما" ہے ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں انتقال ہوا "شہاب ثاقب" ان کے انتقال کی تاریخ ہے۔ؔ

ؔ شہاب الدین المتخلص بہ حقیری کے والد کا نام نظام الدین استرآبادی ہے جو مشہور [illegible] شاعر اور معماگو تھا۔ ۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء میں انتقال ہوا۔ شہاب الدین معمائی نے شہزادہ کامران کے نام کے معموں پر مشتمل ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام مخزن الجواہر اور تاریخی نام "مخزن گوہر ہا" ہے یہ ایک مختصر سا معمے کا رسالہ ہے۔ اس میں شہزادہ کامران کے نام و لقب کے جملہ تجنیس ملتے ہیں۔ کاتب نے اس کا نام رسالہ کامران لکھا ہے۔ خاتمہ پر یہ قطعہ تاریخ تحریر ہے:-

این مخزن در پر است از سر تا پا　　از گوہر نام شاہ بصدق و صفا
زاں او شد مخزن الجواہر نامش　　تاریخش نیز "مخزن گوہر ہا" (۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء)

رسالہ کامران کا ایک مخلوطہ کتب خانہ آصفیہ اور دوسرا مخلوطہ کتب خانہ سالار جنگ بہادر حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) روضۃ الصفا جلد ہفتم ص ۲۰۰ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء)

(۲) مفتاح التواریخ ص ۱۴۹ - ۱۵۵

(۳) بزم تیموریہ ص ۲۲

(۴) بوستان اخیار ص ۸۹ (مترجم)

(۲۴۶) ملا شکرت کشمیری

بابا شکرت کشمیری، بابا عثمان گنائی کی اولاد میں ہیں کشمیر کے مشہور عالم محدث فقیہہ اور علوم عقلی و نقلی کے جامع تھے۔ ملا فیروز مفتی ان کے بھتیجے تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے کتب درسیہ کی تحصیل کرکے حرمین شریفین گئے اور ابن حجر مکی سے سند حدیث حاصل کی وہاں سے واپس آکر طالب علموں کی تعلیم وتربیت میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ان کا آخری وقت آپہنچا، محلہ تلاش پورہ میں دفن ہوئے۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۴۲

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۲۵ (مترجم)

(۲۴۷) حکیم شیر علی احمد آبادی

حکیم شیر علی ابن حکیم محی الدین صدیقی، والد ماجد مسود اوراق [illegible] پہلے علم طب کی درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اس کے بعد لکھنؤ میں حکیم امام بخش (تلمیذ حکیم محمد اسحاق خاں دہلوی) کی موجودگی میں مطب شروع کیا اور طبیب حاذق ہوئے۔ نواب آصف الدولہ بہادر کی سرکار میں عہدہ ہائے جلیلہ مثل تحصیل داری اور فوج داری کی ملازمت کی، بڑھاپے میں خانہ نشیں ہو گئے۔ مریضوں کا علاج کرتے تھے کسی سے طاب کچھ نہیں کرتے تھے۔ رات دن تلاوت قرآن مجید

دلائل الخیرات اور نماز پنجگانہ میں مصروف رہتے تھے نمازِ چاشت اور اشراق کے بعد اس تخت پر بیٹھتے تھے جوان کی نشست گاہ تھا، اوران مریضوں کا احوال پوچھتے تھے جو موجود ہوتے تھے، ہر ایک کا مناسب علاج کرتے تھے اور حتی الامکان ایسا نسخہ تجویز کرتے تھے جس میں اجزا کم ہوتے اور نفع زیادہ ہوتا تھا کسی کے گھر نہیں جاتے تھے اہلِ برادری اور غرباء سے کچھ نہیں لیتے تھے اور باہر کے صاحب حیثیت حضرات سے جو کچھ ملتا تھا وہ غرباء کے اوپر خرچ کرتے تھے ان کے علاج کا عجیب طریقہ تھا کہ سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

ایک مرتبہ لوگ ایک بچہ کوان کے پاس لائے وہ بچہ کان کے درد کی وجہ سے بیہوش تھا اور کہتا تھا کہ کوئی چیز میرے کان میں کاٹتی ہے والد مرحوم نے فرمایا کہ حقہ کی نلکی لاؤ۔ جب لوگ نلکی لائے تو انھوں نے اس کو قلم کی طرح چھری سے تراشا جوان کے قلمدان میں تھی اور اس بیمار بچہ کے کان میں لگادی اور دوسری طرف جلتا ہوا ایک فیتلہ رکھ دیا، ذرا دیر نہ ہوئی تھی کہ بچہ ہنسنے لگا، جب نلکی کو زمین پر مارا تو ہزار پا جس کو کھنکھجورا کہتے ہیں باہر نکلا لوگ حیران رہ گئے۔

ایک عورت مجرا کرتی ہوئی دونوں ہاتھ سر کے اوپر لے گئی اس کے ہاتھ اسی طرح اوپر کھنچے رہ گئے کسی تدبیر سے نیچے نہیں آئے۔ والد مرحوم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس عورت سے مذاق کا تعلق رکھتا ہو تو اچانک اپنا ہاتھ ناف کے نیچے لے جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس عورت کے دونوں ہاتھ اچانک نیچے آگئے۔

اوائل ماہ شعبان المعظم ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء میں حضرت قبلہ گاہی تپ واسہال کے عارضے میں مبتلا ہوئے، حکیم مردان علی اور حکیم احسان علی مؤلف طب احسانی، جوان کے بیٹے تھے اور مؤلف سے بڑے تھے ان کے پاس موجود تھے ان میں سے ہر ایک طبیب حاذق تھا، انھوں نے بہت کوشش کی لیکن بقول۔ ع قضائے نبشتہ نباید سترد

کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی بتاریخ ۱۴ ر رمضان المبارک سال مذکور نماز عشاء کے وقت کلمہ طیبہ کہتے ہوئے ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا، اپنے آبائی قبرستان میں احمد آباد میں دفن ہوئے، سات بیٹے حکیم مردان علی، حکیم علی رضا، حکیم احسان علی، مولوی حکیم امان علی، حافظ قربان علی، حکیم فرمان علی اور رحمان علی مؤلف نیز پانچ بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑیں جملہ اولاد پسری ودختری،

ذکور و اناث اور چھوٹے بڑے ساٹھ عدد ان کی وفات کے وقت زندہ اور موجود تھے، مرنے سے ایک دن پہلے سب کو پاس بلایا۔ ایک ایک کو پوچھا اور رخصت کیا، مؤلف اوراق اس وقت گیارہ سال سے کچھ زیادہ تھا۔ ان کے انتقال کی جو تاریخیں شعراء نے لکھی ہیں ان میں سے چند ذیل میں درج ہیں۔

تاریخ انتقال حکیم شیر علی احمد آبادی

از شیخ نیاز محی الدین سلونی

شیر علی بفن طبابت بہ ملک ہند — بوداست بے مبالغہ بابو علی سہیم

رحلت بخلد کرد ز دار الشفائی دہر — در خانہ باغ خلد برضواں بود ندیم

تاریخ آں بدیہہ ز طبع صحیح ریخت — افسوس بے علاج طباعت شدہ سقیم

۱۲۵۶ھ
۱۸۴۰ء

دیگر

از مولوی کفایت علی کافی[۲] مرادآبادی

جو شیر علی نے کیا انتقال — تو کافی مناسب ہے بہر ثواب

یہی سال تاریخ لکھ دیجئے — بہ لوح لحد خادم بو تراب

۱۲۵۶ھ
۱۸۴۰ء

دیگر

از صنعت مرادآبادی

حکیم شیر علی ثانی فلاطوں تھے — یہ چاہا آپ نے اب سیر کیجے جنت کی

یہی ہے سال وفات ان کا صنعت از سر آہ — ہزار حیف مسیح زماں نے رحلت کی

۱۲۵۶ھ
۱۸۴۰ء

دیگر

از شاعرے لکھنؤ

چو رفت از جہاں شیخ عالی نسب — کہ راز خفی بود بروے جلی

خرد از سر جہد تاریخ گفت — بود با علی، حشر شیر علی

[۱] ہزار پا کنسلائی کو بھی کہتے ہیں، یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے (غیاث اللغات ص ۴۹۵)

[۲] مولانا کفایت علی نام کافی تخلص، مرادآباد کے رہنے والے تھے، تحصیل علم بدایوں، بریلی

رام پور اور لکھنؤ میں کی مفتی ظہور اللہ لکھنوی کے شاگرد تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں
مردانہ وار حصہ لیا۔ مراد آباد کے صدر الشریعۃ بنائے گئے۔ مراد آباد پر جب انگریزوں کا
قبضہ ہو گیا تو مئی ۱۸۵۸ء میں ان کو پھانسی دی گئی قبر عقب جیل ہنوز موجود ہے
ہمیشہ نعت لکھتے تھے شرح شمائل ترمذی کا نظم میں ترجمہ کیا، مولانا کفایت علی کافی
کے ہاتھ کا تحریر کردہ شمائل ترمذی کا پہلا مسودہ خاکسار (مترجم) کے پاس محفوظ ہے۔ خاکسار
کے جد اعلیٰ مولوی حکیم سعید اللہ قادری سے بہت گہرے تعلقات تھے دونوں نے بریلی
رام پور میں ساتھ ساتھ علم حاصل کیا تھا۔ مولانا کافی سے خیابان فردوس، نسیم جنت،
دیوان کافی وغیرہ یادگار ہیں مولانا کافی پر ہمارا مفصل مقالہ العلم اپریل تا مئی ۱۹۵۷ء
میں ملاحظہ ہو۔ (مترجم)

(۲۴۸) ملا صادق حلوائی سمرقندی

ملا صادق حلوائی سمرقندی، علامۂ زماں تھے، ان کا مرتبہ اس سے کہیں اعلیٰ ہے کہ ان کا شمار شعراء
میں کیا جائے۔ فاضل خوش فہم اور خوش بیان مفکر تھے۔ بہت تردد کے بعد ہندوستان آئے، جب توفیق
ان کے رفیق حال ہوئی تو بیت اللہ اور مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے گئے۔ ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء میں اپنے
وطن مالوف کو واپس ہوئے۔ راستے میں مرزا محمد حکیم نے ان کو ٹھیرا کر سبق پڑھنا شروع کیا، شعر گوئی میں
خوب سلیقہ تھا اور طبیعت موزوں تھی، صاحب دیوان ہیں نمونۂ اشعار یہ ہے۔

دل گم شد و نمی دہدم کس نشاں ازو | در خندہ است لعل تو دارم گماں ازو
ضمیر دوست چوں آئینہ در مقابل ماست | درو معاینہ پیداست انچہ در دل ماست
در عشقت کز تو پنہاں در دل و جاں داشتم | شد میاں از چہرہ ام ہر چند پنہاں داشتم

(۲۴۹) سید صبغۃ اللہ بروجی

ان کا نام سید محمد الدین بن روح اللہ حسینی ہے۔ شیخ وجیہ الدین گجراتی کے شاگرد اور خلیفہ
تھے ایک مدت تک اپنے مرشد کے حکم کے مطابق درس و ارشاد میں مشغول رہے، ایک کثیر جماعت

شاگرد اور مرید ہوئے، اس کے بعد حرمین شریفین گئے، زیارت سے مشرف ہوکر اپنے وطن واپس آئے۔ ۹۹۹ھ/۱۵۹۰-۹۱ء میں مالوہ پہنچے اور وہاں سے احمد نگر آئے۔ یہاں تک کہ ایک سال برہان الملک کے اشارہ سے مالوہ میں مقیم رہے، پھر حرمین شریفین کے ارادہ سے بیجاپور گئے۔ سلطان ابراہیم بیجاپوری نے پورا اعزاز فرمایا، اور سامانِ سفر مہیا کیا، خاص جہاز پر سوار کیا اور حرمین کی طرف روانہ کر دیا۔ سید موصوف معہ متبعین و خدام کے حرمین پہنچ گئے زیارت سے مشرف ہونے کے بعد احد کے پہاڑ کے قریب مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی۔ جواہر خمسہ از محمد غوث گوالیاری کو عربی میں لکھا، کتاب الوحدۃ رسالہ ارادۃ الدقائق فی شرح مرآۃ الحقائق اور مالا یسع للمرید ان کی تصنیفات ہیں، احمد شناوی، حسن قراقی، حبیب اللہ اور عبدالعظیم ان کے شاگرد تھے۔ ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶-۰۷ء میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ بَرُوج، جعفر کے وزن پر صوبہ گجرات میں ایک شہر ہے۔

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۱
(۲) سبحۃ المرجان ص ۴۶
(۳) یادِ ایام ص ۶۶-۶۸
(۴) رودِ کوثر ص ۳۳۹-۳۴۱
(۵) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۱۷۵-۱۷۷
(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۸
(مترجم)

(۲۵۰) صدر جہاں پہانوی

صدر جہاں پہانوی، پہانی کے رہنے والے تھے جو قنوج کے مضافات میں ایک گاؤں ہے، خوش مزاج فاضل تھے۔ شیخ عبدالنبی گنگوہی کی خدمت [illegible] کمالات کی، شیخ موصوف کی کوشش سے کچھ دنوں ممالک محروسہ کے مفتی رہے، اس کے بعد ہمام کے ہمراہ حاکم توران کے یہاں سفارت پر گئے۔ وہاں سے واپس آکر صدارت پر سرفراز ہوئے۔[1]

[1] شیخ صدر جہاں پہانوی بن عبدالمقتدی پہانی میں پیدا ہوئے۔ شیخ نظام الدین خیر آبادی سے تحصیل علم کی ۱۰۲۰ھ میں انتقال ہوا پہانی میں دفن ہوئے۔

ملاحظہ ہو:۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۴۶۲

(۲) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۱۶۸-۱۶۹ (مترجم)

(۲۵۱) قاضی صدرالدین جالندھری ثم اللاہوری

قاضی صدرالدین جالندھری، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بندرگاہ بروج (ملک گجرات) کے قاضی تھے، فاضل متبحر اور مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کے شاگرد تھے، لیکن تحقیقات میں اپنے استاد سے فائق تھے، اہل تصوف کے معتقد اور خوش مزاج تھے، اس کے باوجود اپنی سادہ لوحی سے ایسا حسن ظن رکھتے تھے کہ اگر کسی کو درویش صورت دیکھتے تو چاہے وہ بدعتی ہوتا مگر اس کے پاس جاتے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے، ایک دن ایک چالاک بدعتی نے ان سے کہا کہ خضر علیہ السلام ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں قاضی اس کے پیروں پر گر گئے اور کہا کہ مجھے دکھا دیجئے۔ اس چالاک آدمی نے کہا کہ ابھی تو مجھے اپنی بیٹی کی شادی کی فکر ہے اور اس کے لئے سات سو تنکوں کی ضرورت ہے۔ میں اس بات سے فارغ ہو کر خضر علیہ السلام سے تمہاری ملاقات کا انتظام کروں گا قاضی نے فوراً سات سو تنکے اس کو دئے دو دن کے بعد وہ آدمی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ آؤ میں یہیں خضر علیہ السلام کو دکھاؤں وہ قاضی کو دریا پر لے گیا وہ مکار طویل القامت اور قاضی کوتاہ قد تھے وہ قاضی کو اس جگہ لے گیا جہاں حلق تک پانی تھا اور قاضی سے کہا کہ آؤ اس جگہ خضر علیہ السلام ہیں قاضی نے کہا کہ میں تیرنا نہیں جانتا ہوں کیسے آؤں، اس شخص نے کہا کہ میں نے تم کو خضر علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ اگر تم نہیں آسکتے ہو تو میرا کیا گناہ ہے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) منتخب التواریخ ص ۴۲۵-۴۲۶

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۵۷-۱۵۸ (مترجم)

(۲۵۲) صدرالدین حکیم دہلوی

حکیم صدرالدین دہلوی، اپنے زمانہ کے اعلیٰ حکیم تھے، ان کو طب میں کامل مہارت حاصل تھی۔ شیخ نصیرالدین محمود کے خاص خلیفہ تھے۔ بچپن میں شیخ نظام الدین اولیاء کے منظور نظر تھے

ان کی پیدائش سلطان المشائخؒ کی دعا سے ہوئی پریاں ان کو بیماروں کے علاج کے لئے اڑا کر لے جاتی تھیں یہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے ان کی تصنیفات سے بہت فصیح و متین کتابیں ہیں جو حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔(۱) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۶۱-۶۲

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۴۶-۱۴۸

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۵۸-۳۵۹ (مترجم)

(۲۵۳) مفتی صدرالدین دہلوی

ان کی اصل کشمیر سے ہے وہ دہلی میں پیدا ہوئے[1] علوم نقلیہ کی تحصیل شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق سے کی اور علوم عقلیہ مولوی فضل امام خیرآبادی سے حاصل کئے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے انگریزی حکومت کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور اور مفتی مقرر ہوئے صاحب مروت و احسان تھے مدرسہ دارالبقاء کے اکثر طلباء کو جو جامع مسجد دہلی کے نیچے تھا کھانا اور لباس دیتے تھے۔ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں غدر کے زمانہ میں فتویٰ جہاد کے انہام میں منصب اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ ان سے چھین لی گئی، چند مہینے نظر بند بھی رہے، تحقیقات کے بعد رہا ہوئے۔ جائداد غیر منقولہ واپس مل گئی اور جائداد منقولہ جو نیلام ہو چکی تھی نہ ملی۔ اس کے بعد بھی درس دیتے تھے، موزوں طبع تھے، عربی فارسی اور اردو اشعار کہتے تھے ان کا تخلص آزردہ تھا دور دور سے لوگ آتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے، کثرتِ درس کی وجہ سے تصنیف کی طرف کم توجہ تھی رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال، درالمنضود فی حکم مراۃ المفقود اور بہت سے فتووں کے جوابات ان سے یادگار ہیں دو سال فالج کے مرض میں مبتلا رہے اکیاسی (۸۱) سال کی عمر میں بروز [illegible] ربیع الاول ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں فوت ہوئے مولوی ظہور علی المخاطب بہ شمس الشعراء نے ان کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی

از شمس الشعراء ظہورالدین ظہورؔ

چہ مولانائے صدرالدین کہ در عصر اما م اعظم آخر زماں بود

زہے صدر الصدور نیک محضر | بعدل و داد چوں نوشیرواں بود
بروز پنجشنبہ کرد رحلت | کہ ایں عالم نہ جائے جاوداں بود
ربیع الاوّل و بست و چہارم | وداع او سوئے دار الجناں بود
ظہور افسوس آں اوستاد ذی قدر | پدروارم ہمیشہ مہرباں بود
چراغش ہست تاریخ ولادت | کنوں گفتم چراغ دو جہاں بود

۱۲۸۵ھ
۱۸۶۸ء

مفتی صدر الدین بن شیخ لطف اللہ کشمیری ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے مفتی اور صدر الصدور کے عہدوں پر ممتاز رہے، انگریزی سرکار میں بڑی عزت تھی۔ جب جنرل آکٹرلونی اچھوتانہ کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو اس کے ہمراہ رہے۔ چار سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی آکٹرلونی مفتی صاحب پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ یہ بھی اس کے کلید دانش تھے، طلباء کو گھر پر درس دیتے تھے۔ مدرسہ دار البقا کو از سرِ نو جاری کیا، طلباء کے جملہ مصارف کے کفیل ہوتے تھے دہلی میں مفتی صدر الدین آزردہ کی امتیازی حیثیت تھی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط کئے اس کی وجہ سے گرفتاری، عزل منصب اور ضبطی جائداد کی نوبت پہنچی چند ماہ کے بعد رہائی ہوئی۔ نصف جائداد واگزاشت ہوئی۔ عربی فارسی اُردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ سرسید احمد خاں بہادر نے آثار الصنادید میں ہر زبان کا نمونۂ کلام درج کیا ہے۔ خوش نویسی میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے، ریختہ گو شعراء کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ قریب تین لاکھ روپیہ کی مالیت کا کتب خانہ ۱۸۵۷ء میں ضبط ہو گیا اس کے حصول کے لئے لارڈ لارنس کے پاس لاہور پہنچے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ مرزا غالب، مومن، مصطفیٰ خاں شیفتہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے بہت اچھے تعلقات تھے، سرسید احمد خاں بہادر نواب یوسف خاں والی رامپور، نواب صدیق حسن خاں قنوجی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی محمد منیر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی فقیر محمد جہلمی وغیرہ مفتی صاحب کے شاگرد تھے۔ لاولد فوت ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) آثار الصنادید باب چہارم ص ۴۲-۵۱

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۱ - ۴۸۳

(۳) ابجد العلوم ص ۹۱۷

(۴) معارف (اعظم گڑھ) مئی و جون ۱۹۲۱ء

(۵) گلشن بے خار ص ۱۰ - ۱۱

(۶) علم و عمل (جلد اول) ص ۲۷۴-۲۷۵

(۷) فن خطاطی کا ایک نادر نمونہ ساز محمد ایوب قادری - العلم کراچی ص ۱۰۴ (جولائی تا دسمبر ۱۹۵۹ء)

(۸) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۲۰ - ۲۲۱

(۹) الیانع الجنی ص ۷۷

(۱۰) اتحاف النبلاء ص ۲۶۰-۲۶۳

(مترجم)

(۲۵۴) مفتی صدرالدین لکھنوی

مفتی صدرالدین لکھنوی، شیخ محمد عرف شیخ قاضی (پسر اکبر شیخ اعظم ثانی) کی اولاد میں تھے۔ بزرگ اور مسن عالم تھے، شعرگوئی کا مذاق رکھتے تھے، جس زمانہ میں ارادت خاں فوجدار لکھنؤ نے رہنے کی غرض سے محلہ ارادت نگر آباد کیا اور بلند عمارت بنوائی تو صاحب ترجمہ (مفتی صدرالدین) نے خان مذکور اور عمارت کی تعریف میں قصائد اور غزلیات لکھیں ان میں سے یہ ہے۔

صفات عالیاتش گوہر است دکان ارادت خاں ہم آفاق چوں جسم و جہاں را جاں ارادت خاں

خراب آبادگیتی را سزد سامان ارادت خاں شود آباد ہر جائے کہ افتد یک نگاہ او

ہر سوختہ کاں بہ ارادت نگر آید گر چوب خشک است کہ اینک برآید

جائے ہست مصفا کہ اگر دیدۂ یعقوب اندر نظر آرد غم یوسف بسر آید

ان کا انتقال ۱۰۷۵ھ / ۶۵-۱۶۶۴ء میں ہوا ان کے بیٹے محمد صادق نے ان کے انتقال کی تاریخ اور ان کے مقبرہ کی تاریخ تعمیر جو ۱۱۰۹ھ میں تعمیر ہوا اس طرح لکھی ہے۔

شدہ تاریخ وصال وے و تاریخ بنا کہ بود خانہ جنت زپے دوست خدا

۱۱۰۹ھ / ۸-۱۶۹۷ء ۱۰۷۵ھ / ۸-۱۶۹۷ء

(۲۵۵) مولوی سید صدیق حسن خاں بہادر

مولوی سید صدیق حسن خاں ابن مولوی آل حسن قنوجی، ان کی کنیت ابو الطیب ہے ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں قنوج میں پیدا ہوئے۔ درسی مروجہ علوم مفتی صدر الدین خاں دہلوی کی خدمت میں حاصل کئے۔ اور تفسیر و حدیث وغیرہ علوم یمن اور ہند پاکستان کے علماء مثلاً قاضی حسین بن محسن انصاری، شیخ عبد الحق بن فضل اللہ ہندی، اور شیخ محمد یعقوب دہلوی برادر مولوی محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کئے اور ہر ایک سے اجازت حاصل کر کے متعدد علوم کی مختلف کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ وہ مالوہ کے ملک کی ریاست بھوپال میں مقیم ہو گئے اس شہر میں ان کو خوب ترقی حاصل ہوئی وزارت و نیابت کا کیا ذکر ہے رئیسہ بھوپال کی شوہری ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱-۲ء میں حاصل ہوئی اور نوابی و خان کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اور سلطان عبد الحمید خاں عثمانی سے نشان مجیدی درجہ ثانیہ حاصل ہوا۔ دوسری بیوی سے دو بیٹے نور الحسن خاں طیب اور میر علی حسن خاں طاہر ہیں دونوں صاحب زادے باپ کی طرح صاحب علم و ثروت ہیں۔ صاحب ترجمہ (نواب صدیق حسن خاں) کی تصنیفات ہندی، فارسی اور عربی زبانوں میں ہیں جو بھوپال، مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں طبع ہوئیں، ان کے نام ذیل میں مذکور ہیں۔

تصنیفات (۱) ابجد العلوم (۲) اتحاف النبلاء (۳) الاستواء (۴) الادراک (۵) الاذاعہ (۶) چہل حدیث (۷) افادۃ الشیوخ (۸) اکسیر فی اصول التفسیر (۹) اکلیل الکرامہ فی تبیان مقاصد الامامہ (۱۰) بدور الاہلہ (۱۱) بغیۃ الرائد فی شرح العقائد (۱۲) البلغہ الی اصول اللغہ (۱۳) بلوغ المسئول من اقضیۃ الرسول (۱۴) تمیمۃ الصبی (۱۵) شمامۃ التنکیت فی شرح ابیات التشبیت (۱۶) الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ (۱۷) حج الکرامہ فی آثار القیامہ (۱۸) الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون (۱۹) حصول المامول من علم الاصول (۲۰) الحطہ بذکر الصحاح الستہ (۲۱) حل الاسئلۃ المشکلہ (۲۲) حقیقۃ الاکوان (۲۳) دلیل الطالب الی ارجح المطالب (۲۴) ذخر المحتی من آداب المفتی (۲۵) رحلۃ الصدیق الی البیت العتیق (۲۶) الروضۃ الندیہ فی شرح الدرۃ البہیہ (۲۷) ریاض الجنۃ فی تراجم اہل سنۃ (۲۸) السحاب المرکوم (۲۹) سلسلۃ المسجد فی ذکر مشائخ السند (۳۰) شمع انجمن (۳۱) صافیہ شرح شافیہ (۳۲) ضالۃ الناشد (۳۳) ظفر اللاضی بما یجب فی اقضاء علی القاضی (۳۴) العبرۃ مما جاء

فی الغزو والشہادۃ والہجرت (۳۵) العلم الخفاق من علم الاشتقاق (۳۶) عون الباری بحل ادلۃ البخاری (۳۷) غصن البان غنیۃ القاری (۳۸) فتح البیان فی مقاصد القرآن (۳۹) فتح المغیث بفقہ الحدیث (۴۰) الفرج التامی من الاصل السامی (۴۱) قصد السبیل (۴۲) قضاء الارب (۴۳) قطف الثمر (۴۴) کشف الالتباس (رد شیعہ) (۴۵) لف القماط (۴۶) لقطۃ العجلان مشیر ساکن الغرم (۴۷) مراتع الغزلان (۴۸) مسک الختام شرح بلوغ المرام (۴۹) منہج الوصول (۵۰) الموعظۃ الحسنہ (۵۱) نشوۃ السکران (۵۲) نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام (۵۳) الوشی المرقوم (۵۴) ہدایۃ السائل (۵۵) یقظہ اولی الاعتبار۔

جمادی الثانی شب پنجشنبہ ۱۳۰۷ھ ۱۸۸۹ء میں وفات پائی اور بھوپال میں دفن ہوئے۔[۲]

[۱] یکشنبہ کے روز چاشت کے وقت نوزدہم جمادی الاول ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۸۳۲ء بانس بریلی (روہیل کھنڈ) میں جہاں ان کی ننہال تھی پیدا ہوئے جس خاک پاک سے ان کی طینت سرشت اور مخمر ہوئی تھی اس کو یاد کر کے وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بلاد بہا حل الزمان تمائمی — واول ارض مس جلدی ترابہا

کچھ دنوں کے بعد ان کی والدہ محترمہ ان کو بریلی سے لے کر قنوج میں جو آبائی وطن تھا چلی آئیں۔ مآثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاہی حصہ دوم ۲ ۱-۲

[۲] نواب صدیق حسن خاں نے اپنے حالات میں کتاب "ابقاء المنن بالقاء المحن" کے نام سے اردو میں لکھی ہے جو بھوپال میں طبع ہوئی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں کی مکمل و مفصل سوانح عمری مآثر صدیقی معروف بہ سیرۃ والا جاہی کے نام سے ان کے نامور فرزند نواب علی حسن خاں بہادر نے چار جلدوں میں مرتب کی ہے جو مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۲۵-۱۹۲۴ء میں طبع و شائع ہو چکی ہے

(مترجم)

(۲۵۶) صفی بن نصیر

نام نامی صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین ہے، چند واسطوں سے ان کا نسب امام ابوحنیفہ کوفی سے مل جاتا ہے، اور امام رحمۃ اللہ نوشیرواں عادل شاہ عجم کی اولاد سے تھے۔

صاحب ترجمہ (صفی الدین) کے دادا شیخ نظام الدین اپنے بیٹے نصیر الدین اور دوسرے چند لوگوں کے ہمراہ ہلاکو خاں کے ہنگامہ میں غزنین سے برصغیر ہند پاکستان میں آئے مدتوں دہلی میں رہے اوراسی ہنگامہ میں قاضی شہاب الدین بن قاضی شمس الدین دولت آبادی بھی اس علاقہ سے آکر دہلی میں مقیم ہوئے اور انہوں (قاضی شہاب الدین) نے قاضی عبدالمقتدر دہلوی کی شاگردی اختیار کی۔جب دہلی میں مغلوں کا ہنگامہ برپا ہوا تو سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں قاضی شہاب الدین اور صاحب ترجمہ کے دادا شیخ نظام الدین دہلی سے جونپور پہنچے، قاضی کی ایک بیٹی تھی وہ انھوں نے نظام الدین کے بیٹے نصیر الدین سے بیاہ دی اس کے تین لڑکے ہوئے، صفی الدین، فخر الدین اور رضی الدین ان میں سے ہر ایک اپنے نانا قاضی شہاب الدین سے علوم مروجہ تحصیل کر کے فاضل متبحر ہوا۔ شیخ صفی الدین تحصیل علم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علوم کے درس میں مصروف ہوگئے اور بہت سی عربی و فارسی کی کتابوں کی شرحیں لکھیں اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے دستور المبتدی حل التراکیب کافیہ اور غایۃ التحقیق شرح کافیہ مشہور ہیں۔ شیخ صفی الدین مدتوں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آخر عمر میں وہ شیخ (مرشد) کی تلاش میں ردولی پہنچے۔ اس زمانہ میں شاہ اشرف جہانگیر کہ جن کا مزار کچھوچھہ میں ہے وہاں مقیم تھے۔ جب شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں پہنچے شاہ اشرف ان کی ملاقات کے لئے اٹھے اور اپنے قریب بٹھالیا، اسی وقت ان کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان کے بھائی شیخ رضی الدین اس زمانہ میں ردولی کے قاضی تھے شیخ صفی الدین وہیں مقیم ہوگئے۔ ان کے بیٹے شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل تھے ان کی تعلیم کی غرض سے رسالہ دستور المبتدی لکھا شیخ ابوالمکارم کو بھی خاندان چشتیہ نظامیہ میں خلافت حاصل تھی ۱۳ ذی قعدہ ~~۸۱۸ھ~~ ۸۱۹ھ میں راہی جنت ہوئے [1]

۱۴۱۶-۷ء

[1] ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۸۹ - ۹۰ (مترجم)

(۲۵۷) مولانا صفی الدین سرہندی

مولانا صفی الدین سرہندی صفی القدر کے نام سے مشہور ہیں ان کے والد کا نام عزیز القدر (بن محمد عیسٰی بن سیف الدین بن محمد معصوم الملقب بہ عروۃ الوثقیٰ ابن مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی)

ہے۔ مولانا صفی الدین فاضل تبحر، محدث معتبر، جامع علوم ظاہر و باطن، تارک الدنیا زاہد اور طالب مولا تھے۔ نواب نصر اللہ خاں[1] نے رام پور میں ہر چند فوج کی بخشی گری کا عہدہ دینا چاہا، مگر قبول نہیں کیا ہمیشہ حدیث تفسیر اور اوراد و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ ۲۵ رشعبان بروز جمعرات ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں انتقال ہوا۔[2]

[1] نواب نصر اللہ خاں ابن نواب عبد اللہ خاں ۱۱۶۱ھ / ۱۸۴۷ء میں آنولہ میں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ طریقہ پر ہوئی نہایت عقیل اور بہادر تھے اپنے والد نواب عبد اللہ خاں کے انتقال کے بعد رئیس اودھیانی ہوئے۔ جنگ میران پور کرہ (۱۷۷۴ء) میں آخر وقت تک نواب فیض اللہ خاں کے ہمراہ داد شجاعت دی۔ اسی طرح جنگ دوجوڑہ میں نواب غلام محمد خاں کے ساتھ دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ پندرہ برس پانچ ماہ اکیس دن نواب احمد علی خاں رئیس رام پور کے نائب رہے۔ ۲۶ رشوال ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء کو شنبے کے دن انتقال کیا۔ طبیعت موزوں پائی تھی۔ سلطان تخلص تھا رام پور میں "بازار نصر اللہ خاں" ان کی یادگار ہے، عنبر شاہ خاں عنبر نے تاریخ انتقال یوں نظم کی ہے۔

یک ہزار و دو صد و بست و پنج ۔۔۔ بود از ہجرت رسول گواہ
ماہ شوال بود بست و ششم ۔۔۔ کہ بہ جنت رسید نصر اللہ

[2] مولانا صفی الدین سرہندی کی تاریخ وفات مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے صحیح نہیں لکھی ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء میں انتقال ہوا۔
تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) خزینۃ الاصفیاء ۶۹۲-۶۹۳
(۲) تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۷۵-۱۷۶
(۳) اخبار الصنادید جلد اوّل ص ۷۰۹-۷۰۶
(۴) انتخاب یادگار ص ۱۷۴

(مترجم)

(۱۵۸) خواجہ ضیاء الدین برنی

خواجہ ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی کے مؤلف ہیں جو ۷۵۸ھ / ۱۳۵۶-۵۷ء میں مکمل ہوئی۔ اس

کتاب میں آٹھ بادشاہ غیاث الدین بلبن سے فیروز شاہ تک کا ذکر ہے۔ جنہوں نے ۹۵ سال سلطنت کی ہے (خواجہ ضیاء الدین) شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ طبیعت ظریفانہ بھی ہر قسم کی حکایات اور کلمات یاد تھے۔ آخر عمر میں لطائف طبع اور فن ندیمی کی بدولت سلطان محمد تغلق کی خدمت میں بارياب ہوئے، اس کے بعد فیروز شاہ کے زمانہ میں قناعت اختیار کر لی اور گوشہ نشین ہو گئے۔ فن تصوف میں ایک کتاب "حسرت نامہ" ان کی تصنیف ہے۔ انتقال کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء کے قریب دفن ہوئے (رحمۃ اللہ علیہ)

کہتے ہیں کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں تین آدمی ضیاء الدین نام کے تھے، ایک قاضی ضیاء الدین سنامی جو شیخ کے منکر تھے دوسرے صاحب ترجمہ (خواجہ ضیاء الدین برنی) جو شیخ کے مرید و معتقد تھے۔ تیسرے خواجہ ضیاء الدین نخشبی جو نہ منکر تھے نہ معتقد۔

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) گلزار ابرار ص ۱۲۷-۱۲۸

(۲) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۲۴

(۳) اخبار الاخیار ص ۱۰۵-۱۰۴

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۴۴-۳۴۶

(۵) تذکرۂ مورخین از چودھری نبی احمد سندیلوی ص ۲۲-۲۹ (مطبع سلیمانی بنارس ۱۹۲۶ء)

Barani's History of the Tughluqs p1-24

(مترجم)

(۲۵۹) خواجہ ضیاء الدین نخشبی

خواجہ ضیاء الدین نخشبی شیخ فرید کے مرید تھے۔ جو شیخ حمید الدین ناگوری کے پوتے اور خلیفہ تھے، ان کی بہت سی تصنیفات ہیں ان میں سلک السلوک، عشرہ مبشر، کلیات و جزئیات اور طوطی نامہ وغیرہ (مشہور ہیں) سلک السلوک شیریں بیانی اور رنگیں زبانی میں مشہور ہے یہ کتاب لطیف حکایات پر مشتمل ہے جو نہایت مؤثر ہیں۔ انہوں نے ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔ لہ

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے:- (۱) اخبار الاخیار ص ۱۰۵-۱۰۹

(۲) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۶۲

(۳) تذکرۃ الواصلین ص ۸۳ - ۸۹

(۴) قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۲

(۵) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۵۱ - ۳۵۲

(۶) بزم صوفیاء ص ۳۰۳ - ۳۰۸

(۷) کیٹیلاگ فارسی مخطوطات جلد دوم ص ۷۳۳ - ۷۴۰ - ۱۴۷ (برٹش میوزیم لندن ۱۸۷۹ء)

(۸) تاریخ اولیاء جلد دوم ص ۱۹۹ (مترجم)

(۲۶۰) قاضی ضیاء الدین سنامی

قاضی ضیاء الدین سنامی، فاضل تبحر، دیانت وتقویٰ میں اپنے عہد میں ممتاز اور شیخ نظام الدین اولیاء کے ہم عصر تھے، شریعت مطہرہ کے نہایت پابند تھے ہمیشہ شیخ سے سماع کی وجہ سے احتساب کرتے تھے شیخ ہمیشہ ان سے معذرت کرتے اور ان کا حکم مانتے اور صاحب ترجمہ کی تعظیم میں کوئی فرو گزاشت نہیں کرتے تھے قاضی ضیاء الدین سنامی کی ایک کتاب نصاب الاحتساب ہے جس میں آداب احتساب، مقام بدعت اور احکام سنت کے نکات بیان کئے گئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ قاضی کے مرض الموت میں شیخ نظام الدین اولیاء عیادت کے لئے گئے۔ قاضی نے اپنی دستار شیخ کے راستہ میں ڈال دی، شیخ نے پگڑی کو اٹھالیا اور آنکھوں پر رکھا، جب تک شیخ بیٹھے رہے قاضی نے ان سے آنکھیں چار نہیں کیں، جب شیخ اٹھے اور باہر آئے تو ان کے انتقال کی آواز باہر آئی، شیخ روتے تھے اور افسوس کرتے تھے کہ ایک ذات حامی شریعت تھی افسوس کہ وہ بھی نہ رہی۔

ضیاء الدین سنامی کے وعظ میں تین ہزار سے زیادہ آدمی ہوتے تھے نقل ہے کہ ایک مرتبہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کی مونچھیں زیادہ لمبی ہوگئیں کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان کے کاٹنے کا حکم دے، قاضی ضیاء الدین سنامی جن میں شریعت کا جوش تھا اٹھے اور قینچی لی اور شیخ شرف الدین قلندر کی ڈاڑھی ہاتھ میں لے کر ان کی مونچھیں کتر ڈالیں، کہتے ہیں کہ اس کے

بعد شیخ بو علی قلندر ہمیشہ اپنی داڑھی ہاتھ میں لیتے اور کہتے کہ یہ شریعت محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔ قدس سرہ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہتہ الخواطر جلد دوم ص ۶۵

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۰۹

(۳) ثمرات القدس ورق ۴۸ و - ۵۰ ب (مترجم)

(۲۶۱) حافظ ضیاء اللہ بلگرامی

حافظ ضیاء اللہ بلگرام کے واسطی سادات سے ہیں وہاں کے ممتاز فاضل تھے قرآن مجید کے حافظ قاری اور عالم کامل تھے۔ ہمیشہ طلباء کے درس میں مشغول رہتے عربی، فارسی نظم ونثر میں بلند مرتبہ رکھتے تھے ان کی منشآت، انتقال کے بعد دو دفتروں میں مرتب ہوئی میر عبد الجلیل بلگرامی نے اس پر دیباچہ لکھا ہے ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۷ء میں فوت ہوئے [1]

[1] میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سال وفات ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۵-۹۶ء لکھا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

(۱) مآثر الکرام ص ۲۳۹ - ۲۴۲

(۲) مفتاح التواریخ ص ۲۸۷ - ۲۸۸

(۳) تذکرۂ بے نظیر ص ۸۴ (مترجم)

(۲۶۲) سید طفیل محمد اترولوی

سید طفیل محمد اترولوی بن سید شکر اللہ الحسینی اترولوی البلگرامی، فاضل متبحر، جامع علوم ظاہر وباطن اور موزوں طبع تھے، ۷ رذی الحجہ ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۲-۶۳ء کو قصبہ اترول میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں اپنے چچا احسن اللہ کے ہمراہ دہلی پہنچے اور وہاں پڑھنا شروع کیا۔ پہلا سبق سید حسن رسول نما سے جو دہلی کے مشہور عارف تھے پڑھا اور ابتداء سے شرح جامی تک اپنے چچا سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۵ سال کی عمر میں بلگرام آگئے اور دوسری درسی کتابیں سید مربی بلگرامی، سید سعد اللہ بلگرامی، قاضی علیم اللہ کنجندوی اور مولانا قطب الدین شمس آبادی سے پڑھیں۔ تحصیل فراغ کے بعد بلگرام میں مقیم ہو گئے۔

اور اپنی عمر علوم کی خدمت میں صرف کر دی ان سے بہت سے فضلاء نے تربیت حاصل کی ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ/۲۹-۱۷۳۸ء کو وفات پائی اور محمد نگر کے باغ واقع بلگرام میں دفن ہوئے اترولی، اکبر آباد کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔[۲]

[۱] سید حسن رسول نما اپنے زمانہ کے عارف اور عالم شخص تھے مشہور ہے کہ جس کو چاہتے رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تھے اس لئے رسول نما لقب پڑ گیا منتخب اللباب میں تحریر ہے "سید حسن رسول نما کہ مجموعۂ فضل وکمال واز مستعدان روزگار واصل باللہ بود خصوص در علم حدیث وتفسیر وعبادت وریاضت نادرۃ العصر بودہ" ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء میں انتقال ہوا زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ سید حسن رسول نما کے مزار پر سالانہ جو عرس ہوتا ہے اس میں بھانڈ کثرت سے جمع ہوتے ہیں اور اپنے فن ہزل وظرافت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں ص ۹۴

(۲) منتخب اللباب حصہ دوم از محمد ہاشم خاں المخاطب بہ خافی خاں ص ۲۵۰-۲۵۱

(۳) یادگار دہلی ص ۱۸۵

(۴) آثار الصنادید باب اول ص ۹۴

(۵) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ۵۵۷

(۶) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۶۲-۶۳

(۷) ملفوظات شاہ عبد العزیز دہلوی (آردو) ص ۶۳-۶۴

(۸) مناقب الحسن رسول نما (اردو ترجمہ نور العرفان) مطبوعہ مطبع گلزار ہند اسٹیم پریس لاہور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء

[۲] سید طفیل محمد اترولوی کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۴۹-۱۵۰

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۲

(۳) ابجد العلوم ص ۹۱۰

(۴) سبحۃ المرجان ص ۹۰-۹۳

(۵) مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت جلد اول ص ۱۴۴-۱۸

(۶) گلشن ابرار (قلمی) از ریاض الدین محمد سہسوانی ص ۵۱ (مملوکہ مولوی احید الدین بدایونی، نظامی پریس بدایوں)

(مترجم)

(۲۶۳) شیخ طیب رفیقی

شیخ طیب رفیقی ابن احمد ابن مصطفےٰ ابن معین الدین، ان کی کنیت ابو المصطفےٰ ہے ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء میں پیدا ہوئے فقیہہ و محدث تھے قرآن مجید پڑھنے کے بعد مروجہ ظاہری باطنی علوم اپنے والد چچا اور چچازاد بھائی سے حاصل کئے۔ اپنے والد کے مرید ہوئے، بہت سے اولیاء اور مشائخ کی صحبت سے استفاضہ فرمایا میاں عبد المجید سے، قادریہ، کبرویہ اور شطاریہ طریقہ کی تعلیم حاصل کی علماء و فضلاء کی ایک بڑی تعداد شیخ طیب رفیقی سے مستفیض ہوئی آخر عمر میں اپنی مسجد میں معتکف ہوگئے تھے۔ رات کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے۔ علم حدیث، فقہ، سلوک اور معرفت میں کئی کتابیں تصنیف کیں حنفی مذہب کے حامی تھے، بروز پیر ماہ شوال ۱۲۶۶ھ/۵۰-۱۸۴۹ء میں فوت ہوئے ۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو حدائق الحنفیہ ص ۴۷۵

(مترجم)

(۲۶۴) مولوی ظہور الحق فرنگی محلی

مولوی ظہور الحق فرنگی محلی ابن مولوی ازہار الحق، مروجہ علوم حاصل کرنے کے بعد قرآن مجید حفظ کیا، تلاوت قرآن، تفسیر بینی اور حدیث کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور معقولات کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرتے تھے، فراخی معاش کے سلسلہ میں کلکتہ، مدراس اور حیدر آباد کا سفر اختیار کیا، مگر قسمت سے زیادہ نہ ملا "جو نصیب میں ہوتا ہے وہی ملتا ہے" غرض تمام عمر تنگی میں بسر ہوئی۔[۱]

[۱] اپنے والد ماجد اور نانا مولانا عبد الغنی بحر العلوم سے تحصیل علم کی، قرآن کے حافظ اور وحید عالم تھے مسجد میں تمام عمر گذاری نہایت متوکل اور قانع بزرگ تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۷۹-۸۰

(۲) احوال علمائے فرنگی ص ۱۵-۳۶

(مترجم)

(۲۶۵) مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی

مولوی ظہور اللہ ابن مولوی محمد ولی بن مفتی غلام مصطفیٰ ۱۱۷۴ھ/۶۱-۱۷۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور اپنے تایا ملا حسن سے تحصیل علم کی اور یمین الملک سعادت علی خاں نواب لکھنؤ کے زمانہ میں عہدۂ افتاء پر سرفراز ہوئے پھر بعض وجوہ کی بناء پر جن کو خدا تعالیٰ جانتا ہے معزول ہوئے، حکیم مہدی علی خاں، نائب نواب کی رفاقت میں رہے اور ان کی سفارش سے بیس روپیہ ماہوار سرکار نواب سے وظیفہ مقرر ہوگیا، سعادت علی خاں کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے غازی الدین حیدر نے ان کو پھر اسی عہدہ پر مقرر کر دیا، تعلیقات حاشیہ زاہد بر شرح تہذیب منطق، حاشیہ دو حصہ شمس بازغہ ان کی تصنیفات سے ہیں ہمیشہ درس دیتے تھے اور اپنے زمانہ میں خوب مشہور ہوئے، بہت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا اور ایک جماعت ان کے فیض سے مستفیض ہوئی [1]

[1] سلسلہ تدریس و تصنیف ہمیشہ جاری رہا تمام علوم کے ماہر تھے خاص کر علم فقہ میں ملکۂ تام حاصل تھا صاحب تذکرہ علمائے فرنگی محل نے ارباب فرنگی محل کے علاوہ ان کے تلامذہ میں اکسٹھ بیرونی علمائے کرام کے نام لکھے ہیں جن میں مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی، مولانا عبد المجید بدایونی، مولوی فضل رسول بدایونی، مولوی عبد القادر لکھنوی، مولانا شاہ احمد سعید دہلوی، مولوی حیدر علی فیض آبادی، مولوی مسیح الدین کاکوروی، مفتی سعد اللہ مراد آبادی، مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی، مولوی حکیم غلام نجف اور مولوی ثابت علی الہ آبادی مشہور و معروف ہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۷۴-۷۶

(۲) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۷

(۳) احوال علمائے فرنگی ص ۳۶-۳۷

(مترجم)

(۲۶۶) ملا عالم کابلی

ملا عالم کابلی تخلص عارف تھا شیریں ادا، خوش فکر اور موزوں حرکات ملا تھے، مباحثہ کے وقت

ایسی باتیں کرتے تھے کہ ہنستے ہنستے آدمی لوٹ جاتے، اپنی بیاض میں ایک تقریر شرح مقاصد کی بحث میں اس طرح لکھی تھی کہ یہ عبارت کتاب قصد کی ہے اور خود مصنف کی تصنیف ہے اسی طرح شرح تجرید کے مقابلہ میں "تجدید" اور ایک دو حاشئے مطول پر لکھے تھے اور لکھا کہ یہ عبارت کتاب طول سے نقل ہے جو مطول واطول کے برابر ہے اور مشائخ ہند کے حالات میں ایک کتاب فوائح الولائیہ کے نام سے لکھی صلصل السجرس، دلالۃ العقل، بحر الجود، عوالم الآثار بھی ان کی تصنیفات ہیں ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں وفات پائی۔ لہ

لہ ملا عبدالقادر بدایونی اس سلسلہ میں ایک دلچسپ قصہ لکھتے ہیں کہ

"ایک دن فتح پور میں مجھ کو اور مرزا نظام الدین احمد کو صبح کے وقت زبردستی اپنے مکان بلے گئے اور وہاں انھوں نے ایک معجون کھلائی جس سے خواہش بھوک کی بہت ہوتی تھی اور پھر اپنی کتابیں دکھانا شروع کیں۔ صبح سے دوپہر تک ہم دونوں نے بھوک کی مصیبت اٹھائی آخر مرزا نے مجبور ہو کر کہا کہ کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں سمجھا تھا کہ آپ کھانا کھا کر آئے ہوں گے۔ ایک بکری کا بچہ میرے گھر میں ہے کہو تو اس کو ذبح کر لوں مجبور ہو کر ہم دونوں اپنے گھر آئے۔"

ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۵۰۵-۵۰۶

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۶۶-۱۶۷ (مترجم)

(۱۶۷) مولوی عالم علی مرادآبادی

مولوی عالم علی مرادآبادی ابن کفایت علی بن شیخ علی ساکن قصبہ نگینہ ضلع بجنور، مرادآباد میں سکونت اختیار کرلی تھی عالم، حافظ، طبیب اور قاری تھے۔ مندرجہ ذیل علماء، مولوی فریدالدین سہارن پوری، ملا غفران رام پوری، حافظ نبراتی رام پوری، مولوی محمد رام پوری، مفتی شرف الدین رام پوری، مولانا مملوک علی نانوتوی مولانا محمد اسحاق دہلوی، حکیم نصراللہ خاں تلمیذ حکیم شریف خاں دہلوی، حکیم غلام حیدر خاں دہلوی، مولوی نوازش علی نگینوی، مولوی تہور علی نگینوی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ رسالہ فضائل صیام،

رسالہ فضائل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رسالہ قرأت ضاد معجمہ، رسالہ تعدد جمعہ اور شرح ضابطہ شرح تہذیب یزدی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۲۰ رمضان المبارک بروز جمعرات عصر و مغرب کے درمیان ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں ۷۶ سال کی عمر میں رحلت فرمائی "بباغ جناں بادمسکن" تاریخ انتقال ہے [2]

[1] مولانا مملوک علی بن حکیم احمد علی، شیخ زادگان نانوتہ سے تھے۔ دہلی میں تحصیل علم کی مولانا رشید الدین خاں کے خاص شاگردوں میں تھے دہلی کالج میں ایک مدت تک مدرس علوم شرقی اور پھر مدرس اعلیٰ رہے۔ مولانا مملوک علی نے تحریر اقلیدس (چار مقالوں) کا اردو میں ترجمہ کیا ان کی ایک تصنیف تاریخ یمنی کا مخطوطہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مولانا مملوک علی بقول مولانا عبید اللہ سندھی صرف ایک مدرس اور عالم ہی نہ تھے بلکہ ولی اللّٰہی تحریک کے ایک سرگرم کارکن تھے اور جب مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب ہجرت کر کے چلے گئے تو ہندوستان میں تحریک کے چلانے کے لئے انھوں نے جو بورڈ بنایا تھا اس کے ممبر مولانا مملوک علی بھی تھے۔ مولانا کے خاص شاگردوں میں مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا محمد مظہر نانوتوی مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، قاری عبدالرحمان پانی پتی، مولوی احمد علی سہارنپوری محدث جیسے اکابر علماء ہیں ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں دہلی میں انتقال ہوا تفصیل کے لئے دیکھئے:۔۔۔

(۱) تذکرہ اہل دہلی مرتبہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی ص ۹۸

(۲) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۸۱-۱۸۲

(۳) تاریخ شعرائے اردو ص ۴۶۳-۴۶۴

(۴) مرحوم دہلی کالج ص ۱۵۱

[2] جب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں نواب مجد الدین خاں عرف مجو خاں [illegible] مراد آباد کے کچھ عیسائی عورتیں اور بچے مولانا عالم علی کی حفاظت میں رہ گئے۔ جنرل بخت خاں مراد آباد سے گزرتے وقت ان عیسائیوں کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے اپریل ۱۸۵۸ء میں جب دوبارہ انگریزوں کا تسلط ہوا تو مولانا عالم علی روپوش ہو گئے سرسید احمد خاں بہادر نے کلکٹر مراد آباد سے مولانا کی جان کی حفاظت کا وعدہ لے کر ان کو پیش کیا۔

ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الصنادید جلد دوم ص ۴۷۴

(۲) حیات جاوید حصہ اول ص ۷۴

(۳) تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۸۸ - ۱۸۹

(۴) عین الانسان از قاضی علی احمد محمود اللہ شاہ ص ۴۰۴

(مترجم)

(۲۶۸) حافظ عبد اللہ اعظم گڑھی

حافظ عبداللہ اعظم گڑھی ساکن مئو ضلع اعظم گڑھ اور رسالہ تسہیل الفرائض وغیرہ کے مؤلف ہیں حسب اور فضیلت کامل کے مالک تھے اکثر کتب مولوی محمد فاروق عباسی چریا کوٹی سے پڑھیں، کتب حدیث مولوی نذیر حسین محدث نزیل دہلی سے سماعت فرمائیں بہت دنوں تک مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں درس دیا سینکڑوں طلباء کو مستفید کیا مگر اہل حدیث کے مسلک میں متعصب ہونے کی وجہ سے اپنے درجہ سے گر گئے۔

(۲۶۹) شیخ عبداللہ تلنبی

شیخ عبداللہ تلنبی ابن شیخ الہ داد عثمانی تلنبی، عالموں کے سرتاج، فاضلوں کے چراغ علوم معقول و منقول میں یگانۂ عصر اور فروع و اصول میں یکتائے دہر تھے مدتوں اپنے وطن تلنبہ (مضافات ملتان) میں درس اور طلباء کے افادہ میں مصروف رہے ملتان کی خرابی کے وقت، سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں دہلی آئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اس علاقہ میں علم معقول کو رواج دیا ان سے قبل ہندوستان میں شرح شمسیہ اور شرح صحائف کے علاوہ علم منطق اور کلام میں کچھ نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ چالیس سے زیادہ علماء مثل میاں لاڈن، جمال خاں دہلوی، میاں شیخ بودے اور میاں سید جلال بدایونی وغیرہ علمائے متبحر ان کے شاگرد تھے۔ جب سلطان سکندر درس کے وقت شیخ عبداللہ کے پاس آتا تھا تو مجلس کے گوشہ میں آہستہ سے بیٹھ جاتا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ طلباء کے سبق میں کچھ خلل پڑے اور درس کے بعد سلام علیک کہہ کر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ بدیع المیزان اور شرح میزان منطق ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ان کی وفات ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء میں ہوئی۔ ا ولائت

لھم الدرجات العلی سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

سلہ ملاحظہ ہو:۔ (۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۹۱ - ۱۹۲

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۰۴ - ۲۰۵

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۳۶۲ - ۳۶۳

(۴) ابجد العلوم ص ۸۹۴

(۵) سبحۃ المرجان ص ۴۲ (مترجم)

(۲۷۰) آخوند عبداللہ کشمیری

آخوند عبداللہ کشمیری ابن خواجہ محمد فاضل ٹوپی گردوی، ملا محمد محسن اور امان اللہ شیخ الاسلام کشمیر جیسے نامور علماء کے شاگرد تھے۔ قاضی شاہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ پشاور و لاہور کی سیر کی اس کے بعد کشمیر کے مفتی مقرر ہوئے۔ آخر میں یہ عہدہ چھوڑ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ بابا محمد عثمان، بابا عبداللہ، ملا عبدالمومن، میر محی الدین قادری، قاضی محمد حسین، ملا نور الدین اور قوام الدین محمد مفتی علمائے کشمیر ان کے شاگردوں میں ہیں۔ ۱۵ شوال ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۸ء میں وفات پائی سلہ

سلہ ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۴۵ - ۴۴۶ (مترجم)

(۲۷۱) شیخ عبداللہ مدنی

شیخ عبداللہ مدنی اور شیخ رحمت اللہ مدنی سندی دو عزیز تھے فقیہ صوفی تھے مدینہ منورہ سے اس علاقہ (ہند پاکستان) میں آئے اور علم حدیث کے درس میں مصروف ہو گئے اس علاقہ [illegible] ان کو شیخین کہتے تھے۔ خواجہ عبد الشہید عبد اللہی کہتے تھے کہ یہ شیخین، اُن شیخین [illegible] ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی یاد دلاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا نمونہ تھا، اُن مقامات مقدس سے ان کی طرح اس ملک (برصغیر ہند پاکستان) میں کوئی نہیں آیا۔ شیخ علی متقی کے دوست صادق اور خلیفہ تھے۔ بعض حکام جو سلطان روم کی طرف سے مکہ معظمہ میں آئے تھے۔ وہ شیخ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ اکثر اصحاب، خدام اور فقراء کے لئے ان سے وظیفہ

لیتے تھے۔ لیکن وہ خود اور عبدالوہاب نہیں لیتے تھے۔ کیونکہ یہ مال شبہ سے خالی نہ تھا، شیخ رحمت اللہ کے والد قاضی عبداللہ بعض حادثات کی وجہ سے ملک سندھ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مقصد اور ان متبرک مقامات میں توطن اختیار کرنے کے خیال سے اپنے فرزندوں اور اہل وعیال کے ہمراہ چلے کچھ دنوں احمد آباد میں رہے۔ شیخ علی متقی سے میل جول ہو گیا۔ مقامات مقدسہ دیکھنے کے بعد مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے اور وہیں تھوڑے دنوں میں انتقال ہو گیا۔

شیخ عبداللہ، قاضی عبداللہ کے مصاحب اور دوست تھے ان کی تعلیم وتربیت مدینہ منورہ میں ہوئی اور سالہا ان مقامات میں درس وعبادت میں گزارے بعض حوادث وواقعات کی وجہ سے ۹۷۷ھ ۷۰-۱۵۶۹ء میں برصغیر ہند پاکستان میں آئے۔ کچھ دنوں احمد آباد میں جو ان کے اصلی وطن کے مصداق تھا ٹھہرے، آخر زمانہ میں دونوں بزرگ چند سال کے فصل سے عین مرض موت میں جبکہ حس وحرکت کی قوت نہ تھی احمد آباد سے نکل کر ان شہروں کا ارادہ کیا یہاں تک کہ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور جلد ہی راہی دار البقا ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر جلد چہارم ۲۰۲-۲۰۳ (مترجم)

(۲۷۲) سید عبداللہ لاہوری

سید عبداللہ لاہوری، ابن سید عبدالخالق بھکری، سلسلۂ قادریہ کے مشائخ کرام اور سادات عظام سے تھے، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے تمام عمر فقہ، حدیث اور تفسیر کے درس میں ختم کر دی۔ کسی سائل کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں کرتے تھے ۹۴۳ھ ۳۷-۱۵۳۶ء میں رحلت فرمائی۔ لاہور میں سید جان محمد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ [1]

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ۲۰۸-۲۰۹ (مترجم)

(۲۷۳) ملا عبداللہ سلطان پوری

ملا عبداللہ سلطان پوری، نسباً انصاری، ان کے بزرگ سلطان پور میں سکونت رکھتے تھے۔ نامور

عالم اور فاضل دہر تھے۔ علم فقہ اور تعلیمات میں نہایت ممتاز تھے۔ عربی ادب، اصول فقہ، تاریخ اور
تمام علوم نقلی میں اعلیٰ اور لائق تصنیفات کے مالک تھے۔ ان میں سے عصمۃ الانبیاء اور شرح شمائل
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور ہیں۔ ہمایوں بادشاہ نے مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔
ملا عبداللہ شریعت غرا کی اشاعت میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مذہب اہل سنت میں نہایت
متصلب تھے یہاں تک کہ روضۃ الاحباب کے تیسرے دفتر کو کہتے تھے کہ یہ میر جمال الدین محدث کا
نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں ان سے اور مولوی عبدالقادر بدایونی سے مناظرہ ہوا، جس کی تفصیل منتخب
التواریخ میں مذکور ہے۔ ملا موصوف (عبداللہ سلطان پوری) اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اس قدر مالدار
ہوئے کہ ان کے مرنے کے بعد تین کروڑ روپیہ ان کے [illegible] سے برآمد ہوا۔ دیوان خانۂ عالی کے
عہدۂ وکالت پر سرفراز تھے ۹۹۰ھ میں مکہ معظمہ سے آکر احمد آباد گجرات میں انتقال ہوا۔
۱۵۸۲ء
سلطان پور لاہور کے مضافات میں ہے۔ [1]

[1] ملا عبدالقادر بدایونی نے ملا عبداللہ سلطان پوری سے اپنے مناظرات کا ذکر بڑے
دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:-
(۱) منتخب التواریخ ج ۲ ۲۲۸-۲۳۰
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۶۷
(۳) رود کوثر ص ۸۸-۹۱
(۴) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۰۷-۲۰۸
(مترجم)

(۲۴۶) مولوی عبداللہ [illegible]

مولوی عبداللہ بن بلگرامی [illegible] سید زین العابدین [illegible] مولوی [illegible]
سندیلوی کے شاگرد اور شاہ عبدالباسط [illegible] [illegible] عبداللہ
قدوائی صفی پوری سے اجازت حاصل تھی [illegible] کرتے تھے جمعرات
کو نماز عصر کے بعد اور جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت [illegible]
کے علاوہ بقیہ ایام میں [illegible] زندگی بسر کی [illegible]

کے مقابر میں ہے۔

(۲۷۵) عبداللہ شطاری

عبداللہ شطاری، ابن شیخ بہلول سندیلوی، فاضل صوفی اور بہتر تصانیف کے مالک تھے
کتاب، سراج السالکین، انیس المسافرین، اسرار الدعوات، کنز الاسرار، اشکال الشطاریہ، شرح رسالہ
غوثیہ وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۲۳ رجمادی الاول ۱۰۱۶ھ میں آگرہ میں انتقال کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ لہ

لہ ملاحظہ ہو: اخبار الاخیار ص ۱۷۶ (مترجم)

(۲۷۶) شیخ عبداللہ بدایونی

ساہانہ کے نواح سے، جہاں ان کے باپ دادا رہتے تھے دہلی کی طرف سفر اختیار کیا قرآن مجید
پڑھنے کے بعد تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ غرض علمائے نامدار اور مشائخ کبار کی ایک جماعت سے
فیض حاصل کیا۔ اپنے عہد کے مشہور فاضل ہوئے، شیخ عبدالباقی چشتی بدایونی کے مرید ہوئے اور
صفی قدس سرہ سے بھی فیض حاصل کیا، علوم ظاہری کی تحصیل اپنے زمانہ کے اکثر علماء مثلاً شیخ
لاڈن دہلوی اور سید جلال بدایونی سے کی اور سید جلال کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے بدایوں
بدایون میں درس دیا اور مخلوق کو فائدہ پہنچایا۔ بہت سے مشہور فضلاء ان کے دامن تربیت سے فیضیاب
ہوئے بزرگوں کے طریقہ پر اپنی ضرورت کی چیزیں بازار سے خود لاتے تھے اور اس خدمت کو دوسروں
سے نہیں لیتے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے علم کلام میں "شرح صحائف" اور اصول فقہ میں "تحقیق" ان
سے پڑھی تھیں وہ منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ شاگرد مسائل ان کے سامنے لاتے تھے لیکن میں نے کبھی
نہیں دیکھا کہ ان کو افادہ و افاضہ اور بحث و نکات کے حل میں کسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت پیش
آئی ہو۔ تمام نظریات ان کے سامنے ہوتے تھے نوے سال تک زندہ رہے ان کی تاریخ انتقال
مؤلف کو نہ مل سکی لہ

لہ طبقات اکبری جلد دوم میں خواجہ نظام الدین لکھتے ہیں:۔
"شیخ عبداللہ بدایونی کہ در اصل ہند و بودہ است و در وقت خواندن گلستان،

چوں بنام پیغمبر رسیدہ۔ از استاد پرسید کہ ایں چہ کس است و استاد پارۂ بیان از مناقب آں حضرت نمودہ و بہ شرف اسلام مشرف گشتہ، بعلم و فضل موصوف است بورع و تقویٰ معروف"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:—

(۱) منتخب التواریخ ص ۴۲۰ - ۴۲۱

(۲) تذکرۃ الواصلین از مولوی رضی الدین بدایونی ص ۱۸۰ - ۱۸۷

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۱۱ - ۲۱۲

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۸۳ - ۸۴

(۵) تاریخ اولیائے دہلی ص ۸۴

(۶) طبقات اکبری از خواجہ نظام الدین جلد دوم ص ۴۸۴ (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۹۳۱ء)

(مترجم)

(۲۷۷) مولوی حافظ عبد اللہ بلگرامی

مولوی حافظ عبد اللہ بلگرامی حنفی مذہب، قادری مشرب، سید آل احمد واسطی بلگرامی کے بیٹے تھے۔ ۱۱ر جمادی الاول ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں قصبہ بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ان کے نسب کا سلسلہ حضرت زید بن زین العابدین بن سیدنا حسین بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے ان کے بعض بزرگ مدینہ منورہ سے آکر واسطہ میں مقیم ہوگئے۔ ان کی اولاد میں سید محمد صغریٰ ۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء میں قصبہ بلگرام میں جس کا نام اس سے پہلے، سری نگر تھا آکر سکونت اختیار کی۔ ان سے قبیلے اور شاخیں پھیلیں وہ پنج بھیا یعنی پانچ بھائیوں کی اولاد ہیں اور اسی پنج بھیا قبیلے سے صاحب ترجمہ (مولوی عبد اللہ) متعلق ہیں۔ مولوی عبد اللہ نے ۱۲ سال کی عمر میں قرآن کریم اور فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے وطن میں ختم کر لیں پھر والد ماجد کے ہمراہ اپنے ماموں سید فرزند ... گھورے میاں کے پاس کانپور آئے اور عربی کتب کی تحصیل میں مصروف ... زمانہ میں قرآن مجید بھی حفظ کر لیا صرف، نحو اور منطق کی ابتدائی کتابیں جناب مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی کانپوری کے بعض شاگردوں سے پڑھیں اس کے بعد قطبی سے شرح سلم حمد اللہ تک۔ خاص مولانا سلامت اللہ بدایونی) کی خدمت میں پڑھیں، منطق و فلسفہ کی بقیہ کتابیں، عربی قصائد، مولوی فضل حق خیر آبادی سے رام پور اور لکھنؤ میں پڑھے۔ اس کے بعد فقہ، حدیث اور تفسیر کی دوسری درسی کتابیں ریاست الور

ہیں مولوی نورالحسن کاندھلوی[1] سے ختم کیں جو معقولات میں مولانا فضل حق خیرآبادی کے اور حدیث میں مولانا محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے کانپور میں واپس آکر بیضاوی مولانا محمد سلامت اللہ مرحوم سے پڑھی اور ماہ شوال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء میں سند فراغ حاصل کی، سید احمد دہلان مفتی شافعی اور مدرس مدرسہ بیت الحرام سے فقہ، حدیث اور تفسیر کی سند حاصل کی۔ حافظ عبدالعزیز دہلوی خلیفہ سید شاہ آل احمد مارہری عرف اچھے میاں سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے اور سند خلافت حاصل کی گورنمنٹ کالج بنارس میں، عربی کے مدرس مقرر ہوئے اعلیٰ تصنیفات ان سے یادگار ہیں یکم رمضان بروز شنبہ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی کسی شاعر نے ان کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے:-

قطعہ تاریخ انتقال مولوی حافظ عبداللہ بلگرامی

نکوسیرت جو عبداللہ حافظ — سوئے ملک بقا ناگاہ رفتہ
بسال رحلتش ہاتف ندا داد — بجنت پاک عبداللہ رفتہ

تصانیف:- رسالہ عین الافادہ فی کشف الافاضہ (در بیان خلافت)، عجالہ ہادیہ (در حرمت شطرنج و گنجفہ وغیرہ)، حاشیہ ہدایہ، از کتاب البیوع تا کتاب الشفعہ (فقہ)، تحفہ علیہ حاشیہ ہدیہ سعیدیہ (علم حکمت طبیعی)، فیض فارسی (قواعد فارسی)، تشریح النحو (عربی) قواعد نحو (اردو) اس کے صلہ میں سرکار انگریزی سے دو سو روپئے انعام دیئے۔ فیض الصرف (قواعد صرف عربی بزبان اردو)، دفتر عصمت (تذکرہ شاعرات) تشریح الانشاء، شاہد نظم (شرح گلدستہ دانش)، حل غوامض (شرح اشعار اردو) ان کے علاوہ رسائل رد وہابیہ، قصائد، مکاتیب عربی اور قطعات تواریخ عربی و فارسی ان سے یادگار ہیں۔

[1] مولوی نورالحسن عالم باعمل، فاضل بے بدل، کاندھلہ کے شیوخ سے تھے مولوی ابوالحسن بن مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے صاحبزادے تھے۔ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ معقولات کی تحصیل مولانا فضل حق خیرآبادی سے کی اور حدیث کی تحصیل خاتم المحدثین شاہ محمد اسحاق دہلوی سے کی۔ مولوی نورالحسن نہایت مقدس اور متورع بزرگ تھے۔ عبادت و ریاضت خوب کرتے تھے۔ ۱۱ محرم بروز شنبہ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸-۹ء میں

کاندھلہ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔ سفینہ رحمانی از عبدالرحمٰن ص ۸۵-۸۶
[۲] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف از مولوی عبدالکریم ص ۳۳۸-۳۴۳ (مطبع انوار احمدی الہ آباد) (مترجم)

(٢٧٨) مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی

مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی، ملا عبدالعلی بحر العلوم (بن ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی) کے بڑے بیٹے تھے کتب درسیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی کچھ دنوں درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا مدراس میں ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید نہ رہی، انھوں نے والد سے وطن جانے کی اجازت چاہی ہرچند ان کے والد نے منع کیا کہ اس بیماری میں اس قدر طویل مسافت کیسے طے ہوگی مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور رخصت ہوکر لکھنؤ چل دیئے راستہ میں سنہ ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲-۹۳ء میں انتقال[۱] ہوگیا، کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ اس طرح کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی

ازیں جہاں رفت چو عبد اعلیٰ	یافت در خلد مقام اعلیٰ
بست وہشتم زمہ شعبان بود	رحلت از عالم اجسام نمود
گفت تاریخ وفاتش رضوان	کرد آرامگہ خود بجنان

[۱] مولوی عبدالاعلیٰ کو بیعت واجازت حضرت شاہ شاکر اللہ سندیلوی خلیفہ حضرت میر اسمٰعیل بلگرامی سے تھی ان کی تصانیف میں رسالہ قطبیہ محاسن ذاتیہ اور شرح فقہ اکبر ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۲

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۳۰-۲۳۲ (مترجم)

(۱۷۹) مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی

مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی ابن حاجی شاہ کریم اللہ الصدیقی النقشبندی، نواح غازی پور زمانیہ سے آکر بنارس میں سکونت اختیار کرلی صاحب ترجمہ (مولوی عبدالاعلیٰ) ۱۲۰۴ھ ۱۷۸۹-۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ اپنے والد ماجد نیز اپنے عہد کے علماء سے حاصل کئے اور اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوئے۔ علم باطن اپنے والد ماجد شاہ کریم اللہ سے حاصل کیا اور طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔ قانع، زاہد اور پرہیزگار تھے۔ کتاب ہدایت المسلمین اور تہذیب المنطق منظوم فارسی وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔ بنارس کے مدرسہ میں جس کا نام جی نرائن کالج تھا عربی کے مدرس اول تھے اس سے مستعفی ہو کر عبادت الٰہی میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۸ء میں ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا اور باغ شہیدگان بنارس میں دفن ہوئے۔[۱]

[۱] مولانا عبدالاعلیٰ، شاہ قطب الدین الہ آبادی سے خاندانِ چشتیہ میں بیعت تھے، الفرائض، رسالہ تصوف، نظم تہذیب، اور مجموعۂ فتاویٰ بھی ان کی تصانیف سے یادگار ہیں۔ مولانا سخاوت علی جون پوری، مولانا کرامت علی جون پوری اور مولانا عبدالحق بنارسی سے گہرے تعلقات تھے۔ مولوی عبدالاعلیٰ کے دو صاحب زادے، مولوی جلال الدین، اور مولوی کمال الدین تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:—

(۱) تذکرہ مشائخ بنارس از مولانا ابوالاثر عبدالسلام ندوی ۳ ،۶۰-۶۵ (مترجم)

(۱۸۰) سید عبدالاول زیدپوری

سید عبدالاول زیدپوری ابن علاء الحسینی: ان کے بزرگ زیدپور کے رہنے والے تھے جو جون پور کے مضافات میں ایک قصبہ ہے اس کے بعد وہ لوگ دکن چلے گئے اور وہیں ان (عبدالاول) کی پیدائش ہوئی وہیں علوم کی تحصیل کی۔ سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں کسی کے مرید تھے علوم عقلی و نقلی اور حقیقی و رسمی کے جامع تھے۔ اکثر علوم میں ان کی تصانیف ہیں فیض الباری شرح صحیح بخاری، رسالہ فرائض (منظوم)، رسالہ تحقیق نفس (فارسی) اور منتخب کتاب سفر السعادت ان کی مشہور تصانیف

ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کتابوں پر حواشی، شروح اور تعلیقات ہیں۔ آخر عمر میں بیرم خاں خانخاناں کے بلانے پر دہلی آئے اور ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء میں انتقال ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۷۹

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۱۶۷-۱۶۸

(۳) اخبار الاخیار ص ۲۵۳-۲۵۷

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۲۷-۴۲۸

(۵) تجلی نور جلد دوم ص ۴۲-۴۳ (مترجم)

(۲۸۱) خواجہ عبدالباقی باقی باللہ دہلوی

خواجہ عبدالباقی باقی باللہ نقشبندی، امام وقت، مقتدائے زمانہ، جامع کمالات ظاہری و باطنی، خصائل حمیدہ سے متصف اور طریق پسندیدہ کے مالک تھے۔ پہلے کابل سے سمرقند پہنچے، علوم فقہ، حدیث اور تفسیر کی تحصیل کے بعد خواجہ محمد امکنگی خلیفہ خواجہ درویش محمد کے مرید ہوئے، کمالات باطنی کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت پایا، اس کے بعد دہلی میں تشریف لائے اور مخلوق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ بہت کم بولتے، کم کھاتے اور کم سوتے تھے، نماز عشاء کے بعد نماز تہجد تک روزانہ دو مرتبہ قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ ان کے اجل خلفاء میں مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔ ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء میں دہلی میں انتقال ہوا اور قدم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریب محلہ چرطیماران میں دفن ہوئے۔[1]

[1] حضرت خواجہ باقی باللہ کا اصلی نام رضی الدین اور [illegible] شیخ عبدالسلام [illegible] ۹۷۱-۹۷۲ھ/۱۵۶۳-۶۴ء میں کابل میں پیدا ہوئے وہاں علوم ظاہری کی [illegible] حلوائی سے کی۔ چند بزرگوں سے باطنی تربیت [illegible] حاصل کئے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں [illegible] تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ کا وصال چالیس سال کی عمر میں ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء میں ہوا۔ خواجہ صاحب کی درگاہ دہلی میں صدر بازار میں شہر کے مغرب کی جانب واقع ہے [illegible]

درگاہ کے سجادہ نشین مظفر علی صاحب نے مسجد و درگاہ کی مرمت کرائی تفصیل کے لئے دیکھئے۔

۱۔ آثار الصنادید باب اول ص ۹۳

۲۔ سفینۃ الاولیاء ص ۱۱۹

۳۔ ارشاد رحیمیہ از شاہ عبدالرحیم دہلوی، مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں ص ۱۰۴

۴۔ واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ۵۱۳-۵۱۶

۵۔ رود کوثر ص ۱۸۷-۲۰۶

۷۔ حدائق الحنفیہ ص ۳۹۸-۳۹۹

۸۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۷۰۵-۷۰۷

۹۔ احوال مشائخ کبار ورق ۳ ب

۱۰۔ انوار العارفین ص ۳۶۶-۳۷۱

(مترجم)

(۲۸۴) مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی

مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی، حدیث و تفسیر اور اصول و فروع میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ تفسیر ذوالفقار خانی لکھ رہے تھے کہ اس کے مکمل ہونے سے پہلے ان کی عمر کی تفسیر ۱۲۲۳ھ/۹-۱۸۰۸ء میں تمام ہوگئی اور رحمت حق سے واصل ہوگئے۔ رسالہ عجب البیان فی علوم القرآن بھی ان کی تصنیف ہے [1]

[1] مولوی عبدالباسط قنوجی ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تصنیفات سے زبدۃ الفرائض، نظم اللآلی فی شرح ثلاثیات البخاری، انتخاب الحسنات فی ترجمہ احادیث دلائل الخیرات، حبل المتین فی شرح الاربعین بھی اور شغلۃ الشافیہ فی شرح کافیہ ابن حاجب ہیں۔ ان کے تلامذہ میں مفتی ولی اللہ فرخ آبادی صاحب مظہر الثجاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) ابجد العلوم ص ۹۴۱ (۲) حدائق حنفیہ ص ۴۶۴-۴۶۵

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۳۷

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۸۵-۳۸۷

(۵) اتحاف النبلاء ص ۳۰۹-۳۱۰

(مترجم)

(۲۸۳) مولوی عبدالباسط فرنگی محلی

مولوی عبدالباسط فرنگی محلی بن مولوی عبدالرزاق بن مولوی جمال الدین احمد، کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ فراغ تعلیم کے بعد قرآن مجید حفظ کیا، جوان صالح اور عابد تھے۔ مولوی عبدالوالی سے بیعت تھے۔ نظام حیدرآباد کی سرکار میں چار سو روپے ماہوار پر ملازم ہوگئے۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں عین عالم جوانی میں راہی جنت ہوئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

لہ مولوی عبدالباسط کی تاریخ پیدائش ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۲ء ہے اپنے والد کی طرف سے مختلف سلاسل میں صاحب اجازت تھے، تصنیفات ہیں "رسالہ رد نیاچرہ"، اور مختلف تحریرات ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

تذکرۂ علمائے فرنگی محل ص ۱۰۱ (مترجم)

(۲۸۴) مولوی عبدالجامع فرنگی محلی

مولوی عبدالجامع فرنگی محلی بن مولوی محمد نافع بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم، کتب درسیہ پڑھیں مگر کوئی ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے سلسلۂ درس جاری نہ کرسکے۔ حیدرآباد دکن گئے اور وہاں ۲۳ شوال ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں انتقال ہوا۔ مولوی محمد غضنفر کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ لہ

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۴۴ (مترجم)

(۲۸۵) مولوی شیخ عبدالجلیل سندیلوی

مولوی شیخ عبدالجلیل سندیلوی ابن حافظ نوازش علی بن بشارت علی ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا، صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد کی خدمت میں پڑھیں پھر مولوی حافظ شوکت علی سندیلوی، مولوی سید محمد علی ڈوکوہی، مولوی محمد کمال عظیم آبادی، مولوی حکیم عبدالحمید عظیم آبادی، مولوی مقیم الدین ساکن کوٹ ممریز متعلقہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور حکیم عبدالعلی لکھنوی سے

علوم درسیہ کی تکمیل کی۔فی الحال مدرسہ شوکتہ الاسلام سندیلہ کے صدر مدرس ہیں۔ایام طالب علمی سے اس وقت تک طلباء کی تدریس میں مشغول ہیں، رسالہ ہدایت الکبریٰ لانتقال الدوار من درجۃ الی الاخریٰ، رسالہ البرق الخاطف فی علوم النبض والمعارف، رسالہ الشہاب الثاقب علی منکری رویۃ اللہ الواجب، ان کی تالیفات ہیں۔

دیٔوکوہی، مضافات جالندھر میں ایک قصبہ ہے۔شوکت الاسلام وہ مدرسہ ہے جس کو مولوی حافظ شوکت علی رئیس سندیلہ نے قصبہ سندیلہ میں قائم کیا ہے اور زر کثیر اساتذہ اور طلباء کی مدد میں صرف کرتے ہیں۔

لے مولوی عبدالحمید بن مولوی احمد اللہ ۸ رشوال روز چہارشنبہ ۱۲۴۵ھ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی نیاض علی سے پڑھیں، بقیہ کتابیں اپنے والد مولوی احمد اللہ سے پڑھیں، پھر لکھنؤ پہونچے وہاں مولوی واجد علی ساکن بنارس سے تحصیل و تکمیل کی علم طب مولوی حکیم طالب علی لکھنوی سے پڑھا۔انقلاب ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں وہ لکھنؤ میں تھے عربی ادب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔پریشان تخلص تھا۔درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔طب میں بڑا کمال حاصل تھا۔۵ر جمادی الثانی روز دوشنبہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) الدر المنشور فی تراجم اہل صادق پور (معروف بہ تذکرۂ صادقہ) از مولوی عبدالرحیم ص ۸۲-۸۴ (مطبع یونانی دواخانہ الہ آباد ۱۹۲۷ء)

(مترجم)

(۲۸۶) سید عبدالجلیل بلگرامی

سید عبدالجلیل بلگرامی ابن سید احمد حسین واسطی، ان کی ولادت ۱۳ رشوال ۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱ء میں بلگرام میں ہوئی۔علوم عقلی و نقلی مولانا غلام نقشبند سے حاصل کئے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔سند حدیث سید مبارک محدث بلگرامی (شاگرد شیخ نورالحق) سے حاصل کی، تفسیر، حدیث، تاریخ، لغت، ادب، شعرگوئی میں کامل مہارت تھی۔عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبان میں بڑا ملکہ رکھتے تھے اور ہر زبان میں ان کی اعلیٰ تصنیفات و تالیفات ہیں۔

اورنگ زیب کے زمانہ سے فرخ سیر کے زمانہ تک شاہان دہلی کی طرف سے بخشیگری اور وقائع نویسی کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ جب ۱۱۱۱ھ ۱۷۰۰-۱۶۹۹ء میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے ستارہ کا قلعہ فتح کیا تو میر عبدالجلیل نے ایک رات میں گیارہ قطعے اس فتح کی تاریخ میں نظم کئے اس رسالہ کا نام "گلزار فتح شاہ ہند" اور "طوطی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر" رکھا، بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، الطاف خسروانہ سے سرفراز ہوئے طرفہ یہ ہے کہ رسالہ مذکور کے ہر دو ناموں سے قلعہ ستارہ کے فتح کی تاریخ نکلتی ہے اس رسالہ سے قطعات تاریخ ناظرین کے نزہت طبع کے لئے نقل کئے جاتے ہیں۔

قطعہ تاریخ فتح قلعہ ستارہ بزبان عربی

از میر عبدالجلیل بلگرامی

لما توجہ سلطان الانام الی — رب السموٰت فی تائید اسلام
اقر ابھامہ فی اصل خنصرہ — بورد یا قادر افتاح المکام
فصار حسین افتتاح الاسم مفتتحا — حصنا لمن عبدوا احجار اصنام
نظرت فی اللغات وھی اربعۃ — من فوق ابھامہ من غیر ابھام
وجدتھن لعام الفتح خبئیذ — رقیما علی سنۃ من مدا بکھام
اللہ تلک ید بیضاء قد نزعت — للناظرین فیا للمعجز السام
ھذا البدیع من التاریخ انشائہ — عبدالجلیل بتائیدات الھام

قطعہ تاریخ فتح قلعہ ستارہ بزبان فارسی

از میر عبدالجلیل بلگرامی

چو شد ابھام زیر خنصر آورد — بورد اسم اعظم زد شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال — ز تیغ او عدد شد پارہ پارہ
ز انگشتانِ شہ بر مد ابھام — برابر چار الف کردم شمارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری — پے تاریخ تسخیر ستارہ

چنیں تاریخ گفتن اختراعیست — شد از عبد الجلیل ایں آشکارہ

میر عبد الجلیل شب شنبہ بتاریخ ۲۳ ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء میں دہلی میں فوت ہوئے اور اپنے وطن بلگرام میں دفن ہوئے۔ میر غلام علی آزاد حسان الہند نے آیہ کریمہ "الذین احسنوا الحسنیٰ" اور "زیارۃ" سے ان کے انتقال کی تاریخ نکالی ہے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۵۷ - ۲۷۷
(۲) مفتاح التواریخ ص ۳۱۰ - ۳۱۱
(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۷
(۴) خزانۂ عامرہ ص ۳۵۲ - ۳۶۱
(۵) سبحۃ المرجان ص ۷۹ - ۸۴
(۶) ابجد العلوم ص ۹۰۷ - ۹۰۸
(۷) حیات جلیل از مقبول احمد صمدنی (الہ آباد ۱۹۲۹ء)
(۸) تذکرۂ بے نظیر ص ۹۰ - ۹۵
(۹) قضاء الادب من ذکر علماء النحو والادب ص ۲۰۵ - ۲۰۶ (مترجم)

(۲۸۷) مولوی عبد الحق رام پوری

مولوی عبد الحق رام پوری خلف ملا محمد عمران پوری، اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ملک دکن میں انتقال ہوا [۱]

[۱] مؤلف تذکرۂ کاملان رام پور بھی کچھ اضافہ نہ کرسکے ملاحظہ ہو ص ۲۰۱ (مترجم)

(۲۸۸) شیخ عبد الحق دہلوی

شیخ عبد الحق دہلوی ابن سیف الدین بن سعد اللہ بن الترک الدہلوی بخاری، ان کی کنیت ابو المجد تھی۔ ان کے بزرگ بخارا سے آکر دہلی میں سکونت پذیر ہوگئے۔ وہ ماہ محرم ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے۔

ان کی ولادت کی تاریخ "شیخ اولیاء" ہے آغاز عمر ہی سے حق کی اطاعت اور طلب علم میں کمر چست کر لی تھی، بلوغ کے قریب تک اکثر علوم سے فراغت حاصل کر لی اور ۲۲ سال کی عمر میں فضائل و کمالات سے فارغ ہو گئے۔ قرآن شریف حفظ کیا، فقیہہ، محدث، بزرگوں کی نشانی، آنے والوں کے لئے نمونہ اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ ہندوستان میں علم حدیث ان کے ذریعہ سے پھیلا ان کو خداداد مقبولیت حاصل تھی کہ کسی عقلمند و فاضل نے ان کی مقبولیت کا انکار نہیں کیا عنفوان شباب میں حرمین شریفین گئے اور ایک مدت تک وہاں کے علماء و مشائخ خصوصاً شیخ عبدالوہاب متقی (خلیفہ و جانشین شیخ علی متقی) کی صحبت میں رہے۔ فن حدیث کو مکمل طور پر حاصل کیا اور بہت برکات کے ساتھ وطن مالوف کو واپس ہوئے۔ اشاعت علوم اور افادۂ خلق میں مشغول ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی چھوٹی بڑی سو سے زیادہ تصانیف ہیں اور آج کل کے علماء کے لئے فخر اور ان کا دستور العمل ہیں موزوں طبع تھے حقی تخلص کرتے تھے۔ ان کے اشعار قریب پانچ لاکھ کے ہیں۔ سلسلۂ قادریہ میں سید موسیٰ قادری کے مرید تھے۔ شروع میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے اختلاف رائے رکھتے تھے مگر آخر عمر میں اپنے خیالات سے رجوع کر لیا تھا۔ ان کی وفات ۱۰۵۲ھ ۳-۴۲-۱۶ء میں دہلی میں ہوئی۔ ان کی قبر قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارے ہے انتقال کی تاریخ "فخر العلماء" سے نکلتی ہے۔

تصانیف مشہورہ لمعات شرح مشکوٰۃ (عربی)، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی) شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، مدارج النبوۃ، شرح اسماء الرجال بخاری، اخبار الاخیار، جذب القلوب، زبدۃ الآثار، جامع البرکات، مرج البحرین، زاد المتقین، فتح المنان فی مناقب النعمان، ماثبت بالسنہ، حلیہ سید المرسلین، چہل رسالہ [1]

[1] ہمارے کتب خانہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک تصنیف "نسخ روضات" مخطوطہ ہے۔ جس کو مولوی عبدالحسیب سہسوانی نے ۱۲۵۰ھ [illegible] حاصل کیا ہے کتاب کا مضمون تصوف و اخلاق ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ شیخ عبدالحق از سید احمد قادری

(۲) حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ از پروفیسر خلیق احمد نظامی

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۹ - ۴۱۲

(۴) منتخب التواریخ ص ۴۴۸ - ۴۴۹

(۵) رودکوثر ص ۲۹۴ - ۳۳۱

(۶) آثار الصنادید ص ۷۵

(۷) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص ۵۲ - ۵۳

(۸) مفتاح التواریخ ص ۲۴۶

(۹) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۲۰۱ - ۲۱۰

(۱۰) اخبار الاخیار ص ۳۱۰ - ۳۱۸

(۱۱) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۱۶۴ - ۱۶۵

(۱۲) احوال مشائخ کبار ورق ۴ ل

(۱۳) مراۃ الحقائق (حالات شیخ عبدالحق محدث) از برکت علی بن محمد خیرات علی (مطبع عزیزی رامپور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)

(۱۵) اتحاف النبلاء ص ۳۰۳ - ۳۰۵

(مترجم)

(۲۸۹) مولوی عبدالحقؒ بنارسی

مولوی عبدالحق ابن مولوی فضل اللہ، باشندہ قصبہ نیوتنی (مضافات لکھنؤ) بنارس میں توطن اختیار کرلیا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ان کا نسب ملتا ہے۔ ۱۲۰۶ھ/۲-۱۷۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ لفظ "فضل رسول" سے ان کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ چونکہ عہد طفلی میں حدیث پڑھنے کا شوق دل میں تھا۔ اسی غرض سے سفر اختیار کیا اور اس علم کی تحقیق و تلاش میں دہلی پہنچے۔ مولانا شاہ عبدالقادر سے حدیث پڑھی۔ مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی کے ہم سبق تھے۔ اس کے بعد شہر صنعاء (ملک یمن) گئے اور قاضی محمد بن علی شوکانی سے قرآن و حدیث کی سند حاصل کی۔ اس کتاب کا نام اتحاف الاکابر فی اسناد الدفاتر ہے (جس میں قاضی شوکانی کی اسناد درج ہیں) مولوی عبدالحق اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے، کہتے ہیں کہ انھوں نے سات حج کئے ان میں سے ایک حج سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ کیا اور آخری حج میں بمبئی میں ۱۲۸۶ھ/۷-۱۸۶۹ء میں اسّی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ مسجد الخیر

میں دفن ہوئے لفظ "فضل رسول" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ وہ غیر مقلد تھے۔ ان کی تصنیفات میں الدر الفرید فی المنع عن التقلید مشہور ہے۔ مولوی تراب علی لکھنوی کی تصنیف سواء الطریق جو مولوی عبد القادر سندیلوی کے نام سے ہے الدر الفرید کے رد میں ہے۔ مولوی جلال الدین احمد بنارسی مدرس اوّل گورنمنٹ کالج بنارس اور مولوی حمید الدین احمد مدرس کالج مذکور ان کے شاگرد ہیں لے

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ مشائخ بنارس ص ۵۸-۵۹

(۲) سیرت سید احمد شہید از مولانا ابو الحسن علی ندوی ص ۴۵۴-۴۴۶

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۳۹-۲۴۵

(۴) تنبیہ الضالین و ہدایت الصالحین (مجموعہ فتاوی علمائے دہلی و حرمین شریفین در جواز تقلید) (مطبوعہ مطبع سید الاخبار دہلی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء)

(۵) تراجم علمائے اہلِ حدیث ص ۳۴۴-۳۴۵ (مترجم)

(۲۹۰) مولوی عبد الحق خیر آبادی

مولوی عبد الحق خیر آبادی، اپنے والد مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ رئیس رام پور کے دربار میں اعزاز کے ساتھ ملازم تھے۔ ان کی تصنیفات سے حاشیہ غلام یحییٰ، تسہیل الکافیہ، شرح ہدایۃ الحکمۃ اور جواہر غالیہ شرح میر زاہد طبع و شائع ہو چکی ہیں لے

لے مولانا عبد الحق خیر آبادی دہلی میں ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸-۹ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد مولانا فضل حق خیر آبادی سے تحصیل علم کی اور بارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں دہلی میں قیام تھا۔ باپ کی گرفتاری پر لکھنو پہنچ کر پیروی کی۔ کچھ عرصہ خیر آباد میں گزارا۔ پھر نواب صاحب کی طلبی پر ٹونک چلے گئے۔ دو سال وہیں قیام فرمایا گورنمنٹ انگریزی نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے لئے خدمات حاصل کر لیں کلکتہ کی آب و ہوا ناموافق ثابت ہوئی۔ نواب کلب علی خاں کی طلبی پر رام پور پہنچے۔ نواب

نے شاگردی اختیار کی ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء سے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء تک حاکم مرافعہ اور پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور رہے۔ نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد آصف جاہ نظام حیدرآباد نے بلایا تھوڑے دن قیام کرکے وطن واپس آگئے۔ تین سال کے بعد نواب حامد علی خاں نے پھر رام پور بلالیا۔ ایک سال کے بعد پھر وطن پہنچے۔ شاہ اللہ بخش تونسوی سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ مولانا عبدالحق کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے ۱۸۸۷ء میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء میں انتقال ہوا حکیم اسدالحق یادگار چھوڑے، حاشیہ قاضی مبارک، حاشیہ حمداللہ، شرح مسلم الثبوت، شرح سلاسل الکلام، رسالہ تحقیق تلازم مشہور تصانیف ہیں۔ منشی امیر احمد مینائی نے تاریخ کہی ہے۔

شمس العلماء زظلمت دہر	چوں تیر زابر تیرہ برجست
برلوحِ مزار امیر بنویس	آرام گہ امام وقت است

۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) باغی ہندوستان ص ۱۹۷-۱۲۳

(۲) تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۹۹-۲۰۱

(۳) مولانا فضل حق، عبدالحق مرتبہ انتظام اللہ شہابی

(۴) ابجد العلوم ص ۹۲۴

(۵) سیر العلماء ص ۱۷-۱۸

(مترجم)

(۲۹۱) ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ زماں، ہم عصروں میں ممتاز، مولانا کمال الدین کشمیری کے شاگرد اور حضرت علامہ ربانی احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے خواجہ تاش تھے، حضرت مجدد سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت مجدد ان کو آفتاب پنجاب کہتے تھے۔ جہانگیر ابن اکبر شاہ کے زمانہ میں اپنے وطن سیالکوٹ میں درس علوم میں مصروف رہے۔ جب شاہجہاں ابنِ جہانگیر تخت حکومت پر

بیٹھا اور علماء و فضلاء کی قدر دانی کے اعتبار سے اس کی شہرت علوم دنیا میں پہلی تو ملا ہے موصوف دربار شاہی میں طلب کئے گئے انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں نے دو مرتبہ مُلّا کو چاندی سے تلوایا اور وہ چاندی ان کو بخش دی۔ ہر مرتبہ چھ ہزار روپیہ وزن میں آیا۔ چند دیہات معافی ان کو عطا فرمائے۔ ملا نے اپنی تمام عمر درس و تصنیف میں گزار دی مشہور ہے کہ ایک لاکھ روپیہ ماہانہ سلطان وقت سے ملتا تھا۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء میں انتقال ہوا اور سیال کوٹ میں دفن ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں ذیل کی کتابیں مشہور ہیں۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، تکملہ حاشیہ عبد الغفور بر فوائد ضیائیہ، ترجمہ فارسی غنیۃ الطالبین، حاشیہ مقدمات اربعہ تلویح، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ شرح عقائد دوانی، حاشیہ بر حاشیہ ضیائی، حاشیہ شرح شمسیہ، حاشیہ شرح مطلع، الدر الثمینہ فی اثبات الواجب تعالیٰ، حواشی بر حواشی شرح حکمۃ العین، حواشی بر حواشی ہدایۃ الحکمۃ میبذی، حواشی بر حواشی مرآت الارواح [۱]

[۱] عبد الحکیم کے والد کا نام شمس الدین تھا، سیال کوٹ میں پیدا ہوئے ملا عبد الحکیم کی سوانح عمری اردو میں طبع ہو چکی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۴ - ۴۱۵

(۲) احوال مشائخ کبار ورق ۴ ز

(۳) مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۰۴ - ۲۰۵

(۴) رود کوثر ص ۲۲۴ - ۲۲۶

(۵) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۵۱

(۶) سبحۃ المرجان ص ۶۶

(۷) ابجد العلوم ص ۹۰۳ - ۹۰۴

(۸) تواریخ سیال کوٹ از عبد الصمد غلام محمد ص ۸۳ - ۸۹ (مطبوعہ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء)

(۹) طرب الاماثل تراجم الافاضل ص ۲۲۳ - ۲۲۴ (مترجم)

(۲۹۲) مولوی عبدالحکیم لکھنوی

مولوی عبدالحکیم لکھنوی ابن مولوی عبدالرب بن بحر العلوم مولانا عبدالعلی بن ملا نظام الدین بن قطب الدین سہالوی۔ نصاب کی ابتدائی اور درمیانی کتابیں اپنے والد ماجد، مولوی عبدالرب اور مولوی دائم سے اور بڑی کتابیں مولوی نورالحق مرحوم سے پڑھیں۔ رات دن درس میں مصروف رہتے، صلاح و تقوی کے بدرجہ غایت پابند تھے، رات بیداری اور یادالٰہی میں گزارتے تھے ہمیشہ طلباء کی خدمت کا خیال رکھتے اور دور کے مسافروں کو کھانا فراہم کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ ان کی ذات بابرکات جامع ظاہر و باطن تھی شاہ نجات اللہ کرسوی سے بیعت تھے۔ محرر سطور (مولوی رحمان علی) ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۷ء میں لکھنؤ میں ان کی صحبت سے فیضیاب ہوا۔ ان کو بہت خلیق اور مسافر نواز پایا۔ ۲۴ صفر بروز جمعرات ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں انتقال ہوا فقرہ "وفات موت الاعالم موت العالم" ان کے تاریخ انتقال کا مادہ ہے۔ انھوں نے اپنی اولاد میں مولوی عبدالحلیم اور مولوی محمد نعیم چھوڑے جو دونوں عالم ہیں اور اپنے بزرگوں کے قائم مقام ہیں شرح کافی (فارسی) تفسیر بسم اللہ (فارسی) ترجمہ دقائق الحقائق (فارسی) حاشیہ شرح سلم مولوی حمداللہ، شرح داعی الوصول الی علم الاصول، شرح جلدین آخرین ہدایہ، شرح چہل کاف (فارسی) شرح رسالہ نظامیہ (در بیان وضو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجرد (علم صرف) زبدۃ النحو، حاشیہ تفسیر بیضاوی، شرح رسائل الارکان، حاشیہ بر حاشیہ زاہد شرح تہذیب ملا جلال الدین دوانی، حاشیہ بر حاشیہ کمالیہ شرح عقائد جلالیہ، جدول الصرف (فارسی) جدول النحو (فارسی) ان کی مشہور تصانیف ہیں [1]

[1] تذکرہ علمائے فرنگی محل میں ان کی تاریخ وفات ۲۴ صفر ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء تحریر ہے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۰۷

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۶۷-۶۸

(مترجم)

(۲۹۳) مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی

مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی ابن مولوی امین اللہ بن مولوی محمد اکبر بن مفتی احمد ابو رحم بن مفتی محمد یعقوب

بن ملا عبدالعزیز بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی، ۱۱ رشعبان ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۲۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید سے فارغ ہو گئے اور درسی علوم کی تحصیل شروع کر دی، اپنے والد ماجد مولوی امین اللہ، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد اصغر، مولوی نعمت اللہ اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کی خدمت میں ۱۶ سال کی عمر میں مروجہ نصاب (درس نظامی) سے فراغت حاصل کر لی، فاضل متبحر، جامع علوم عقلی و نقلی اور حاوی فنون فرعی و اصلی ہوئے اور درس و افادہ کی مسند کو سنبھالا ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء میں باندہ (بندیل کھنڈ) بلانے پر گئے وہاں کے رئیس نواب ذوالفقار الدولہ جو علماء و فضلاء کے بڑے قدرداں تھے بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے اور ان کو اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کر دیا اور مدتوں اس کام پر مقرر رہے پھر اپنے وطن لکھنؤ واپس آئے اور ایک سال وطن میں رہ کر جون پور چلے گئے۔ ایک شخص حاجی امام بخش مرحوم جو شہر کے نئے رئیس تھے، بڑی قدردانی سے پیش آئے اور مدرسہ امامیہ حنفیہ (جون پور) کا ان کو مدرس مقرر کر دیا جس کے وہ خود بانی تھے ایک جہاں نے ان کے علم سے وہاں فیض حاصل کیا اور ۹ سال تک وہ اسی منصب پر سرفراز رہے ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء میں اپنے وطن واپس آئے اور مولوی عبدالوالی نادری ..... کے مرید ہوئے ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء میں حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ اس ریاست کے مدار المہام سید تراب علی خاں سالار جنگ نے جو اوصاف حمیدہ سے ایسے متصف تھے جیسے ستاروں میں سورج نمایاں ہوتا ہے، ان کو مدرسہ نظامیہ کا مدرس مقرر کر دیا۔ اور اس سفر میں ریواں کے مقام پر جو دکن کے راستہ میں واقع ہے خاندان قطبیہ کا چراغ (مولوی عبدالحلیم، جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) کے مکان پر ٹھہرا۔ اس وقت ان کے صاحب زادے مولوی عبدالحی صغیر السن تھے اور قطبی پڑھتے تھے۔ ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء میں حیدرآباد سے رخصت لے کر عازم حرمین شریفین ہوئے اور وہاں کے علماء و مشائخ کی صحبت ..... استفادہ فرمایا۔ مکہ معظمہ میں مولانا محمد جمال حنفی اور مولانا احمد بن زینی دحلان ..... سے علم حدیث اور دیگر علوم معقول و منقول کی سند حاصل کی ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء ..... حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا علی مدنی شیخ الدلائل سے سند دلائل الخیرات، مولانا محمد بن محمد عرب الشافعی مدرس مسجد نبوی سے حدیث و تفسیر وغیرہ کی سند، مولانا شاہ عبدالغنی بن مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلوی نزیل مدینہ منورہ سے اجازت حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ اور مولوی

عبدالرشید بن مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی سے قصیدۂ بردہ اور حزب البحر کی اجازت حاصل کی اور حجاز کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ ۱۲۸۲ھ (۶-۱۸۶۵ء) میں حیدر آباد واپس آگئے اور عدالت نظامیہ کے کام میں منسلک ہوگئے۔ اس کے بعد جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ (۷-۱۸۶۶ء) میں رخصت پر وطن آئے اور اپنے صاحبزادے مولوی عبدالحیٔ کی شادی سے فراغت حاصل کر کے ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ (۸-۱۸۶۷ء) میں لکھنؤ سے حیدر آباد کا سفر کیا جس کو حقیقت میں آخرت کا سفر کہا جاسکتا ہے ماہ شعبان سن مذکور (۱۲۸۴ھ ۸-۱۸۶۷ء) میں حیدر آباد پہنچے اور اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوگئے کہ اچانک سل ودق کے عارضے میں ماہ صفر المظفر ۱۲۸۵ھ (۹-۱۸۶۸ء) میں مبتلا ہوئے اور ۲۹ شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں انتقال کیا۔ حسب وصیت شاہ یوسف قادری کے زیر قدم جو دکن کے اولیائے کبار میں تھے دفن ہوئے۔ شعرائے وقت نے ان کے انتقال کی اکثر تاریخیں کہی ہیں۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی

از مولوی عبدالرحمٰن گنجی

العالم والعارف باللہ تعالیٰ — قد قر الی اللہ بحمد وثناء

الھمت بعالم المتوفی بیقین — قد شرفہ اللہ بنقصی ولقاء

کسی نے اس مصرعہ "واقف راہ خدا مولوی عبدالحلیم" سے تاریخ انتقال نکالی ہے اور لفظ "غفر لہٗ" سے بھی ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

تصانیف:۔ (۱) التحقیقات المرضیہ حل حاشیہ میرزاہد (۲) القول الاسلم حاشیہ شرح ملاحسن، (۳) کشف المکتوم فی حاشیہ بحر العلوم (۴) القول المحیط فیما یتعلق بالجعل المؤلف والبسیط (۵) حل العاقد فی شرح العقائد (۶) التعلیق الفاضل فی مسئلہ "الطہر المتخلل" (۷) معین الغائصین فی رد المغالطین (۸) الایضاحات لمبحث المختلطات" (۹) کشف الاشتباہ فی شرح سلم بحمداللہ (۱۰) البیان العجیب فی شرح ضابطۃ التہذیب (۱۱) کاشف الظلمہ فی اقسام الحکمہ (۱۲) الفرقان (منطق)، (۱۳) نظم الدرر فی سلک شق القمر، (۱۴) التحلیہ شرح التسویہ (مؤلفہ شیخ محب اللہ الہ آبادی) (۱۵) نور الایمان فی آثار حبیب الرحمٰن (۱۶) برکات الحرمین (۱۷) ایقاد المصابیح

فی صلوٰۃ التراویح (۱۸) الاملاء فی تحقیق الدعاء (۱۹) غایۃ الکلام فی بیان الحلال والحرام (۲۰) خیر الکلام فی مسائل الصیام (۲۱) القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن (۲۲) عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر (۲۳) قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (۲۴) حاشیہ نفیسی شرح موجز (۲۵) الاقوال الاربعہ، اور دوسری کتابیں مثلاً حاشیہ ہدایہ، حاشیہ بدیع المیزان اور حاشیہ قدیمہ ناتمام رہ گئے کہ ان کا انتقال ہوگیا ؎۲

؎۱ مولانا عبد الحئی فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ میں مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کی ۳۵ تصنیفات کے نام تحریر کئے ہیں (ص ۲۷-۲۸)

؎۲ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۹-۱۳۱

(۲) عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۷-۱۲۸

(۳) الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مع التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البہیہ - از مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحئی لکھنوی ص ۱۰۴ (حاشیہ) (در مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۹۳ھ)

(۴) احوال علمائے فرنگی محل ص ۶۸

(۵) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۴-۴۸۴

(۶) حدیقۃ المرام نمبر شمار ۱۲۶ (مترجم)

(۲۹۴) مولوی عبد الحمید خاں رام پوری

مولوی عبد الحمید خاں ابن ملا غفران رام پوری نے اپنے بھائی ملا محمد عمران اور مولوی ارشاد حسین رام پوری سے تحصیل علم کی اور طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں مولوی حافظ [illegible] سندیلہ سے ملاقات کے لئے آئے تھے ؎۱

؎۱ مؤلف تذکرہ کا ملان رام پور لکھتے ہیں:-

"راقم کے والد نے راقم کی تعلیم پر ملازم رکھا۔ فارسی کی استعداد ناقص مگر عربی میں خصوصاً فقہ میں خوب مشاق تھے۔ میری عمر پندرہ سال کی تھی جب وہ

پڑھاتے تھے۔ مجھے توضیح تلویح میں حاشیہ چلپی پوری حفظ سنائی تھی..... نہایت
شہ زور تھے ورزش کا شوق تھا۔"

تذکرہ کاملانِ رام پور ص ۲۱۲

(مترجم)

(۲۹۵) مولوی عبدالحمید بدایونی

مولوی عبدالحمید ابن مولوی محمد سعید بدایونی ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹-۴۰ء میں پیدا ہوئے اپنے بڑے بھائی مولوی محمد لبیب سے علوم مروجہ کی تحصیل کی اور حضرت شاہ سید آل احمد قادری مارہروی کے مرید ہوئے ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹-۲۰ء میں انتقال ہوا [1]

[1] صاحب اکمل التاریخ لکھتے ہیں۔

"پانچویں برس والد کا انتقال ہوگیا۔ تعلیم و تحصیل علم اپنے برادر گرامی سے فرمائی بعد فراغ سلسلہ درس و تدریس اجراء فرمایا...... آپ تواضع و انکسار کے باعث اپنے آپ کو زمرۂ مشائخ سے بالکل علیحدہ رکھتے تھے اور اپنی شان باطنی کو ظاہری لباس کے پردوں میں پوشیدہ رکھتے تھے..... بیعت و خلافت حضور اقدس حضرت اچھے میاں صاحبؒ سے حاصل تھی۔ لیکن شانِ تواضع کے باعث تمام عمر کسی کو مرید نہ فرمایا۔"

طوالع الانوار اور اکمل التاریخ میں سال وفات ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷-۸ء لکھا ہے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) اکمل التاریخ حصہ اوّل ص ۷۷

(۲) طوالع الانوار ص ۱۹

(۳) بیاض مولانا عبدالقادر بدایونی (قلمی) ص ۱۱ (کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں)

(مترجم)

(۲۹۶) مولوی عبدالحئی دہلوی

مولوی عبدالحئی دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے شاگرد اور سید احمد مجاہد رائے بریلوی کے ساتھیوں میں تھے فقہ حنفی میں کامل دستگاہ رسالہ نکاح ایامی اور متفرق فتاویٰ ان کی یادگار ہیں۔

۸ رشعبان بروز اتوار ۱۲۴۳ھ ۲۸ ۱۸ء میں عارضۂ بواسیر میں انتقال ہوا۔[1]

[1] مولوی عبدالحئی ابن شیخ ہبۃ اللہ بڈھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔شاہ عبدالعزیز دہلوی کے داماد تھے۔علم وفضیلت میں اُن کا شمار ہند پاکستان کے نامور علماء میں تھا تفسیر میں مولانا کا درجہ بہت بلند تھا۔شاہ عبدالعزیز مولانا عبدالحئی کو شیخ الاسلام لکھتے تھے۔مولانا عبدالحئی سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سید صاحب کے رنگ میں رنگ گئے۔اپنا سارا علم وفضل سید احمد شہید پر تصدق کر دیا۔یہ ان کی پاک نفسی نیک طینتی اور للہیت وخلوص کی سب سے بڑی دلیل تھی۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں نہایت چست ومستعد رہتے تھے۔ان کا علم،قلم،زبان اور خدا کی دی ہوئی ہر قوت وقابلیت اسلام کی خدمت اور حق کی اشاعت ونصرت کے لئے وقف تھی یہاں تک کہ انھوں نے سید احمد شہید کے قدموں میں جان دے دی حجاز میں اہل عرب کے لئے انہوں نے صراط مستقیم کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

۱- سیرت سید احمد شہید از مولوی ابوالحسن علی ندوی ص ۲۶۵-۲۷۳

۲- فتاوی عزیزی جلد اوّل ص ۸۶

۳- سوانح احمدی ص ۱۶-۱۹،

۴- ابجد العلوم ص ۹۱۵-۹۱۶

۵- الیانع الجنی ص ۷۶

۶- تراجم علمائے اہل حدیث ص ۱۲۵-۱۲۸ (مترجم)

(۲۹۷) مولوی عبدالحئی فرنگی محلی

مولوی عبدالحئی فرنگی محلی ابن مولوی عبدالحلیم ابن مولوی امین اللہ، قطب الدین سہالوی کی اولاد میں تھے۔ان کی کنیت ابوالحسنات ہے۔ماہ ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء میں باندہ میں پیدا ہوئے۔پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید شروع کیا اور گیارہ سال میں اس سے فارغ ہوگئے اور سب سے پہلے جامع مسجد جون پور میں نماز تراویح کی امامت کی،گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد

سے علوم متعارفہ کی تحصیل شروع کی اور سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوکر طلباء کے افادہ میں استاد کے ساتھ بیٹھ گئے۔ علم ریاضی اپنے والد کے ماموں مولوی نعمت اللہ سے جو اس فن کے ماہر تھے حاصل کیا۔ اس زمانہ میں جب ان کے والد (مولوی عبدالحلیم) دکن جا رہے تھے تو جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) کی ان سے ملاقات ہوئی تھی، حالانکہ وہ اس وقت صغیر السن تھے مگر ان کے چہرہ سے ذکاوت اور حافظہ کے آثار نمایاں تھے دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۷۹ھ / ۳-۱۸۶۲ء میں اپنے والد کے ہمراہ اور دوبارہ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں حرمین شریفین گئے، سید احمد دہلان شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جو ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی۔ اسی طرح اپنے والد ماجد سے (اجازت حاصل کی)، ایک عالم ان کے درس اور تعلیم سے فیض یاب ہوا اور بہت سے مشہور فاضل ان کے دامنِ فیضان سے مستفیض ہوئے۔ غرض صاحب ترجمہ (مولوی عبدالحئی) اس قدر کثیر الدرس اور تصنیف تھے کہ ان کے علوم کی اشاعت اور فیض کی شہرت ان کی زندگی ہی میں تمام دنیا میں پھیل گئی اور قریب "مجددیت" کے پہونچ گئے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء بروز دوشنبہ عارضۂ صرع میں لکھنؤ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ایک لڑکی کے سوا کوئی اولاد نہ چھوڑی وہ لڑکی دو سو روپئے ماہوار نظام حیدر آباد سے پاتی ہے۔

تاریخ انتقال مولوی عبدالحئی فرنگی محلی

از سید عبدالحلیم شرفی

ہائے مولانا محمد عبدحیٔ — شاد در خلد از میانِ ما برفت
آستانش سجدہ گاہِ خلق بود — قبلۂ ہندوستانِ ما برفت
گفت شرفی مصرعہ سال وفات — وای استاد زمانِ ما برفت

دیگر

از مولوی محمد سعید عظیم آبادی حسرت

کرد رحلت جناب عبدالحئی — فاضلِ لکھنوی فطین و ذکی
گفت سال وفات او حسرت — شد فرنگی محل ز علم تہی (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء)

تصانیف عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ، مجموعہ خطب سال تمام، الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرہون، غرہنۃ الفکر فی سبحۃ الذکر، تحفۃ الطلبۃ فی تحقیق مسح الرقبۃ، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، الفلک الدوار فی رویۃ الہلال بالنہار، القول المنشور فی ہلال خیر الشہور، الایضاح عن شہادۃ المرأۃ فی الارضاع، تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء، الکلام الجلیل فیما یتعلق بالمندیل، الاجوبۃ الفاضلۃ للاسولۃ العشرۃ الکاملۃ، الہسہسۃ بنقض الوضوء بالقہقہۃ، خیر الخبر فی اذان خیر البشر، صباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، ردع السترخین کیفیت ادخال المیت وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر، طرب الاماثل فی تراجم الافاضل، ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان، ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان، آکام النفائس فی اداء الاذکار فی لسان الفارس، زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس، الانصاف فی حکم الاعتکاف، امام الکلام فیما یتعلق بالقراۃ خلف الامام، غیث الغمام، آثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، دافع الوسواس فی اثر ابن عباس، احکام غیبت (اردو)، فوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، امتحان الطلبۃ لتصحیح المشکل والتبیان فی شرح المیزان، چہار گل (صرف)، خیر الکلام فی تصحیح کلام الملوک ملوک الکلام، ازالۃ الجمد فی اعراب الحمد للہ اکمل الحمد (نحو)، ہدایۃ الوریٰ الی لواء الہدیٰ، تعلیق حاشیہ غلام یحییٰ بر حاشیہ زاہدیہ قطبیہ، مصباح الدجیٰ فی لواء الہدیٰ، نور الہدیٰ تکملۃ لواء الہدیٰ، علم الہدیٰ، حل المغلق فی تحقیق المجہول المطلق، الکلام المتین فی تحریر البراہین، میسر العسیر فی مبحث المثناۃ بالتکریر، الافادۃ الخطیرۃ فی بحث نسبۃ سبع عشر شیرہ، التعلیق العجیب لحل حاشیۃ الجلال علی التہذیب، تکملہ حاشیہ والد قدس سرہٗ نفیس الہدیۃ المختاریہ شرح الرسالۃ العضدیہ (مناظرہ)، القول الاشرف فی الفتح عن الصحف ... زجر الریان عن شرب الدخان، احکام القنطرۃ فی احکام البسملہ، غایۃ المقال فی ... بالنعال، تذکرہ حسرۃ العالم بوفات مرجع العالم (ترجمہ والد خود)، افادۃ الخیر فی الاستیاک بسواک الغیر، مقدمۃ الہدایہ، مذیلۃ الہدایہ، التحقیق العجیب فی التثویب، تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار، اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ، الکلام المبرور فی رد القول المنصور، ہدایۃ المعتد فی دفع المعتدیا

ان کے علاوہ مختلف متعدد کتابوں پر تعلیقات لکھے ہیں، تیرہ کتابیں اور ہیں جن کے نام رسالہ

کبیر میں صاحب ترجمہ (مولوی عبد الحئی) نے خود لکھے ہیں سلہ
تلامذہ :۔ مولوی عبد الحئی فرنگی محلی کے وہ شاگرد جنھوں نے سند فراغ حاصل کی ہے۔

(۱) مولوی عبد العزیز ساکن بہیرہ ضلع اعظم گڑھ۔
(۲) مولوی بدیع الزماں لکھنوی۔
(۳) مولوی محمد عبد الاحد الہ آبادی۔
(۴) مولوی وحید الزماں لکھنوی۔
(۵) مولوی سید مرتضیٰ شیعی ساکن نونارہ یارہ ضلع غازی پور۔
(۶) مولوی عبد الباری ساکن نگرنہسہ
(۷) مولوی محمد حسین الہ آبادی
(۸) مولوی علی حیدر خاں ساکن خالص پور پرگنہ ملیح آباد۔
(۹) مولوی عبد الکریم پنجابی۔
(۱۰) مولوی بشارت کریم۔
(۱۱) مولوی عبد الغفور ساکن رمضان پور۔
(۱۲) مولوی عبد الغنی بہاری
(۱۳) مولوی فدا حسین ساکن محی الدین نگر (بہار)
(۱۴) مولوی ابوالحسن مرحوم
(۱۵) مولوی عین القضاۃ حیدرآبادی
(۱۶) مولوی عبد العزیز فرنگی محلی (لکھنوی)
(۱۷) مولوی نظام الدین فرنگی محلی (لکھنوی)
(۱۸) مولوی عبد الرحمٰن ساکن صاحب گنج
(۱۹) مولوی حافظ محمد شعیب ولایتی
(۲۰) مولوی اکبر خاں ولایتی۔
(۲۱) مولوی محمد اسحاق ساکن امیٹھی۔

(۲۲) مولوی محمد سلیمان ساکن پھلواری ضلع عظیم آباد

(۲۳) مولوی عبدالقادر ولایتی

(۲۴) مولوی سید امین نصیر آبادی -

(۲۵) مولوی محمد ہارون نصیر آبادی -

(۲۶) مولوی ظہور الاسلام فتح پوری -

(۲۷) مولوی لطیف الرحمن عظیم آبادی -

(۲۸) مولوی مظاہر الحق عظیم آبادی -

(۲۹) مولوی محمد ابراہیم الہ آبادی -

(۳۰) مولوی محمد تقی اعظم گڑھی -

(۳۱) مولوی محمد نذیر لکھنوی -

(۳۲) مولوی شیر محمد ولایتی -

(۳۳) مولوی آزاد خاں مرحوم -

(۳۴) مولوی عبدالغنی بہاری -

(۳۵) مولوی محمد یسین آروی -

(۳۶) مولوی قادر بخش سہسرامی -

(۳۷) مولوی محمد حسین نصیر آبادی عرف صاحب میاں -

(۳۸) مولوی سید رسال کابلی -

(۳۹) مولوی عبداللہ ساکن چاندپارہ ضلع اعظم گڑھ -

(۴۰) مولوی ابوالفضل محمد حفیظ اللہ ساکن بندی ضلع اعظم گڑھ

(۴۱) مولوی محمد عثمان ساکن چنارہ ضلع اعظم گڑھ -

(۴۲) مولوی انعام اللہ فرنگی محلی

(۴۳) مولوی عبدالماجد بھاگل پوری -

(۴۴) مولوی قاسم ؟ ساکن کڑا ضلع الہ آباد -

(۴۵) مولوی سید اعجاز حسین ساکن سونی پت۔
(۴۶) مولوی محمد عثمان ساکن کھنڈا ضلع اعظم گڑھ۔
جیسا کہ کنز البرکات مصنفہ مولوی محمد حفیظ اللہ سابق الذکر میں تحریر ہے۔ انھوں نے تیرھویں صدی ہجری کے آخری زمانہ میں مولوی عبدالحئی مرحوم سے سند علمی حاصل کی ہے۔[2]

[1] مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ میں اپنی ۸۷ تصنیفات کے نام تحریر کئے ہیں۔ (ص ۳۲)

[2] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۳۱-۱۳۷
(۲) الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص ۱۰۴ (حاشیہ)
(۳) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۹-۳۲
(۴) عین الانسان ص ۱۴
(۵) معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد دوم ص ۱۵۹۷ (مترجم)

(۲۹۸) مولوی عبدالرب فرنگی محلی

مولوی عبدالرب فرنگی محلی، مولانا عبدالحئی بحر العلوم کے چھوٹے بیٹے تھے۔ بچپن سے اپنے والد کے ہمراہ، شاہجہاں پور، رام پور، بہار، اور مدراس میں رہے۔ مولانا بحر العلوم نے ان کی تعلیم و تدریس میں بڑی کوشش کی اور تمام درسی کتابیں ان کو پڑھائیں، ہمیشہ ان کی ضروریات کی کفالت کی۔ مولانا نے کثیر مال دے کر شادی کی غرض سے ان کو وطن بھیجا۔ انھوں نے لکھنؤ میں آکر اپنا نکاح کیا اور مال کثیر جو مدراس سے لائے تھے وہ فضول خرچی اور مسرفی میں برباد کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مفلس ہو گئے۔ مولانا بحر العلوم کے انتقال کے بعد وہ اور ان کے بھتیجے عبدالواحد مدراس گئے۔ اس کی تفصیل مولوی عبدالواحد کے ذکر میں آئے گی۔ حاصل مطلب یہ کہ درس و تدریس کو چھوڑ دیا جاگیر کے معاوضہ میں نواب مدراس کی سرکار سے دو سو روپیہ ماہوار اور سرکار انگریزی سے ایک سو پچھتر روپئے ماہوار لے کر راضی ہو گئے۔ تدریس کا کام مولوی عبدالواحد کے سپرد کر کے لکھنؤ آگئے اور تا حیات اپنا وظیفہ

رزیڈنٹ لکھنؤ سے حاصل کرتے رہے [1]

[1] ابوالعیاش مولوی عبدالرب فرنگی محلی ابن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کا انتقال ۷ رمضان ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۴۶-۱۴۷

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۵۲۔

(۳) حدیقۃ المرام نمبر شمار ص ۱۰۶۔ (مترجم)

(۲۹۹) مولوی عبدالرب دہلوی

مولوی عبدالرب دہلوی، جامع معقول و منقول، ماہر فروع و اصول، فنون علم و ادب میں کامل، لغت عربی کے ماہر، ان کا وعظ پر تاثیر اور شہرۂ آفاق تھا۔ زر کثیر صرف کرکے سہاران پور میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ ماہ محرم ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں دہلی میں انتقال ہوا، بیدل سہسرامی نے ان تاریخ انتقال یوں کہی ہے

قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالرب دہلوی

از بیدل سہسرامی

جناب مولوی عبدرب آں — کہ وقت وعظ دل می شد شکارش

دریں ماہ محرم جاں بحق شد — زہے رحمت کہ بارد بر مزارش

رقم زد سال رحلت کلک بیدل — درود ایزدی بادا نثارش

(۳۰۰) مولوی عبدالرزاق فرنگی محلی

مولوی عبدالرزاق فرنگی محلی، ابن مولوی جمال الدین احمد ابن مولوی علاء الدین فرنگی محلی ۲-۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو ان کے والد مولوی جمال الدین مدراس چلے گئے وہ فطری رجحان کی بنا پر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ اول کچھ کتابیں مولوی نور کریم دریا آبادی سے اور بقیہ کتابیں مفتی محمد اصغر اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے پڑھیں، حدیث و تفسیر کی درسی کتابیں مولوی حسین احمد ملیح آبادی سے اور

تمام کتب حدیث مرزا حسن علی لکھنوی سے پڑھیں اس کے بعد پھر حدیث کی جملہ کتابیں ملا محمد حسن مدنی سے سے پڑھیں، مولوی حسین احمد، مرزا حسن علی اور دوسرے علمائے محدثین اس کی سماعت فرماتے تھے، اپنے مرشد مولوی عبدالوالی سے کتب عقائد، سلوک وتصوف کی تحصیل کی اس کے بعد قرآن مجید ایک سال میں حفظ کر لیا۔ ۱۲۵۴ھ ۱۸۳۸ء میں پورے طور سے فارغ التحصیل ہو گئے قادریہ اور چشتیہ سلسلہ میں مولوی عبدالوالی اور اپنے والد سے اجازت حاصل تھی۔ اپنے مرشد کے انتقال کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ منقطع کر دیا اور یاد حق میں مشغول ہو گئے[1]۔ آخر ماہ صفر ۱۳۰۷ھ ۱۸۸۹ء میں انتقال ہوا اور مولوی انوار احمد کے باغ میں دفن ہوئے[2]۔

[1] مولانا عبدالرزاق کی تصانیف حسب ذیل ہیں، حاشیہ شرح وقایہ ناتمام منہج الرضوان فی قیام رمضان، کشف الغطاء عن امر الاموات، رسالہ مقامات صوفیہ، انوار غیبیہ، رسالہ سعد ونحس، رسالہ آداب مطالعہ، عمدۃ الوسائل، احسن الخصائل، رسالہ ذکر ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رسالہ میلاد نبی، تنشیر طالعشاق فی احوال النبی المشتاق، مقدمۃ التفسیر اور رسالہ حکم طعام نصاریٰ۔

[2] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:—

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۹۲ – ۱۰۲
(۲) تاریخ اودھ جلد پنجم ص ۲۰۹ – ۲۱۰
(۳) حدیقہ شہداء ص ۱۷ – ۲۴ – ۳۲ – ۳۴ – ۴۰
(۴) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۹
(۵) احوال علمائے فرنگی محل ص ۴۳ – ۵۵ (مترجم)

(۳۰۱) مولوی سید عبدالرحمن لکھنوی

مولوی سید عبدالرحمن لکھنوی صوفی عالم تھے چشتیہ سلسلہ میں بیعت وخلافت سے سرفراز تھے۔ لکھنؤ کی مسجد پنڈائن میں رہتے تھے۔ وہیں ۲ ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۳ء میں وفات پائی اور مسجد مذکور کے صحن میں دفن ہوئے۔ وہ عالم، سادات کے خادم، قانع، متوکل اور عزلت نشین صوفی عالم تھے۔

رسالہ کلمۃ الحق اور کاسرۃ الانسان توحید کے بیان میں ان کی تصنیفات ہیں سرود وغنا کی طرف بہت رغبت تھی [1]

[1] مولوی عبدالرحمٰن صوفی کوٹ مخدوم عبدالحکیم تعلقہ مبارک پور (شکارپور سندھ) کے رہنے والے تھے۔ باپ کا نام محمد حسن تھا۔ ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۸ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹ سال کی عمر تک اپنے والد سے تحصیل علم کی ۴ سال تک متوسطات کی تعلیم مولوی محمد فاضل سے خیرپور میں حاصل کی۔ اس کے بعد قصبہ بہاروں میں مولوی اسداللہ مرحوم سے تحصیل علم کی پھر دہلی پہنچے اور وہاں سے رام پور آئے، وہاں کچھ پڑھا پھر رام پور سے مولوی بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی کی خدمت میں ۱۱۹۶ھ (۱۷۸۲ء) میں ایک سال قیام کرکے تمام علوم کی تکمیل کی ۱۲۰۵ھ (۱۷۹۰ء) میں حج ادا کیا ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۹ء) میں لکھنؤ پہنچے ۱۲۴۵ھ (۱۸۲۹ء) میں انتقال ہوا۔ مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے سال انتقال (۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء) صحیح نہیں لکھا ہے صوفی عبدالرحمان کا رسالہ کلمۃ الحق بہت مشہور ہے۔ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں:-

"(وہ) بظاہر شریعت کے پابند تھے۔ لیکن مسجد میں گھر کے طریقہ سے رہتے تھے۔ سماع بھی وہیں سنتے تھے اور جو کوئی مسئلہ وحدت الوجود میں ان کے اعتقاد کے خلاف ہوتا اس کو کافر سمجھتے تھے، تیز فہم اور خوش تقریر آدمی تھے۔"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) انوار الرحمان لتنویر الجنان - از مولوی محمد نوراللہ بحرالعلومی ص ۲۷ - ۵۰

(۲) تذکرہ غوثیہ مرتبہ مولوی گل حسن ص ۲۸

(۳) علم وعمل جلد اول ص ۱۶۲ - ۱۶۳

(۴) مفتاح التواریخ ص ۳۸۰

(۵) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۵۲ - ۲۵۶

(مترجم)

(۲۰۲) مولوی عبدالرحمٰن

مولوی عبدالرحمٰن قصبہ بھدوئی ضلع مرزاپور کے رہنے والے تھے، عالم متقی، واعظ اور

تارک وطن تھے نارگھاٹ کی مسجد واقع مرزاپور میں متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۲۸۵ھ/۹-۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا [1]

[1] مولوی عبدالرحمان نہایت متقی عالم تھے تحصیل علم مفتی تفضل حسین مرزاپوری نیز دوسرے علماء سے کی زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ملاحظہ ہو۔
نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۵۷ (مترجم)

(۳۰۳) مولوی عبدالرحیم دہلوی

مولوی عبدالرحیم دہلوی، فاروقی نسب، حنفی مذہب، نقش بندی مشرب، جامع علوم عقلی و نقلی، حاوی علوم اصلی و فرعی اور محدث تھے۔ ان کے دو نامور بیٹے شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ اہل اللہ دہلوی ہوئے۔ ع ایں خانہ تمام آفتاب است۔
۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء میں وقت چاشت انتقال ہوا [1]

[1] شاہ عبدالرحیم ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر پائی آگرہ میں میر محمد زاہد ہروی سے معقولات اور علم کلام کی کتابیں پڑھیں۔ کچھ دنوں خواجہ باقی باللہ کے صاحب زادے خواجہ خورد سے بھی فیض حاصل کیا۔ دہلی میں مدرسہ رحیمیہ قائم کر کے درس و تدریس کا شغل اختیار کیا ۷۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔
(۱) انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی (حالات و معمولات شاہ عبدالرحیم)
(۲) تذکرہ شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۳-۳۴-۱۶۰
(۳) الیانع الجنی ص ۷۹ (مترجم)

(۳۰۴) مولوی عبدالرحیم صفی پوری

مولوی عبدالرحیم صفی پوری ابن عبدالکریم صفی پوری، دانش مند تبحر، علوم ادبیہ میں کمال حاصل تھا۔ شرح قصیدہ سبعہ معلقہ، غایۃ التبیان فی علم اللسان (صرف)، المسالک البہیہ فی القواعد النحویہ،

ضرورۃ الادیب فی المئونث السماعی، منتہی الارب فی کلام العرب (ترجمہ قاموس درچہار جلد) ان کی مشہور تصانیف ہیں، تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔ ؎

؎ ۱۲۶۷ھ / ۱-۱۸۵۰ء میں کلکتہ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو:-

نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۵۸ (مترجم)

(۳۰۵) مولانا عبدالرشید جون پوری

مولانا عبدالرشید جون پوری، ابن شیخ مصطفیٰ ابن عبدالحمید، ان کا لقب شمس الحق تھا شمسی تخلص کرتے تھے۔ شیخ فضل اللہ جون پوری کے شاگرد اور اپنے والد شیخ مصطفیٰ (مرید نظام الدین امیٹھوی) کے مرید تھے جو اولیاء کبار اور علمائے کرام سے تھے شروع میں درس و تدریس میں مشغول رہے پھر اس کو چھوڑ کر کتب حقائق کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ امراء و اغنیاء کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ ان کے اوصاف سن کر ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا۔ وکیل کی معرفت ایک فرمان بلانے کے لئے بھیجا گیا مولانا نے قبول نہ کیا اور گوشۂ عزلت سے نہ نکلے، ان کی مفید تصانیف میں جن میں رشیدیہ (مناظرہ)، زاد السالکین، شرح اسرار الخلوۃ، رسالہ محکوم مربوط، حاشیہ شرح مختصر عضدی، حاشیہ فارسی بر کافیہ ابن حاجب، مقصود الطالبین (اوراد)، دیوان شعر فارسی مشہور ہیں ان کے انتقال کا واقعہ اس طرح شہرت پذیر ہے کہ جب فجر کی سنتیں ادا کر کے فرض شروع کئے تو تحریمہ کہنے کے وقت ان کا طائر روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گیا یہ واقعہ ۱۰۸۳ھ / ۳-۱۶۷۲ء کا ہے ؎

؎ ملاحظہ ہو:- (۱) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۰۳-۲۰۴

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۵۶-۴۵۷

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۲۳-۴۲۴

(۴) سبحۃ المرجان ص ۶۶

(۵) ابجد العلوم ص ۳۱

(۶) احوال مشائخ کبار ورق ۳ ب

(۳۰۶) مولوی محمد عبد السبحان

مولوی محمد عبد السبحان ابن شیخ محمد حسن ساکن احمد آباد نارہ، فاضل علام، حاجی بیت الحرام، طبیب حاذق، حافظ قرآن اور آغاز عمر سے صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے جامع الاوراق (مولوی رحمن علی) کو معلوم ہے کہ آغاز سے آخر عمر تک صلوٰۃ فریضہ کبھی ان سے فوت نہ ہوئی تمام علوم ظاہر و باطن اور خلافت مولوی فخر الدین احمد الہ آبادی سے حاصل کی اپنے استاد کی طرح تمام عمر ہدایت وارشاد اور درس علوم میں بسر کردی، مولوی عبد الحمید خلف مولوی حیدر حسین جون پوری اور مولوی عبد الکافی برادر زادہ صاحب ترجمہ (مولوی محمد عبد السبحان) ان کے مستعد اور لائق شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کی مصنفہ کتابوں میں رسالہ اسرار الصلوٰۃ، قصہ منظومہ حضرت اسماعیل، قصہ منظومہ حضرت سلیمان، التہدید فی وجوب التقلید، دلائل قاطعہ در تحقیق فرقہ ناجیہ، خیر المقالہ فی ازالۃ المجالہ مطبوع اور شائع ہو چکی ہیں۔ ۶۳ سال کی عمر میں یکم محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں الہ آباد میں انتقال ہوا، گلاب باڑی میں دفن ہوئے جو اہالیان دائرہ شاہ اجمل کا مقبرہ ہے۔

(۳۰۷) مُلّا عبد السّلام لاہوری

ملا عبد السلام لاہوری شاگرد میر فتح اللہ شیرازی، فقیہہ و مفسر تھے ان کے شاگرد مولوی عبد السلام ساکن دیوہ (مضافات لکھنؤ) تھے، ملا عبد السلام لاہوری نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا ہے۔ ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں انتقال ہوا[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۳۶
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۶
(۳) احوال مشائخ کبار ورق ۵ ل
(۴) تذکرہ علماء والمشائخ ص ۶۰ (مترجم)

(۳۰۸) قاضی عبد السلام بدایونی بن عطاء الحق

قاضی عبد السلام بدایونی ابن عطاء الحق، محدث و مفسر تھے۔ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء میں اُردو زبان میں

قرآن کریم کی منظوم تفسیر قریب دو لاکھ اشعار میں لکھی زاد الآخرت سے اس کا سالِ تالیف نکلتا ہے۔ ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹-۴۰ء میں انتقال ہوا۔[1]

[1] قاضی عبد السلام، بدایونی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶-۷ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم اپنے چچا مولوی بہاء الحق سے کی جو ملا عبد العلی بحر العلوم کے شاگرد تھے۔ حضرت آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی کے مرید و خلیفہ تھے۔ قاضی عبد السلام کی تالیفات سے اخبار الابرار (فارسی، تصوف)، شرح دلائل الخیرات (فارسی)، رسالہ علم الفرائض (فارسی) اور مثنوی طوفان عشق فارسی بھی ہیں۔ مثنوی طوفان عشق کا قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔ تاریخ انتقال خزینۃ الاصفیاء جلد دوم اور حدائق الحنفیہ میں ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء درج ہے۔ تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹-۴۰ء غلط ہے۔ قاضی عبد السلام کا انتقال ۱۵ رجب ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲-۳ء میں ہوا۔ قطعہ تاریخ انتقال یہ ہے۔

منظہر خاص خالق کونین — مقتدائے رہ خدا طلبی
عارف حق مفسر قرآں — محو عشق محمد عربی
کرد حلت چو زیں سرائے سپنج — عارف بارگاہ لم یزلی
خواستہ شکر چوں ز پیر خرد — کہ کند سوئے سال رہبری
گفت ہاتف گزشت از سر جاں — قاضی عبد السلام عباسی

۱۲۹۲ - ۳ = ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲-۳ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) تذکرۃ الواصلین ص ۲۶۶-۲۶۷
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۳
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۹۱-۳۹۲
(۴) اکمل التاریخ حصہ اول ص ۷۱
(۵) قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۶۲-۶۳
(۶) بیمن الاسنان ص ۴۳

(مترجم)

(۳۰۹) مولوی عبد السلام ساکن ہسوہ

مولوی عبد السلام ساکن ہسوہ ابن شاہ ابوالقاسم نقشبندی ساکن قصبہ ہسوہ (جو فتح پور کے متصل ہے) ۱۲۳۴ھ / ۹-۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام سید ریاض الحسن ہے، متقی آدمی تھے سن شعور سے زہد و اتقاء کے مالک تھے۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد کتب درسیہ اپنے چچا مولوی سراج الدین احمد سے پڑھیں اس کے بعد مولوی معین کٹڑوی اور مولوی محمد حسین لکھنوی سے تحصیل علم کی، صحاح ستہ کی سند شاہ عبد الغنی دہلوی سے لی اور ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔ شاہ احمد سعید مجددی سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت و خلافت حاصل کی ۱۲۸۲ھ / ۶-۱۸۶۵ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے وہاں شیخ احمد دحلان مکی شافعی سے حدیث کی تکمیل کی اور مخلوق کے ہدایت و افاضہ میں مشغول ہو گئے۔ ماہ شوال ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں عارضۂ ذبل میں انتقال ہوا۔ شیخ محمد علی المتخلص بہ طلیق ساکن قصبہ ہنسوہ نے نور اللہ نو بتہ سے ان کی تاریخ انتقال نکالی ہے۔ [۱]

[۱] مولوی عبد السلام ہسوی کی تصنیفات میں تبصرۃ الجمعہ، تمہید فی اثبات التقلید اور تفضیح الشیعہ وغیرہ ان سے یادگار ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۶۴-۲۶۵ (مترجم)

(۳۱۰) ملا عبد الشکور تیلو کشمیری

ملا عبد الشکور تیلو کشمیری، مشہور عالم، متقی اور پرہیز گار تھے۔ خواجہ حیدر چرخی وغیرہ علماء سے تحصیل علم کی اور منقولات کے پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے جو زر کثیر علمائے کشمیر کی مدد معاش کے لئے بھیجا تھا، اس میں انھوں نے کچھ قبول نہ کیا۔ ۱۱۱۳ھ / ۲-۱۷۰۱ء میں انتقال ہوا۔ ملا محمد اشرف نے جو ان کے شاگرد اور استاد زادے تھے۔ ان کے غم میں قصیدہ لکھا ہے اور اس قصیدہ میں مادۂ تاریخ اس طرح درج ہے۔ لامات بوفاتہ علوماً [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۳۰-۴۳۱

(مترجم)

(۳۱۱) قاضی عبدالصمد چریاکوٹی

قاضی عبدالصمد چریاکوٹی، ابن قاضی ابوالحسن بن ملا محمد ماہ بن قاضی منصور عباسی، عالی طبع اور روشن ذہن تھے اپنے والد سے تحصیل علم کی پھر سند قضاء حاصل کرنے کی غرض سے جوان کا موروثی منصب تھا والد کے حکم سے دہلی گئے وہاں تمام علماء میں فضل و کمال کے مالک ہوئے، یہاں تک کہ ارکان شاہی نے ان کو فقہ، اصول اور دیگر علوم منقول و معقول میں یگانہ پایا، محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حکم سے ان کو پرگنہ چریاکوٹ اور دیگر مقامات کا منصب قضا ملا مگر انھوں نے اپنے پرگنے کے قضاء کا عہدہ جس پر ان کے بزرگ زمانۂ قدیم سے مامور رہے تھے قبول کیا اور دیگر مقامات کے عہدۂ قضاء کو قدیم مستحقین کو دے دیا۔ قاضی عبدالصمد دہلی سے چریاکوٹ آئے۔ فصل خصومات اور درس علم میں خوب مشہور و معروف ہوئے، یگانۂ آفاق حافظ محمد اسحاق ان کے شاگرد تھے ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷-۸ء میں انتقال ہوا۔ "قاضی منصف" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(۳۱۲) شیخ عبدالعزیز دہلوی

شیخ عبدالعزیز دہلوی بن حسن بن طاہر جون پوری چشتیہ سلسلہ کے مشہور شیخ اور بڑے صوفی عالم تھے معرفت و محبت کے مظہر اور طریقت و حقیقت کے عالم تھے سماع سے رغبت تھی اپنے والد شیخ حسن کے مرید تھے۔ ہمیشہ معتکف رہتے اور لوگوں کی حاجت روائی میں بہت کوشش کرتے علوم ظاہری میں بھی کامل اور مکمل تھے تفسیر عرائس، عوارف، فصوص الحکم اور ان کی شروح کا طلباء کو درس دیتے تھے، مشہور تصانیف کے مالک ہیں۔ ان کی تصنیفات میں ایک رسالہ غیبیہ ہے جو انھوں نے شیخ امان پانی پتی کے رسالہ غیریہ کے جواب میں لکھا ہے وحدت وجود [illegible] ہے مسائل ارباب شہود کے کشف کے موافق اس میں بیان کیے گئے ہیں [illegible] عبدالقادر بدایونی مؤلف منتخب التواریخ نے بھی تصوف کی بعض کتابیں اور رسالے شیخ عبدالعزیز سے پڑھے تھے۔ وہ جون پور میں ۸۹۸ھ/۱۴۸۴ء میں پیدا ہوئے اور ڈیڑھ سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ دہلی آئے۔ ۲۰ جمادی الآخر ۹۷۵ھ/۱۵۶۷-۸ء میں انتقال کیا۔ ان کے انتقال کی تاریخ کا مادہ "قطب وقت نماند" ہے۔ وہ اپنی تصانیف

اور خطوط میں "ذرۂ ناچیز عبدالعزیز" لکھا کرتے تھے۔ لفظ "ذرۂ ناچیز" سے بھی تاریخ رحلت نکلتی ہے[1]

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۹۰۴

(۲) رود کوثر ص ۶۶-۶۷

(۳) مفتاح التواریخ ص ۱۷۶

(۴) اخبار الاخیار ص ۲۸۲ (مترجم)

(۳۱۳) مولانا عبدالعزیز دہلوی

مولانا عبدالعزیز ابن شاہ ولی اللہ دہلوی محدث ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے غلام حلیم تاریخی نام نام ہے پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور کمالات ظاہری و باطنی سے فراغت حاصل کر لی، اپنے پدر بزرگوار کے بعد مسند درس و ارشاد کو سنبھالا، تمام علوم کے جامع اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، زبان و قلم جو کچھ ان کی تعریف و توصیف کرے وہ کم ہے، سر الشہادتین، بستان المحدثین، تحفۂ اثنا عشریہ، عجالۂ نافعہ، فتح العزیز (سورۂ بقرا اور قرآن کے آخر دو سیپاروں کی تفسیر) ان کی مشہور تصانیف ہیں ۷، شوال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں انتقال ہوا[1]

کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ یوں کہی ہے ؎

بے سر و پا گشتہ انداز دست بیداد اجل — عقل و دیں، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل

۴۰ + ۳۰ + ۵ + ۹۰۰ + ۲۰۰ + ۹ + ۱۰ + ۱۰ = ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے انتقال کے وقت ان کی عمر تقریب ۱۷ سال کی تھی تمام علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کئے بعض کتب حدیث کی سند اپنے والد ماجد کے اجل تلامذہ شاہ محمد عاشق پھلتی اور خواجہ امین اللہ کشمیری سے لی، علم فقہ اپنے خسر مولوی نور اللہ سے حاصل کیا جامع علوم ظاہری و باطنی، صاحب علم و قلم و زہد و ورع و تقویٰ تھے دور دور سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور علم حاصل

کرکے اپنے علاقوں میں دین کی خدمت کرتے۔ غرض وہ مرجع علماء و مشائخ تھے۔ تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و تکمیل میں صرف کردی۔ نجف خاں کے زمانہ میں اس کی سخت گیر پالیسی کی وجہ سے شاہ صاحب کو سخت تکلیف پہنچی یہاں تک کہ شہر سے نکالا گیا۔ جائداد ضبط ہوئی، مگر حضرت نے اصلاح و تبلیغ کا کام برابر جاری رکھا۔ ان کی تصانیف میں عزیز الاقتباس، رسالہ بلاغت، ملفوظات شاہ عبدالعزیز، وسیلہ نجات، تحقیق الرویا، سر الجلیل، میزان الکلام، حاشیہ میرزاہد رسالہ، حاشیہ میرزاہد ملا جلال، حاشیہ میرزاہد شرح مواقف، حاشیہ شرح ہدایت الحکمۃ وغیرہ بھی ہیں۔

تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہوں:۔

(۱) مجموعہ حالات عزیزی۔ از ظہیر الدین سید احمد ولی اللٰہی۔

(۲) تذکرۂ عزیزیہ، مرتبہ قاضی بشیر الدین احمد میرٹھی۔

(۳) ابجد العلوم ص ۹۱۴

(۴) کمالات عزیزی از نواب مبارک علی خاں

(۵) تذکرہ شاہ ولی اللہ ص ۳۰۴-۳۱۴

(۶) نور القلوب (قلمی) مولوی نواب امجد علی لکھنوی ص ۳۵۳-۳۵۴ (مملوکہ مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری۔ صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں)

(۷) آثار الصنادید باب چہارم ص ۳۹-۴۲

(۸) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۰

(۹) الیانع الجنی ص ۷۳-۷۵

(۱۰) اخبار رنگین ورق ۱۳، ۱۵، ۳۶ (قلمی، مملوکہ محمد ایوب قادری)

(۱۱) ملفوظات مولانا شاہ عبدالعزیز (اردو)

(۱۲) تراجم علمائے اہل حدیث جلد اول ص ۴۹-۶۲

(۱۳) حیات عزیزی از محمد رحیم بخش (مطبع فیض پریس دہلی ۱۸۹۶ء)

(۱۴) تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۰۳-۲۱۲

(۱۵) علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ص ۴۲-۵۲
(۱۶) علم و عمل جلد اول ص ۲۴۵-۲۴۷
(۱۷) تراجم الفضلاء ص ۱۵-۱۷
(۱۸) مفتاح التواریخ ص ۳۸۱-۳۸۲
(۱۹) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۶۷-۲۷۶
(۲۰) دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۴، ۱۰۸-۱۰۹
(۲۱) اتحاف النبلاء ص ۲۹۶-۲۹۷ (مترجم)

(۳۱۴) ملا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی

ملا عبد العلی بحر العلوم ابن ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی، اپنے والد کی آخر عمر میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں جملہ کتب درسیہ اور علوم متعارفہ اپنے والد ماجد سے تحصیل کر کے فارغ ہو گئے۔ اور اسی سال اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد کتب معقول و منقول کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے اور ملا کمال الدین کی خدمت میں جو اُن کے والد کے خاص شاگرد تھے حل غوامض کرتے تھے۔ صاحبِ ترجمہ (ملا عبد العلی) کی عملی زندگی کے آغاز میں ان کے وطن لکھنؤ میں ایک خاص واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے شاہجہاں پور چلے گئے اور اس شہر کے رئیس حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے ان کے آنے کو غنیمت سمجھا اور وہ بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے معقول وظیفہ ان کے گزارے کے لئے مقرر کر دیا۔ حافظ الملک کی تمام زندگی تک وہ وہیں مقیم رہے اور طلباء کو درس دیتے تھے حافظ الملک مرحوم کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں رئیس رام پور ملائے موصوف کو رام پور لے گئے وہ وہاں بھی درس و تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ لیکن مشاہرہ کی کمی کی وجہ سے۔ مولانا برخاستہ خاطر تھے۔ اسی زمانہ میں منشی صدر الدین بوہاری نے اپنے مدرسہ کی تعلیم کے واسطے جو اُنھوں نے بوہار میں قائم کیا تھا کافی سفر خرچ بھیج کر بُلایا۔ چنانچہ ملا عبد العلی رام پور سے بُہار روانہ ہو گئے اور اثنائے راہ میں رائے بریلی سے ملا ازہار الحق کو بھی جو وہاں مقیم تھے اپنے ہمراہ بوہار لے گئے۔ منشی صدر الدین اعزاز و اکرام سے پیش آئے طلباء کے مصارف کے علاوہ چار سو روپئے ماہوار ملا عبد العلی کے

واسطے اور سو روپئے ماہوار ملا ازہار الحق کے لئے مقرر کئے وہ وہاں ایک مدت تک درس وتدریس میں مشغول رہے کچھ مفتریوں نے اُن کے اور منشی صدرالدین کے درمیان رنجش پیدا کردی اس سے ان کی طبیعت کو رنج ہوا یہ خبر نواب والاجاہ محمد علی خاں رئیس کرناٹک کو پہنچی چنانچہ اُنھوں نے ایک خط مولانا کے بلانے کے لئے معہ سفر خرچ اُن کو بھیجا۔ مولانا مدراس روانہ ہوگئے، جب وہاں پہنچے تو نواب موصوف نے معہ عزیزوں اور امراء کے استقبال کیا اور اعزاز کے ساتھ ان کو اپنے محل میں لے گئے (نواب نے) ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی مولانا اس مدرسہ میں طلباء کے درس میں مشغول ہوگئے نواب موصوف کی سرکار سے "بحر العلوم" کا خطاب ملا نواب محمد علی خاں کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عمدۃ الامراء اور ان کے بعد عظیم الدولہ (نبیرہ محمد علی خاں) مسند ریاست پر بیٹھے مولانا کی تراشی سال کی عمر ہوچکی تھی وہ عوارض جسمانی میں مبتلا ہوگئے۔ ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۹-۲۰ء میں انتقال ہوا اور مدراس میں دفن ہوئے ان کی بجائے مولوی علاءالدین جوان کے شاگرد اور داماد تھے مقرر ہوئے۔

تصانیف:۔ ارکان اربعہ (اصول فقہ) حاشیہ بر میر زاہد رسالہ، حاشیہ بر حاشیہ زاہدیہ بر شرح تہذیب جلالیہ، حواشی ثلاثہ بر حاشیہ زاہدیہ (امور عامہ جدیدہ وقدیمہ) شرح سلم معہ حاشیہ منہیہ، عجالہ نافعہ مع منہیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، تکملہ بر شرح ملا نظام الدین بر تحریر بن ہمام، تنویر الابصار شرح فارسی منار، حاشیہ بر شرح صدرای شیرازی، شرح مثنوی مولانا روم، شرح فقہ اکبر، ہدایۃ الصرف، رسالہ در احوال قیامت، رسالہ توحید وغیرہ [۲]

[۱] ایک مرتبہ تعزیہ نکلنے کے سلسلہ میں فساد ہوگیا۔ اودھ کی شیعہ حکومت نے مولانا عبدالعلی بحر العلوم کو خارج البلد کردیا تفصیل مقالات شبلی جلد سوم میں ملاحظہ ہو۔

[۲] تذکرہ علمائے فرنگی محل میں سال انتقال ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء تحریر ہے (ص ۱۴۱)۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۳۷-۱۴۱

(۲) ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از مولوی ابوالحسنات ندوی ص ۵۹

(۳) ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خاں ص ۹۲۷

(۴) حدائق حنفیہ از فقیر محمد جہلمی ص ۴۷۴ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۶ء)

(۵) اخبار الصنادید جلد اوّل از مولوی حکیم محمد نجم الغنی خاں رامپوری ص ۴۰۲ (نول کشور پریس، لکھنؤ ۱۹۱۸ء)
(۶) تاریخ فرخ آباد از مفتی ولی اللہ ورق ۱۳۱-۱۳۲ (نسخہ انڈیا آفس، لندن)
(۷) حدیقۃ المرام از مولوی محمد مہدی واصف، نمبر شمار ۱۰۵ (مطبع مظہر العجائب، مدراس ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء)
(۸) مقالات شبلی جلد سوم از مولانا شبلی نعمانی (مرتبہ سید سلیمان ندوی) ص ۱۱۶-۱۲۵ (دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء)
(۹) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۸۲-۲۸۷
(۱۰) ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۸۸
(۱۱) علم و عمل جلد اول ص ۷۴-۷۵

(مترجم)

(۳۱۵) مولوی عبد العلی فرنگی محلی

مولوی عبد العلی فرنگی محلی، ابو تراب کے نام سے مشہور تھے۔ مولوی عبد الجامع (ابن مولوی محمد نافع بن مولوی عبد العلی بحر العلوم) کے چھوٹے بیٹے تھے، قرآن مجید حفظ کیا، تمام درسی کتابوں کی تحصیل کے بعد فاتحۂ فراغ ہوئی صاحب استعداد تھے مولوی عبد الوالی فرنگی محلی کے مرید تھے اور درس دیتے تھے عین عالم شباب میں سل ودق میں مبتلا ہوئے اور ۲ رجمادی الاوّل ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں لکھنؤ میں وفات پائی [۱]

[۱] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ تذکرہ علمائے فرنگی محلی ص ۱۴۶ (مترجم)

(۳۱۶) مولوی عبد العلی نگرامی

مولوی حافظ عبد العلی ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶-۱۷ء میں قصبۂ نگرام (مضافات لکھنؤ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی درسی کتابیں اپنے ماموں مولوی حافظ علیم اللہ نگرامی سے پڑھیں اس کے بعد لکھنؤ گئے اور مختلف علمائے وقت سے مستفید ہوئے۔ فراغ علم کا فاتحہ مولوی انور علی لکھنؤی سے پڑھا، جملہ علوم ظاہری کی اجازت سابق الذکر حافظ علیم اللہ سے حاصل کی جن کو مرزا حسن علی محدث سے اجازت تھی اور مرزا حسن علی محدث کو شاہ عبد العزیز سے اجازت حاصل تھی۔ قاضی سید عبد الکریم بریلوی کے مرید تھے۔ شاہ گلزار علی کنتوری (خلیفہ قاضی ممدوح) سے طریقت کے جملہ خاندانوں میں اجازت حاصل تھی

صاحب ترجمہ (حافظ عبد العلی) کی مؤلفہ کتابیں یہ ہیں۔ تفسیر آیات الاحکام، رد المبتدعین، تحقیق الامور فی الفاتحہ والنذور، التحریر فی المزامیر، السکین المسلول علی من انکر کون مسح الرقبۃ من سنۃ الرسول، التحقیق فی المولد والقیام، نور الایمان فی تائید مذہب النعمان، الیواقیت اللطیفہ فی تائید مذہب ابی حنیفہ، رسالہ در باب حفاظ شیعہ، ہدایۃ الانام الی خرقۃ المشائخ العظام، رسالہ تقریر حق، رسالہ مولد شریف۔

مسود اوراق (مولوی رحمان علی) ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ میں صاحب ترجمہ (حافظ عبد العلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، بہت خلیق اور منکسر المزاج پایا، خدا ان کو بخشے ۲۸ ماہ شوال ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں فوت ہوئے، نگرام میں دفن ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۷۸-۲۷۹ (مترجم)

(۳۱۷) مولوی عبد العلی خاں رامپوری

مولوی عبد العلی خاں ابن ملا محمد عمران بن ملا محمد غفران رامپوری، اپنے والد ماجد کے شاگرد اور حافظ و قاری تھے ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا [1]

[1] مؤلف تذکرہ کاملان رامپور بھی ان کے حالات پر کچھ اضافہ نہ کر سکے۔ ملاحظہ ہو:۔
تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۲۹ (مترجم)

(۳۱۸) مولوی عبد العلی قنوجی

مولوی عبد العلی قنوجی ابن مولوی علی اصغر قنوجی، اپنے بھائی مولوی رستم علی قنوجی کے شاگرد اور علوم عقلی و نقلی کے فاضل تھے، اصول فقہ میں شرح منار کا حاشیہ ان کی [illegible] ہے موضع بندگی متصل کوڑا جہاں آباد ضلع فتح پور ہنسوہ میں انتقال ہوا، ان کے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہوئی۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔
(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۷
(۲) ابجد العلوم ص ۹۲۲-۹۲۳ (مترجم)

(۳۱۹) مولوی عبدالعلی اسلام آبادی

مولوی عبدالعلی اسلام آبادی، ابن منت علی، چاٹگام کے ذی مرتبت لوگوں میں سے تھے بروز جمعرات ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے اپنے زمانہ کے علماء سے فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں ۹ سال کی عمر میں میزان الصرف شروع کی اور دو مہینے میں صرف ونحو سے فارغ ہو گئے اور کلکتہ پہنچے کلکتہ میں سرکاری مدرسہ میں داخل ہو کر علم حاصل کرنے لگے، ہر سال ایک جماعت سے دوسری جماعت میں ترقی کرتے تھے ہر جماعت کے اساتذہ ان پر شفقت فرماتے تھے اپنے تمام ساتھیوں میں ممتاز تھے اور انعام حاصل کرتے تھے علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے زمانہ ہی میں انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کرلی، اسی مدرسہ میں فارسی کے مدرس مقرر ہو گئے، آج کل ہوگلی کے مدرسہ میں عربی کے پروفیسر ہیں صحیفۃ الاعمال اور مراۃ الاحوال ان کی بہت سی تصانیف میں سے بطور نمونہ ہیں۔ اسلام آباد، چاٹگام کا نام ہے جو ملک بنگال میں واقع ہے۔

(۳۲۰) مولوی عبدالغفور لاہوری

مولوی عبدالغفور لاہوری کا لقب رضی الدین ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے ممتاز شاگردوں میں تھے، بڑی قابلیت سے فوائد ضیائیہ کا حاشیہ لکھا جس کا تکملہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے کیا ہے ۹۱۲ھ/۱۵۰۶-۷ء میں انتقال ہوا[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ۲ ۳۶۰-۳۶۱ (مترجم)

(۳۲۱) شیخ عبدالغفور اعظم پوری

شیخ عبدالغفور اعظم پوری، اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور شیخ عبدالقدوس چشتی کے مرید تھے صوری ومعنوی کمالات سے متصف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بہت اتباع کرتے تھے اکثر اوقات علوم دینیہ کا سبق دیتے اپنے ہم عصروں میں حسن صورت اور خوبی سیرت میں ممتاز تھے، مرید بھی کرتے تھے، مخلوق کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے، تصوف میں کئی رسالے

ہیں جب ان کی عمر اسی سال کے قریب پہنچی تو ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷-۸ء میں انتقال ہوا اور اعظم پور میں دفن ہوئے اعظم پور سنبھل کے قریب ایک قصبہ ہے [1]

[1] ملاحظہ ہو:- منتخب التواریخ ج ۳ ص ۱۴۴ (مترجم)

(۳۲۲) شیخ عبد الغنی بدایونی

شیخ عبد الغنی بدایونی، عالم و صوفی تھے ترک دنیا میں ادہم اور تجرید میں شبلیٔ روزگار تھے شروع میں بدایوں میں تحصیل علم کرتے تھے، ان پر کیفیت طاری رہتی اور عین سبق پڑھنے کی حالت میں نغمہ سنتے ہی کم و بیش ایک پہر کے لئے بے ہوش ہو جاتے تھے، بعض تعلقات کی بناء پر شیخ طلب معاش میں دہلی گئے۔ صورت یہ تھی کہ وہ ان طالبانِ خدا میں سے تھے جو اہل و عیال رکھتے ہیں۔

درراہِ خدا کہ رہزنانند   ایں راہزناں ہمیں زنانند

وہاں کے حاکم تاتار خاں کی ملازمت میں منسلک ہو گئے یہ شخص بظاہر صاحب مرتبہ تھا، مگر حقیقت میں اہل اللہ تھا شیخ عبد العزیز دہلوی کے مرید ہوئے اور تمام کتب متعارفہ ودروجہ ان کی خدمت میں پڑھیں مدتوں درس دیا، اچانک ان پر اس جذبہ کا غلبہ ہوا جو قدرت نے ازل سے انہیں ودیعت کیا تھا۔ چنانچہ تمام مشاغل کو چھوڑ کر اپنے شیخ کی خانقاہ میں صاحب ریاضت درویشوں میں شامل ہو گئے اور ریاضت و مجاہدہ شروع کر دیا۔ تحصیل کمال کے بعد آبادی سے باہر ایک مسجد میں جو خان جہاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، رہنا شروع کر دیا ہمیشہ اعتکاف میں رہتے تھے۔ اگرچہ کنبہ دار آدمی تھے، لیکن راہِ سلوک کو توکل کے ساتھ طے کرتے تھے۔ جب ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴-۹۵ء میں خانخاناں ان کی خدمت میں پہنچا اور کسی نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا اتباع کرو [1]

[1] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) منتخب التواریخ ج ۳ ۲۲۷-۲۲۸

(۲) تذکرۃ الواصلین ج ۳ ۱۸۹-۱۹۱ (مترجم)

(۳۲۳) مولوی عبدالغنی دہلوی

مولوی عبدالغنی دہلوی ابن ابوسعید العمری ماہ شعبان ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد اپنے والد مولوی شاہ ابوسعید، مولوی مخصوص اللہ ابن مولانا رفیع الدین مولوی محمد اسحاق دختر زادہ مولانا شاہ عبدالعزیز، شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ ابوزاہد اسماعیل رومی سے تحصیل علم کیا اور درس حدیث میں مشغول ہوگئے، اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ سنن ابن ماجہ کا ایک ذیل لکھا جس کا نام انجاح الحاجۃ ہے۔ اس کے علاوہ دوسری تالیفات بھی ہیں، بغاوت (جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء) کے بعد جب دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا تو دہلی سے مکہ معظمہ چلے گئے اور مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوگئے اور وہیں ماہ محرم ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں انتقال فرمایا۔[1]

قطعہ تاریخ وفات شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی

شاہ عبدالغنی وحید زماں — نازش علم و عارف باللہ
سال نقلش شنیدم از ہاتف — بہترین محدثین اے آہ

[1] مؤلف معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ نے شاہ عبدالغنی ابن ابوسعید مجددی کو شاہ عبدالغنی ابن شاہ ولی اللہ سمجھا ہے اور اس طرح اس کو سخت مغالطہ ہوا ہے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۹۰-۴۹۱

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۸۹-۲۹۰

(۳) خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۶۹۸-۷۰۱

(۴) ابجد العلوم ص ۹۲۹-۹۳۰

(۵) الیانع الجنی من اسانید الشیخ عبدالغنی از محمد محسن ترہتی

(۶) انوار العارفین ص ۵۰۵-۵۰۶

(۷) مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین - از اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۱۰۱-۱۰۲

(۸) معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد اول ص ۸۸۹- (مترجم)

(۳۲۴) مولوی سید عبد الفتاح گلشن آبادی

مولوی سید عبد الفتاح گلشن آبادی، ابن سید عبد اللہ حسینی نقوی سید، گلشن آباد عرف ناسک کے رہنے والے، عالم باعمل اور فاضل اجل تھے۔ اپنے زمانہ کے علما سید میاں سورتی، مولوی شاہ عالم ساکن بڑودہ، مولوی بشارت اللہ کابلی، ملا عبد القیوم کابلی، مفتی عبد القادر تھانوی، مولوی خلیل الرحمان ساکن مصطفےٰ آباد عرف رام پور، مولوی فضل رسول بدایونی، مولوی محمد اکبر کشمیری اور معلم ابراہیم باعکلہ سے تمام مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء میں امتحان سے فارغ ہوئے اور مفتی کی سند حاصل کی۔ ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵-۶ء میں ضلع خاندیش کی عدالت میں مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷-۸ء میں الفنسٹن کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور اب سرکار انگریزی سے پنشن پاتے ہیں۔ اپنے وطن مالوف میں مقیم ہیں۔ سرکار انگریزی سے جسٹس آف پیس اور خان بہادری کا خطاب ملا ہے۔ ہمیشہ تدریس، وعظ اور مفید کتابوں کی تالیف میں اپنے اوقات عزیز صرف کرتے ہیں، مولوی سید نظام الدین، شیخ قطب الدین، قاضی سید بجو میاں خاندیشی ان کے شاگرد ہیں اور ان کے دو سعادت مند بیٹے مولوی سید امام الدین اور سید سراج الدین ہیں۔

تصانیف: تحفہ محمدیہ فی رد وہابیہ، تائید الحق، جامع الفتاوی (در چہار جلد)، خزینۃ العلوم (دو جلد)، فارسی آموز (دو حصہ)، تشریح الحروف (فارسی)، خزینہ دانش، کلید دانش (فارسی)، کلید دانش (ہندی)، اشرف القوانین، مصادر الافعال، مجامع الاسماء، تعلیم اللسان، تحفۃ المقال، اشرف الانشاء، جغرافیہ عالم، باقیات الصالحات، دیوان اشرف الاشعار، رحمۃ للعالمین، تاریخ روم، تاریخ اولیاء وغیرہ۔[1]

[1] ملاحظہ ہو۔ تطیب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۴۹-۵۰

(۳۲۵) مولوی شاہ عبد القادر بدایونی

مولوی شاہ عبد القادر بدایونی ابن مولوی معین الحق فضل رسول بدایونی، ان کی پیدائش ۱۷ رجب ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں ہوئی تاریخی نام مظہر حق ہے۔ اکثر کتب درسیہ مولوی نور احمد بدایونی اور بعض کتب مثلاً شرح العلوم، شرح اشارات اور محاکمات وغیرہ مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں، اپنے ہم عصروں

میں ممتاز ہوئے، بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کی والد ماجد کے ایماء سے حرمین شریفین کی زیارت کے موقعہ پر شیخ الفقہاء والمحدثین مولانا شیخ جمال عمر مکی سے حدیث پڑھی علوم دینی کے افادہ اور کتب دینیہ کی تالیف میں مصروف ہیں، رسالہ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی) رسالہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام (فارسی) رسالہ حقیقۃ الشفاعۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ شفاعۃ السائل تحقیق المسائل (یہ کتاب دو سو سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے جو فقہ و عقائد سے متعلق ہیں) دیوان عربی در نعت شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو انھوں نے مدینہ طیبہ کے سفر کے راستہ میں لکھی ہیں۔ ان کی تصنیفات میں یہ کتابیں اہل علم میں مقبول ہیں ان کے علاوہ دوسری کتابیں بھی زیر تالیف ہیں غرض مولانا (عبد القادر) کی ذات کو مغتنمات سے شمار کرنا چاہئے خاص طور سے جو امداد اس کتاب کی تالیف میں مجھ ہیچمداں (مولوی رحمان علی) کو پہنچائی ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنا ناممکن[۱] ہے بقول ؎

اگر ہر موئے تن گردد زبانم　　ادائے شکر او کے می توانم

[۱] مولوی عبد القادر بدایونی نے صرف اپنے خاندان کے لوگوں کے حالات مؤلف تذکرہ علمائے ہند کو فراہم کئے ہیں۔ بدایوں کے دوسرے مستحق علماء کو قطعاً نظر انداز کر دیا مولوی عبد القادر بدایونی اپنے والد ماجد مولوی فضل رسول بدایونی کے مسلک پر تاحیات قائم رہے اور "وہابیت" کا رد فرمایا۔ ندوۃ العلماء کے آغاز قیام ہی سے اس کے مخالف رہے۔ نظامی بدایونی قاموس المشاہیر (جلد دوم ص ۶۷) میں لکھتے ہیں "جب ندوۃ العلماء کی تحریک زور پر تھی، آپ نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کی مخالفت کی جس کی وجہ سے ہندوستان میں خاص شہرت ہوگئی"، ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں انتقال ہوا۔ دو بیٹے مولوی عبد المقتدر اور مولوی عبد القدیر یادگار چھوڑے۔ اول الذکر ۲۵ محرم ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء میں فوت ہوئے۔ آخر الذکر نے ابھی ۳۱ مارچ بروز جمعرات ۱۹۶۰ء میں بدایوں میں انتقال کیا اور درگاہ قادریہ میں دفن ہوئے۔ تین صاحب زادے پروفیسر عبد الہادی محمد میاں، مولوی عبد المجید اقبال میاں اور حافظ عبد الحمید سالم میاں یادگار چھوڑے آخر الذکر سالم میاں سجادہ نشین ہیں۔ مولانا عبد القدیر بدایونی خاکسار مرتب پر خاص طور سے بزرگانہ شفقت فرماتے تھے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:- (۱) اکمل التاریخ جلد دوم ص ۲۰۶-۲۲۰

(۲) طوالع الانوار ص ۸۸-۹۱

(۳) تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۶-۲۵۷

(۴) قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۶۷

(۵) البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ، از مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۴۴

(۶) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۵۰ (مترجم)

(۳۲۶) شیخ عبدالقادر پٹنی ثم المکی

شیخ عبدالقادر پٹنی ابن شیخ ابوبکر، مفتی مکہ معظمہ شیخ محمد طاہر پٹنی کی اولاد میں تھے۔ فصیح، بلیغ، جید فاضل اور مستند فقیہہ تھے۔ تمام علوم کی تحصیل شیخ عبداللہ انصاری کی شافعی سے کی، اُن کی تصانیف میں چار جلدوں میں فتاویٰ اور مجموعہ منشآت مشہور ہیں۔ ۱۱۸۳ھ/۷۰-۱۷۶۹ء میں انتقال ہوا۔

(۳۲۷) شاہ عبدالقادر اورنگ آبادی

شاہ عبدالقادر اورنگ آبادی، مہربان تخلص اور فخری عرف، ان کی اصل نیشاپور کے نقوی سادات سے ہے۔ ان کے بزرگوں میں سے کچھ لوگ وہاں سے ترک سکونت کرکے کنتور (مضاف لکھنؤ) میں آگئے۔ ان کے والد شرف الدین خاں اورنگ آباد پہنچے اور وہاں کے قاضی ہوگئے۔ وہیں صاحب ترجمہ ۱۱۴۳ھ/۳۱-۱۷۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے بعد درس دینے میں مشغول ہوگئے۔ سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ شاعری میں غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے۔ تمام عمر ہدایات وارشاد میں بسر کردی۔ بارھویں صدی کے آخر میں مدراس پہنچے۔ نواب والا جاہ (رئیس شہر) بڑے اعزاز اور حسن عقیدہ سے پیش آئے۔ وہیں ۱۲۰۴ھ/۹۰-۱۷۸۹ء میں انتقال ہوا۔ قصبہ میلاپور (مضاف مدراس) کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

(۳۲۸) مولوی عبدالقادر لکھنوی

مولوی عبدالقادر لکھنوی، ابن شیخ سلطان، مولانا قطب الدین محدث بن مولانا ظفر محدث

کی اولاد میں تھے، نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے بقدر احتیاج دنیا سے تعلق رکھتے تھے، موضع کسمنڈی پرگنہ ملیح آباد میں مدد معاش (کی معافی) تھی اس سے جو وصول ہوتا تھا وہ اپنی ضرورتوں اور فقراء پر صرف کرتے تھے۔ ان کی نظرت میں زہد وتقویٰ کا غلبہ تھا بڑی ہمت و توجہ سے علم حاصل کیا مختلف مقامات خاص طور سے لاہور میں علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور مکرم وممتاز ہوئے۔ بہت برکت وکرامت کے ساتھ اپنے وطن مالوف لکھنؤ کو واپس ہوئے اپنے ہم عصروں میں خاص امتیاز کے مالک تھے ہمیشہ یہ عادت تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد جب تک لوگ جاگتے یہ سوتے رہتے اور جب لوگ سوجاتے تو خود اٹھ بیٹھتے، صبح تک نماز اور اشغال باطنی میں مشغول رہتے، نماز چاشت کے بعد طلباء کو درس دیتے، چالیس سال تک مسندِ درس وافادہ کو سنبھالا شیخ پیر محمد لکھنوی اور شہر وجوار کے دوسرے علماء ان کے شاگرد ہیں صاحب ترجمہ (مولوی عبدالقادر) نے چار صاحبزادے چھوڑے، سال انتقال معلوم نہ ہوسکا غالباً گیارھویں صدی کے وسط میں انتقال ہوا۔ قبر لکھنؤ میں ان کے مکان کے قریب ہے۔

(۳۲۹) مولوی عبدالقادر سلہٹی

مولوی عبدالقادر ابن مولوی ابوالنصر محمد ادریس صدرالصدور ابن مولوی ابوسعید محمد محمود (ندیم نواب مرشد آباد) الملقب بہ عاقبت محمود ابن مولوی محمد کلیم (خلیفہ مرزا مظہر جانجاناں) ابن محمد رفیع ابن محمد صالح ابن عبدالکریم فاروقی مدنی ثم الهروی ثم الهندی البنجالی (بنگالی) السلہٹی، ان کی کنیت ابو محمد ہے علوم متعارفہ مولوی رمضان اللہ سے حاصل کئے۔ مولوی رمضان اللہ، مولوی فضل الرحمان قاضی القضات کے شاگرد اور وہ مولوی غلام سبحان قاضی القضات بنگال کے شاگرد اور وہ مولوی معظم الدین کے شاگرد اور وہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔ صاحب ترجمہ (مولوی عبدالقادر) صبح وشام درس وتصنیفات میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی تصنیفات جو راقم الحروف (مولوی رحمان علی) کی نظر سے گزری ہیں ان میں رسالہ رد المعقول (ردّ فرقہ وہابیہ)، الفوائد القادریہ فی شرح العقائد النسفیہ، الجوامع القادریہ (عقائد اہل سنت) اور الدر الازہر فی شرح الفقہ الاکبر مشہور ہیں۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو: تطبیب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۵۰ (مترجم)

(۳۳۰) شیخ عبد القادر احمد آبادی

شیخ عبد القادر احمد آبادی بن عبد اللہ العیدروس یمنی حضرموتی ہندی، ان کی کنیت ابوبکر اور ان کا لقب محی الدین تھا، بروز جمعرات ۲۰ ربیع الاول ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء میں احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے اور علمائے وقت سے تحصیل علم کی فاضل متبحر تھے۔ تصنیفات و تالیفات جو ان سے یادگار ہیں علوم عجیبہ اور فنون غریبہ پر مشتمل ہیں۔ ۱۰۳۸ھ/۹-۱۶۲۸ء میں احمد آباد میں انتقال ہوا۔

تصانیف:۔ (۱) الفتوحات القدسیہ فی الخرقۃ العیدروسیہ (۲) الحدائق الخضرۃ فی سیرۃ النبیؐ و اصحابہ العشرہ (۳) المنتخب المصطفائی مولد المصطفیٰؐ (۴) الدر الثمین فی بیان الملہم من الدین (۵) اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیرۃ الوجیزہ (۶) المنہاج الی معرفۃ المعراج (۷) الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف (۸) اسباب النجات والنجاح فی اذکار المساء والصباح (۹) الحواشی الرشیقۃ علی العروۃ الوثیقۃ (۱۰) المسخ الباری بختم البخاری (۱۱) تعریف الاحیاء بفضائل الانبیاء (۱۲) عقد اللآل بفضائل الآل (۱۳) المستفید شرح تحفۃ المرید (۱۴) النفحۃ العنبریہ فی شرح تبیین العذبیہ (۱۵) غایۃ القریب فی شرح نہایۃ المطلب (۱۶) اتحاف اخوان الصفاء بشرح تحفۃ الظرفاء (۱۷) صدق الحرفاء بحق الاخاء (۱۸) النور السافر فی اخبار القرن العاشر وغیرہ وغیرہ۔

(۳۳۱) مولانا عبد القادر دہلوی

مولانا عبد القادر دہلوی ابن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفسیر، حدیث، فقہ میں فضیلت تامہ رکھتے تھے۔ قرآن مجید کا ترجمہ موضح القرآن کے نام سے اُردو زبان میں نہایت فصیح [illegible] فرمایا ہے جو اُردو کے محاورہ داں حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ۹ رجب ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں انتقال ہوا۔[۱]

[۱] شاہ عبد القادر ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے، عالم، [illegible] متقی، پرہیزگار، مستغنی المزاج اور متوکل تھے۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر اکبر آبادی مسجد کے حجرہ میں ساری عمر بسر کر دی رات دن ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اہل دنیا کی طرف مطلق التفات نہ فرماتے قرآن شریف کا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر موضح القرآن دو نایاب چیزیں

ان کی یادگار میں سرسید احمد خاں بہادر لکھتے ہیں۔

"بارہا ثقات کی زبان سے سنا گیا ہے کہ جس امر میں کچھ فرمایا بے کم و کاست ظہور میں آیا باوجود اس کے کہ بہ سبب کثرت اخلاق کے کسی کے حق میں کچھ ارشاد نہ کرتے اور کسی کو نہ فرماتے کہ ادھر بیٹھ یا ادھر لیکن من جانب اللہ لوگوں کے دلوں میں آپ کا ایسا رعب چھایا ہوا تھا کہ رؤسائے شہر جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے بہ سبب ادب کے دور دور خاموش بیٹھتے اور بدوں آپ کی تحریک کے مجال سخن نہ پاتے اور ایک دو بات کے سوا یا رائے دیکھنے کہ کچھ اور کلام کریں کرامت حضرت مجدد تواتر پہنچ گئی ہیں اگر ان کا بیان کیا جاوے کتاب میں گنجائش نہیں۔

مردان خدا، خدا نباشند . لیکن ز خدا جدا نباشند"

مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے سن وفات ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۷ء غلط لکھا ہے شاہ عبد القادر کا انتقال سنہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء میں ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:—

۱۔ آثار الصنادید باب چہارم ص ۵۴ - ۵۵
۲۔ واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ۵۸۸ - ۵۸۹
۳۔ علم و عمل (جلد اول) ص ۲۴۹
۴۔ حیات ولی ص ۳۴۹ - ۳۵۲
۵۔ تراجم الفضلاء ص ۱۷
۶۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۷۱
۷۔ تراجم علمائے اہل حدیث ص ۶۴ - ۶۵
۸۔ ابجد العلوم ص ۹۱۵
۹۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۹۵ - ۲۹۶
۱۰۔ الیانع الجنی ص ۷۵

(مترجم)

---

(۳۳۲) مولوی عبدالقادر سندیلوی

مولوی عبدالقادر سندیلوی ابن مولوی شاہ جمیل الدین ابن مولوی اظہر علی ابن مولوی اصغر علی ابن مولوی حمداللہ سندیلوی، ۱۹ محرم ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں بروز جمعرات قصبہ سندیلہ میں پیدا ہوئے حافظ مولوی شوکت علی سندیلوی، مولوی سید فقیہہ اللہ سندیلوی، مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی اور مولوی تراب علی لکھنوی سے علوم متعارفہ کی تحصیل کی اور علمی فراغ حاصل کیا اپنے والد کے مرید تھے۔ ناگو و اور جھانسی وغیرہ میں تعلیم کی ملازمت کے سلسلہ میں قیام پذیر رہے۔ بہت سے طلباء ان سے مستفید ہوئے، ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں انتقال ہوا اپنے والد کے مزار کے قریب دروازہ کے سامنے دفن ہوئے۔

(۳۳۳) ملا عبدالقادر بدایونی

ملا عبدالقادر ابن ملوک شاہ، شہر بدایوں کے اکابر سے تھے۔ شیخ مبارک ناگوری کے شاگرد اور صاحب فضل و کمال تھے اکبر بادشاہ کی ملازمت میں شامل ہوئے محفل خلوت میں باریابی حاصل تھی۔ اکثر ہندی کتابوں کے انتخاب اور ترجمے پر مامور رہے، رامائن کا فارسی میں ترجمہ کیا اور تاریخ کشمیر کا انتخاب کیا، تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ کتاب منتخب التواریخ جس کو تاریخ بدایونی بھی کہتے ہیں ان کی حق گوئی اور فضل و کمال کی دلیل ہے کتاب مذکور ۲۳ جمادی الثانی ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۶ء کو تمام ہوئی۔ صاحب ترجمہ (ملا عبدالقادر بدایونی) نے اس کے اختتام کی تاریخ اس طرح کہی ہے۔

قطعہ تاریخ اتمام منتخب التواریخ

از ملا عبدالقادر بدایونی

شکر للہ کہ با تمام رسید	منتخب از کرم ربانی
سال تاریخ ز دل جستم و گفت	انتخابے کہ ندارد ثانی

ثانی سے دو حرف مراد ہیں، ایک نون کہ حرف اول کا ثانی ہے، دوسرے یائے تحتانی جو حرف آخر کا ثانی ہے۔ جب ان دونوں حروف کے اعداد جن کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے "انتخابے" سے نکال دیں

توکتاب کا سال اتمام تکمل آنا ہے سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ نامہ خرد افزا کے نام سے کیا ہے جس سے ترجمہ کی تاریخ نکلتی ہے یہ بھی ان کے کمال کی دلیل ہے۔

لہ ملا عبدالقادر بدایونی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف منتخب التواریخ کی وجہ سے مشہور ہیں اس کتاب کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ملا نے اپنے حالات جستہ جستہ خود منتخب التواریخ میں بیان کیے ہیں۔ ہم نے ان حالات کو چن کر ایک گلدستہ تیار کیا ہے۔ اگر حالات نے اجازت دی تو ارباب علم کی مجلس میں سوانح قادری کا یہ گلدستہ عنقریب پیش کیا جائے گا۔ ملا عبدالقادر بدایونی بدایوں میں دفن ہوئے ہیں۔

ٹہ مولوی رحمان علی کی یہ تشریح درست نہیں ہے۔ کیونکہ "انتخابے" کا حرف آخر "یائے تحتانی" ہے اور اس کا حرف ثانی "ت" ہے "انتخابے" کے عدد ۱۰۶۴ ہوتے ہیں۔ اگر ۱۰۶۴ میں سے "ت" اور "ب" کے ۵۲ عدد نکال دئے جائیں تو ۱۰۱۲ رہ جاتے ہیں جو صحیح نہیں۔ اس کتاب کی تالیف کی تاریخ "انتخاب" سے نکلتی ہے جس کے عدد ۱۰۵۴ ہوتے ہیں۔ ان میں سے حرف ثانی "ت" کے ۵۰ عدد منہا کر دئے جائیں تو ۱۰۰۴ رہ جاتے ہیں اور یہی سال تصنیف ہے۔ (مترجم)

(۳۳۴) شیخ عبدالقدوس گنگوہی

شیخ عبدالقدوس گنگوہی، صاحب علم و عمل اور عالم و صوفی تھے، شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق رودولوی کے مرید تھے اور شیخ احمد عبدالحق رودولوی کی روحانیت سے کامل اعتقاد رکھتے تھے کتاب انوار العیون ان کی تصنیف ہے جس میں قریب سات فنون کا ذکر ہے ۹۴۵ھ ۱۵۳۸-۹ء میں انتقال ہوا لہ

لہ شیخ عبدالقدوس بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ شیخ کے حالات ان کے صاحبزادے نے لطائف قدوسی کے نام سے لکھے ہیں۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ شروع میں شیخ عبدالقدوس رودولی میں رہتے تھے۔ جب وہاں سلطنت کی بدنظمی کی وجہ سے ہنود کا غلبہ ہو گیا تو شیخ نے رودولی کی سکونت ترک کر دی شیخ کا مزار قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہے۔ شیخ کو لودیوں سے خاص تعلق خاطر تھا، سکندر لودی نے شعائر اسلام کے اجراء کی کوشش

کی تھی، اس لئے اس کی قدر کرتے تھے۔ شیخ عبد النبی صدر الصدور، شیخ عبد القدوس کے پوتے تھے۔ ابھی حال میں مولوی اعجاز الحق قدوسی نے شیخ عبد القدوس گنگوہی کے مفصل، جامع اور مستند حالات "تذکرہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی" کے نام سے مرتب کئے ہیں۔ یہ کتاب آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) لطائف قدوسی۔ (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) ص

(۲) رود کوثر ص ۷۰-۷۶

(۳) زبدۃ المقامات ص ۹۶-۱۰۱

(۴) مفتاح التواریخ ص ۱۵۰

(۵) اخبار الاخیار ص ۲۲۱-۲۲۴

(۶) انوار العارفین ص ۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰

(۷) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۱۶-۴۱۸

(۸) منتخب مکتوبات قدوسیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء۔ (مترجم)

(۳۳۵) مولوی عبد القدوس فرنگی محلی

مولوی عبد القدوس فرنگی محلی، مفتی محمد یعقوب بن ملا عبد العزیز کے بڑے صاحبزادے اور حافظ قرآن تھے کتب معقول اپنے والد سے اور کتب منقول ملا حسن سے پڑھیں اور جامع معقول و منقول ہوئے۔ تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ان کو اپنے بیٹے عبد السلام کی موت سے جو استعداد کامل رکھتے تھے سخت صدمہ پہنچا اور انتقال ہو گیا [1]

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۰-۱۲۱

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۳۰۸ (مترجم)

(۳۳۶) ملا عبد الکریم کاکوروی

ملا عبد الکریم بن حافظ شہاب الدین بن شیخ بھکاری کاکوروی، ۱۳ سال کی عمر میں کتب درسیہ

سے فراغت حاصل کر لی اور بطور سیاحت دہلی پہونچے۔ خواجہ قطب الدین اوشی کے مزار فائض الانوار پر کچھ مدت مراقب رہے۔ پھر حضرت خواجہ باقی باللہ کے حلقہ میں بیٹھے اور کاکوری واپس آگئے۔ مخلوق کے ارشاد و ہدایت میں عمر بسر کر دی تاکہ اللہ کی رحمت حاصل ہو۔ سال انتقال معلوم نہ ہوا۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۲۴۳ (مترجم)

(۳۳۷) حاجی عبدالکریم لاہوری

حاجی عبدالکریم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، نظام الدین بلخی کے مرید تھے۔ شرح فصوص الحکم (فارسی) اور اسرار عجیبہ ان کی تصانیف ہیں اسرار عجیبہ چشتیہ اذکار و اشغال کے بیان میں ہے ۱۰۴۵ھ/۳۶-۱۶۳۵ء میں انتقال ہوا۔[۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۴۷۰-۴۷۱ (مترجم)

(۳۳۸) ملا عبدالکریم پشاوری

ملا عبدالکریم بن ملا درویزہ۔ آخوند کریم کے نام سے مشہور تھے، علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے "محقق افغانستان" ہوئے صوفی مشرب عالم تھے۔ میر سید علی غواول سے خرقۂ خلافت پایا۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے، کتاب مخزن الاسلام ان کی تصنیف ہے ان کی کرامت کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ایک جز د کاغذ روزانہ اپنے کمرے میں لے جاتے تھے اور چراغ کی روشنی کے بغیر لکھتے تھے اور صبح کو اپنے دوستوں کو دیتے تھے یہاں تک کہ کتاب ختم ہو گئی ۱۰۷۳ھ/۶۳-۱۶۶۲ء میں وفات پائی اور علاقہ یوسف زئی میں دفن ہوئے۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۷

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۷۹

(۳) معارج الولایۃ جلد دوم ص ۱۳۶ (مترجم)

(۳۳۹) قاضی سید عبدالکریم رائے بریلوی

قاضی سید عبدالکریم ابن سید محمد مقیم رئیس قدیم رائے بریلی، ان کے نانا قاضی محمد آصف صوفی

نگرامی تھے۔ علم و عمل اور صلاح و تقوی کے مالک تھے، خاندانِ نقشبندیہ میں مولوی شاہ عبدالکریم چوراسی رائے بریلوی کے مرید ہوئے اور اشغال واذکار نقشبندیہ سے مستفیض ہوئے۔ مولانا شاہ عبدالرحمان نزیل لکھنؤ کی خدمت میں حاضر ہو کر دیگر سلاسل چشتیہ قادریہ سہروردیہ، اویسیہ اور قلندریہ کی اجازت و خلافت حاصل کی ان سے مخلوق کو فیض پہنچتا تھا متعدد رسائل تالیف کئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ وسیلۃ النجات فی احکام الاموات، الکلام المتین فی کشف اسرالحق والیقین، رسالہ دربیان مراتب ولایت و خاتم آں، رسالہ در محاکمہ مبحث وجود مطلق و وجود عام، رسالہ در فرق میان بروز و تناسخ، ۲۲ر رجب ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں رائے بریلی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

(۳۴۰) شیخ عبدالکریم سہارن پوری

شیخ عبدالکریم سہارن پوری انصاری، صاحب وجد و حال شخص تھے، تمام علوم و فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ۱۴ر محرم ۱۰۴۲ھ / ۱۶۱۵ء میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک عزیز نے "شمع ارشاد حق" سے تاریخ انتقال حق نکالی ہے۔ مؤلف کتاب (مولوی رحمان علی) نے اس کو نظم کر دیا ہے [۱]

قطعہ تاریخ انتقال شیخ عبدالکریم انصاری

از مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ

شیخ عبدالکریم انصاری	بود از خطۂ سہارن پور
از محرم چو چاردہ گزشت	رخت بست سوئے رب غفور
"شمع ارشاد حق" گفت کسے	سال نقل در حال آں مبرور

[۱] شیخ عبدالکریم کے والد کا نام شیخ عبدالستار انصاری تھا اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے اور شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید و شاگرد تھے۔ فارسی دیوان ان سے یادگار ہے۔ ملاحظہ ہو:
نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۲۴۵ (مترجم)

(۳۴۱) مُلا عبداللطیف سُلطان پوری

مُلا عبداللطیف سلطان پوری، اورنگ زیب بادشاہ کے معلّم تھے۔ معقولات ومنقولات میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ ۱۰۳۶ھ/۲۷-۱۶۲۶ء میں انتقال ہوا۔ ع "آفتاب علم را آمد کسوف" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے لہ

لہ ملاحظہ ہو:- (۱) بزم تیموریہ ص ۲۱۶

(۲) مفتاح التواریخ ص ۲۳۱-۲۳۲

(۳) نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۲۴۷-۲۴۸

(۴) احوال مشائخ کبار ورق ۱۵ (مترجم)

(۳۴۲) میر عبداللطیف قزوینی

میر عبداللطیف قزوینی حسینی سیفی سادات، علوم عقلی ونقلی میں فاضل تھے ان کے آباؤ اجداد کا سلسلہ تاریخ میں مشہور ہے۔ چونکہ سیفی سادات متصلب سنی ہوتے ہیں اس لئے شاہ طہماسپ بادشاہ ایران نے ان کی زمین اور مال ومتاع کو ضبط کرلیا۔ میر موصوف ولایت عراق سے ۹۶۹ھ/۱۵۶۱-۶۲ء میں برصغیر ہند پاکستان چلے آئے۔ اکبر بادشاہ کے ملازم ہوئے۔ بادشاہ نے ان سے دیوان حافظ کے چند اسباق پڑھے۔ ۵ رجب ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء میں فتح پور سیکری میں انتقال ہوا بالائے قلعہ اجمیر میں میر سید حسین خنگ سوار کے قریب دفن ہوئے، قاسم ارسلان نے "فخر آل یٰسین" سے تاریخ انتقال نکالی ہے لہ

لہ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:- منتخب التواریخ ص ۴۴۱-۴۴۲ (مترجم)

(۳۴۳) مولوی عبدالمجید بدایونی

مولوی عبدالمجید بدایونی ابن عبدالحمید ابن مولوی محمد سعید بن مولوی محمد شریف بن مولوی محمد شفیع بدایونی، ۹ رمضان ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ "ظہور اللہ" ان کا تاریخی نام ہے، ابتدائے عمر سے

مولوی محمد علی بدایونی کی خدمت میں تربیت حاصل کی زہد و تقویٰ اور علم دین کی تعلیم میں مشغول رہے۔ اکثر کتب مروجہ ان کی خدمت میں پڑھیں ان کے انتقال کے بعد بقیہ درسی کتابیں مولوی ذوالفقار علی ساکن قصبہ دیوہ (مضاف لکھنؤ) تلمیذ مولانا نظام الدین ابن ملا قطب الدین سہالوی سے پڑھیں۔ علم سے فراغ حاصل کرنے کے بعد مرشد کامل کا خیال پیدا ہوا۔ اور ہر طرف شیخ کامل کی تلاش شروع کی، چونکہ بہت سے مشائخ وقت (کامل طور سے) شریعت کا اتباع نہیں کرتے تھے اس لئے اس گروہ سے نفرت شروع ہوگئی۔ قسمت یاور تھی خواب میں دیکھا کہ حضرت ہادی المضلین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جناب محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی، مخدوم الانام کان نمک، گنج شکر شیخ فرید الدین نیز دوسرے اولیاء موجود ہیں حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ سے جناب غوث الاعظم نے صاحب ترجمہ (مولوی عبدالمجید بدایونی) کا ہاتھ شاہ آل احمد مارہروی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو مارہرہ کا راستہ لیا اور اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زہد و تقویٰ اور اتباع شریعت کو کامل طور سے پایا ان کے مُرید ہوئے۔ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے مرشد سے عین الحق کا لقب پایا۔ اسی سال کی عمر میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ کتاب مواہب المنان شرح جواہر الرحمان (ملفوظات غوثیہ)، رسالہ ردّ روافض، (فارسی)، رسالہ ردّ وہابیہ (اُردو) اور دوسرے رسالے ان کی تصنیفات سے ہیں[1]۔ ان کے شاگردوں میں شاہ آلِ رسول مارہروی اور مولوی افتخار الدین ہیں۔ صاحب ترجمہ (مولوی عبدالمجید) ۱۷ محرم الحرام ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں فوت ہوئے علماء و شعراء نے ان کے انتقال کی تاریخیں کہی ہیں۔ سے

قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالمجید بدایونی

از مفتی سعد اللہ آشفتہ مراد آبادی

جناب مقدس شہ کاملیں — امام ہدیٰ قبلہ اہل دیں
بعلم و عمل یادگار سلف — زفیضش منور دل عارفاں
سرِ اولیاء شاہ عبدالمجید — خدایش دہد جنت حور عیں

بماہ محرم شب ہفت دہم بسوئے جناں شد عزیمت گزیں
رقم کردہ آشفتہ تاریخ آہ کہ گر دید واصل بخلد بریں

۱؎ محافل الانوار فی حال سید الابرار، ہدایۃ الاسلام اور کتاب الصلوٰۃ کے نام طوالع الانوار اور اکمل التاریخ میں تحریر ہیں۔

۲؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:۔

(۱) اکمل التواریخ حصہ اوّل ص ۹۳ - ۱۳۶۔

(۲) طوالع الانوار از مولوی انوار الحق بدایونی ص ۳۴ - ۳۶

(۳) تذکرۃ الواصلین ص ۲۴۶ - ۲۴۹

(۴) آثار احمدی ص ۶۲ - ۶۴

(۵) آثار بدایوں از فضل اکرام ص ۱۰۱

(۶) بیاض مولانا عبد القادر بدایونی (قلمی) ص ۷ - ۹ (کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں) (مترجم)

(۳۴۴) قاضی عبد المقتدر دہلوی

قاضی عبد المقتدر دہلوی ابن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی الدہلوی خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی، فاضل فیاض، درویش کامل اور قاضی شہاب الدین کے اُستاد تھے، نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ اُن کے قصائد و غزلیات بھی ہیں۔ اُن کا ایک قصیدہ "لامیۃ العجم" کے جواب میں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں ہے ان کی فصاحت کے کمال پر دلالت کرتا ہے، ہمیشہ درس دیتے اور افادۂ علم میں مشغول رہتے تھے جو نصیر الدین محمود اور اُن کے خلفاء کا طریقہ تھا وہی ان کا طریقہ تھا۔ ان کی شہرت اس وجہ سے تھی کہ وہ طلباء کو حفظ شریعت کی پابندی کی وصیت کرتے تھے ان کا قول تھا کہ ایک شرعی مسئلہ میں فکر کرنا ایسی ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے جو تکبر اور ریا سے داغ دار ہوں۔ کہتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں جاتے تھے اور بحث کرتے تھے۔ شیخ ان کو اور ان کی بحثوں کو ہمیشہ پسند کرتے تھے اور ان کو تحصیل علم پر رغبت دلاتے تھے آخر کار وہ شیخ کے مرید ہو گئے۔ فضیلت ظاہر کے ساتھ فضیلت باطن سے

بھی سرفراز ہوئے۔ ان کے ایک معتقد نے ایک کتاب "مناقب الصدیقین" لکھی ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ ایک دن قاضی شہاب الدین کو کچھ سونا ملا، انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس سونے کو کہیں زمین میں دفن کر دو یہ کہہ کر قاضی عبدالمقتدر کی مجلس میں چلے گئے۔ جیسے ہی ان کی نظر قاضی شہاب الدین پر پڑی۔ کہا کہ تم سونے کو دفن کرنے والے ہو تم کب علم حاصل کر سکتے ہو، قاضی شہاب الدین اپنی بات پر متنبہ ہوئے۔

قاضی عبدالمقتدر کہتے تھے کہ میرے پاس ایک طالب علم آتا ہے کہ اس کا پوست علم، اس کا مغز علم اور اس کی ہڈیاں علم ہیں اور اس طالب علم سے قاضی شہاب الدین کو مراد لیتے تھے ۲۶ محرم ۷۹۱ھ (۱۳۸۸ء) میں ۸۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا، ان کی قبر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے یہاں حوض شمسی کے جنوب کی طرف ہے [1]

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۳ - ۱۸۴

(۲) ابجد العلوم ص ۸۹۲

(۳) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۷۰ - ۷۶

(۴) اخبار الاخیار ص ۱۶۰ - ۱۶۱

(۵) حدائق الحنفیہ ص ۲۹۹ - ۳۰۰

(۶) سبحۃ المرجان ص ۲۹ - ۳۶

(۷) انقضاء الارب من ذکر علماء [illegible] والادب ص ۱۹۵ (مترجم)

(۳۴۵) شیخ عبدالنبی گنگوہی

شیخ عبدالنبی صدر الصدور بن شیخ احمد بن عبدالقدوس گنگوہی، چند مرتبہ حرمین شریفین گئے حدیث کے علم کو تحصیل کیا جب واپس آئے تو اپنے آباؤ اجداد کے خلاف سماع و غنا کا انکار کرنے لگے طریقہ محدثین کو اختیار کیا، تقوی و طہارت اور ظاہری صفائی و عبادت میں مشغول رہتے تھے ان کے والد نے سماع کی اباحت میں ایک رسالہ لکھا تھا، انھوں نے سماع کے انکار میں رسالہ لکھا

غرض یہ بہت تکلیف وایذا کا سبب ہوا۔ اس سے ان کی بہت شہرت ہوگئی، اکبر بادشاہ اس زمانہ میں "صدر" کے متلاشی تھے، جو علم و دیانت سے متصف ہو۔ بعض سفارشوں کی بناء پر ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء میں ان کو صدر الصدور مقرر کردیا[1] اور اپنے عہدہ پر مستقل رہے اور مال و منصب کے سلسلہ میں جتنا کہا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ حاصل کیا، کسی بادشاہ کے زمانہ میں ایسا صدر نہیں ہوا۔ بادشاہ کو کچھ دنوں تک ان سے ایسا اعتقاد رہا کہ ان کے پیروں کے سامنے جوتیاں رکھتے تھے۔ آخر مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری اور دوسرے علماء کے قضیہ سے معاملہ اُلٹا ہوگیا۔ اور بعض معاملات کی بنا پر ان سے مزاج سلطانی برہم ہوگیا۔ ۹۸۶ھ/۱۵۷۸-۹ء میں صدارت کے عہدہ سے معزول ہوئے آخر بہت خرابی کے بعد وہ اور ملا عبداللہ سلطان پوری کو جو باہم مخالف تھے ایک دوسرے کا رفیق بنا کر مکہ معظمہ بھیج دیا گیا۔ پھر بھی دونوں کے درمیان سے کدورت رفع نہیں ہوئی آخر بے صبری کرکے وہ دونوں پھر ہندوستان واپس آگئے۔ ملا عبداللہ نے ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں گجرات میں وفات پائی اور شیخ عبدالنبی بادشاہ کی خدمت میں آئے مدتوں قید خانے میں قید رہے اور اسی قید میں ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں انتقال ہوا۔ امام قفال مروزی شافعی نے امام ابوحنیفہ پر جو طعن کیا تھا اس کے رد میں عربی زبان میں شیخ عبدالنبی نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔[2]

[2] شیخ عبدالنبی کی معمرہ مسجد دہلی میں موجود ہے۔ اس میں یہ کتبہ نصب ہے۔

فی زمان الخلیفۃ الاکبر	ابداللہ ذاتہ النفاع
تد بنی بقعۃ مقدستہ	شلہا لا یکون فی الاقطاع
شیخ الاسلام طاہر الحرمین	شیخ اہل الحدیث بالاجماع
شیخ عبدالنبی نعمانی	معدن العلم منبع الانفاع
سال تاریخ این بنا نبغی	سال النقل قال خیر بقاع

شیخ عبدالنبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک رسالہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گزرا یہ رسالہ اوراد و ادعیہ پر مشتمل ہے۔

[1] ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء غلط ہے۔ عبدالنبی ۹۷۲ھ/۱۵۶۴-۵ء میں صدر الصدور کے منصب پر مظفر خاں وزیر کل کی سفارش سے مقرر ہوئے۔ (دربار اکبری ص ۲۹۴)

تفصیل کے لئے دیکھئے:۔ (۱) بزم تیموریہ ص ۹۳-۹۴

(۲) رود کوثر ص ۹۱-۱۱۰

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ۲۱۹-۲۲۲

(۴) منتخب التواریخ ص ۴۳۳-۴۳۵

(۵) طرب الاماثل بتراجم الافاضل ص ۲۱۸-۲۲۰

(۶) دربار اکبری ص ۳۹۷

Memoirs of the Archeological survey of India No. 9 – Mosque of Sheikh Abdun-Nabi by Mawlvi K.B. Zafar Hasan (Calcutta, 1921)

(مترجم)

(۳۴۶) عبد النبی شطاری

ان کا نام عماد الدین محمد عارف عثمانی صوفی ہے۔ شطاری سلسلہ میں بیعت واجازت ہے، حنفی مذہب ہیں۔ شریعت کے نہایت متبع ہیں۔ شیخ عبداللہ صوفی شطاری اکبرآبادی کے مرید ہیں۔ بڑے عالم اور صوفی ہیں ان سے عجیب وغریب تصانیف یادگار ہیں۔

تصانیف:۔ (۱) فواتح الانوار شرح لوائح الاسرار للجامی (۲) روائح شرح لوائح المختصر فواتح مذکور) (۳) ذریعۃ النجاۃ شرح المشکوٰۃ (۴) شرح الفصوص (۵) شرح ترجمہ فصوص (۶) شوارق اللمعات فی شرح اللمعات (۷) شرح خلاصۃ العشق (۸) شرح جام جہاں نما (۹) شرح اللطیفۃ الغیبیہ (۱۰) شرح نخبۃ الفکر (۱۱) شرح آداب حقی (۱۲) شرح معمائی میر حسن (۱۳) شرح جواہر خمسہ (۱۴) شرح کلید مخازن (۱۵) شرح تحفہ حل الودود (۱۶) فیض الخبیر (شرح حاشیہ سید شریف بر عضدی) (۱۷) رسالہ در تعریف فقر (۱۸) رسالہ کشف الجواہر (۱۹) رسالہ در اسم ذات (۲۰) رسالہ در شرح حدیث خیر الاسماء عبداللہ وعبدالرحمان

(۲۱) رسالہ کنوز الاسرار فی اشعار الشطار (۲۲) جامع کلم الصوفی (۲۳) مقامات العارفین (۲۴) فتوحات المغیبہ (۲۵) حدائق الانشاء (۲۶) رسالہ ناسخ ومنسوخ مسمیٰ بدستور المفسرین (۲۷) بحر الکرم شرح عین العلم (۲۸) حاشیہ شرح جامی (از مبحث حال تا مجرورات) (۲۹) سواطع الالہام، شرح حدیث الصلواۃ معراج المومنین (۳۱) شرح حدیث کنت کنزا مخفیا (۳۲) دستور السعادۃ فی بیان الولایۃ (۳۳) فیض القدوس منتخب نقد النصوص (۳۴) مطالع الانوار الخفی شرح اجوبۃ الولی جواہر الاسرار (۳۵) شرح الفصوص الفارابی (۳۶) فیض الملک المبین شرح حق المبین (۳۷) حاشیہ بر نقد النصوص، (۳۸) لوامع الانوار فی مناقب السادات الاطہار (۳۹) رسالہ سماع (۴۰) رسالہ در جواب اسولہ فاضل نارنولی (۴۱) شرح جواب شیخ ابن سینا کہ بر مکتوب ابو الخیر مولانا ابو سعید نوشتہ (۴۲) مواہب الٰہی شرح اصول ابراہیم شاہی (۴۳) شرح ارشاد النحو قاضی شہاب الدین (۴۴) روح الارواح شرح حکمۃ الشرقیہ (۴۵) رسالہ ایمان فرعون (۴۶) رسالہ خلوات الوجود (۴۷) رسالہ ناسخ التناسخ (۴۸) شرح حضرات خمس وغیرہا۔

اِن کا سال انتقال معلوم نہ ہوسکا، فواتح الانوار کے خاتمہ میں جو بتاریخ ۸ ذی الحجہ یوم جمعہ ۱۰۲۰ھ میں تصنیف ہوئی لکھتے ہیں"۔ بروز جمعہ ۸ ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ میں والد بزرگوار کے مرقد کے پاس شہر آگرہ میں (اللہ اس کو تمام مکروہات سے محفوظ رکھے) فراغ حاصل کیا اور اس کے اتمام کی تاریخ "افضال حق" ہوئی"۔ اس عبارت سے صاحب ترجمہ (عبد النبی شطاری) کا زمانہ حیات جیسا کہ ذکر ہوا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔[۱]

[۱] طرب الاماثل بتراجم الافاضل ص ۲۲۷-۲۲۹

[۲] India's Contribution to the Hadith Literature pp. 139-140 (مترجم)

(۳۴۷) مُلّا عبد النبی احمد نگری

ملا عبد النبی احمد نگری ابن قاضی عبد الرسول العثمانی الاحمد نگری گجراتی، اپنے زمانے کے علامہ اور یگانۂ زماں تھے، شاہ وجیہہ الدین علوی احمد آبادی کے مرید وشاگرد تھے۔ ان کی بہت سی

تصنیفات مشہور ہیں جن سے ان کا علمی مرتبہ معلوم ہوتا ہے ان میں ایک کتاب جامع الغموض منبع الفیوض کے نام سے کافیہ (نحو) کی مبسوط شرح فارسی زبان میں ہے جو گجرات میں ۱۱۴۲ھ/۱۷۳۰-۱۷۳۱ء میں تالیف کی اور شرح تہذیب یزدی پر حاشیہ لکھا۔

(۳۴۸) شیخ عبدالواحد بلگرامی شاہدی

شیخ عبدالواحد بلگرامی، شاہدی تخلص، فضائل و کمالات اور ریاضات و عبادات کے مالک تھے، اچھے اخلاق اور نیک صفات سے متصف تھے۔ ان کے باپ کا نام ابراہیم بن قطب تھا ان کا اصلی وطن بلگرام ہے۔ ان کے بزرگوں میں سے بعض نے قصبہ باڑی [illegible] قیام کر لیا وہ بلگرام آگئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ سید حسین ساکن سکندرہ کے مرید تھے۔ ان کی تصنیفات حقائق و معارف سے عبارت ہیں۔ ان میں سے حقائق ہندی، حل شبہات، شرح کافیہ ([illegible] اس کو تصوف کے معانی سے حل کیا ہے)، شرح نزہۃ الارواح اور سبع سنابل (تصوف میں) [illegible] ہیں۔ اکبر بادشاہ نے ان کو بہت تعظیم سے بلایا، سیور غال میں زمین دی، مؤلف نفائس المآثر نے ان کو اکابر قنوج سے شمار کیا ہے۔ اس لئے کہ بلگرام سرکار قنوج میں شامل تھا۔ ان کی منظومات میں "مناظرہ انبہ و خربزہ" اہل ذوق کو لطف دیتا ہے ان کی عمر سو سے متجاوز ہو گئی تھی۔ انتقال شب جمعہ سوم رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء میں بلگرام میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ایک عزیز نے اس طرح تاریخ نکالی ہے۔

؎ چو رفت واحد صوری و معنوی گفتم　　ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم سوم

مصرعہ ثانی میں تاریخ ظاہر اور پوشیدہ موجود ہے اس کی تفصیل اس طرح [illegible] ابجد سے دوسرے مصرع میں بیس عدد زیادہ ہیں اور ان کا [illegible] کیا ہے لفظ واحد جس کے ۱۹ عدد ہوتے ہیں اور واحد کے معنی ایک [illegible] ان کا مجموعہ بیس ہوا۔ ان کو خارج کر دیا "۱۰۱۷" ان کی وفات کے اعداد باقی رہ گئے۔[1]

[1] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۵-۳۲

(۲) منتخب التواریخ ص ۶۲۶

(۳) انوار العارفین ص ۴۵۹-۴۶۰

(۴) اصح التواریخ جلد اول ص ۹۸۴-۲۵۰

(۵) کاشف الاستار (قلمی) از شاہ حمزہ مارہروی ورق ۴۱-۴۲ (مملوکہ سید فرح علی جلالی بدایونی)

(۶) گلشن ابرار (قلمی) از ریاض الدین سہسوانی ص ۱۸-۱۹ (مملوکہ مولوی احیہ الدین نظامی، نظامی پریس بدایوں)

(۷) ہدایت المخلوق (قلمی) ہدایت نمبر ۷ (مترجم)

(۳۴۹) میر عبدالواحد بلگرامی

واحد، ذوقی تخلص رکھتے تھے، ہندی اور فارسی زبان میں شعر کہتے تھے، انھوں نے دیوان کے انداز پر "شکرستان خیال" ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں [۱]

[۱] ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۱-۲۲ء میں انتقال ہوا۔
ملاحظہ ہو:- مفتاح التواریخ ص ۳۰۸ (مترجم)

(۳۵۰) مولوی عبدالواحد فرنگی محلی

مولوی عبدالواحد، مولوی عبدالاعلیٰ بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے بڑے صاحبزادے تھے، پہلے ملا ازہار الحق کی خدمت میں تحصیل علم کی اور بقیہ درسی کتابیں اپنے دادا کی خدمت میں مدراس میں پڑھیں، تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد منصب قضا و افتاء کے حاصل کرنے کے ارادہ سے کلکتہ گئے اور عدالت بنگال کے حاکم ہارنگٹن سے ملاقات کی مگر مقصد حاصل نہ ہوا، فتح دہلی کے بعد ڈھائی سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر حاکم مذکور کی سفارش سے رہتک کے مفتی ہو گئے۔ وہاں سے تبدیل ہو کر پانی پت پہنچے۔ کچھ دنوں کے بعد

انتقال ہوگیا۔ ؎

؎ ۲۹ محرم ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء میں انتقال ہوا۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۴۲ (مترجم)

(۳۵۱) مولوی عبدالواجد خیرآبادی

مولوی عبدالواجد خیرآبادی، مولوی محمد اعلم سندیلوی کے ہمشیرزادے اور شاگرد تھے۔ ان کے شاگردوں میں مولوی فضل امام صدرالصدور دہلی بہت مشہور ہوئے ہیں۔ مولوی امام العلم خیرآبادی۔ شارح قصیدہ بردہ ان کے پوتوں میں تھے، جو مؤلف اوراق (مولوی رحمان علی) کے ہم سبق تھے اور طبع و ذہن کے اعتبار سے مشارٌالیہ (مولوی عبدالواجد خیرآبادی) کی مثل تھے ؎

؎ مولوی عبدالواجد خیرآبادی اپنے زمانہ کے نامور فاضل تھے، مولوی وہاج الدین گوپاموی، مولوی احمد اللہ خیرآبادی اور مولوی محمد اعلم سندیلوی سے تحصیل علم کی ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳-۴ء میں انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ انتقال

روز جمعہ کہ بود چارم عید | ازجہاں سوئے جنت الماویٰ
رفت و آمد نوید از رضوان | رضی اللہ عنک زود بیا

(تراجم الفضلاء ص ۱۰۴-۱۱) نیز دیکھئے:۔ سیر العلماء ص ۱۸-۱۹ (مترجم)

(۳۵۲) مولوی عبدالواجد فرنگی محلی

مولوی عبدالواجد فرنگی محلی، مولوی عبدالاعلیٰ بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے چھوٹے بیٹے تھے۔ بچپن ہی میں اپنے دادا کے پاس مدراس چلے گئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی عبدالرب سے، درمیانی کتابیں دوسروں سے اور بڑی کتابیں اپنے دادا مولانا عبدالعلی کی خدمت میں پڑھیں پھر لکھنؤ واپس آگئے، وہ اور ان کے چھوٹے چچا مولوی عبدالرب لکھنؤ میں تھے کہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کا مدراس میں انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کی خبر سن کر مولوی عبدالواجد اور ان کے

چچا مولوی عبدالرب مدراس پہنچے اور مولانا مرحوم کی جگہ کے مدعی ہوئے، چونکہ اس سے پہلے مولوی علاء الدین ان کی جگہ پر مقرر ہو چکے تھے رئیس وقت نے ان کا ہٹانا مناسب نہ سمجھا اسی وجہ سے مولانا مرحوم کے خاص مدرسہ کو جو ان کا اپنا تھا مولانا مرحوم کے بیٹے مولوی عبدالرب کے سپرد کر دیا اور مولوی علاء الدین کو دوسری جگہ دے دی۔ مولانا مرحوم کا نصف مشاہرہ مولوی عبدالرب کو اور نصف مولوی علاء الدین کو مقرر کیا۔ مولوی عبدالرب اپنے بھتیجے مولوی عبدالواجد کو اپنا قائم مقام کر کے خود علیحدہ ہو گئے۔ اس وقت سے مولوی عبدالواجد مولانا مرحوم کے مدرسہ کے نیابتہً مدرس ہوئے (مولوی عبدالواجد) لاولد فوت ہوئے [1]

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۴۳

(۲) حدیقۃ المرام نمبر شمار ص ۱۰۸۴ (مترجم)

(۳۵۳) حاجی عبدالولی تترخانی کشمیری

حاجی عبدالولی تترخانی کشمیری، فاضل کامل اور محدث تھے۔ اپنے وطن تترخان واقع ترکستان سے حرمین شریفین پہنچے اور حج ادا کیا مدرسہ دارالشفاء میں شیخ ابوالحسن سندھی سے حدیث و تفسیر کی اجازت حاصل کر کے کشمیر واپس آئے اور تتمۃ الحواشی ملا کوسج کو شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کی خدمت میں پیش کئے، کتب حدیث و تفسیر کی اجازت ان کو دی اور ایک مدت تک ان کے مکان پر مقیم رہے آخر ظالموں کے ہاتھ سے ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷-۸ء میں شہید ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۴۵ (مترجم)

(۳۵۴) مولوی عبدالوالی فرنگی محلی

مولوی عبدالوالی فرنگی محلی ابن محمد اکرم بن مفتی محمد یعقوب، تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد اپنے نانا ملا انوار الحق سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفۂ برحق اور مجاز مطلق ہوئے۔ تمام عمر یادِ الٰہی اور عبادات و ریاضات میں بسر کر دی ۲۲ رشعبان ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۳ء میں نوے سال کی عمر میں

انتقال ہوا، مولوی عبدالباسط نے "کنت کنزاً مخفیاً" سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ [1]

[1] "اذکار اور اوراد و اشغال اور علم تصوف اپنے پیر و مرشد سے حاصل کیا اور تدریس کتب درسیہ ترک فرما کر مثنوی شریف کا درس دینا شروع کیا یہ حلقۂ درس بہت وسیع ہوتا تھا اور اس میں مثنوی شریف کے نکات عجیبہ اور دقائق غریبہ بیان فرماتے، اوائل زمانہ میں نہایت عسرت و تنگی سے بسر ہوئی، لیکن کبھی آپ نے کسب معاش و حصول دنیا کی جانب توجہ نہ فرمائی بعض اوقات متعدد فاقے گھر والوں پر ہو جاتے مگر کسی سے تذکرہ نہ فرماتے۔" آپ کے ملفوظات الاسرار العالیہ فی مناقب الوالیہ کے نام سے مولوی عبدالغفار نے مرتب کئے ہیں۔

ملاحظہ ہو:- (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۷ - ۱۲۹

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۴۰ - ۴۱ (مترجم)

(۳۵۵) مولوی عبدالوحید فرنگی محلی

مولوی عبدالوحید فرنگی محلی بن مولوی عبدالواحد بن مولوی عبدالاعلیٰ بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم، کتب درسیہ مولوی قدرت علی، مولوی سراج الحق، مولوی ولی اللہ اور اپنے چچا مولوی عبدالواجد فرنگی محلی سے پڑھیں ۵ شعبان ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۵ء میں لاولد فوت ہوئے۔ [1]

[1] صاحب تذکرہ علمائے فرنگی محل نے تاریخ انتقال ۸ شعبان ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۴۲ - ۱۴۳ (مترجم)

(۳۵۶) حاجی سید عبدالوہاب بخاری

حاجی عبدالوہاب بخاری، شاہ جلال بخاری کی اولاد میں ہیں جو جلال الدین مخدوم جہانیاں [1] کے دادا تھے۔ شاہ جلال مذکور کے دو بیٹے تھے ایک سید احمد اور دوسرے سید محمود، مخدوم جہانیاں سید محمود کے بیٹے تھے اور حاجی عبدالوہاب سید احمد کی اولاد میں ہیں۔ وہ بزرگ (حاجی عبدالوہاب) علم و عمل اور حال و محبت سے متصف تھے شروع زمانہ میں جب وہ ملتان میں رہتے تھے ایک

روز اپنے پیر اور اُستاد شاہ صدرالدین بخاری کی خدمت میں بیٹھے تھے ان سے اُنھوں نے سُنا وہ فرماتے تھے دنیا میں ایسی دو نعمتیں موجود ہیں جو تمام نعمتوں سے افضل ہیں۔لیکن لوگ ان دونوں نعمتوں کی قدر نہیں پہچانتے اور ان کا خیال نہیں کرتے اور اُن کے حصول سے غافل ہیں ایک یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وجود مُبارک مدینہ میں زندہ صورت میں موجود ہے اور لوگ اس سعادت کو حاصل نہیں کرتے اور دوسرے قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ بے واسطہ اس سے کلام کرتا ہے اور مخلوق اس سے غافل ہے۔جب شاہ عبدالوہاب نے اپنے پیر کی یہ بات سنی تو اپنے پیر کے پاس سے اُٹھے اور مدینہ کی زیارت کی رخصت چاہی۔خشکی کے راستہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو گئے اور یہ سعادت حاصل کی وطن واپس آئے پھر بعض واقعات زمانہ کی بنا پر سلطان سکندر لودی کے عہد میں دہلی آئے سلطان سکندر لودی ان کا بہت معتقد ہوا جو کچھ ان کی تعظیم و تکریم کے شرائط تھے اُن کی رعایت کی دوبارہ پھر دہلی سے حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کیا اور بار دیگر اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کیا۔حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بشارت پائی پھر دہلی آئے۔
ان کی ایک تفسیر ہے جس میں اکثر بلکہ تمام قرآن مجید کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت سے عبارت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اس میں بہت سے نکات عشق اور اسرار محبت درج کئے ہیں غالباً اس کا وقوع غلبۂ حال و استغراق میں ہوا تھا۔ان کی کچھ باتیں شیخ المحدثین نے انتخاب کرکے اخبار الاخیار میں درج کی ہیں تفسیر مذکور کی تصنیف کا آغاز ماہ ربیع الثانی ۹۱۵ھ ۱۵۰۹ء میں ہوا اور اس کا اختتام بروز دوشنبہ ۷ ماہ شوال سن مذکور میں ہوا۔ وہ ۹۳۲ھ ۱۵۲۵-۲۶ء میں فوت ہوئے کہ "شیخ حاجی" سے اتنے ہی عدد نکلتے ہیں۔
ان کا مقبرہ شاہ عبداللہ کے مقبرے کے قریب دہلی میں واقع ہے ان کو شاہ عبداللہ سے زندگی میں اس قدر محبت و علاقہ تھا۔جیسے کہتے ہیں کہ "فنا فی الشیخ ہوتا ہے"۔چنانچہ ان کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) مفتاح التواریخ ص ۱۴۵

(۲) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۲۲۳-۲۲۴

(۳) اخبار الاخیار ص ۲۱۵-۲۱۹

(۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۸۳

(۵) تاریخ اولیائے دہلی ص ۹۹-۱۰۰ (مترجم)

(۳۵۷) میر عبدالوہاب منور آبادی

میر عبدالوہاب منور آبادی بن میر ہاشم، عالم، فاضل، عامل، فقیہہ کامل، متورع اور متقی تھے۔ تمام عمر قال اللہ وقال الرسول کے ذکر میں بسر کر دی۔ اسی سال کی عمر میں ۱۱۵۲ھ ۴۰-۱۷۳۹ء میں انتقال ہوا[1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۴۳ (مترجم)

(۳۵۸) شیخ عبدالوہاب قنوجی

نواب منعم خاں بہادر خطاب تھا شہر قنوج محلہ راج گیر کے رہنے والے تھے، فاضل اجل، عالم بے بدل، علوم متعارفہ میں مہارت کلی رکھتے تھے، علوم درسیہ میں ان کی مفید تصانیف ہیں ان میں سے مفتاح الصرف اور بحر المذاہب علم کلام میں اور کتاب الصدرہ عقائد میں بتائی جاتی ہے[1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۵۸ (مترجم)

(۳۵۹) سید عبدالوہاب سالوری

شاہ عبدالوہاب سالوری ابن شاہ عبدالمجید[1] کہتے ہیں کہ ان کا علم خدائی عطیہ تھا، مطالعہ کتب اور تدریس علم میں مشغول رہتے تھے ۹۶۵ھ ۲-۱۵۶۱ء میں انتقال ہوا اور سالور میں دفن ہوئے۔

[1] عبدالحق محدث دہلوی نے ان کے والد کا نام عبدالحمید لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:- اخبار الاخیار ص ۲۵۳ (مترجم)

(۳۶۰) شیخ عبدالوہاب متقی

عبدالوہاب متقی، ابن شیخ ولی اللہ مندوی برہان پوری۔ عہد طفلی میں ان کے والدین کا انتقال ہوگیا، اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور طلب حق میں،

فقر، تجرد، مسافرت اور دنیا کی سیاحت اختیار کی، انہوں نے زیادہ تر گجرات، نواحِ دکن، سیلون اور سراندیپ میں سیاحت کی، تین روز سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرتے تھے۔ مگر بعض شہروں میں تحصیل علم اور مشائخ و صلحاء کی محبت کی بناء پر نیز حاجت و غرض کے پورا ہونے تک ضرورت کے موافق ٹھیرتے تھے۔ عین عالم جوانی میں ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء میں مکہ معظمہ پہنچے۔ جب شیخ علی متقی نے ان کے آنے کی خبر سنی تو اس تعارف کی بناء پر جو سابق میں ان کے والد سے تھا۔ بہت مہربانی اور مدارات سے پیش آئے اور ساتھ رہنے کے لئے کہا، اول انھوں نے اپنے ذاتی استغناء کی بناء پر کہا کہ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ کیا نصیب میں ہے۔ غرض شیخ کا فضل و کمال دیکھ کر ان کی صحبت اختیار کر لی اور شیخ کی تالیفات کی کتابت اور ان کے مقابلہ و تصحیح میں مشغول ہو گئے بارہ سال تک شیخ کی مصاحبت میں فقہ و حدیث وغیرہ، علوم شرعیہ میں مہارت کامل حاصل کی اور کاملین اولیاء اللہ سے ہوئے۔ شیخ کی وفات کے بعد ۳۶ سال تک مکہ معظمہ میں علوم ظاہر و باطن کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے اور ایام اقامت میں ایک حج بھی فوت نہ ہوا۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے مکہ معظمہ میں ان سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی اور ان کے مرید ہوئے۔ انھوں نے ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲-۳ء میں اس عالم فانی سے ملک جاودانی کو کوچ کیا، "مندو" پہلے سلاطین مالوہ کا دارالحکومت تھا۔ اور اب ریاست دھار کے زیر حکومت ہے اور مانڈوگڑھ کے نام سے مشہور ہے لہ

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۹۲-۳۹۴

(۲) تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ص ۳۶۸-۳۷۰

(۳) تاریخ برہان پور ص ۱۲۰

(۴) رود کوثر ص ۳۰۴-۳۰۵

(۵) اخبار الاخیار ص ۲۶۹-۲۷۸

(۶) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۱۳۸-۱۴۰

(مترجم)

---

(۳۶۱) شیخ عزیز اللہ تلنبی

شیخ عزیز اللہ تلنبی صاحب ارشاد و ہدایت اور دانش مند فاضل تھے۔ سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں سنبھل میں سکونت اختیار کی، فیاض طبع اور حاضر ذہن تھے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت ذہین مدرس ہیں۔ ہر قسم کی مشکل کتابیں منتہی طلباء کو پڑھاتے تھے اور بغیر مطالعہ کے درس دیتے تھے، کہتے ہیں کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ لوگ امتحان کی غرض سے ایسے سوالات لاتے تھے کہ جن کے جوابات بہت مشکل ہوتے تھے شیخ بغیر کسی دقت کے فوراً حل کر دیتے تھے۔

میاں حاتم سنبھلی ان کے ارشد تلامذہ میں تھے ان کی عجیب و غریب تصانیف مشہور ہیں ان میں سے رسالہ عینیہ ہے جو انھوں نے شیخ امان اللہ پانی پتی کے رسالہ غیریہ کے جواب میں لکھا ہے، ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷-۸ء میں انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تلنبہ ملتان کے قریب ایک شہر ہے[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) منتخب التواریخ ص ۳۹۸-۳۹۹

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۲۵-۲۲۶ (مترجم)

(۳۶۲) مولوی عسکر علی سندیلوی

مولوی عسکر علی سندیلوی، مولوی حمد اللہ سندیلوی کے بڑے بیٹے تھے اپنے والد سے تحصیل علوم کی اور فراغ حاصل کیا اور ان ہی کے توسل سے بادشاہ دہلی کے حضور میں باریاب ہوئے دربار شاہی سے "خیر اللہ خاں" خطاب اور چند گاؤں جاگیر میں ملے، مدرسہ کی [illegible] ہوگئی۔ مدرسہ مذکور کی تعمیر نواب ابو المنصور خاں صوبہ دار اودھ کے زیر اہتمام شا[illegible] ۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۳-۴ء میں اتمام کو پہنچی، اور مدرسہ منصوریہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی تعمیر کی تاریخ لفظ "خیر المدارس" سے نکلتی ہے۔ جس میں خیر اللہ خاں کی طرف نسبت ہے (مولوی عسکر علی) اس مدرسہ میں طلباء کے درس و افادہ میں مشغول رہے، بارھویں صدی کے آخر میں انتقال ہوا۔

(۳۶۳) ملا عصمت اللہ سہارن پوری

ملا عصمت اللہ سہارن پوری برصغیر ہند پاکستان کے مشاہیر علماء میں سے ہیں اگرچہ بظاہر بصارت سے محروم تھے۔ لیکن باطن میں چشم بصیرت روشن تھیں۔ اپنی تمام عمر خدمت علم وتدریس میں بسر کردی۔ ان کی عجیب تصانیف ہیں، مثلاً شرح خلاصۃ الحساب اور حاشیہ فوائد ضیائیہ (شرح ملا جامی) ۱۰۳۹ھ/۳۰-۱۶۲۹ء میں انتقال ہوا۔

لہ ملا عصمت اللہ ولد محمد اعظم سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں شرح تشریح الافلاک رسالہ "حرمۃ الغناء والمزامیر" اور ترغیب باب المعروف والمنکر بھی ہیں نزہۃ الخواطر (جلد ششم ص ۱۸۱) میں سال وفات ۱۱۳۳ھ/۲۱-۱۷۲۰ء تحریر ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۰۵-۲۰۶
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۷
(۳) نزہتہ الناظرین جلد ششم ص ۱۸۰-۱۸۱
(۴) سبحۃ المرجان ص ۵۲
(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۰
(۶) قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب ص ۱۹۷ (مترجم)

(۳۶۴) مولوی عصمت اللہ لکھنوی

مولوی عصمت اللہ لکھنوی، مولوی عبدالقادر کے بڑے بیٹے اور شیخ پیر محمد سلونی کے مرید تھے۔ وہ قرآن کے حافظ اور علوم عربیہ کے عالم تھے، علم وعمل میں اپنے بھائیوں سے ممتاز تھے۔ سپاہیانہ لباس کو اپنے حال پر موزوں کر کے امراء کی طرح بادشاہ وقت کی خدمت میں رہتے تھے۔ ۲ رجب سہ شنبہ ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء کو دکن کے راستے میں، موضع برہندہ میں وفات پائی اور ۱۷ شوال سن مذکور میں موضع بھدانوہ (متصل شہر لکھنؤ) میں

دفن ہوئے "خلد اللہ بن ار النعیم" ان کی تاریخ رحلت ہے۔

لہ ملاحظہ ہو:- نزہتہ الخواطر جلد ششم ص ۱۷۹ - ۱۸۰ (مترجم)

(۳۶۵) ملا علاء الدین نیلی

مولانا علاء الدین نیلی اودھ کے علماء میں تھے۔ پاکیزہ روش اور صفائے خوب کے مالک تھے۔ مولانا فرید الدین شافعی سے جو اودھ کے شیخ الاسلام تھے تفسیر کشاف پڑھتے تھے اور مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی اور اودھ کے دوسرے علماء شریک ہوتے تھے۔ علماء کی زینت تھے لیکن تصوف سے بھی لگاؤ تھا، اگرچہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے صاحب اجازت تھے لیکن ایک مرید بھی نہیں کیا ان کو اپنے پیر سے بہت محبت تھی ان کی قبر دہلی میں ان کے دوستوں کے چبوترہ کے نزدیک ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ لہ

لہ ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الاخیار ص ۹۱-

(۲) سیر الاولیاء ص ۲۵۸-۲۵۹-۲۷۵

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۶۱ (مترجم)

(۳۶۶) ملا علاء الدین لاہوری

ملا علاء الدین لاہوری، شیخ منصور لاہوری کے بیٹے تھے۔ مشہور فاضل اور مدرس تھے۔ مدتوں خانخانان کی مصاحبت میں معزز و مکرم رہے۔ جب محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے تب بھی بہت اعتبار پایا۔ ہر چند سپاہ گری کی خدمت دی گئی مگر قبول نہیں کی۔ درس و افادہ میں مشغول [illegible] جو کچھ جاگیر سے ملتا تھا سب طلباء پر خرچ کر دیتے تھے۔ ان کی تصنیفات [illegible] شرح عقائد مشہور ہے زیارت حج سے مشرف ہوئے اور وہیں انتقال ہوا لہ

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۲۳۱ (مترجم)

---

(۳۶۷) ملا علاء الدین فرنگی محلی

ملا علاء الدین فرنگی محلی، ملا نور الحق بن ملا احمد انوار الحق بن ملا احمد عبد الحق کے حقیقی بھائی تھے، کچھ دنوں تحصیل علم ملا محمد مبین فرنگی محلی سے کی، اس کے بعد اپنے چچا ملا احمد ازہار الحق سے بانس بریلی (روہیل کھنڈ) میں استفادہ کیا، جس زمانہ میں ملا عبد العلی بحر العلوم بہار میں منشی صدر الدین کے مدرسہ میں مدرس تھے تو اپنے چچا ملا ازہار الحق کے ہمراہ وہاں پہنچے اور فاتحہ فراغ پڑھی پھر اپنے وطن واپس ہوئے اور اپنے والد سے بیعت کی، اشغال باطنی میں کوشش کرتے تھے کچھ درس و تدریس میں بھی رہتے تھے جب مولانا عبد العلی بحر العلوم مدراس گئے تو وہ بھی ان کی خدمت میں رہے اور مولانا کی زندگی میں ان سے علوم کی تحصیل و تکمیل کرتے رہے۔ مولانا کی وفات کے بعد ان کے داماد ہونے کی وجہ سے نواب مدراس کی سرکار میں مدرس مقرر ہوگئے۔ اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز ہوئے ان کی تصنیفات سے شرح فصول اکبری ہے۔ ۱۲۴۲ھ / ۷-۱۸۲۶ء میں مدراس میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

لے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۹۱-۹۲

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۳۷-۳۸

(۳) حدیقۃ المرام نمبر شمار ص ۱۰۷

(مترجم)

(۳۶۸) مولانا علاء الدین لاری

مولانا علاء الدین لاری نے عقائد نسفی پر حاشیہ لکھا ہے۔ آگرہ میں خانزماں کی خدمت میں پہنچے اور درس علوم میں مشغول ہوگئے۔ پھونس سے مدرسہ بنایا اس کی تاریخ "مدرسہ خس" ہے ۹۶۹ھ / ۲-۱۵۶۱ء میں حج کو گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳۶۹) مولوی علی اصغر قنوجی

مولوی علی اصغر بن مولوی عبد الصمد، قنوج کے اکابر علماء میں تھے ۱۰۵۱ھ / ۲-۱۶۴۱ء میں پیدا ہوئے۔

ملا محمد قنوجی اور ملا عصمت اللہ سہارن پوری سے ابتدائی، وسطی اور آخری کتابیں پڑھ کر ملا محمد زماں کاکوروی کی خدمت میں فاتحہ فراغ پڑھا علوم عقلی و نقلی کے جامع، تصوف و سلوک کے امام اور شاہ پیر محمد لکھنوی کے مرید و خلیفہ تھے اپنی عمر کے ساٹھ سال طلباء کی تدریس میں گزار دیئے اور بہت سے علماء و فضلاء آن سے تربیت حاصل کر کے صاحب فضیلت ہوئے۔ ذیل کی تصانیف ان سے یادگار ہیں۔

اللطائف العلیہ فی معارف الالہیہ۔ تبصرۃ المدارج (سلوک) العقیدۃ المہیمیہ فی النفحۃ المحمدیہ، شرح قصیدہ مذکورہ، النفائس العلیہ فی کشف اسرار المیمیہ، تفسیر ثواقب التنزیل (جو ایجاز و اختصار میں جلالین کے ہم پلہ ہے اور علوم ادبیہ و مسائل شرعیہ میں کشاف و بیضاوی پر فوقیت رکھتی ہے) شرح فصوص الحکم، ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء میں فوت ہوئے۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ وفات نظم کی ہے۔[۱]

قطعہ تاریخ انتقال مولوی اصغر قنوجی

از میر غلام علی آزاد بلگرامی

مولوی زماں علی اصغر — از وفاتش کمال شد معدوم

سال تاریخ او نوشت خرد — شد نہاں آفتاب صبح علوم

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۸

(۲) ابجد العلوم ص ۹۳۰ - ۹۳۱

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۶۸

(۳۷۰) قاضی علی اکبر جڑیاکوٹی

قاضی علی اکبر جڑیاکوٹی، ابن قاضی عطا رسول ابن قاضی غلام مخدوم عباسی، ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے، اگرچہ ان کے تحصیل علم کا سلسلہ کسی اُستاد کے ذریعہ سے ختم نہ ہوا اور ان کا علمی پایہ (بذریعہ درس) فوائد ضیائیہ جامی سے آگے نہ بڑھا مگر چونکہ ان کی تیزی ذہن اور قوت حافظہ اللہ

تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور (اللہ کے) فیض نامتناہی کے سمندر کی ایک موج تھی اس لئے میں ان کے بعض حالات کا بیان کرتا ہوں اور آیۂ کریمہ "ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" وردزبان کرتا ہوں۔

ان کے والد ماجد قاضی عطا رسول اگرچہ صاحب علم و استعداد تھے اور فرائض و فقہ میں اچھی مہارت رکھتے تھے مگر چونکہ حکومت انگلشیہ کی طرف سے کبھی منصفی اور کبھی تحصیلداری کے عہدہ پر مامور رہے۔ اس لئے صاحب ترجمہ (قاضی علی اکبر) کی تعلیم پر توجہ نہ کر سکے اپنے فطری شوق کی بنا پر جو مبدا فیاض نے ان کے دل میں ودیعت کیا تھا۔ کتاب گلستاں انھوں نے اپنے استاد سے ختم کیا۔ اس وقت اتنی قوت اور استعداد پیدا ہو گئی کہ وہ اس استعداد سے فارسی کی جملہ مروجہ کتابوں کو استاد کی مدد کے بغیر حل کر لیتے تھے۔ اس کے بعد عربی کی صرف و نحو کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور مختلف مقامات سے مختصرات ابتدائی کو حاصل کر لیا اور قوت مطالعہ کی بنیاد کو مضبوط بنایا۔ ان کے ساتھیوں سے منقول ہے کہ ہم نے ان کو تحصیل علم کے موقعہ پر کبھی کوشش میں مشغول نہیں دیکھا، مگر ہر سوال کا جواب ان سے بلا تامل سنتے تھے۔ کتاب کافیہ محشی ان کو مل گئی راتوں کو اس کا مطالعہ کرتے یہاں تک کہ کتاب مذکور کو حواشی کے ذریعہ سے ختم کر دیا۔ اس کے بعد فوائد ضیائیہ کے چالیس سبق مولوی علی احمد چرباکوٹی سے پڑھے جن سے برادر نسبتی ہونے کا تعلق تھا۔ باقی اسباق اپنے مطالعہ سے ختم کر لئے۔ اسی طرح منطق و کلام میں میبذی مختلف مقامات سے پڑھی تحصیل علم کی کمی کے باوجود سخن فہمی کی استعداد اس قدر حاصل کر لی کہ فلسفہ و کلام کے مسائل دقیقہ، شرح مواقف اور صدرا میں سمجھ لیتے تھے اور عجیب و غریب تحقیقات میں اپنی نادر رائے دیتے تھے اور فنی مشکلات کو حل کرتے تھے۔ جو بحث بھی اختیار کرتے تھے اس میں ہارتے نہیں تھے۔ جس کتاب کو اول سے آخر تک ایک مرتبہ پڑھ لیا پھر دوبارہ اس کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک روز صاحب ترجمہ (قاضی علی اکبر) نے میرے استاد مولانا محمد شکور مچھلی شہری سے "جوہر فرد" کے متعلق مناظرہ شروع کر دیا۔ مولانا محمد شکور نے ان اجزاء کی مثالوں سے گفتگو میں ترکیب اجسام کا رد کیا اور وہ متکلمان سابق کی طرح سے انکار کرتے تھے یہاں تک کہ

اس گفتگو کا سلسلہ ایک ہفتے رہا اور طرفین سے بات نے طول پکڑا آخر کار مولانا محمد شکور نے ان کی بہت تعریف کی اور جوہر شناسی کی داد دی، ایسے مسائل جن میں اختلاف ہو اور نہ انکار کا پہلو ہو اور نہ اقرار کا تو ایسے تقریر کرتے کہ جس سے متاخرین متکلمین نے چشم پوشی کی ہے۔

قاضی مشار الیہ صاحب ثروت ومال اور حکام انگلشیہ کی طرف سے عزو وقار کے مالک تھے، "غدر ہند پاکستان" کے زمانہ میں خیر خواہی کے بدلے میں سرکار انگریزی سے وظیفہ اور اسلحہ رکھنے کی اجازت حاصل کی لیکن اس کے باوجود ہمیشہ تحصیل کمال کو پسند کرتے تھے اور جاہ و مال کے حاصل کرنے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اپنے صاحبزادگان مولوی عنایت رسول اور مولوی محمد فاروق کو علم و ہنر حاصل کرنے کی تاکید فرماتے تھے ان (بیٹوں) میں سے ہر ایک اپنے باپ کے کمال کا آئینہ ہے اور کبھی سیم و زر کے حصول کی ترغیب نہیں دیتے تھے تصنیف و تالیف کی طرف رغبت نہ تھی دو رسالے ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ایک میں اہل فرنگ کے بعض مزعومات یعنی مسئلہ جذب وانجذاب کا رد کیا ہے اور دوسرا رسالہ شیعوں کے بعض اعتراضات کے رد میں ہے ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶-۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

(۳۷۱) مولوی علی احمد

مولوی علی احمد، حافظ شاہ ابواسحاق سجادہ نشین آستانہ بھیرا ضلع اعظم گڑھ کے بھانجے تھے زہد و تقویٰ میں اپنے دادا کی طرح یگانہ روزگار تھے ان کی ولادت با سعادت ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴-۵ء میں ہوئی اکثر درسی کتابیں فاضل ادیب مولوی محمد سلیم مچھلی شہری سے اور بعض مولوی احمد علی عباسی چریاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، فاضل، مولوی حافظ صاحب اور کے اہل [illegible] ثقات میں سے تھے۔ مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی خط میں لکھتے [illegible]

"راقم سطور تیس سال سے ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا ہے آج تک میں نے کسی کی برائی میں ان کی زبان سے کوئی بات نہیں سنی اور ان کی مجلس کبھی ذکر الٰہی سے خالی نہیں دیکھی۔ آج تک اصلاح سے متصف ہیں۔ لوگوں کی زبان پر ان کی تعریف ہے اور ہمیشہ اعمال حسنہ میں مشغول رہتے ہیں۔"

(۳۷۲) مولوی علی بخش خان بدایونی

مولوی علی بخش خاں بدایوں کے ممتاز عالم اور رئیس تھے۔ مولوی فیض احمد بدایونی کے شاگرد اور مولوی عبدالمجید عین الحق بدایونی کے مرید تھے۔ صدر الصدوری کے منصب کے باوجود جو سرکار انگریزی کی طرف سے ان کو ملا تھا، طلباء کے درس اور مذہبی کتابوں کی تالیف میں مشغول رہتے رسالہ شہاب ثاقب اور رسالہ تائید الاسلام فرقہ نیچریہ کے رد میں ہیں اور ایک رسالہ مذہب شیعہ کے رد میں۔ ان کی تالیف سے مطبوع ہو چکا ہے اور حق پسندوں نے ان کو پسند کیا ہے۔ ان کی بقیہ مفید تصانیف ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵-۶ء میں رحلت فرمائی [۱]

[۱] مولوی علی بخش ابن شیخ سلطان بخش ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱-۲ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے مولوی علی بخش بدایونی سرسید احمد خاں بہادر کے مخالفین میں سر فہرست ہیں۔ مولوی علی بخش خاں کا انتقال ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں ہوا "سید الحاج در بہشت رسیدہ" سے تاریخ انتقال ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء نکلتی ہے۔

تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) نئے اور پرانے چراغ۔ از آل احمد سرور ص ۱۱۱-۱۳۷ (اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۵۱ء)

(۲) قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۹۴

(۳) عین الانسان از قاضی علی احمد محمود اللہ بدایونی ص ۴۷-۴۸

(۴) اکمل التاریخ حصہ اوّل ص ۶۵-۶۶ (حاشیہ) (مترجم)

(۳۷۳) مولوی علی عباس چریاکوٹی

مولوی علی عباس چریاکوٹی ابن شیخ امام علی۔ ابن شیخ غلام حسین، ابن شیخ سعد اللہ، مولوی احمد علی عباسی کے بھتیجے تھے۔ ماں کی جانب سے مولوی، باب اللہ جون پوری سے تعلق ہے فاضل روزگار اور متقی زمانہ تھے۔ کتاب میبذی مولوی ابوالحسن منطقی سے پڑھی اور بقیہ درسی کتابیں اپنے مذکور الصدر چچا (مولوی احمد علی عباسی) سے پڑھیں۔ ان کا حافظہ بہت قوی تھا۔ نہایت

ذہین وفطین تھے حق یہ ہے کہ ایسی ذہانت، ذکاوت اور فطانت کے مالک تھے کہ عہد طالب علمی میں مقابل سے ہمیشہ مناظرہ اور جدال میں مشغول ہوجاتے اور بحث میں کوئی ان سے بازی نہیں لے جاتا تھا۔ ہر کتاب جو استاد سے پڑھتے گویا مناظرہ کرتے۔ یہاں تک کہ وہ درس نظامی میں حواشی زاہدیہ متعلقہ رسالہ قطبیہ تک پہنچ گئے۔ ان کی استعداد، مطالعۂ کتب اور ہر قسم کے مضامین کی تنقید کی وجہ سے کامل اور پوری ہوگئی۔ اس کے بعد تحصیل علم کا سلسلہ چھوڑ دیا اور قدماء و متاخرین کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ دن کو رات اور رات کو دن کر دیتے تھے، چند سال میں جودت حافظہ اور حسن فطانت سے کتب درسیہ اور غیر درسیہ کے اکثر مسائل پر عبور حاصل کرلیا مشہور کتابوں میں سے بہت کم ہوں گی جو ان کی نظر سے نہ گزری ہوں، اکثر درسی کتابوں کو، حواشی کی مدد کے بغیر طلباء کو محققانہ طور سے پڑھاتے تھے۔ جب درس نظامی کے مسائل پر واقفیت حاصل ہوگئی تو عربی ادب اور لغات کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ نظم اور نثر کے مضامین پر بھی قدرت حاصل ہوگئی۔ منطق اور نحو کے اکثر مسائل کو نظم کیا۔ بحث و جدال، ان کی طبیعت پر غالب تھا جو بات زبان پر لاتے برجستہ اس میں خطا پر ہوتے تو دشمن کو جھگڑے سے خاموش کر دیتے ایک روز "جبنت زیدًا" کی مثال میں لفظ "جبنت" کو فعل متعدی اور زید کو مفعول کہا ان کے ایک ذہین طالب علم نے اس کی مخالفت کی اور اس طالب علم کے ساتھ ان کے دوسرے معاصرین نے بھی موافقت کی اس جھگڑے نے اس قدر طول کھینچا کہ معاملہ تقریر سے تحریر تک پہنچا پس مولوی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا اس کے جواب کی کسی طالب علم کو ہمت نہ ہوئی۔

مولوی ممدوح نے قضیہ شرطیہ میں کہ اس کی اقسام غیر حاصرہ متصلہ و منفصلہ مشہور ہیں۔ ایک جدید قسم نکالی اور اس کا نام شرطیہ عباسیہ رکھا اس کی [illegible] وزن عمر بنائی۔ غرض کہ قاضی ممدوح ہر علم کے مسائل کو اپنی تنقید [illegible] حق یہ ہے کہ تحقیق میں حکیمانہ انداز اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ [illegible] اکثر احکام اور خامیاں ظاہر کی ہیں۔ اس مختصر میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

مروجہ علوم میں فن تاریخ و سیر میں کامل تھے اور فن ادب و انشاء نظم و نثر میں اچھی مہارت

رکھتے تھے، دوسرے علوم سے بھی بے بہرہ نہ تھے۔ اوائل حال میں سیر و سیاحت کی غرض سے حیدر آباد دکن گئے، امرائے دولت کی تعریف میں قصائد لکھے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔ وہاں سے واپس آکر اس سرزمین کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا یہ شعر اسی قصیدے کا ہے۔

من حیدرآباد اهرب ولا تقم — فیها فواد اولی المکارم یصدر

اس کے بعد ریاست بھوپال پہنچے وہاں نواب سکندر بیگم والیہ ریاست سے انعامات وغیرہ حاصل کئے اور کچھ دنوں وہاں رہے، زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ بعض ارکان دولت کی مخالفت کی وجہ سے وطن واپس آگئے۔ کچھ دنوں وطن میں بیکار رہے وہاں سے ان کے کمال کی شہرت، آفتاب کی طرح دنیا میں پھیلی۔ والی حیدر آباد نے اپنے ارباب دولت کے مشورہ سے عزت و مرتبہ کے ساتھ بلایا اور بلند منصب و مرتبہ پر سرفراز فرمایا کچھ دنوں منصب دار کے طور پر مقیم رہے۔ اس کے بعد مستعفی ہو کر دو سو روپیہ ماہانہ وظیفہ بلا خدمت پر اکتفا کیا۔ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۴-۵ء میں وطن واپس ہوئے اور آخری ذی الحجہ سن مذکور میں انتقال کیا، گمان غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت ۱۲۳۱ھ ۱۸۱۶ء میں ہوئی۔ یہ ان کے اشعار ہیں :۔

لو کان ندی فی الزمان فهانه — واجبر به انکان فی میقانه

یہ قصیدہ شمس الامراء کی مدح میں کہا ہے :۔

لو لم یکن شمس السماء سمیه — ما هذ ورى لمخضر وانه

یہ بھی ان کا شعر ہے :۔

تفوزك والحواجب المحیا — تشمار هلالات ثریا

فقیر مؤلف (مولوی رحمان علی) ۱۲۶۳ھ ۱۸۴۶ء طالب علمی کے سلسلہ میں غازی پور میں تھا صاحب ترجمہ (مولوی علی عباس) مولوی محمد ظہور مچھلی شہری کی فرودگاہ پر مولوی ابوالحسن منطقی سندھی کے پاس تشریف لائے تو میں نے ان کو دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں تمام اوصاف موجود تھے مگر اس قابلیت کے باوجود نکتہ چینی اور تنقید کی وجہ سے قبولیت حاصل نہ ہوئی اور اپنے ہم عصروں میں مقبول نہ ہو سکے، میں اس وقت حاشیہ عبدالغفور بر شرح ملا جامی اور شرح تہذیب یزدی مولانا مولوی ابوالحسن سے پڑھتا تھا۔ اسی زمانہ میں صاحب

ترجمہ کی کتاب نبراس الفطانہ میری نظر سے گزری۔ حق یہ ہے کہ اس میں خوب دادِ قابلیت دی تھی۔

(۳۷۴) مفتی علی کبیر مچھلی شہری

مفتی علی کبیر مچھلی شہری، تفضل حسین خاں کشمیری کے شاگرد تھے۔ سرکار انگریزی میں مدتوں منصب افتاء پر سرفراز رہے۔ اس منصب سے پنشن یاب ہوکر خانہ نشین ہو گئے۔ جامع اوراق (رحمان علی) جب ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں مولانا محمد شکور مرحوم و مغفور مچھلی شہری کے تلامذہ میں جوان کے بھانجے تھے شامل ہوا تو ان کو دیکھا کہ ضعیف و نحیف تھے۔ صرف ہڈیاں اور کھال رہ گئی تھی۔ ان کا قد، کمر جھک کر مثل رکوع کے ہو گیا تھا۔ غالباً اس وقت نوے سال کی عمر ہوگی۔ جب کبھی ہم طلباء ان کی خدمت میں پہنچ جاتے تو نہایت اخلاق حمیدہ سے ہم لوگوں کا احوال پوچھتے۔ اگر کوئی کتاب مانگتا تو جس حالت میں کتاب رکھی ہوتی اسی حالت میں کتاب اٹھا کر دے دیتے اور یہ کہہ دیتے ؎

کتابم می دہم لاکن بایں شرط کہ طبل و بوق و صندوقش نسازی

؎ مفتی علی کبیر کا ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲-۳ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو:۔
نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۲۴-۲۲۵ (مترجم)

(۳۷۵) قاضی علی محمد بیجاپوری

قاضی علی محمد، سلطان ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ محدث، مفسر اور فقیہ تھے۔ اُستاد الاولیاء کے لقب سے مشہور تھے۔ گجرات سے بیجاپور آئے، وہاں ایک مدرسہ کا افتتاح کیا۔ اس مدرسہ سے بہت سے طلباء مستفید ہوئے۔ ان کے شاگردوں میں شاہ برہان، شیخ ابوتراب مدراسی، سید محمد مدراسی اور قاضی ابراہیم زبیری مشہور ہیں۔ سابق الذکر سلطان کے عہد میں بیجاپور کے منصب قضاء پر سرفراز رہے۔ ۴ ماہ ذی الحجہ ۱۰۶۶ھ/۱۶۶۰ء میں انتقال ہوا اور بیجاپور میں دفن ہوئے۔

(۲۷۶) ملا علی محدث سمرقندی

ملا علی محدث سمرقندی، ملا صادق حلوائی کے بھائی تھے، علم حدیث، عرب میں تحصیل کیا، بہت پرہیزگار اور متقی تھے۔ ہندپاکستان آکر ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں انتقال ہوا۔ ملا عالم علی کابلی نے یہ تاریخ نکالی ہے [1]

قطعہ تاریخ انتقال ملا علی محدث سمرقندی

از عالم علی کابلی

دریغا کہ ناگاہ ملا علی را ۔۔۔ ربود از میاں دست بر حوادث

پے سال تاریخ او سال دیگر ۔۔۔ بگو مرد ملا علی محدث

[1] ملاحظہ ہو۔ مفتاح التواریخ ص ۱۸۵ (مترجم)

(۲۷۷) شیخ علی متقی برہان پوری

شیخ علی متقی برہان پوری، بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خاں، المتقی لقب تھا، قادری شاذلی، مدنی چشتی مشرب، وطن جون پور، برہان پور میں پیدا ہوئے مکہ میں رہے۔ ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء میں برہان پور (دکن) میں پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی کہ ان کے والد نے الشیخ باجن برہان پوری کا مرید کرا دیا، خود ان (حسام الدین) کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد کچھ دنوں امراء و سلاطین کی صحبت میں وقت گزارا پھر عین عالم شباب میں جذبۂ ازلی کی بناء پر شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن کی خدمت میں پہنچے سلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا، برہان پور سے ملتان کا سفر اختیار کیا اور شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں پہنچے، تفسیر بیضاوی اور عین العلم ان کی خدمت میں پڑھیں اور سلوک نیز طریقہ زہد و تقویٰ ان کی بابرکت صحبت میں حاصل کیا، اسی زہد و تقویٰ کی برکت سے حرمین شریفین کی توفیق ہوئی وہاں شیخ ابوالحسن بھکری کی

شاگردی اختیار کی اور اس علاقہ کے دوسرے علماء سے بھی مستفید ہوئے۔ شیخ محمد بن محمد بن محمد سخاوی سے قادریہ شاذلیہ سلسلے میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے اور ایک عالم کو اپنی طاعات، مجاہدات اور علوم دینی و فنون یقینی کے فیوض و فوائد سے مستفید فرمایا، علم حدیث و تصوف کے کتب و رسائل کے جمع و تالیف میں مشغول رہے۔ ان میں سے جامع صغیر و جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی کو جو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب تھی فقہ کے ابواب پر مرتب کیا پھر ان میں سے انتخاب کیا۔ جو بہت اچھا اور مناسب تھا رسالہ تبیین الطرق اور مجموعہ حکم کبیر تصوف میں ان کی تصنیفات ہیں۔ عربی و فارسی میں ان کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں ۲ر جمادی الاول ۹۷۵ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا، علیہ الرحمۃ ربہ الودود، لفظ "قضی نحبہ" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۸۲-۳۸۳
(۲) ماثر الکرام دفتر اول ص ۱۹۲-۱۹۴
(۳) تاریخ برہان پور ص ۱۱۶-۱۱۹
(۴) اخبار الاخیار ص ۲۵۷-۲۶۶
(۵) رود کوثر ص ۳۰۵-۳۱۱
(۶) مفتاح التواریخ ص ۱۷۷
(۷) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۲۴-۴۰۴
(۸) سبحۃ المرجان ص ۴۳
(۹) ابجد العلوم ص ۸۹۵

(مترجم)

(۳۷۸) ملا علی مہائمی

ملا علی مہائمی ابن شیخ احمد نوائت (بروزن ثوابت)، اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور عارف تھے، وحدت الوجود کے قائل تھے، ان کی متبرک اور معتبر تصانیف ہیں۔ ان میں سے تفسیر

رحمانی ہے۔ جس کو تفسیر مہائمی بھی کہتے ہیں۔ زوارف شرح عوارف المعارف، شرح فصوص الحکم، شرح نصوص مصنفہ شیخ صدر الدین قونوی، ادلۃ التوحید، رسالہ دربیان وجوہ اعراب، قولہ تعالیٰ: "الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین" جس میں بارہ کروڑ تراسی لاکھ چوالیس ہزار پانچ سو چوبیس (۱۲۸۳۴۴۵۲۴) وجہ بیان کی ہیں، ماہ جمادی الثانی ۸۳۵ھ/۱۴۳۲ء میں انتقال ہوا، مہائم ہیں دفن ہوئے۔ مہائم کوکن کا ایک بندرگاہ ہے جو دکن میں سمندر کے کنارے ایک علاقہ ہے، نوائت علاقہ کوکن میں ایک قوم ہے کہتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف ثقفی نے پچاس ہزار اولیا و علماء کو قتل کیا تو قریش کا ایک گروہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر ساحل ہندپاکستان پر پہنچا اور وہیں سکونت اختیار کر لی ان کی اولاد سے قوم نوائت ہے [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) ماثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۹--۱۹۰

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۱۷

(۳) سبحۃ المرجان ص ۳۹-۴۱

(۴) ابجد العلوم ص ۸۹۳-۸۹۴

(۵) معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ جلد دوم ص ۱۷۱۷

(۶) مضامین ذوقی ص ۱۲۹-۱۳۷ (مترجم)

(۳۷۹) شاہ علیم اللہ جالندھری

سید علیم اللہ جالندھری، جامع علوم ظاہر و باطن، شاہ ابوالمعالی کے مرید اور شاہ بھیک کے خلیفہ تھے، انہار الاسرار، نزہۃ السالکین، شرح اخلاق ناصری، زبدۃ الروایات، نثر الجواہر (ترجمہ فارسی نظم الدر و المرجان مؤلفہ مرزا جان بمرکی محدث) ان کی مشہور تصانیف ہیں ۱۲۰۸ھ/۱۷۸۳ء میں انتقال ہوا۔

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۲۷-۳۲۸

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۵۰۵-۵۰۶

(۳) انوار العارفین ص ۴۲۶ (مترجم)

(۳۸۰) مولوی حافظ علیم اللہ نگرامی

مولوی حافظ علیم اللہ، عالم، فاضل، مولانا شاہ عبدالرحمان نزیل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا۔ ہمیشہ اشغال و اوراد میں مشغول رہتے تھے اپنے مرشد کے رسالہ جہد المقل کے ترجمہ کے سوا اور کوئی تالیف نہیں کی۔ ۱۲۵۵ھ/۴۰-۱۸۳۹ء میں انتقال ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۳۷ (مترجم)

(۳۸۱) مولوی علیم اللہ قنوجی

مولوی علیم اللہ قنوجی ابن مولوی فصیح الدین قنوجی، صلحائے سلف کے فضائل کے مالک تھے اور عربی ادب میں عربوں کے نمونہ تھے۔ مولوی عبدالباسط قنوجی کے شاگرد تھے۔ ان کی لطیف تصنیفات سے دار الفضائل فی شرح الشمائل، چند رسالے منطق میں اور کتاب عین الھدیٰ شرح قطر الندا ہیں۔ عین الھدیٰ ۱۲۱۱ھ/۹۷-۱۷۹۶ء میں تالیف کی۔ سال انتقال معلوم نہ ہو سکا۔[1]

[1] مولوی علیم اللہ نام صحیح نہیں ہے بلکہ مولوی علیم الدین۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (۱) ابجد العلوم ص ۹۳۲
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۸
(۳) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۳۶ (مترجم)

(۳۸۲) امیر کبیر سید علی ہمدانی

امیر کبیر سید علی ہمدانی، ابن شاہ شہاب الدین، ۱۲ رجب بروز ... ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء میں پیدا ہوئے، علوم ظاہر کے خزانہ اور تجلیات ربانی کے مظہر تھے اور علاء الدولہ سمنانی کے مرید تھے دنیا کے اکثر ممالک کی سیر کی تھی۔ ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور مستفید ہوئے ۷۸۱ھ/۸۰-۱۳۷۹ء میں سات سو سادات و رفقاء کے ہمراہ کشمیر میں آئے اور محلہ علاؤ الدین پورہ میں مقیم ہو گئے۔ جہاں ان کی خانقاہ ہے لفظ "مقدم شریف" سے ان کے آنے کی تاریخ نکلتی ہے۔

قطب الدین شاہ والی کشمیر کو ان سے بہت ارادت تھی۔ نہایت سرگرمی سے خطہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت کی ۷۳ سال کی عمر میں مقام کبیر میں ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء میں انتقال ہوا اور ختلان میں دفن ہوئے۔ وقت نزع ان کی زبان سے لفظ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نکلا۔ اور ان کے اس آخیر کلام سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

تصانیف:۔ مجمع الاحادیث، شرح اسمائے حسنیٰ، ذخیرۃ الملوک، شرح فصوص الحکم، مراۃ التائبین، شرح قصیدہ ہمزہ فارضیہ، آداب المریدین اور اوراد فتحیہ وغیرہ ہیں [1]

[1] پیر جماعت علی شاہ علی پوری اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اس ہفتہ میں جو قلمی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں — از تصنیفات حضرت امیر کبیر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ رسالہ جات، منجملہ ان کے یہ ہیں۔ رسالہ عقلیہ، رسالہ درویشیہ، رسالہ فقریہ، رسالہ ہمدانیہ، رسالہ وجودیہ، رسالہ مشارب الاذواق، رسالہ سیر الطالبین، رسالہ قدوسیہ، رسالہ حل مشکل، رسالہ اعتقادیہ، رسالہ نوریہ، رسالہ صفریہ، رسالہ معرفت زاہد، رسالہ شرح قصیدہ میمیہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات امیریہ، واردات امیریہ وغیرہم ہیں"

ملاحظہ ہو:۔ (۱) مفتاح التواریخ ص ۹۵

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۲۹۷-۲۹۸

(۳) مکتوبات امیر الملت (مکتوبات پیر جماعت علی شاہ علی پوری) حصہ اول ص ۵۵ (انجمن خدام الصوفیہ کراچی ۱۹۵۸ء) (مترجم)

(۳۸۳) شیخ علی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علی کشمیری، بن یحییٰ، بن محی الدین، بروز سہ شنبہ ۴ رمضان ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء کو پیدا ہوئے اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی شیخ اسلم سے تحصیل علم کی، فقیہ و محدث ہوئے اپنے تینوں بیٹوں عبد الاحد، بہاء الدین، شیخ سنا نیز اپنے چچیرے بھائی ابو الطیب احمد، عبد اللہ اور اخوند

عبد الرسول کو تعلیم دی۔ عالم اور عارف تھے۔ ۱۰ محرم ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء کو انتقال ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۲۳ (مترجم)

(۳۸۴) شیخ علائی مہدوی بیانوی

شیخ علائی مہدوی بن شیخ حسن، شیخ حسن، بنگال کے مشائخ کبار سے تھے وہ اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ نصر اللہ جو بنگال کے نامور علماء سے تھے، مکہ معظمہ کی زیارت کے لئے گئے وہاں سے ہندوپاکستان واپس آکر بیانہ میں سکونت اختیار کرلی "جاء نصر اللہ والفتح" سے ان کے آنے کی تاریخ نکلتی ہے، شیخ حسن، ارشاد و ہدایات میں اور شیخ نصر اللہ فتوی و درس میں مشغول ہوگئے۔ علائی شیخ حسن کی نیک اولاد تھے اور بچپن ہی سے ان کی پیشانی سے صلاح و خیر کا اثر نمایاں تھا، علوم ظاہری و باطنی اور تہذیب اخلاق کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اور درس و افادہ میں مشغول ہوئے اور سجادہ مشیخت کو سنبھالا، طالبان راہ کو ارشاد و ہدایت فرماتے لیکن ابھی نفس امارہ کا غلبہ تھا، چاہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی دوسرا شیخ اس شہر میں نہ رہے۔

آخر میں اپنے آباء و اجداد کے طریقہ کو چھوڑ کر عبد اللہ نیازی کی خدمت میں پہنچے جو سید محمد جون پوری موجد طریق مہدویہ کے مرید و خلیفہ تھے اور ان سے ان کا طریقہ سیکھا ان کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے۔ جنھوں نے راہ سلوک میں توکل اختیار کیا تھا۔ اس کے باوجود اسلحہ اور آلات جنگ دفع مخالفین کے واسطے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ہر جگہ شہر یا بازار میں نامشروع اور برا کام دیکھتے تو جبر و قہر سے اس کو روکتے تھے اور حاکم کا خوف نہیں کرتے تھے موافق حکام ان کی مدد کرتے تھے۔ جب سلیم شاہ پسر شیر شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا تو شیخ علائی کی شہرت [illegible] پہنچی، میر رفیع الدین محدث، میاں ابو الفتح تھانیسری اور آگرہ کے دو[illegible] بلایا، میر مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطان پوری کے بہکانے سے شیخ علائی کو بیانہ سے طلب کیا وہ اپنے مخصوص اصحاب کی ایک جماعت کے ہمراہ جو سب یکتا پوش اور مسلح تھے حاضر ہوئے اور ان طریق و آداب کی پابندی نہ کی جو شاہی ملازمت کے لئے ضروری تھے مسنون طریقہ پر تمام مجلس کو سلام کیا، سلیم شاہ نے کراہیت کے ساتھ جواب دیا اور اس کے مقربین کو بھی شیخ کا طریقہ برا لگا۔ مخدوم الملک اس سے پہلے سلیم شاہ سے

ذہن نشین کر چکے تھے کہ یہ بدعتی، مہدویت کا دعویٰ کرتا ہے اور بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لئے واجب القتل ہے۔ اس روز عیسیٰ خاں کی سفارش سے ان کو نجات مل گئی۔ سلیم شاہ نے شیخ علائی کے اخراج کا حکم دیا۔ شیخ علائی ہنڈیہ چلے گئے جو سرحد دکن پر ہے وہاں کے حاکم اعظم ہمایوں شروانی نے کچھ دنوں اپنی نگرانی میں رکھا۔ وہاں بھی مخلوق ان کی معتقد ہوگئی، مخبروں نے یہ خبر سلیم شاہ کو پہنچا دی تاکہ پھر ان کی طلب کا حکم فرمادے۔ جب وہ حاضر ہوئے، سلیم نے ان سے کہا کہ "تو اپنے عقیدہ سے توبہ کر"۔ شیخ نے بادشاہ کی بات نہ سُنی اور کوڑے کی سزا کا حکم دیا۔ شیخ پہلے ہی سے کمزور تھے۔ تیسرے کوڑے میں جان نکل گئی، ان کی لاش ہاتھی کے پیر سے باندھ کر اُردوئے معلیٰ میں تشہیر کرائی اور حکم دیا کہ ان کو دفن نہ کریں۔ یہ واقعہ ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں ہوا، اُردوئے معلیٰ اُس بازار کو کہتے ہیں جو شاہی دروازے کے سامنے ہوتا ہے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۱۶۵-۱۷۱

(۲) رود کوثر ص ۲۶-۲۹

(۳) تاریخ داؤدی۔ از عبداللہ (بہ تصحیح شیخ عبدالرشید) ص ۱۸۴-۱۸۶ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۵۴ء) (مترجم)

(۳۸۵) معتمد الملوک سید علوی خاں حکیم دہلوی

ان کا اصلی نام محمد ہاشم بن حکیم محمد ہادی بن مظفر الدین علوی، محمد بن حنفیہ کی اولاد میں ہیں۔ رمضان ۱۰۸۰ھ/۱۶۷۰ء میں دار العلم شیراز میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹-۱۷۰۰ء میں ہندوستان آئے اور ستارہ میں عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں خلعت و منصب سے سرفراز ہوئے۔ محمد اعظم شاہ کی خدمت پر متعین ہوئے شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں، علوی خاں کا خطاب، منصب میں اضافہ اور جاگیر ملی۔ محمد شاہ بادشاہ کا علاج بہت اچھی طرح کیا، بادشاہ موصوف نے چاندی میں تلوایا، شش ہزاری منصب، تین ہزار روپیہ ماہوار اور معتمد الملوک کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ نادر شاہ بہت اعزاز کے ساتھ اپنے ہمراہ لے گیا۔ وہاں سے حج بیت اللہ کو گئے۔ ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء میں دہلی واپس آئے

ان کی تصنیفات سے علم طب میں ایک کتاب جامع الجوامع ہے جو اسم بامسمیٰ ہے۔ ۵ رجب ۱۱۶۰ھ ۱۷۴۷ء میں مرض استسقاء میں انتقال ہوا، وصیت کے مطابق ان کو درگاہ نظام الدین اولیاء میں دفن کیا گیا۔

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (۱) مفتاح التواریخ ص ۳۲۹۔ ۳۳۰

(۲) ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۱۰۱ (مترجم)

(۳۸۶) مُلّا عماد الدین عثمانی لبکنی

ملا عماد الدین لبکنی، متبحر عالم، فطری طور سے ذکی و ذہین تھے، مُلّا عبد العلی بحر العلوم کے شاگرد تھے جب ملا موصوف (عبد العلی بحر العلوم)، حرمین شریفین گئے تو ملا عماد الدین نے بقیہ شرح چغمنی ملا محمد حسن سے پڑھی۔ ان کی تصنیفات سے عقدۂ وثیقہ، عشرہ کاملہ اور رسالہ مقولہ عشرہ یادگار ہیں اور ان کے علم و فضل کے شاہد ہیں۔ عقدۂ وثیقہ علم معقول کے چند مباحث کے بیان میں ہے، عشرۂ کاملہ میں بھی علم معقول کی بحث ہے اور مقولہ عشرہ میں محقق طوسی کے ابیات کی شرح لکھی ہے۔ لبکن ایک گاؤں کا نام ہے جو ضلع بریلی قسمت روہیل کھنڈ میں واقع ہے لہ

لہ عماد الدین عثمانی لبکنی کی ایک کتاب حل المعاقد و توضیح المقاصد ملتان میں ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی ہے یہ ایک مختصر سا رسالہ فلسفہ کے مسائل سے متعلق ہے۔ عماد الدین عثمانی نے شرح تہذیب یزدی پر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ ان کے بعض رسالے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (سبحان اللہ کلیکشن) میں ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) معجم المطبوعات العربیہ و المعربہ جلد دوم ص ۱۳۱۰

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۳۹

(۳) ابجد العلوم ص ۹۲

(۴) فہرست نسخے قلمی (سبحان اللہ اورنٹیل لائبریری ص ۸۳۔ ۲۵ مرتبہ سید کامل حسین۔ ایم۔ اے۔ (علی گڑھ ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء) (مترجم)

(۳۸۷) مولانا عماد الدین غوری

مولانا عماد الدین ؒ شہر نارنول کے اکابر مشائخ میں سے ہیں، مولانا عماد کی اولاد میں سے ہیں محمد تغلق کے زمانہ میں تھے۔ ان کے آباء واجداد عرب سے غور آئے اور وہاں سے ان کے بعض بزرگ سلطان شہاب الدین غوری کے ہمراہ ہند پاکستان پہنچے۔ کہتے ہیں کہ عالم جوانی میں تحصیل علم کی کوشش نہ کی اور بہت دنوں تک بے بہرہ رہے پہلوانوں سے کشتی کرتے تھے۔ علمائے عصر میں سے ایک نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر افسوس کیا اور ان کو اس حالت پر طعنہ دیا ان کی حمیت وغیرت بحال ہوگئی۔ وہ اس وضع سے پشیمان ہوئے اور چاہا کہ تحصیل علم کریں چونکہ بچپن میں اس کام سے تعلق نہ رہا تھا اس لئے اس سلسلہ میں کوشش مفید نہ ہوئی۔ ناچار شیخ محمد ترک نارنولی کے روضہ کی خدمت کرنے لگے۔ رات دن طہارت کے ساتھ وہاں رہتے، نفل پڑھتے اور ذکر و تلاوت قرآن کرتے، طہارت کی غرض سے باہر نکلتے۔ روحانیت شیخ سے حصول علم کے لئے مدد چاہتے۔ ۱۲ سال اس طرح گزر گئے یہاں تک کہ ایک رات طہارت کے لئے باہر آئے۔ ایک شخص ظاہر ہوا اس نے پیچھے سے پکڑ لیا اور کہا جو چاہتا ہے مانگ۔ (عماد الدین) اپنے بزرگوں کے طریقے کے خواہاں تھے۔ علم وتقویٰ کی درخواست کی۔ اس نے کہا جاؤ اپنے بزرگوں کے کتب خانہ سے استفادہ کرو۔ لوگوں کو درس دو، حق سبحانہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ بزرگ آدمی تھے، شریعت کا اتباع پورے طور سے کرتے تھے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی سنت ترک نہیں کرتے تھے درویشی اور درویشوں کو دوست رکھتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- اخبار الاخیار ص ۲۰۰ - ۲۰۱ (مترجم)

(۳۸۸) شیخ عماد الدین رفیقی کشمیری

شیخ عماد الدین رفیقی کشمیری بن عبد الرسول بن اسلم بن یحییٰ رفیقی کشمیری ۱۲۴۹ھ / ۱۸۲۳ء میں پیدا ہوئے، اساتذہ وقت سے تحصیل علم کی صحیح بخاری شیخ احمد واعظ سے پڑھی، شیخ احمد تاربلی کے مرید تھے بیت اللہ شریف کی زیارت کے ارادہ سے سفر اختیار کیا۔ اکثر شہروں کی سیر وسیاحت کی حج بیت اللہ

سے مشرف ہوئے۔ ان کے چچا کے بیٹے شیخ نظام الدین اور شیخ حمزہ ان سے مستفید ہوئے بروز جمعہ وقت عصر ۸ رمضان سنہ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء کو فوت ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۹۳-۴۹۴ (مترجم)

(۳۸۹) عمر غزنوی

عمر غزنوی ابن اسحاق بن احمد ہندی غزنوی، ان کی کنیت ابو حفص اور لقب سراج الدین تھا علم فقہ، امام زاہد وجیہہ الدین دہلوی، شمس الدین خطیب دہلوی۔ ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی اور رکن الدین بدایونی (وہ ابو القاسم قنوجی کے شاگرد تھے اور وہ حمید الدین فرید کے شاگرد تھے) سے حاصل کیا پھر مصر گئے اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے ان کی بہت سی عمدہ اور معتبر تصانیف ہیں ان میں سے توشیح شرح ہدایہ، زبدۃ الاحکام فی اختلاف ائمۃ الاعلام، شامل (در فقہ) شرح بدیع الاصول، شرح مغنی، غرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، شرح زیادات، شرح جامع صغیر شرح جامع کبیر (نامکمل)، شرح مائۃ ابن الفارض، کتاب الخلاف، کتاب التصوف، شرح منار، شرح المختار، لوائح الانوار، لطائف الاسرار، وحدۃ الناسک فی المناسک، شرح عقیدۃ الطحاوی، اللوامع شرح جمع الجوامع مشہور ہیں۔ کفوی کے قول کے مطابق ۷۷۳ھ ۱۳۷۱-۷۲ء میں اور سیوطی اور صاحب کشف الظنون کے قول کے مطابق ۷۷۳ھ ۱۳۷۱-۷۲ء میں وفات پائی۔ واللہ اعلم بالصواب [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (۱) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۹۵-۹۶

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۲۹۴ (مترجم)

(۳۹۰) عنایت اللہ قادری لاہوری

عنایت اللہ قادری، قصوری ثم لاہوری الشطاری، ان کی کنیت [illegible] علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ غایۃ الحواشی حاشیہ شرح وقایہ (دو جلد متعلق فروع کثیرہ) اور ملتقط الحقائق، شرح کنز الدقائق ان کی تصنیفات سے ہیں، ملتقط الحقائق میں اشارہ سبابہ کو مسنون بتایا ہے۔ ان کی وفات ۱۱۴۱ھ ۱۷۲۸-۹ء میں ہوئی [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۳۹ (مترجم)

(۳۹۱) ملا عنایت اللہ شال کشمیری

ملا عنایت اللہ شال کشمیری عالم، فقیہہ، محدث، متقی اور پرہیز گار تھے، مولوی ابوالفتح، ملا عبدالرشید اور خواجہ حیدر چرخی کے بیٹوں سے تحصیل علم کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوگئے۔ مشائخ وقت سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور تمام عمر درس و تدریس میں بسر کردی موزوں طبع تھے، صوفیانہ اشعار کہتے تھے۔ ۶۸ سال کی عمر میں آخر ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء میں انتقال ہوا۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۳۵ (مترجم)

(۳۹۲) مولوی عنایت رسول چریاکوٹی

مولوی عنایت رسول چریاکوٹی، ممتاز عالم، معقول و منقول کے ماہر، اسرار نفوس و عقول کے واقف، فروع و اصول کے نظائر کے ناقد، ابن قاضی علی اکبر ابن قاضی عطار سول، ۱۲۴۴ھ/۹-۱۸۲۸ء میں یوسف آباد چریاکوٹ میں بنی عباس کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ابتدائی رسائل صرف و نحو اپنے والد بزرگوار اور دوسرے بزرگوں کی خدمت میں تحصیل کئے۔ جب کافیہ ابن حاجب تک پہنچے تو مولوی احمد علی چریاکوٹی کے سپرد ہوئے۔ وہ صلۂ رحم و کرم کے ساتھ ان کی تعلیم میں بہت کوشش کرتے تھے اور سفر و حضر میں اپنے بیٹے مولوی نجم الدین کے ساتھ ان کو رکھتے تھے، جب ہندسہ، حساب، مناظرہ، ہیئت اور دوسرے علوم ریاضیہ، حکمیہ سے فراغت حاصل کرلی تو تحصیل علم کی غرض سے محمد آباد (ٹونک) مولوی حیدر علی کی خدمت میں پہنچے اور وہاں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور وطن واپس آئے۔ کچھ دنوں وطن میں رہے، عبرانی زبان کی تحصیل کے شوق میں کلکتہ گئے اور وہاں کچھ سال مقیم رہے اور علمائے یہود سے عبرانی، زبان کو تحقیق کے ساتھ پڑھا اور توریت و زبور کی آیات سے ان بشارات اور پیشین گوئیوں کو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تھیں تحقیق کے ساتھ جمع کیا۔ ۱۲۷۱ھ/۵-۱۸۵۴ء میں وہاں سے وطن واپس آئے۔ اس کے بعد کہیں نہیں گئے اور چند طلباء کی تعلیم میں کوشش کی طلباء،

کے ہجوم کو پسند نہیں کرتے تھے اس استغناء کے باوجود ان کے کمال کی شہرت سید احمد خاں نجم الہند تک پہنچی اُنھوں نے ملنے کی بہت خواہش کی اور ان سے استفادہ کیا۔ صاحب ترجمہ (مولوی عنایت رسول) نے ان کو مستفید کیا اور کتب قدیمہ کے اسرار و غوامض پر ان کو مطلع کیا۔ نجم الہند نے ان کی گوہر شناسی کی داد دی۔ مولوی عنایت رسول صاحب کچھ سال سے علوم متعارفہ کی تسہیل و تہذیب کی طرف متوجہ ہیں۔ پہلے علم صرف کو تہذیب و تحقیق کے ساتھ مرتب کیا اور اس کی دشواریوں کو حل کیا۔ اس کے بعد ہندسہ و حساب کی تنقیح کی اور فنون مذکورہ کے رسائل کی چھ شکلیں غور و فکر سے مرتب کیں۔ اعمال حساب و ہندسہ اور مسائل مناظرہ کو اسلوب خوب اور طریق مرغوب کے ساتھ دوسری زبانوں سے ہندوستان کی مروجہ زبان (اُردو) میں مرتب کیا اور اس کتاب کو والی حیدر آباد کی خدمت میں بھیجا۔ اُنھوں نے اس کو بہت پسند کیا[1]

[1] مولانا عنایت رسول چریاکوٹی کی مشہور و معروف تصنیف "البشریٰ" ہے جس میں اُنھوں نے اصل عبرانی توریت و زبور سے ان پیشین گوئیوں کو جمع کیا ہے جو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہیں یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں نواب سر مزمل اللہ خاں رئیس بھیکم پور کی معارف پروری کی بدولت علی گڑھ سے طبع ہوئی ہے۔

(۳۹۳) ملا عیاض رام پوری

ملا عیاض رام پوری، مفتی شرف الدین رام پوری کے شاگرد تھے بحث بہت کرتے تھے اور ہر کسی سے بحث و مناظرہ کرتے تھے۔ ان کی ایک کتاب علم صرف میں دستور المبتدی ہے یہ کتاب دستور المبتدی کے مقابلہ میں تالیف کی ہے اور سوال و جواب کی بجائے لفظ شک و فک اس میں اختیار کیا ہے[1]

[1] ملا عیاض ولد آخون زادہ محمد شاہ خاں باجوڑی، نواب علی محمد خاں کے عہد میں آخون زادہ محمد شاہ خاں آنولہ آئے۔ نواب فیض اللہ کے ساتھ رام پور پہنچے۔ مولوی عیاض خاں رام پور میں پیدا ہوئے، تحصیل علم رام پور، بریلی اور لکھنؤ

ہیں کی۔ علوم و فنون عربیہ میں کامل دستگاہ تھی، عملیات میں بھی کمال تھا۔

۷ محرم ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء میں رام پور میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو:۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۴۸ (مترجم)

(۳۹۴) شاہ عیسیٰ جنداللہ برہان پوری

شاہ عیسیٰ جند اللہ، برہان پور کے اکابر علماء اور اعظم عرفاء میں سے تھے، قرآن مجید کی تفسیر، انوار الاسرار، عربی زبان میں چار جلدوں میں ان کی مشہور تصنیف ہے۔[1]

[1] شاہ عیسیٰ جند اللہ ابن شیخ محمد قاسم اپنے عہد کے نامور فاضل و عارف تھے تحصیل علوم اپنے والد اور چچا شیخ محمد طاہر سے کی حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ کے مرید و خلیفہ تھے انوار الاسرار کے علاوہ مجمع البحرین، عین المعانی، روضۃ الحسنیٰ اور رسالہ خواص خمسہ، حاشیہ بر اشارۂ غریبہ، کتاب انسانِ کامل، شرح قصیدہ بردہ، حاشیہ بر شرح ضیائیہ، فتح محمدی، تتمیم (شرح مائۃ عامل) رسالہ عقود ترجمہ اسرار الوحی ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱-۲ء میں انتقال ہوا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تاریخ برہان پور ص ۱۳۶ – ۱۳۷

(۲) تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۱۵۶ – ۱۶۴

(۳) برہان پور کے سندھی اولیاء ص ۳۱ – ۱۰۳ (مترجم)

(۳۹۵) مولوی غلام اللہ لاہوری

مولوی غلام اللہ لاہوری، فاضل اجل اور عالم اکمل تھے، لاہور کے علماء میں سے تھے ان کے فیض علمی سے شریف و غریب سب فیض یاب ہوتے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری، مصنف گنج تاریخ وغیرہ ان کے شاگردوں میں سے ہیں احمد دین اور حمید دین دو لڑکے چھوڑے ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵-۶ء میں انتقال ہوا[1]

[1] مولوی غلام اللہ بن مولوی غلام فرید فاضل لاہوری۔ لاہور کے علمائے کبار

اور فضلائے نامدار میں سے تھے۔ آپ کی ذات مبارک استاد کل، مظہر کمالاتِ دینی و دنیوی تھی۔ تدریس و تعلیم میں متقدمین سے گوئے سبقت لے گئے اور وہاں آدمی آپ کے ذریعہ سے علوم فقہ و حدیث و تفسیر و صرف و نحو و منطق و معانی وغیرہ میں کمالیت کے درجہ کو فائز ہوئے یہاں تک کہ پنجاب میں شاذ و نادر علماء کا خاندان ایسا ہوگا جو اس خاندان سے دعویٰ نیاز مندی اور شاگردی نہ رکھتا ہوگا۔" (حدائق الحنفیہ ص ۴۷۶)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۶

(۲) خزینۃ الاصفیاء ص ۳۹۲

(۳) تذکرہ علماء والمشائخ ص ۶۰ (مترجم)

(۳۹۶) مولوی غلام حسنین قنوجی

مولوی غلام حسنین قنوجی بن مولوی حسین علی بن مولوی رستم علی قنوجی۔ ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام غلام علیم ہے۔ مولوی سعادت خاں فرخ آبادی اور مولوی ولی اللہ فرخ آبادی کے شاگرد تھے۔ ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹-۴۰ء میں حج بیت اللہ سے فراغت حاصل کرکے مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں شیخ محمد عابد سندھی سے کتب صحاح ستہ و سنن کی اجازت حاصل کی۔ اپنے وقت کا زیادہ حصہ تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ کتاب المنازل الاثنا عشریہ کا حاشیہ لکھا ہے۔ یہ کتاب ان کے دادا مولوی رستم علی کی تالیف ہے۔ دوسری مرتبہ جب سفر بیت اللہ کو گئے۔ واپسی میں شہر بمبئی میں سفر آخرت اختیار کیا، مطبوعہ ابجد العلوم میں ان کی وفات کے سلسلہ میں [illegible] کا ہندسہ ۱۲۰۰ھ تحریر ہے۔ سال کا ہندسہ تحریر نہیں ہے معلوم نہیں کون سے [illegible] وفات پائی۔

لہ حدائق الحنفیہ میں تحریر ہے کہ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳-۴ء میں وفات پائی (ص ۴۸۰-۴۸۱) (مترجم)

(۳۹۷) مفتی غلام حضرت لکھنوی

مفتی غلام حضرت، علامہ زماں، فقیہہ دوراں، لکھنؤ کی عدالت میں مفتی تھے ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸-۹ء میں

انتقال ہوا کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ نظم کی ہے جو یہ ہے [1]

تاریخ انتقال مفتی غلام حضرت لکھنوی

مرد مفتی غلام حضرت افسوس — کو بود بشہر لکھنؤ حاکم شرع
سال تاریخ رحلت آں مرحوم — فرمود کہ بود او حاکم شرع

[1] مفتی غلام حضرت کے والد کا نام محمد غوث ہے لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں تحصیل علم کی۔ ملاحظہ ہو :۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۵۳۔ (مترجم)

(۳۹۸) مولوی غلام رسول لاہوری

مولوی غلام رسول لاہوری، لاہور کے عمدہ ترین فاضل، مولوی غلام فرید لاہوری کے شاگرد اور بیٹے تھے۔ پنجاب کے علماء ان کے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴-۵ء میں انتقال ہوا [1]

[1] ملاحظہ ہو :۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۲
(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۹۰ (مترجم)

(۳۹۹) مولوی غلام رسول پنجابی

مولوی غلام رسول پنجابی، پنجاب کے علماء میں فقہ، حدیث اور تفسیر میں فاضل کامل تھے، اکثر اوقات وعظ کہتے تھے، شیخ محمد نصیر مجددی کے مرید تھے۔ پنجابی زبان میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں انتقال ہوا۔

(۴۰۰) حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی

حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی، بن سید نوح، حسینی، نسباً، واسطی اصلاً، حنفی مذہباً، چشتی مشرباً۔ پیدائش و پرورش بلگرام میں ہوئی۔ ۲۵ صفر بروز یکشنبہ ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴-۵ء میں بلگرام میں پیدا ہوئے درسی کتابیں اول سے آخر تک طفیل محمد اترولوی سے پڑھیں، لغت، و سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، احادیث اور

عربی و فارسی اشعار کی سند اپنے نانا میر عبدالجلیل بلگرامی سے حاصل کی۔ شاہ لطف اللہ بلگرامی کے مرید تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ صحیح بخاری شیخ محمد حیات سندھی سے پڑھی اور صحاح ستہ کی ان سے اجازت حاصل کی۔ ہند پاکستان آکر نواب نظام الدولہ ناصر جنگ ابن نواب نظام الملک آصف جاہ حیدر آبادی کی مصاحبت میں رہے، ان کی تصنیفات یہ ہیں۔

عربی تصانیف:۔ ادضوء الدراری شرح صحیح بخاری (تا کتاب الذکر)، تسلیۃ الفواد (قصائد) تراجم علماء، دو عربی دیوان ۔ دونوں میں تین ہزار اشعار ہیں۔ کتاب سبحۃ المرجان میں سات سو عربی اشعار بطور مثال درج کئے ہیں سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔

فارسی تصانیف:۔ ید بیضا، سرو آزاد، خزانۂ عامرہ (تذکرہ شعراء)، روضۃ الاولیاء (تذکرہ بعض اولیاء) ماثر الکرام (بلگرام کی تاریخ اور بلگرام کے شعراء فضلاء اور اولیاء کا تذکرہ)، سند السادات فی حسن خاتمۃ السادات، دیوان فارسی، مظہر البرکات، سبعہ سیارہ وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔

سنہ ۱۲۰۰ھ ۱۷۸۵-۶ء میں انتقال ہوا[1] نور اللہ ضریحہ۔

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) مقالات شبلی جلد پنجم از مولانا شبلی نعمانی (مرتبہ سید سلیمان ندوی) ص ۱۱۲-۱۲۸

(کیا آزاد بلگرامی تھے از مقبول احمد معارف، دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء)

(۲) ماثر الکرام حصہ اول (مقدمہ از مولوی عبدالحق ص ۵-۲۰)، ۱۷۱-۱۶۴، ۳۰۳-۳۱۱

(۳) قاموس الاعلام حصہ اول ص ۳۲-۳۵

(۴) حدائق الحنفیہ ص ۴۵۴-۴۵۶

(۵) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۰۱-۲۰۵

(۶) خزانہ عامرہ ص ۱۲۳-۱۲۵

(۷) سبحۃ المرجان ص ۱۱۸

(۸) روضۃ الاولیاء از میر غلام علی آزاد ص ۴۵-۴۶ (مطبع اعجاز مقتدری سنہ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء)

(۹) تذکرۂ بے نظیر ص ۲-۱۵

(۱۰) اتحاف النبلاء ص ۳۳۰-۳۳۵ (مترجم)

(۴۰۱) حافظ غلام علی چریاکوٹی

حافظ غلام علی چریاکوٹی ابن شیخ نجابت اللہ عباسی، مولوی محمد حسن عباسی کے سلسلے سے ہیں شروع میں فوجی سپاہی تھے۔ ایک دن ان بزرگوں میں سے کسی نے فرمایا اے کاش ہمارے خاندان میں کوئی ہوتا جو تیغ و تبر کے فن کے بجائے علم و ہنر کا سرمایہ اور خنجر و ڈھال کی بجائے علم حدیث حاصل کرتا یہ بات سن کر ان کو غیرت آئی۔ یہاں تک کہ سفر اختیار کیا تحصیل علم کی غرض سے چل دیے۔ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے آستانے پر پہنچ گئے ایک مدت تک مقیم رہے۔ درسی علوم سے فراغت حاصل کی اور اپنے وطن پہنچے اور اپنی برادری کی تعلیم میں کوشش کی طرز تعلیم مفید اور اچھا تھا صرف نحو میں اچھے اور مفید رسالے لکھے، ثروت اور اخلاق کریمہ کے مالک تھے ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں انتقال ہوا۔

(۴۰۲) مولانا غلام علی دہلوی

مولانا غلام علی دہلوی، علوی بزرگ، مرزا مظہر جانجاناں کے مرید، عارف کامل اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، ان کی ولادت ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء میں ہوئی۔ چنانچہ کسی شاعر نے ان کی ولادت کی تاریخ یوں کہی ہے [1]

چو نجم چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی	شدہ ظہور فگن در جہاں جہاں بشگفت
سن ولادِ شریفش چو جست رأفت	مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع بگفت

۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں انتقال فرمایا اور اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عبارت "نور اللہ مضجعہ" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ مسود اوراق (مولوی رحمان علی) نے تخرجہ سے تاریخ نکالی ہے جو یہ ہے۔

تاریخ انتقال حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ

چو ماہ چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی	برخ کشید برابر عدم نقاب و نہفت	۱۲۷۲ ۳۲
گزیدہ پیر خرد لب بحسرت وافسوس	مہ سپہر ہدایت نہفت سال بگفت	۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء

[1] شاہ عبداللہ عرف شاہ غلام علی بن عبداللطیف ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء یا ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء میں بٹالہ (پٹیالہ)

میں پیدا ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے مرید و خلیفہ تھے۔ جملہ مراتب سلوک طے کر کے دہلی میں سکونت اختیار کی سر سید احمد خاں بہادر لکھتے ہیں:۔

"سبحان اللہ علم اور عمل اور فضل و کمال اور تجرید و تجرد اور حلم و کرم اور سخاوت اتم اور ایثار و انکسار آپ کی ذات پر ختم تھے ..... آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آن کے بیعت اختیار کی میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد و مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی ...... حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا اور باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ غیب الغیب سے سب کام چلاتا تھا، ایک دفعہ نواب امیر الدولہ امیر محمد خاں والی ٹونک نے بہت التجا سے درخواست تقرر وظیفہ کی اس کے جواب میں آپ نے صرف یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم ... با میر خاں بگوئے کہ روزی مقرر است"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حکایات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی - ص ۱-۴
(۲) آثار الصنادید باب چہارم ص ۱۱-۱۵
(۳) واقعات دار الحکومت دہلی ص ۱۵۳-۱۵۵
(۴) برکات الاولیاء ص ۱۸۵
(۵) گلزار اولیاء ص ۴۷-۵۴
(۶) تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان ص ۲۶۱-[illegible]
(۷) انوار العارفین ص ۴۶-۴۸۱
(۸) ضمیمہ مقامات مظہری از شاہ عبد الغنی دہلوی ص ۱۳-۳۸
(۹) رود کوثر ص ۶۴۳-۶۵۳

(۱۰) علم وعمل جلد اول ص ۲۶۰
(۱۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۵۷ - ۳۵۸
(۱۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۹۳ - ۶۹۸
(۱۳) جواہر علویہ از شاہ رؤف احمد مجددی (مطبوعہ)
(۱۴) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۰۴ - ۳۳۰ (مترجم)

(۴۰۳) قاضی غلام غوث گوپاموی

قاضی غلام غوث گوپاموی، فاضل افضل اور فقیہ اکمل، قاضی مبارک شارح مسلم کی اولاد سے تھے ارتضاء علی خاں کی خدمت میں تحصیل علوم کی ہمیشہ درس وتدریس میں مشغول رہے کچھ دنوں ضلع کنتور صوبہ مدراس میں مسند قضاء کو زینت بخشی، دو جلدوں میں ان کے فتاوی مشہور ہیں ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶-۱۸۱۷ء میں حیدرآباد میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

سلہ ملاحظہ ہو :- نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۵۹ (مترجم)

(۴۰۴) مولوی غلام فرید لاہوری سہروردی

مولوی غلام فرید لاہوری، عالم اجل، فاضل اکمل، جامع کمالات ظاہر و باطن، عابد، زاہد، ذاکر اور شاغل تھے۔ تمام عمر طلباء کی درس وتدریس میں بسر کردی۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ تجرید و تفرید کا ان کی طبیعت پر غلبہ تھا ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱-۲ء میں انتقال ہوا۔

سلہ ملاحظہ ہو :- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۶۲
(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۸۵
(۳) تذکرہ علماء والمشائخ ص ۵۹۴ (مترجم)

(۴۰۵) شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی مصیب

شاہ غلام قطب الدین ابن شاہ محمد فاخر زائر بن شیخ خوب اللہ الہ آبادی۔ اپنے والد کے مرید

خلیفہ تھے۔ یکم محرم الحرام ۱۱۳۸ھ/۲۶-۱۷۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کی تاریخ "نیک بخت ازلی بادا" سے نکلتی ہے۔ علوم ظاہری کی تحصیل مولوی برکت اللہ الہ آبادی کی خدمت میں کی، بچپن ہی میں جبکہ ان کے والد ماجد مکہ معظمہ کو گئے تو یہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ ایک فارسی دیوان ان کی تصنیف ہے جو نہایت مربوط و مضبوط ہے۔ مثنوی نان وقلیہ (در جواب نان وحلوا) اور بستان الحنفیہ ان کی علمی یادگار ہیں، آخر عمر میں حج بیت اللہ کے لئے گئے۔ ۱۱۸۷ھ/۷۴-۱۷۷۳ء میں ذی الحجہ کی آخری تاریخ کو مکہ معظمہ میں انتقال ہوا اور اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی قبہ میں داہنی طرف دفن ہوئے ان کے شاگرد منشی جوگل کشور نے ان کی تاریخ بطور تعمیہ یوں کہی ہے [۱]

تاریخ وفات شاہ غلام قطب الدین الٰہ آبادی

از منشی جوگل کشور

ذات پاک غلام قطب الدین	رخت بربست زیں جہاں افسوس
دلِ سوزاں من سوال نمود	سال ایں غم ز تو چہ خواں افسوس
بادل زار سوختہ گفتم	قطب الدین رفتہ زیں جہاں افسوس

[۱] صاحب مفتاح التواریخ نے شاہ غلام قطب الدین الٰہ آبادی مصیبت ... لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو:- (۱) مفتاح التواریخ ص ۳۵۰-۳۵۱

(۲) تذکرۂ بے نظیر ص ۱۲۰

(۴۰۶) مفتی غلام محمد لاہوری

مفتی غلام محمد لاہوری، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی اولاد میں سے مفتی غلام سرور لاہوری کے والد تھے علوم وفنون کے جامع تھے۔ تدریس وطبابت کے کام میں سرگرم رہتے تھے قرآن کریم کی کتابت کے ذریعہ سے حلال روزی حاصل کرتے تھے ۱۲۷۶ھ/۶۰-۱۸۵۹ء میں انتقال ہوا [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۹۲-۳۹۶ (مترجم)

(۴۰۷) مفتی غلام محمد خاں ساکن کوٹ

مفتی غلام محمد خاں ولد رحمت خاں عرف خان محمد، قبیلہ کھوکراں، قصبہ کوٹ کے رہنے والے تھے۔ مولانا محمد سلامت اللہ کشفی کانپوری کی خدمتِ بابرکت میں پہنچے اور علوم شرعیہ کی تحصیل کی زہد و تقویٰ ان کا دستور العمل تھا گوشہ عزلت کو پسند کرتے تھے فراغ علمی کے بعد ان کے گاؤں کے چھوٹے بڑوں نے ان سے وہاں آنے کی درخواست کی اُنھوں نے کہا کہ جب تک ہماری قوم سودخوری کو نہ چھوڑے گی اور نامحرموں سے عورتوں کو پردہ نہ کرائے گی میں اس وقت تک اس گاؤں میں قدم نہ رکھوں گا۔ ان کی قوم کے لوگوں نے ان کی اس شرط کو قبول کر لیا وہ وطن پہنچے اور شریعت غرا کی پابندی میں بسر کردی اس گاؤں میں ایک مسجد بنوائی آخر "کل نفس ذائقۃ الموت" کے مطابق ۱۴ ربیع الاول بروز اتوار ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں انتقال ہوا اپنے گاؤں میں دفن ہوئے۔ کھوکر ایک گروہ ہے مسلمان نقب خانی سے ممتاز ہیں۔ جیساکہ تاریخ فرشتہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ خود کو شیخ کہتے ہیں اور لفظ "خاں" خطاب کے طور سے اختیار کرتے ہیں سب سنی مذہب ہیں۔ کوٹ، دوآبہ گنگ وجمن میں دریائے جمنا کے بائیں جانب ایک گاؤں ہے۔ اب ضلع فتح پور ہسوہ سے متعلق ہے۔

(۴۰۸) قاضی غلام مخدوم چریاکوٹی

قاضی غلام مخدوم ابن قاضی عبدالصمد عباسی، اپنے والد کی طرح ذہن و ذکاوت میں مشہور ان کے کرم و جوانمردی کے لوگ معترف تھے علوم مروجہ کی تکمیل کے زمانہ میں سنسکرت زبان کے سیکھنے کا خیال پیدا ہوا یہاں تک کہ زبان مذکور کی تحصیل میں کافی دلچسپی لی۔ قیام بنارس میں جو زبان مذکور کا مرکز ہے اس فن کے ماہروں میں امتیاز وخصوص حاصل کیا سخن سنج طبیعت کے مالک تھے فارسی زبان میں ایک دیوان مرتب کیا جب وقت آخر قریب پہنچا تو تو ایسی چیزوں کو جلتی ہوئی آگ میں رکھ دیا ان کے اشعار جو لوگوں کی زبان پر تھے محفوظ ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

بباغ دہر نہ گل ماند و نے سمن باقیست زعندلیب پرے چند در چمن باقیست
دلم بسوخت تنم سوخت واستخواں ہم سوخت تمام سوختم وذوق سوختن باقیست
زفیض خان مکرم خوشم نیم محتاج درون سینہ ولے حسرت وطن باقیست

میرے مخلص دوست مولوی محمد فاروق چریاکوٹی نے جن کے نسب کا سلسلہ صرف دو واسطوں سے صاحب ترجمہ (قاضی غلام مخدوم) تک پہنچتا ہے، ایک غزل، غزل مذکورہ کے جواب میں لکھی ہے جس کو صاحب ذوق ناظرین کی تربیت کے لئے تحریر کیا جاتا ہے۔

غزل

نہ آں پیالہ نہ آں مے نہ آں چمن باقیست مگر زبیخودیم قصہ کہن باقیست
چناں گداختہ ام من کہ غیر یاد تو نیست زمن ہر انچہ در آغوش پیرہن باقیست
ہر چہ داد خداوند شادم ولیکن دروں دل ہوس طائف و یمن باقیست
خجل زمنت دشنام تو شدم اے جان کہ بمہ زبان توزیں حیلہ یاد من باقیست

الغرض صاحب ترجمہ اپنے والد کی بجائے قاضی رہے۔ ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰-۹۱ء میں پچاس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(۴۰۹) مولوی غلام محی الدین بگوی

مولوی غلام محی الدین ابن حافظ نور حیات بن حافظ محمد شفا بن حافظ محمد نور بگوی، عالم اجل، فاضل اکمل، متفقہ، محدث اور جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔ بروز دوشنبہ ۱۸ [illegible] میں ۱۷۸۸-۹۱ء پیدا ہوئے۔ قرآن شریف حافظ حسن سے پڑھا۔ اس کے بعد رمضان المبارک [illegible] میں ایک ایک سیپارہ روزانہ حفظ کیا اور تراویح میں پڑھا اس طرح ایک ماہ میں حافظ قرآن ہو گئے۔ پھر دوسرے علوم کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ ذہین و ذکی تھے، ملک پنجاب میں کوئی ان کو تعلیم نہ دے سکا۔ بالآخر وہ اپنے چھوٹے بھائی مولوی احمد الدین کے ہمراہ جن کی عمر ۸ سال کی تھی دہلی چلے آئے علمائے دہلی سے علم معقول و منقول پڑھا علم حدیث کی تحصیل مولوی محمد اسحاق کی خدمت میں کی۔ اس کے بعد مولانا شاہ عبد العزیز

سے علم حدیث کی سند حاصل کی جب تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تو لاہور پہنچے۔ لال مسجد میں تیس سال تک طلبار کی تدریس میں مشغول رہے، استرخار کی بیماری کی وجہ سے اپنے گاؤں بگا متعلقہ بھیرا (مضافات لاہور) میں آ گئے۔ ۱۴ سال تک بیمار رہے، اس حالت میں بھی تدریس و تعلیم میں مشغول رہے۔ دو شنبہ کی رات ماہ شوال، ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں وفات پائی موضع بگا میں دفن ہوئے دو بیٹے یادگار چھوڑے۔ ایک حاجی مولوی غلام محمد جو لاہور کی جامع مسجد میں امام ہیں۔ دوسرے مولوی عبدالعزیز جو بھیرا کی جامع مسجد کے امام ہیں[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۷۶-۴۷۸ مترجم)

(۴۱۰) حافظ سید غلام میر سندیلوی

حافظ سید غلام میر بن سید قلندر بخش بن مولوی عبداللہ بن سید زین العابدین، مخدوم زادہ سندیلہ، مولوی حیدر علی سندیلوی، مولوی ظہور اللہ لکھنوی اور مولوی عبدالواجد خیرآبادی سے تحصیل علم کی اکثر نواح کلکتہ میں تاجرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر سندیلہ واپس آئے اور طلبہ کی تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۳ ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء میں فوت ہوئے۔ مقابر امریرہ واقع سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۴۱۱) مولوی غلام نجف خان حقانی سندیلوی

مولوی غلام نجف خاں بن احمد شاہ بن حافظ عنایت اللہ حقانی، قصبہ سندیلہ کے شیوخ سے تھے فاضل کثیر الدرس، حافظ قرآن اور ان کے بہت سے شاگرد تھے، اکثر ماہ رمضان میں ایک رات میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں انتقال ہوا۔

(۴۱۲) شیخ غلام نقشبند لکھنوی

شیخ غلام نقشبند ابن شیخ عطا اللہ، یگانۂ روزگار اور جامع شریعت و طریقت تھے وہ میر محمد شفیع دہلوی (جو شیخ عطاء اللہ کے شاگرد تھے) کے شاگرد تھے، شیخ عطاء اللہ، شیخ پیر محمد لکھنوی کے شاگرد تھے۔ لیکن شیخ غلام نقشبند نے فاتحہ فراغ شیخ پیر محمد لکھنوی سے پڑھا، جو ان کے باپ کے استاد تھے۔

تمام عمر طلباء کے درس و افادہ میں بسر کر دی اور بہت سے مشہور فاضل ان کے دامن تربیت سے فیضیاب ہوئے اکثر علمائے ہند پاکستان کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے، شاہ عالم ابن عالمگیر اورنگ زیب نے جب ان کے کمال کا شہرہ سُنا تو اُن کو طلب کیا۔ ان کا بہت اعزاز و اکرام فرمایا۔ ان کے ارشد تلامذہ میں سید عبد الجلیل بلگرامی ہیں کہ جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ تفسیر قرآن (ربع مع حاشیہ)، قرآن کی چند سورتوں کی تفسیر، فرقان الانوار، رسالہ لامعہ عرشیہ (وحدۃ الوجود)، شرح قصیدہ خزرجیہ وغیرہ ان کی مستند و معتبر تصانیف ہیں، یکم رجب ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء میں انتقال ہوا اور لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ [۱]

[۱] شیخ غلام نقشبند قصبہ گھوسی (تابع جون پور) کے رہنے والے تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کر لی۔ چوتھائی قرآن کی تفسیر حواشی کے ساتھ انوار القرآن کے نام سے تحریر فرمائی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۱۳ - ۲۱۶
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۵-
(۳) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۱۲ - ۲۱۴
(۴) سبحۃ المرجان ص ۷۸
(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۶ (مترجم)

(۴۱۳) مولوی غلام یحییٰ بہاری

مولوی غلام یحییٰ بہاری کا مولد و مسکن موضع اکرا متصل نگرنہسہ (مضافات بہار) ہے جو بہار سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پٹنہ و بہار کے درمیان واقع ہے۔ فاضل متبحر اور اپنے عہد کے ممتاز عالم [illegible] ذہانت و منطق میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے ان کی تصنیفات میں حاشیہ [illegible] ہے جو علمائے زمانہ میں مروج ہے ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۵-۱۶ء میں انتقال ہوا اور بہار میں مخدوم شرف الدین قدس سرہ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن ہوئے [۱]

[۱] نزہۃ الخواطر میں تحریر ہے کہ مولوی غلام یحییٰ بن نجم الدین قصبہ باڑھ میں پیدا ہوئے تحصیل علم کی غرض سے سندیلہ پہنچے درسی کتابیں مدرسہ منصوریہ میں مولوی باب اللہ

جون پوری سے پڑھیں۔ پھر شیخ بدر عالم کے مرید ہوئے۔ رسالہ میر زاہد پر حاشیہ لکھا اور
اس کا نام "لواء الھدیٰ فی الیل والدجیٰ" رکھا۔ پھر دہلی گئے اور نقشبندی سلسلہ
میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مرید ہوئے پانچ سال وہاں رہے پھر لکھنؤ آئے اور
وہیں قیام کرلیا، حاشیہ شرح سلم اور رسالہ کلمۃ الحق بھی لکھے رسالہ کلمۃ الحق کے
جواب میں شاہ رفیع الدین دہلوی نے رسالہ دمغ الباطل لکھا ہے۔ ماہ ذی قعدہ ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶-۷ء
میں لکھنؤ میں انتقال ہوا اور شیخ پیر محمد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۱۵-۲۱۶ (مترجم)

(۴۱۴) میر غیاث الدین قزوینی

میر غیاث الدین قزوینی ابن میر عبداللطیف قزوینی، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے مشہور اور عمدہ ترین فاضل تھے علم سیر، تواریخ، اسماء الرجال، اور محاضرات میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور زمانہ کی برکتوں میں سے ایک برکت تھے، ان کی قوت حافظہ کا ثانی لوح محفوظ تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں علم تاریخ اور تمام کتب نظم و نثر پڑھانے کا مشغلہ رکھتے تھے نقیب خاں کے خطاب سے ممتاز تھے۔

(۴۱۵) میر فتح اللہ اودھی

شروع میں دہلی کے نامور عالم تھے۔ جامع مسجد دہلی میں جو منار شمسی کے نیچے ہے مسند درس و افادہ کو زینت بخشی۔ آخر میں شیخ صدرالدین حکیم کے مرید و خلیفہ ہوئے اور اس سلسلہ کے سلوک میں مشغول ہوگئے بہت ریاضتیں کیں لیکن کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ انھوں نے اس کی شکایت اپنے پیر سے کی۔ پیر نے کہا کہ درس منقطع کردو اور کتابیں اپنی ملکیت سے خارج کردو، انھوں نے ایسا ہی کیا، مگر تھوڑی سی کتابیں جو نہایت نفیس اور اعلیٰ تھیں ان کو اپنے پاس حفاظت سے رکھا ابھی باب معرفت نہ کھلا تھا کہ بقیہ کتابوں کو بھی اپنے پاس سے جدا کردیا لوگوں نے ان کو دیکھا کہ دریا کے کنارے بیٹھے ہیں اور اپنے اعضا کو دھو رہے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا قلب غیر اللہ سے پاک ہوگیا۔ اور اس کے بدلے

یں علم باطن مل گیا، شیخ قاسم اودھی دہلی میں ان کے مریدوں میں تھے۔ ان کا ایک رسالہ آداب السالکین کے نام سے ہے۔

ۃ ملاحظہ ہو:- (۱) نزہتہ الخواطر جلد سوم ص ۱۱۲-۱۱۳

(۲) اخبار الاخیار ص ۱۶۸

(۳) خزینتہ الاصفیاء جلد اول ص ۳۸۰

(۴۱۶) میر فتح اللہ شیرازی

میر فتح اللہ شیرازی، شیعہ مذہب، بزرگان شیراز اور اپنے زمانہ کے مشہور عالموں میں تھے، جمیع علوم عقلی ونقلی، حکمت، ہیئت، ہندسہ، نجوم، رمل، حساب، طلسمات، نیرنجات، اور جر اثقال خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ رصد بندی کی قابلیت بھی رکھتے تھے۔ عربی ادب، حدیث، تفسیر میں بھی مساویانہ حیثیت رکھتے تھے، غیاث الحکماء کے شاگرد تھے۔ ان کی دو اچھی تصانیف ہیں۔ میر موصوف اگرچہ مجلس میں بہت خلیق، متواضع اور نیک نفس تھے لیکن جب درس دیتے تھے تو شاگردوں کے متعلق فحش، گندے اور رکیک الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کم لوگ ان کے درس میں جاتے تھے ان کا کوئی شاگرد رشید نہ ہوا، چند سال دکن کے حاکم عادل خاں کے پاس رہے۔ ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آئے، عضد الملک خطاب پایا، کشمیر میں ۹۹۷ھ/۹-۱۵۸۸ء میں فوت ہوئے اور تخت سلیمان میں دفن ہوئے۔ ان کی مصنوعات سے ایک چکی تھی جو خود حرکت کرتی تھی اور آٹا پیستی تھی اور ایک آئینہ تھا جس میں دور و نزدیک سے عجیب وغریب شکلیں دکھائی دیتی تھیں اور ایک بندوق تھی جو ایک ہی گردش میں بارہ آوازیں دیتی تھی۔ لہ

لہ ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۲۶۷-۲۶۸

(۲) بزم تیموریہ ص ۹۱-۹۰

(۳) ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۳۶-۲۳۸

(۴) مفتاح التواریخ ص ۱۹۳-۱۹۴

(۵) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۲۵۴-۲۵۵

(۶) احوال مشائخ کبار ورق ۶ لہ

(۷) دربار اکبری ص ۸۰۴-۸۱۶

(۸) کیٹلاگ فارسی مخطوطات (برٹش میوزیم لندن) ص ۱۲۳ (مترجم)

(۴۱۷) بابا فتح محمد برہان پوری

بابا فتح محمد برہان پوری، عالم علوم عقلیہ ونقلیہ، فقیہہ، محدث، عارف باللہ برہان پور میں درس دیتے تھے، علوم فقہ، حدیث اور تفسیر اپنے والد مولانا عین العرفا شاہ محمد عیسٰی جند اللہ سے حاصل کئے ان کے دادا شیخ محمد قاسم سندھی رئیس المحدثین کے لقب سے مشہور تھے ان کا مزار مکہ معظمہ میں ہے۔

ؔ بابا فتح محمد کی تصنیفات میں مفتاح الصلوٰۃ، فتوح العقائد، فتوح الاوراد، فتح المذاہب الاربعہ، فتح الطریقہ، رسالہ تحقیق نسب سیادت حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی، رسالہ ثبوت قول قدمی علی رقبۃ کل ولی اللہ بالہام اللہ اور رسالہ تحقیق وحدۃ الوجود وغیرہ مشہور ہیں - ملاحظہ ہو:-

تاریخ برہان پور ص ۱۳۷-۱۳۸ (مترجم)

(۴۱۸) مولوی فخرالدین زرادی

مولوی فخرالدین زرادی، جامع علوم اور متقی بزرگ تھے۔ دینی امور میں نہایت پختگی اور بڑی عظمت کے مالک تھے شروع میں مولانا فخرالدین ہانسوی سے دہلی میں پڑھتے تھے، خوش طبعی، سخن سنجی اور فصاحت کے لئے اہل شہر میں ممتاز تھے، سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے تعلیم کا کام چھوڑ دیا اور درویشوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ زیادہ تر سفر میں رہتے تھے اور جنگلوں میں خدا کی عبادت کرتے تھے، ہمیشہ روزہ رکھتے جس زمانہ میں محمد تغلق، بادشاہ دہلی نے دہلی کے باشندوں کو دیوگیر بھیجا تو یہ بھی گئے اور وہاں سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے چلے گئے۔ پھر بغداد پہنچے، علم حدیث میں درک حاصل کیا، جب واپس لوٹے تو جہاز ڈوب گیا اور مولانا نے درجۂ شہادت پایا علم صرف میں ان کی ایک کتاب مشہور ہے ؔ

ؔ مولانا فخرالدین زرادی نے جواز سماع میں رسالہ اباحت سماع لکھا ہے جو مطبع،

محب ہند دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) اخبار الاخیار ص ۹۱ - ۹۲
(۲) نزہتہ الخواطر جلد دوم ص ۱۰۳ - ۱۰۶
(۳) گلزار ابرار ص ۱۰۹
(۴) سیر الاولیاء ص ۲۶۶ - ۲۷۴
(۵) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۱۹۷

(مترجم)

(۴۱۹) مولانا فخر الدین احمد الہ آبادی

مولانا فخر الدین احمد، شاہ رفیع الزماں الہ آبادی کی اولاد امجاد سے تھے، الہ آباد کے بارہ دائروں میں سے ایک دائرہ محلہ یحییٰ پور کے نام سے مشہور ہے، شہر الہ آباد کے شرفاء میں سے تھے، لکھنؤ میں علمائے زمانہ مفتی محمد یوسف، مولوی نعمت اللہ، مفتی محمد اصغر، مولوی حسین احمد محدث لکھنوی (فرنگی محلی اور اخوند شیر محمد ولایتی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی فراغ علمی کے بعد اپنے وطن الہ آباد واپس ہوئے اپنے خاندان کے دستور کے مطابق مسند ارشاد کو سنبھالا اور بیت اللہ الحرام کے حج سے مشرف ہوئے۔ اس کے علاوہ طلباء کو درس دیتے اور مریضوں کا علاج کرتے، حذاقت اور معالجہ کی شہرت کی وجہ سے ان کا لقب حکیم بادشاہ ہو گیا اور ان کے آخر زمانہ کے خلفاء اور شاگرد نامی گرامی ہوتے مثلاً مولوی مسیح الدین احمد خلف و خلیفہ موصوف الذکر، مولوی محمد سبحان ساکن احمد آباد دنارہ، اور ان کے بھتیجے مولوی عبد الکافی وغیرہم ہیں۔ ان کی تصنیفات سے رسالہ تفرقۃ البدعۃ والسنہ، کف الالسنہ عن تکفیر الفرقہ رفضہ، رسالہ بشیر و نذیر، رسالہ مولد شریف، رسالہ مناسک الحج، [illegible] الشکوک والاوہام بجواب تقویۃ الایمان، اور فاتحہ فی جواز الفاتحہ مشہور ہیں۔ آیہ کریمہ "کل من علیہا فان" کے مصداق بہتر سال کی عمر میں ۲۳ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵-۶ء میں انتقال ہوا اور محلہ یحییٰ پور الہ آباد میں دفن ہوئے۔

(۴۲۰) فرید واحد العین

فرید واحد العین، شاہ میر سامانہ کے شاگردوں میں تھے، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگرچہ

تحصیل علم زیادہ نہ کیا تھا۔ لیکن ہر مشکل مسئلہ اور دقیق و غامض بحث کو جو ان سے پوچھی جاتی تھی مفتی کے طریقہ پر ہر کتاب سے فوراً قلم دوات لے کر لکھ دیتے تھے اور حل کر دیتے تھے جیسی کہ تحریر کی قوت رکھتے تھے ویسی تقریر یا پڑھنے کی قوت نہ تھی۔

(۴۲۱) مولوی فریدالدین احمد

لوی فریدالدین احمد بن سید محمد راجی بن مولوی یاد علی مشہدی کڑوی نہایت ذہین و ذکی تھے شروع میں مولانا محمد سلامت اللہ کشفی کان پوری اور دیگر علمائے وقت کی خدمت میں علوم مروجہ کی تحصیل کی اور پھر قوانین انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے قانون دانی اور معاملات فہمی میں مشارالیہ (مولوی فریدالدین) اپنے ساتھیوں میں حکام والاشان کی عنایات سے سرفراز ہوئے کچھ دنوں ہائی کورٹ میں وکیل رہے اس کے بعد سب جج ہوئے، حق یہ ہے کہ اگر تحصیل علوم کے بعد خدمت علم میں کمر باندھتے تو ملا حسن سہالوی اور ملا عماد نیکلنی سے کم نہ ہوتے اس حالت میں بھی جو متاع و اسباب ان کو حاصل ہوا وہ ان کے ہم چشموں کو کم حاصل ہوگا۔ اس کے باوجود اعزاء و اقربا پروری ان کا دستور ہے۔ ملکہ انگلستان قیصر ہند کی جوبلی کے موقع پر خطاب خان بہادری حاصل کیا۔

(۴۲۲) مولوی فضل امام خیرآبادی

مولوی فضل امام خیرآبادی، شیخ فاروقی، مولوی عبدالواجد خیرآبادی کے شاگرد رشید تھے، دہلی میں صدر الصدوری کے عہدہ پر انگریزی سرکار کی طرف سے ممتاز تھے، میر زاہد رسالہ اور میرزاہد ملا جلال پر تفصیلی حواشی لکھے ہیں، علوم عقلیہ میں نہایت شہرت رکھتے تھے، آمد نامہ کہ جس میں فارسی قواعد بیان کئے ہیں اور جوار لکھنؤ کے کچھ علماء کا ذکر کیا ہے۔ بتدیوں کے لئے بہت مفید ہے ۵/ ذی قعدہ ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء کو جنت الفردوس کی راہ لی۔

لے مولانا فضل امام بن شیخ محمد ارشد ہرگامی، خیرآباد وطن تھا، فراغ علم کے بعد دہلی پہونچے، انگریزی حکومت کی طرف سے پہلے دہلی کے مفتی پھر صدر الصدور مقرر ہوئے شاہ صلاح الدین صفوی سے بیعت تھے، فرائض ملازمت کے ساتھ مشغلہ تدریس و

تصنیف ہمیشہ جاری رکھا اپنے تلامذہ پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ شاہ غوث علی پانی پتی نے بڑی محبت سے اپنے استاد مولانا فضل امام کا ذکر کیا ہے۔ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں۔

"علوم عقلیہ اور فنون حکمیہ کو ان کی طبع وقاد سے اعتبار تھا اور علوم ادبیہ کو ان کی زبان دانی سے افتخار، اگر ان کا ذہن رسا دلائل قطعیہ بیان نہ کرتا، فلسفہ کو معقول نہ کہتے اور اگر ان کا فکر صائب، براہین ساطعہ قائم نہ کرتا، اشکال ہندسی تار عنکبوت سے سست تر نظر میں آتے۔ اس نواح میں ترویج علم و حکمت و معقول کی اسی خاندان سے ہوئی گویا اس دودۂ والا تبار سے اس علم نے یک جہتی بہم پہنچائی ہے۔"

ان کے تلامذہ میں سب سے مشہور مولانا فضل حق اور مفتی صدر الدین آزردہ ہوئے۔ کچھ دنوں پٹیالہ میں بھی رہے۔ ٥ ذی قعدہ ١٢٤٤ھ / ١٨٢٩ء میں خیر آباد میں انتقال ہوا اور احاطہ درگاہ شیخ سعد الدین میں دفن ہوئے۔ مرزا غالب نے قطعہ تاریخ انتقال کہا ہے ؎

اے دریغا قبلۂ ارباب فضل — کرد سوئے جنت الماویٰ خرام
چوں ارادت از پئے کشفِ شرف — جست سالِ فوتِ آں عالی مقام
چہرۂ ہستی خراشیدم نخست — تا بنا تخرجہ گردد تمام
گفتم اندر "سایہ لطفِ نبی" — آرامش گہ "فضلِ امام" ٥

٢٥٧
٩٩٢
١٢٤٩
٥
١٢٤٤ھ / ١٨٢٩ء = ٥ - "٩٩٢"
٢٥٧

+

مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے ١٢٤٣ھ / ١٨٢٨ء اور عبد الشاہد خاں شروانی نے [illegible] میں ١٢٤٠ھ / ١٨٢٥ء صحیح نہیں لکھا ہے۔ حوالے کے لیے دیکھئے:

(١) آثار الصنادید باب چہارم [illegible]
(٢) باغی ہندوستان ص ١٦٢ - ٢٠٥
(٣) مختصر سیر ہندوستان ص ٦٠
(٤) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ٤١٤ - ٤١٥

(۵) تراجم الفضلا (تمہید، أ-iii)

(۶) کلیات غالب (نثر فارسی) ص ۴۲-۴۳

(۷) علم و عمل جلد اوّل ص ۲۵۷

(۸) مفتاح التواریخ ص ۳۸۷

(۹) سیر العلماء ص ۲۱-۲۲ مترجم

(۴۲۳) مولوی فضل اللہ سندیلوی

مولوی فضل اللہ سندیلوی ابن شاہ غلام علاء الدین، سندیلہ کے مخدوم زادے تھے۔ شروع میں مولوی زین العابدین سندیلوی سے تحصیل علم کی اور تکمیل گوپامئو میں علمائے وقت سے کی اپنے والد کے مرید و سجادہ نشین تھے طالبین کے ارشاد و ہدایت میں مشغول رہتے بارھویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے قصبہ سندیلہ میں کریم باغ کے مقبرہ میں اپنے والد کے روضہ کے اندر دفن ہوئے۔

(۴۲۴) مولوی فقیہ اللہ سندیلوی

مولوی فقیہ اللہ سندیلوی، ابن شاہ صلح اللہ بن شاہ غلام علاء الدین، قصبہ سندیلہ کے مخدوم زادے تھے۔ ۱۲۰۳ھ (۸۹-۱۷۸۸ء) میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمد بخش سندیلوی، مولوی ہادی ساکن دیوا، مولوی غلام حسین بنگالی، مولوی اسلم بلگرامی، مولوی نور الحق لکھنوی، مولوی محمد حیدر فرنگی محلی لکھنوی، مولوی سراج الحق فرنگی محلی لکھنوی، مفتی محمد اصغر فرنگی محلی اور مولوی محمد جعفر ساکن کسمنڈی سے تحصیل علم کی اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ تھے۔ ہمیشہ درس دیتے تھے اور وعظ کہتے تھے۔ ۲۲ صفر ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) میں انتقال ہوا۔ مخدوم صاحب کی مسجد کے صحن میں قصبہ سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۴۲۵) شاہ فضل اللہ برہان پوری

شاہ فضل اللہ برہان پوری، نائب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لقب سے مشہور تھے ان کی اصل جون پور سے تھی، برہان پور میں مقیم ہو گئے تھے اور وہیں توطن اختیار کر لیا، ایک مدرسہ کی

بُنیاد ڈال دی، ہمیشہ فقہ، تفسیر، حدیث اور تصوف کے درس میں مشغول رہتے مدرسے اور طلباء کے مصارف بادشاہ وقت سے ملتے تھے ان کی وفات سنہ ۱۰۰۵ھ (۷-۱۵۹۶ء) میں برہان پور میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

(۴۲۶) مولانا فضل رحمان

مولانا فضل الرحمان کے اوصاف حمیدہ اور خصائص پسندیدہ ایسے نہیں ہیں کہ زبان بریدہ قلم بے بنیاد کاغذ پران میں سے تھوڑے بھی لکھ سکے اور انسان ضعیف البنیان کی کیا مجال ہے کہ ان کا عشر عشیر بھی بیان کر سکے۔

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ　　　وان یک سابقاً فی کل ما وصفا

مختصر یہ کہ ان کے والد ماجد اہل اللہ بن محمد فیاض قصبہ ملانواں ضلع اناؤ (اودھ) کے قدیم باشندے تھے۔ وہ مخدوم شیخ محمد ملانواں مصباح العاشقین کی اولاد سے تھے۔ حضرت نے قصبہ گنج مراد آباد میں جو ضلع اناؤ میں ملانواں سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے سکونت اختیار فرمائی اور ان کی بعض اولاد اب بھی ملانواں میں سکونت پذیر ہے۔ حضرت موصوف الالقاب (مولانا فضل الرحمن) سنہ ۱۲۰۸ھ (۹۴-۱۷۹۳ء) میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ فضل رحمان (بغیر الف، لام اور الف بعد میم) ان کا تاریخی نام ہے اس حساب سے عمر شریف سنہ ۱۳۰۵ھ (۸-۱۸۸۷ء) تک کہ اس مجموعہ کی تالیف کا زمانہ ہے۔ ۹۷ سال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طویل زندگی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے، اُنھوں نے درسی مروجہ علوم کی تحصیل اپنے زمانہ کے مشہور اساتذہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنوی اور مولوی محمد اسحاق دہلوی سے کی زہد و اتقاء اور اتباع فقہ و حدیث ان کا دستور و طریق ہے۔ مرید و خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ہیں۔ چونکہ آغاز سن شعور [illegible] طبیعت اشغال باطن کی طرف متوجہ تھی اس لئے تدریس و تصنیف کا اتفاق نہ ہوا شروع میں تذکیر و وعظ بھی فرماتے تھے اب جسمانی ضعف کی وجہ سے جو اس عمر کا تقاضہ ہے وہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ پھر بھی اس زمانہ میں مخلوق ان کی طرف رجوع کرتی ہے، چھوٹے بڑے، مالدار مفلس، مشہور و غیر مشہور نزدیک و دور سے آتے ہیں اور بیعت سے سرفراز ہوتے ہیں مؤلف اوراق ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء) میں اپنے وطن مالوف

سے ملاقات کی غرض سے کان پور تک گیا، وہاں معلوم ہوا کہ اناؤ سے مراد آباد تک بارش کی وجہ سے سخت طغیانی ہے گاڑی اور پالکی وغیرہ کی سواری کا عبور کرنا سخت دشوار ہے اس لئے یہ مشہور شعر پڑھ کر رہوال واپس آگیا ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ل ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵-۶ء کو حضرت شاہ فضل الرحمان کا گنج مراد آباد میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :-

(۱) تذکرہ مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی از ابوالحسن علی ندوی (مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ۱۹۵۸ء)

(۲) تطییب الاخوان بذکر علماء الزمان ۳ - ۷ - ۸

(۳) ذکر رحمانی (مطبوعہ مراد آباد) (مترجم)

(۲۲۷) مولوی فضل رسول بدایونی

مولوی فضل رسول بدایونی بن مولوی شاہ عبد المجید قدس سرہٗ ماہ صفر ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸-۹ء میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام ظہور محمد ہے۔ مروجہ درسی کتابوں کی تحصیل و تکمیل، مولوی نور الحق فرنگی محلی خلف مولانا انوار الحق شاگرد ملک العلماء بحر العلوم ملا عبد العلی سے کی قصبہ ردولی میں مخدوم شاہ عبد الحق قدس سرہٗ کے کے مزار کے سامنے اکابر علمائے وقت مثلاً مولوی عبد الواسع، مولوی عبد الواجد خیر آبادیؒ، مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی وغیرہ نے رسم دستار بندی ادا فرمائی، علم طب حکیم ببر علی خاں موہانی، علم حدیث و تفسیر شیخ المکہ عبد اللہ سراج اور شیخ المدینہ شیخ عابد مدنی اور علم تصوف اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ قادریہ و چشتیہ سلسلہ میں بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے پائی چند بار حرمین شریفین گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک بار دہلی سے احرام باندھ کر بمبئی تک پیدل گئے اسی سال کامل جذب وارادت کے ساتھ بغداد شریف گئے۔ سجادہ نشین درگاہ غوثیہ سید علی نے بھی خاص طور سے خود اجازت مرحمت فرمائی، غرض ہمیشہ مخلوق کی ہدایت و تعلیم اور تدریس میں مشغول رہتے۔ وہابیوں کی بیخ کنی میں بہت کوشش کرتے بہت سے مشہور علماء و فضلاء نے ان سے استفادہ کیا۔ ان میں مولوی فیض احمد بدایونی،

مولوی سخاوت علی جون پوری، مفتی اسد اللہ الہ آبادی، مولوی شاہ احمد سعید رام پوری اور مولوی عنایت رسول چریاکوٹی ہیں ۳ ر جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں بروز پنجشنبہ بعد نماز ظہر ۸۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ بدایوں میں دفن ہوئے۔ مولوی عبد السلام (سنبھلی) مُراد آبادی نے ان کی تاریخ انتقال فقرہ "انا فضل الرسول" سے نکالی ہے[۲]

تصانیف مشہورہ:۔ بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، معتقد منتقد، سیف الجبار، فوائز المومنین، تلخیص الحق، احقاق الحق، شرح فصوص الحکم، رسالہ طریقت، حاشیہ میرزاہد، حاشیہ ملا جلال، طب الغریب اور متفرق مسائل میں دیگر رسائل[۳]

[۱] مولوی عبد الواجد خیر آبادی کا مولوی فضل رسول بدایونی کی دستار بندی میں موجود ہونا درست نہیں کیونکہ عبد الواجد خیر آبادی کا انتقال ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو تراجم الفضلا از مولوی فضل امام ص ۱۰ - ۱۱

[۲] مولوی عبد السلام سنبھلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول — پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف دستار دیں — ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں — ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل — قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد — کرد روشن منزل اول با نوار نزول
ایں جہاں را سنگ ماتم بر جبیں مدعا است — آنجہاں را گوہر مقصود در دست وصول

خواستم تاریخ وصل وے نو سیم ناگہاں
شد ہمن الہام از روحش "انا فضل الرسول"
۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء

[۳] مولوی فضل رسول بدایونی، حکومت انگریزی کی ملازمت [illegible] عدالت اور پھر کلکٹری میں سررشتہ دار رہے۔ اس زمانہ میں ضلع بدایون کا صدر مقام سہسوان تھا۔ بنارس میں راجہ انوپ سنگھ کے ملازم رہے۔ کچھ مدت بریلی میں مطب کیا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جب بدایون سے انگریزوں کا نظم ونسق اُٹھ گیا تو جان پر کھیل کر

چند روز بدایوں کا انتظام کیا اور سرکاری عملے کی حفاظت کی پھر حیدر آباد پہونچے، سترہ روپیہ یومیہ کا وظیفہ حاصل کیا۔ ترکی کا سفر اختیار کیا۔ سلطان ترکی کے مہمان ہوئے۔ مولوی فضل رسول بدایونی کو رد وہابیت میں خاص شہرت حاصل ہے۔ آخر عمر میں بینائی جواب دے گئی تھی اپنے والد مولوی عبد المجید سے خرقہ خلافت پہنا سجادہ نشین ہوئے اور سلسلۂ بیعت جاری کیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) اکمل التاریخ حصہ دوم (سوانح عمری مولوی فضل رسول بدایونی) از مولوی محمد یعقوب ضیاء قادری بدایونی۔ (مطبوعہ)

(۲) طوالع الانوار از مولوی انوار الحق بدایونی (مطبوعہ)

(۳) تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۰-۲۵۷

(۴) بدایوں ۱۸۵۷ء میں از مولوی محمد سلیمان بدایونی ص ۷۲-۷۳

(۵) قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۲۷

(۶) گلزار ہند (مجموعہ رقعات مولوی امام الدین بدایونی) مرتبہ مولوی حکیم احسان الکریم بدایونی ص ۳۵-۴۲ (مطبع قیصری بریلی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)

(۷) حدیقۃ المرام نمبر شمار ۱۳۹

(۸) آثار احمدی ص ۶۴ (قلمی - مملوکہ محمد ایوب قادری)

(۹) FREEDOM STRUGGLE IN UTTUR PRADESH VOL V, PP 221, 318

(مترجم)

(۲۸) مولوی فضل حق خیر آبادی

مولوی فضل حق خیر آبادی، عمری، حنفی، ماتریدی، چشتی ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے اپنے والد مولوی فضل امام کے شاگرد تھے۔ حدیث مولانا عبد القادر دہلوی سے پڑھی۔ قرآن مجید چار ماہ میں حفظ کر لیا۔ تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ شاہ دھومن دہلوی کے مرید تھے۔ علوم منطق، حکمت، فلسفہ، ادب، کلام، اصول اور شاعری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے، ان کی نظم

چار ہزار اشعار سے زیادہ پر مشتمل ہوگی۔ دور دور کے شہروں سے طلباء آتے اور ان سے مستفید ہوتے ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں، میں ان کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہوا تو عین حقہ پینے اور شطرنج کھیلنے کی حالت میں ایک طالب علم کو افق المبین کا سبق دے رہے تھے اور کتاب کے مطالب کو بہت خوبی کے ساتھ طالب علم کے ذہن نشین کرا رہے تھے۔ ان کی اعلیٰ تصنیفات ہیں انگریزوں نے ان کو فساد ہند (۱۸۵۷ء) کے زمانہ میں قید کر کے جزیرہ رنگون بھیج دیا، وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں فوت ہوئے [۱]

تصانیف: - الحسن الغالی فی شرح الجواہر العالی، حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک، حاشیہ افق المبین، حاشیہ تلخیص الشفاء، الھدیۃ السعیدیہ (حکمت طبیعی)، رسالہ تحقیق العلم والمعلوم، الروض، تاریخ غدر ہندوستان، ان کے خلف رشید مولوی عبدالحق ہیں جو اپنے والد کے کمالات کا آئینہ ہیں۔ رام پور کی ریاست سے تعلق رکھتے ہیں۔

[۱] مولانا فضل حق خیر آبادی علوم معقول کے امام تھے کمشنر دہلی کے دفتر میں پیشکار تھے مولانا فضل حق خیر آبادی اور شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی سے بعض مسائل میں اختلافات ہوئے۔ طرفین سے رسائل لکھے گئے۔ مرزا غالب سے مولانا کے بہت اچھے تعلقات تھے ایک عرصہ تک رئیس جھجر، راجہ الور، نواب ٹونک اور ریاست رام پور میں ملازم رہے آخر میں واجد علی شاہ کے زمانہ میں لکھنؤ میں رہے۔ جب ہنومان گڑھی کا مشہور واقعہ جہاد پیش آیا۔ جس میں امیر الدین علی امیر المجاہدین تھے۔ اس میں حسب روایت مولوی حکیم نجم الغنی مؤلف تاریخ اودھ مفتی سعد اللہ رام پوری اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کے ساتھ مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی مولوی امیر الدین اور جہاد ہنومان گڑھی کے خلاف فتویٰ دیا۔ مگر کس کو معلوم تھا کہ مولانا فضل حق خیر آبادی ۱۸۵۷ء میں اس کی پوری پوری تلافی کریں گے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق نے مردانہ وار حصہ لیا [illegible] کے شریک رہے لکھنؤ میں حضرت محل کی کورٹ کے [illegible] آخر میں گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ جزیرہ انڈمان بھیجے گئے اور وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں انتقال ہوا۔ جزیرہ انڈمان میں دفن ہوئے۔ رنگون میں دفن ہونا غلط ہے مولانا فضل حق نے تین صاحبزادے شمس العلماء مولوی عبدالحق، مولوی شمس الحق اور

مولوی علاء الحق یادگار چھوڑے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) باغی ہندوستان از محمد عبدالشاہد خاں شروانی ص ۱۱-۱۷۶

(۲) ماہنامہ "تحریک"، دہلی۔ اگست ۱۹۵۷ء و جون ۱۹۶۰ء۔

(۳) آثار الصنادید باب چہارم ص ۶۲-۶۹

(۴) تذکرۂ غوثیہ از مولوی گل حسن ص ۱۲۴-۱۲۵

(۵) یادگار غالب ص ۷۱

(۶) انتخاب یادگار ص ۲۸۱-۲۹۵

(۷) تاریخ اودھ جلد پنجم ص ۲۳۲

(۸) آب حیات ص ۵۰۵

(۹) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۰

(۱۰) علم و عمل جلد اوّل ص ۲۵۸

(۱۱) ابجد العلوم ص ۹۱۵

(۱۲) الیانع الجنی ص ۷۵

(۱۳) دہلی اور اُس کے اطراف ص ۳۰-۳۱، ۳۹-۴۰، ۵۴-۵۵، ۶۱-۶۲، ۱۱۳

(۱۴) سیر العلماء ص ۲۲-۲۳

(مترجم)

(۴۲۹) شیخ فضیل کالپوی

شیخ فضیل کالپوی، شیخ جلال واصل کالپوی کے بڑے بیٹے تھے عربی ادب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، عربی قصائد بڑی فصاحت سے لکھتے تھے یہ مطلع ان کے قصیدہ کا ہے جو انھوں نے معین الدین طنطرانی کے جواب میں لکھا ہے۔

یا جمیل الوجہ وجھی عن تدیم الحال حال   راح روحی بالنوی والدمع کالسلسال سال

اور طنطرانی کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے:۔

یا خلی البال قد بلبلت بالبلبال بال   بالنوی زلزلت قلبی فھو بالزلزال زال

شیخ فضیل موصوف نے عربی نثر و نظم کی توقیع جو شیخ فیضی کی تفسیر پر لکھی ہے وہ ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔

(۴۳۰) مولوی فقیر محمد جہلمی

مولوی فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش، موضع چتن کے رہنے والے تھے جو شہر جہلم سے دو میل مغرب کی جانب ہے۔ جمعرات کے دن ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ رسمی و مروجہ علوم کی تحصیل میاں قطب الدین ساکن نالیاں والہ، میاں غلام محمد ساکن موضع جادہ اور مولوی نور احمد ساکن کہائی کوٹلی وغیرہ علمائے وقت کی خدمت میں کی۔ پھر مولوی مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلی کے تلامذہ میں منسلک ہوئے، تھوڑے ہی زمانہ میں فارغ التحصیل ہو گئے اور اپنے وطن مالوف کو واپس آ گئے۔ مذہب نصاریٰ کے رد میں بہت کوشش کی فی الحال مطبع سراج المطابع جہلم کے مالک و مربی ہیں، ترجمہ تصدیق المسیح، حاشیہ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان، حدائق الحنفیہ (تذکرہ حنفی علماء) زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل اور رسالہ آفتاب محمدی ان کی تصانیف ہیں [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۳، ۴۹۵، ۴۹۶
(۲) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۶۶ (مترجم)

(۴۳۱) مولوی فیض احمد بدایونی

مولوی فیض احمد بدایونی بن حافظ غلام احمد بن مولوی شمس الدین بن مولانا محمد علی [illegible] ان کی پیدائش قریب ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں ہوئی۔ جملہ علوم عقلی و نقلی اپنے ماموں مولوی [illegible] رسول سے بہت تحقیق و تدقیق کے ساتھ حاصل کئے اپنے نانا مولانا شاہ عبدالمجید [illegible] مرید تھے۔ ان کے کمالات علمیہ اور حالات قدسیہ کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔ ان کی تصنیفات سے حاشیہ صدرا، حواشی خصوصی فارابی، اور تین دیوان عربی، فارسی اور اردو (مناقب حضرت غوث اعظم قدس سرہ) تھے ان میں اکثر فساد ہند (۱۸۵۷ء) میں تلف ہو گئیں۔ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷-۸ء کے قریب ان کا انتقال ہوا [1]

ے مولانا فیض احمد بدایونی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہدین میں ہیں مولوی رحمت اللہ کیرانوی اور پادری فنڈر کے درمیان جو مناظرہ ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو آگرہ میں ہوا اس میں بھی مولانا فیض احمد بدایونی کی سرگرمیوں کو دخل تھا۔ مولانا اس زمانہ میں وہاں بورڈ آف ریونیو میں سرشتہ دار تھے۔ اسی زمانہ میں ہدایت نامہ مال گزاری (جلد دوم) کا اردو ترجمہ "ولیم میور" (سکریٹری صدر بورڈ) کے ہمراہ کیا۔ (تاریخ نثر اردو ص ۱۱۹) جب جنگ آزادی کا آغاز ہوا تو ڈاکٹر وزیر خاں کے ہمراہ سیدھے دہلی پہنچے۔ اور بادشاہ دہلی کی طرف سے ذمہ دار عہدوں پر سرفراز رہے۔ سقوط دہلی کے بعد روہیل کھنڈ کا رخ کیا۔ بدایوں، (ککرالہ) اور بریلی وغیرہ میں انگریزوں سے مقابلہ کیا اس کے بعد اودھ کی طرف نکل گئے اور پتہ نہیں چلا کہ کہاں گئے اور کیا حشر ہوا۔ لہذا یہ بیان کہ ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷-۸ء میں انتقال ہوا صحیح نہیں ہے۔ مولانا فیض احمد بدایونی نے ایک صاحب زادے حکیم سراج الحق یادگار چھوڑے۔ مولانا کی تصانیف سے ایک رسالہ تعلیم الجاہل ہے جو انھوں نے بشیر الدین قنوجی کے رسالہ تفہیم المسائل کے جواب میں لکھا ہے۔ حاشیہ شرح ہدایت الحکمۃ صدرا شیرازی علی فصوص الفارابی لکھا ہے۔ ان کے علاوہ مجموعہ نثر و قصائد عربیہ موسومہ ہدیہ قادریہ ان کے ادبی کمالات کا نمونہ ہے، اس میں ایک ہزار ایک سو گیارہ عربی نثر کے فقرے میں اسی طرح ایک ہزار ایک سو گیارہ عربی اشعار شیخ عبد القادر جیلانی کی منقبت میں ہیں ہدیہ قادریہ مولوی عبد المقتدر بدایونی کے مقدمہ اور حاشیہ کے ساتھ ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۶ء میں مطبع نسیم سحر بدایوں میں طبع ہو چکا ہے۔ طبیعت موزوں تھی، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے رسوا تخلص تھا۔ فارسی میں مولانا عبد القادر بدایونی نے تحفہ فیض کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں بھی مولانا فیض احمد کے کچھ حالات مل جاتے ہیں جو فخر المطابع میرٹھ میں طبع ہوا ہے۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔ "مولانا فیض احمد بدایونی" از محمد ایوب قادری (مرتب) (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۵۷ء) (مترجم)

(۴۳۲) مُلّا فیروز کشمیری

مُلّا فیروز کشمیری، سچا گنائی کے نام سے مشہور تھے، بابا نونی گنائی کے والد تھے، عالم جوانی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ہند پاکستان واپس آئے اور بدایوں میں تحصیل علم میں کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر قسمت کی یاوری سے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی ان سے علم کی درخواست کی، اُنھوں نے ان کو تعلیم دی۔ صاحب ترجمہ (ملا فیروز) فقہ، حدیث تفسیر وغیرہ میں اپنے ہم عصروں میں فائق ہوئے۔ کشمیر میں عہدۂ افتاء پر سرفراز ہوئے۔ میر حمزہ کشمیری کے مرید تھے۔ حسین شاہ والی کشمیر کے زمانے میں ۹۷۳ھ ۱۵۶۵-۶ء میں سَتّر سال کی عمر میں شیعوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ شیخ یعقوب صرفی نے ان کے انتقال کی تاریخ یوں کہی ہے۔

تاریخ شہادت ملا فیروز کشمیری

از شیخ یعقوب صرفی

از پئے تاریخ در دین وحید   گفت شد از بہر دیں ملا شہید

ان کے بیٹوں میں ملا عبدالوہاب فاضل اور صاحب تالیف تھے۔ حاشیہ توتی، شرح مواقف اور شرح شمسیہ پر اُنھوں نے حاشیے لکھے ہیں [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۸۱-۳۸۲

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۶۰-۲۶۱

(۳) خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۸۵-۸۶

(۴۳۳) قاضی خاں ظفر آبادی

ان کا نام یوسف، وطن ظفر آباد، شیخ حسن بن طاہر جون پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع اور نہایت قناعت پسند تھے۔ نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ نے ہر چند ان سے نذر قبول کرنے کی درخواست کی لیکن انھوں نے قبول نہیں کی اور کہا سہ

از خدا خواہم و از غیر نخواہم بخدا   کہ نیم بندۂ غیر و نہ خدائے دگراست

جب معانی کا زمان ان کے بڑے بیٹے شیخ عبداللہ کے پاس لے گئے تو انھوں نے بھی قبول نہ کیا اور کہا کہ بیٹے کو باپ کی متابعت کرنی چاہیئے۔ قاضی خاں کی وفات ۵ ار صفر ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء کو ہوئی ان کا مزار ظفر آباد (سواد جون پور) میں ہے [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۶۵

(۲) اخبار الاخیار ص ۲۳۳-۲۳۴

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۲۸

(۴) تاریخ الاولیاء جلد دوم ص ۴۹۶ (مترجم)

(۴۳۴) قاضی قاضن بھکری [1]

قاضی قاضن بھکری ابن قاضی شاہ ابوسعید بن قاضی زین الدین بھکری، اپنے زمانہ کے علماء میں مختلف فضائل کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ علم قرأت بہت اچھی طرح سیکھا تھا، فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف اور عربی ادب میں بہت مہارت رکھتے تھے راہ سلوک میں بہت ریاضتیں کی تھیں۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے سیر و سفر بہت کیا اور آخر میں سید محمد جون پوری مدعی مہدویت کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ لہذا علمائے وقت ان پر طعن کرتے تھے۔ شاہ حسن حاکم سندھ کی طرف سے موزوں جگہ بھکر کے قاضی ہوئے۔ بڑھاپے میں اس عہدہ سے مستعفی ہوگئے اور اپنے بھائی قاضی نصر اللہ کو مقرر کر دیا ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء میں انتقال کیا۔ بھکر سندھ میں ایک شہر کا نام ہے۔

[1] مؤلف تذکرہ نے قاضی قاضی نام لکھا ہے جو غلط ہے۔ صحیح نام قاضی قاضن ہے۔ ملاحظہ ہو:-

تحفۃ الکرام از میر علی شیر قانع ٹھٹوی ص ۴۳۳-۴۳۴ (سندھی ادبی بورڈ- ۱۹۵۹ء) (مترجم)

(۴۳۵) ملا قاسم کاہی

علم تفسیر، ہیئت، کلام اور تصوف میں ان کو خوب مہارت حاصل تھی ان کی علم موسیقی

میں بھی ایک تصنیف ہے، اگرچہ مشائخ متقدمین اور مولانا جامیؒ کا زمانہ پایا مگر تمام عمر الحاد و زندقہ میں بسر کردی۔ اس وارستگی اور آزادی کے باوجود بذل و ایثار خوب کرتے تھے۔ شاعری میں ان کا دیوان مشہور ہے۔ بوستان سعدی کے جواب میں گل فشاں نام ایک مثنوی قافیہ بقافیہ لکھی ہے اس کا مطلع یہ ہے ؎

جہاں آفریں را بجاں آفریں   بجاں آفریں صد جہاں آفریں

ہمایوں کے زمانہ سے اکبر کے زمانہ تک زندہ تھے۔ ان کے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہوسکی [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ۲ ۴۷۳-۴۷۴

(۲) بزم تیموریہ ۴۱ ۴۲-۴۱

(۳) مفتاح التواریخ ۱۸۸ ۱۸۹-۱۸۸

(۴) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ۲۶۳

(۵) خزانۂ عامرہ ۲۹۰ ۲۹۱-۲۹۰

(مترجم)

(۴۳۶) شاہ قطب الدین محمد حسینی کڑوی

شاہ قطب الدین محمد ابن شاہ رشید الدین احمد الغزنوی، ان کے والد کا سلسلہ نسب امام حسن بن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے وہ عالم متبحر، فقیہہ فاضل، صاحب ولایت اور مجاہد سبیل اللہ تھے۔ ۵۸۱ھ ۱۱۸۵-۶ء میں پیدا ہوئے۔ سلطان قطب الدین التتمش کے زمانہ میں غزنی سے دہلی آئے اور وہاں سے آکر موضع کڑا میں سکونت پذیر ہوگئے۔ کڑا قصبۂ ہسوہ کے قریب نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو کڑا سادات کے نام سے مشہور ہے وہاں سے غزا اور جہاد کی [illegible] پہنچے، جو مانک پور کے مقابل گنگا کے کنارے واقع ہے۔ راجہ جے [illegible] پایا اور غالب آئے ۹۶ سال کی عمر میں مقام کڑا میں ۳ رمضان ۶۷۷ھ ۱۲۷۸-۹ء میں انتقال ہوا۔ تین بیٹے سید نظام الدین، سید قوام الدین مقیم دہلی، اور سید تاج الدین قاضی بدایوں یادگار چھوڑے۔ سید موصوف علیہ الرحمہ کی اولاد کڑا، نصیر آباد، ردولی، کوندھن پٹی، اجھوا، رسول پور، کروی، منعم آباد، راجوپور، گوالیار، کرئی، بہیرا، دہلی، بدایوں اور ہسوہ میں سکونت رکھتی ہے اور یہ لوگ سادات قطبیہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

(۴۳۷) ملا قطب الدین شہید سہالوی

انصاری شیخ ہیں۔ ان کا نسب سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ ان کے ایک بزرگ مدینہ طیبہ سے ہرات آئے۔ ان کی اولاد امجاد میں مشہور معروف خواجہ عبداللہ انصاری ہرات میں دفن ہیں۔ خواجہ موصوف کی اولاد سے شیخ علاء الدین انصاری ہندوستان میں آئے۔ مضافات دہلی میں سکونت پذیر ہوگئے۔ اور وہیں وفات پائی۔ علاء الدین کی اولاد میں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی (اودھ) میں سکونت اختیار کی، ان کا سلسلہ ملا قطب الدین شہید سے آٹھویں پشت میں جاکر ملتا ہے۔ صاحب ترجمہ (ملا قطب الدین) اساتذہ کے امام، علماء کے قائد، علوم عقلی کے معدن اور فنون نقلی کے مخزن تھے۔ ملا دانیال چوراسی (شاگرد ملا عبدالسلام ساکن دیوہ) اور قاضی گھاسی (شاگرد شیخ محب اللہ الہ آبادی) سے تحصیل علم کی۔ تمام عمر تدریس و تعلیم میں مشغول رہے۔ لکھنؤ کے قرب وجوار میں علمی ریاست کے صدر نشین تھے، اکثر علمائے ہندوپاکستان کا سلسلہ ان پر منتہی ہوتا ہے، قصبہ سہالی میں عثمانی اور انصاری شیوخ کے دو قبیلے مقیم و قابض تھے۔ دونوں فریقوں میں زمینداری کی شرکت کی وجہ سے موروثی نزاع رہتا تھا۔ ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء میں شیوخ عثمانی نے رات کے وقت ملا قطب الدین انصاری کے مکان پر ہجوم کرکے ان کو جان سے مار ڈالا اور ان کے مکان کو آگ لگا دی، ان کی تصنیف شرح عقائد دوانی کا حاشیہ بھی اسی ہنگامہ میں تلف ہوگیا، کتاب تلویحات ان کی تصنیف ہے آنھوں نے چار فرزند یادگار چھوڑے، ان چاروں کی اولاد اس کتاب کی تالیف کے وقت تک (۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) فرنگی محل، لکھنؤ، بنارس اور مرزاپور میں موجود ہے، ان کے بیٹے صاحب علم و فضل ہوئے ہیں، بقول شخصے

ع این خانہ تمام آفتاب است

تمام ہندوستان میں ملائے شہید کے خاندان کے سوا کوئی خاندان کہ جس میں علم موروثی اباً عن جد رہا ہو نہیں پایا جاتا۔ ان کی اولاد امجاد میں سے کچھ لوگوں کا حال جو وفور علم، کثرت درس اور تصانیف میں شہرۂ آفاق تھے، ان اوراق میں لکھا جائے گا۔

سہالی:۔ لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے۔

چوراس: صوبہ اودھ میں ایک قصبہ ہے۔

دیوا: صوبہ اودھ میں ایک قصبہ ہے۔

فرنگی محل: صوبہ اودھ کے دار الحکومت شہر لکھنؤ کا ایک محلہ ہے۔ پہلے ایک قطعہ زمین تھا جس میں فرنگستان کا ایک تاجر رہتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ مکان فرنگی محل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ چونکہ فرنگی تاجر کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے امتداد زمانہ کے بعد وہ جگہ نزول شاہی میں آگئی۔ ملائے شہید کے قتل کے بعد ان کی اولاد کے قیام کی لئے وہ جگہ معافی میں مل گئی، اب بھی ان کی اولاد وہیں مقیم ہے اور وہ مقام فرنگی محل کے نام سے مشہور ہے [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل	ص	۴ – ۱۰ – ۱۹
(۲) احوال علمائے فرنگی محل	ص	۱ – ۱۱
(۳) مقالات شبلی جلد سوم	ص	۱۰۲-۱۱۴
(۴) ماثر الکرام دفتر اول	ص	۲۰۹-۲۱۰
(۵) حدائق الحنفیہ	ص	۴۲۹
(۶) سبحۃ المرجان	ص	۷۶
(۷) ابجد العلوم	ص	۹۰۴-۹۰۵

(مترجم)

(۴۳۸) مولوی قطب الدین شمس آبادی

ان کی اصل امیٹھی کے سادات سے ہے وہاں سے شمس آباد آکر مقیم ہو گئے [illegible] کے نامور عالم تھے۔ پہلے اپنے عہد کے علماء سے اکتساب علم کیا اس کے بعد [illegible] سہالوی کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل ہوئے اور فراغ علمی حاصل کیا۔ تمام عمر شمس آباد میں [illegible] افادہ درس پڑھاتے رہے اور ستر سال کی عمر میں ۱۱۲۱ھ ۱۰-۱۷۰۹ء میں فوت ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

امیٹھی لکھنؤ کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے اور شمس آباد، قنوج کے مضافات میں ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) ابجد العلوم ص ۹۰۵

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۲۴

(۳) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۱۰

(۴) سبحۃ المرجان ص ۲۳۱-۲۳۲ (مترجم)

(۴۳۹) نواب قطب الدین خاں بہادر

نواب قطب الدین خاں بہادر، محدث، ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴-۵ء میں پیدا ہوئے، فقیہ، محدث اور شرک و بدعت کا رد کرنے والے تھے، علوم دینیہ خصوصاً حدیث اور اس کے اصول مولوی محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کئے اور علمائے حرمین شریفین سے بھی فیض پایا۔ ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲-۳ء میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا[۱]

تصانیف:- مظاہر حق (ترجمہ و شرح اردو مشکوٰۃ)، جامع التفاسیر، ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین، مظہر جمیل، مجمع الخیر، جامع الحسنات، خلاصہ جامع صغیر، ہادی الناظرین، فقہ سلطان، معدن الجواہر، وظیفہ مسنونہ، تحفۃ الزوجین، احکام الضحیٰ، فلاح دارین، تنویر الحق، توقیر الحق، تحفۃ العرب والعجم، احکام العیدین، رسالہ مناسک، خلاصۃ النصائح، گلزار جنت، تنبیہ النساء، حقیقۃ الایمان، مراد المعاد، تذکرۃ الصیام، تذکرۃ الربا وغیرہ۔

[۱] نواب قطب الدین خاں کے والد کا نام نواب محی الدین تھا، دہلی کے رئیس تھے، بہادر شاہ کے دربار سے تعلق تھا مؤلف حدائق حنفیہ لکھتے ہیں "راقم نے بھی دہلی میں ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹-۶۰ء میں آپ کی زیارت کی ہے۔ بیشک آپ صورت و سیرت میں آیات ربانی میں سے ایک آیت تھے مگر افسوس آپ سے استفادہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، آپ اکثر تیسرے چوتھے سال حج کو تشریف لے جایا کرتے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کی وفات بھی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲-۳ء میں مکہ معظمہ میں ہوئی"

[۲] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۸

(۲) داستان تاریخ اردو ص ۱۸۲-۱۸۳

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۸۷-۳۸۸ (مترجم)

(۴۴۰) مولوی قطب الہدیٰ ساکن رائے بریلی

مولوی قطب الہدیٰ بن سید محمد واضح بن سید محمد صابر بن سید آیت اللہ بن شاہ علم اللہ اپنے زمانہ کے بڑے عالم، شرع کے پابند اور دیندار تھے۔ درسی کتابیں لکھنؤ کے فضلاء سے پڑھیں، حدیث، تفسیر اور دوسرے دینی علوم، شاہ عبد العزیز دہلوی اور ان کے بھائی شاہ عبد القادر مصنف موضح القرآن سے پڑھے اور سند حاصل کی۔ ان علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں لطائف و معارف حاصل کئے اور تحصیل و تکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ تدریس اور طالبین مولیٰ کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ چالیس سال کی عمر میں ۱۹ ربیع الآخر ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں انتقال ہوا۔ ان کی تصنیفات میں ایک رسالہ جانب الشرقی فی اثبات کفر فرعون الغرقی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(۴۴۱) سید قمر الدین حسین اورنگ آبادی

سید قمر الدین حسین ابن شاہ منیب اللہ بن شاہ عنایت اللہ، ان کی اصل سادات خجند سے ہے۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اس شہر کے نامور علماء سے حاصل کئے پھر حفظ قرآن کی توفیق ہوئی۔ خرقہ نقشبندیہ اپنے والد سے پہنا، عالم باعمل اور فاضل اجل تھے۔ ۲۲ رجمادی الاولیٰ ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۰ء میں حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے اورنگ آباد سے اپنے دونوں فرزند میر نور الہدیٰ اور میر نور العلیٰ کے ہمراہ روانہ ہوئے، اوّل جدہ سے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے ۱۷ ذی قعدہ سال مذکور کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور زیارت نبوی صلی اللہ [illegible] سے مشرف ہوئے۔ ۴ ذی الحجہ سن مذکور کو مکہ معظمہ پہنچے اور مناسک حج ادا [illegible] پھر [illegible] وہاں سے اورنگ آباد واپس آئے بحث وجود میں ان کی تصنیف سے ایک کتاب [illegible] مشہور ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء میں تالیف ہوئی۔ ۲ ربیع الاوّل ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء میں رحلت فرمائی۔ اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے ان کی تاریخ وفات لفظ "موت العلماء ثلمۃ" سے نکالی ہے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۵۲-۴۵۴

(۲) خزانہ عامرہ ص ۳۸۰ - ۳۸۴

(۳) سبحۃ المرجان ص ۱۰۱

(۴) ابجد العلوم ص ۹۱۹ (مترجم)

(۴۴۲) سید قوام الدین دہلوی

سید قوام الدین دہلوی، سید قطب الدین محمد حسینی کے منجھلے صاحبزادے، عالم، عامل، فاضل مقدس اور کامل تھے، سلطان التمش کی دختر کے ساتھ شادی ہوئی۔ اور دہلی میں مقیم ہو گئے ۶۲۷ھ/۳۰-۱۲۲۹ء میں ان کی ولادت ہوئی اور تراسی ۸۳ سال کی عمر میں ۷۱۰ھ/۱۱-۱۳۱۰ء میں انتقال ہوا۔ ان کے شاگردوں میں سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن سید قطب الدین محمد تھے۔

(۴۴۳) مفتی قوام الدین محمد کشمیری

مفتی قوام الدین محمد کشمیری بن مولوی سعد الدین صادق بن مولوی معز الدین بن امان اللہ شہید، بن مولوی خیر الدین، ۴ رشعبان ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء پیدا ہوئے محدث، فقیہہ اور کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ ختم قرآن مجید کے بعد بچپن ہی میں شیخ رحمت اللہ اور ملا مقیم اللہ ٹوپی گر کی خدمت میں علوم و فنون حاصل کئے، ہم عصر حسد کرنے لگے۔ حدیث کی اجازت میر قاری (تلمیذ شیخ القراء و حاجی عبد الولی نمر خانی تلمیذ ابو الحسن سندھی مدنی)، حاجی نعمت اللہ نوشہری، بابا محمد محسن پنجمری (تلمیذ مولوی امان اللہ شہید) سے حاصل کی۔ مولوی محمد امین اویسی کی خانقاہ میں درس و تدریس کا ہنگامہ گرم کردیا۔ رفتہ رفتہ کشمیر کے عہدۂ قضا اور وہاں کے شیخ الاسلامی کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ زین العابدین قادری، میاں زکریا لاہوری، شیخ الاسلام احمد اکہرلی، خواجہ عبد الرحیم بیچکمان کی صحبت میں مدتوں مستفید و مستفیض ہوئے۔ ان کی تصنیف سے ایک کتاب صحائف سلطانی ہے جس میں ساٹھ علوم کا بیان ہے۔ ۹ رذی الحجہ ۱۲۱۹ھ/۵-۴-۱۸۰ء میں انتقال ہوا[1]

[1] تاریخ انتقال ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء غلط ہے۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے:-

حدائقہ الحنفیہ ص ۴۶۳ - ۴۶۴ (مترجم)

(۴۴۴) مولوی کرامت اللہ چریاکوٹی

مولوی کرامت اللہ چریاکوٹی بن احمد بلیح عباسی، علوم کے ماہر اور اس علاقہ کے ناموروں میں سے تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد بچپن ہی میں وطن کو خیر باد کہہ دیا۔ علم حاصل کرنے کی غرض سے جون پور پہنچے۔ اور وہاں ملا محمد عسکری شیعی کی خدمت میں کچھ درسی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد ملا احمد اللہ سندیلوی کی خدمت میں پہنچے، ہر قسم کے علوم و معارف حاصل کر کے فارغ ہوئے۔ چاہا کہ دستار بندی کی رسم ادا ہو جائے۔ اور ان کی شہرت کا غلغلہ دنیا میں چاروں طرف پھیل جائے۔ کہتے ہیں مجلس منعقد ہوئی۔ قریب تیس عالم اور دوسرے شہروں کے طلباء جمع ہوئے۔ ان میں سے ہر شخص مختلف مسائل کے متعلق سوال کرتا تھا اور یہ وہ فاضل اجل (مولوی کرامت اللہ) ہر ایک کے جواب میں تحسین بیکراں اور آفرین بے پایاں سنتا تھا۔ تحصیل علم کے بعد دنیا کی طلب میں کوشاں ہوئے۔ امرائے لکھنؤ کی طرف سے معاش کے لئے ایک قطعہ زمین مقرر ہو گیا جس کا محاصل (سالانہ) دو ہزار روپیہ تھا۔ تمام عمر جاہ و جلال اور خاص و عام کے مرجع ہونے کی حیثیت سے زندگی بسر کر دی۔ ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵-۶ء میں سو سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(۴۴۵) مولوی کرامت علی جون پوری

مولوی کرامت علی جون پوری، صدیقی، شرع کے پابند، زاہد، واعظ، کثیر الدرس والتصانیف، سید احمد بریلوی کے مرید، مخلوق کے ارشاد و ہدایت میں بہت کوشش کرتے تھے۔ ڈھاکہ اور بنگال کے لوگ خاص طور سے ان سے مستفید ہوئے۔ ان علاقوں میں اسلام ان ہی کی برکت سے شائع ہوا۔ ۳ ربیع الآخر بروز جمعہ وقت صبح صادق ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳-۴ء میں انتقال ہوا [illegible] پور میں [illegible] مولوی حافظ احمد ان کے صاحب زادے اور مولوی محمد محسن ان کے بھتیجے [illegible] ہیں [1]

تصانیف:- مفتاح الجنۃ، زینۃ المصلی، دعوات [illegible]، قرۃ العیون، تزکیۂ نسوان، زاد التقوی، راحت روح، نور علی نور، فیض عام، تزکیۃ العقائد، مراد المریدین، قوۃ الایمان، نسیم الحرمین، احقاق الحق، تنویر القلوب، حق الیقین، قول الحق، مراۃ الحق، رفیق السالکین، عکازۃ المومنین، بطرد المعاندین، براہین قطعیہ فی مولد خیر البریہ، کرامۃ الحرمین فی ازالۃ شبہۃ الفریقین، ملخص القول الامین، اطمینان القلوب،

ہدایۃ الرافضین، برہان الاخوان، مخارج الحروف، زینۃ القاری، شرح ہندی جزری، شرح شاطبی، ترجمہ مشکوٰۃ (جلد اول)، ترجمہ شمائل ترمذی، فتح باب صبیان، کوکب دری، نور الہدیٰ، حجب قاطعہ، مکاشفات رحمت، دافع الوسواس، مصباح الظلام، رسالہ بیعت، قامع المبتدعین، استقامت، رد البدعۃ، قوت روح، سبیل الرشاد، القول الثابت، رسالہ محمودیہ وغیرہ۔

لہ مولوی کرامت علی بن شیخ امام بخش جون پور میں پیدا ہوئے۔ شیخ احمد علی چریا کوٹی، مولانا احمد اللہ انامی، اور مولانا قدرت اللہ ردولوی سے تحصیل علم کی۔ علم قرآت و تجوید سید ابراہیم مدنی سے حاصل کیا۔ سید احمد شہید کے مرید ہوئے۔ بنگال میں اسلام کی اشاعت کی۔ مولوی شریعت اللہ کی تحریک کا شدت سے رد کیا۔ انگریزی حکومت کی موافقت میں جہاد کے خلاف فتویٰ دیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) نزہت الخواطر جلد ہفتم ص ۳۹۴ - ۳۹۵

(۲) سیرت سید احمد شہید ص ۴۵۴ - ۴۵۵

(۳) اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ سال ہشتم ص ۷ - ۸ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۰۰ء)

(۴) اردو مخطوطات از حامد اللہ ندوی ص ۱۰ - ۱۲، ۲۰ - ۲۱

(۵) تجلی نور حصہ دوم ص ۱۳۵ - ۱۳۶

(۶) جماعت مجاہدین از غلام رسول مہر ص ۲۹۳ (مترجم)

(۴۴۶) مولوی کریم اللہ محدث دہلوی

ان کے والد ہندو تھے، مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے خرقہ خلافت پایا اکثر اہل دہلی فن قرأت میں آپ کے شاگرد تھے، ایک مرتبہ حج سے مشرف ہوئے وطن واپس آئے اپنی واپسی پر افسوس کرتے تھے، پھر زیارت حرمین شریفین کو گئے وہاں ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں انتقال ہوا۔ اور آیہ کریمہ "من یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ" کے مصداق ٹھہرے لہ

لہ ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۳ - ۴۷۴ (۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۹۴ (مترجم)

(۴۴۷) مولوی کریم اللہ دہلوی

مولوی کریم اللہ دہلوی بن مولوی لطف اللہ فاروقی نے مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی، مولانا رشید الدین خاں دہلوی، اور مولوی محمد کاظم دہلوی کی خدمت میں رسمی علوم حاصل کئے اور حضرت آل احمد، اچھے میاں مارہروی کے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی کثیر الدرس والتصانیف تھے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴-۵ء میں نوے سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۹۸-۳۹۹
(۲) عین الانسان ص ۶۱ (مترجم)

(۴۴۸) مولوی کریم الزماں سندیلوی

مولوی کریم الزماں سندیلوی بن خواجہ جمال الدین، قصبہ سندیلہ کے خواجہ زادگان میں تھے ان کا نسب خواجہ عبید اللہ احرار سے ملتا ہے۔ ماہ صفر ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ علمائے عصر مثلاً مولوی تراب علی، اور مولوی سعد اللہ مراد آبادی سے تحصیل علم کی طلباء کے درس و افادہ میں عمر بسر کر دی۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں مرض فالج میں انتقال ہوا۔

(۴۴۹) مولوی کلیم اللہ جہاں آبادی

مولوی کلیم اللہ جہاں آبادی، فاضل متبحر، شیخ یحییٰ مدنی کے مرید تھے مختلف علوم اور علم حقائق میں معتبر کتابیں تصنیف کیں، سواء السبیل، کشکول اور مرقع ان کی [illegible] ہیں۔ ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء میں انتقال ہوا۔ [۱]

[۱] حضرت شاہ کلیم اللہ کے والد کا نام شیخ نور اللہ [illegible] سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ شیخ نور اللہ [illegible] والد شیخ احمد معمار تھے جو عہد شاہجہانی کے مشہور ماہرین فن میں تھے، شاہان مغلیہ کی طرف سے نادر العصر کا خطاب تھا۔ اقلیدس، ہیئت، نجوم اور ریاضی وغیرہ پر کامل عبور رکھتے تھے، تاج محل اور لال قلعہ

ان ہی کا تعمیر کیا ہوا ہے احمد معمار کے تین بیٹے عطاء اللہ، لطف اللہ مہندس اور شیخ نور اللہ (والد شاہ کلیم اللہ) تھے۔ لطف اللہ علم ہندسہ میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ مہندس خطاب شاہی تھا۔ شاعر بھی تھے۔ مہندس کا دیوان طبع ہوچکا ہے۔ شیخ نور اللہ بھی اپنے فن میں بڑے کامل تھے دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر جو کتبے ہیں وہ شیخ نور اللہ ہی کی باکمال انگلیوں کا کرشمہ ہیں حضرت شاہ کلیم اللہ کی ولادت ۲۴ رجمادی الثانی ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء میں ہوئی شاہ صاحب کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی۔ ان کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین المعروف بہ شیخ بہلول اور شیخ ابوالرضا الہندی (حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تایا) کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں تکمیل علوم کے بعد شاہ کلیم اللہ مدینہ منورہ گئے۔ اور شیخ یحییٰ مدنی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ شاہ کلیم اللہ نے دہلی واپس آکر بازار خانم میں اپنا مسکن بنایا اور سلسلہ درس و تدریس شروع کردیا۔ شاہ صاحب کے مدرسہ میں دور دور سے طلباء آتے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے شجرۃ الانوار کے حوالہ سے لکھا ہے۔" بسیارے طلبائے علم آمدہ سکونت می نمودند و سبق از کتب ہا می خواندند و نان و پارچہ نیز از سرکار می یافتند" حضرت شاہ کلیم اللہ توکل اور قناعت کی زندگی گزارتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے اپنی تصنیفات کا ایک بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے جن میں مندرجہ ذیل نہایت مشہور ہیں۔ (۱) قرآن القرآن (۲) عشرہ کاملہ (۳) کشکول (۴) مکتوبات کلیمی (۵) سواء السبیل (۶) مرقع (۷) تسنیم (۸) الہامات کلیمی (۹) رسالہ (۱۰) تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ (۱۱) شرح القانون۔ شاہ صاحب نے ایک رسالہ رد روافض اور دوسرا علم منطق میں بھی تحریر فرمایا تھا۔ غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب شعر بھی کہتے تھے۔ ان کا کلام جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں تلف ہوگیا۔ قرآن القرآن عربی زبان میں قرآن کریم کی نہایت اعلیٰ تفسیر حنفی مذہب کی ہے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں "مطبع احباب" میرٹھ سے منشی عرفان الحق نے ایک قرآن کریم شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس کے حاشیہ پر یہ تفسیر بھی چھاپی ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے طباعت کی تاریخ "ختم المصاحف" سے نکالی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات یہ ہے:۔

فضل و کمال خویش بود   مرہم قلب ریش بود

سال وصالش گفتہ ہاتف   قطب زمانہ خویش بود

۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۹ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تاریخ مشائخ چشت   ص ۴۲۶-۳۶۶

(۲) یادگار دہلی   ص ۴۳

(۳) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم   ص ۱۱۶-۱۱۷

(۴) تذکرۃ المعین فی ذکر الکاملین   ص ۱۴۲-۱۴۴

(۵) علم و عمل جلد اوّل   ص ۲۲۲

(۶) مکتوبات کلیمی از شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء)

(۷) حدائق الحنفیہ   ص ۴۳۹-۴۳۸

(۸) انوار العارفین   ص ۴۳۰-۴۲۹

(۹) List of Mohammadan and Hindu Monuments, Vol I. p-150

(مترجم)

(۴۵۰) ملا کمال الدین سہالوی

ملا کمال الدین سہالوی، مولانا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید سہالوی کے اجل تلامذہ میں تھے۔ جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول اور اپنے زمانہ کے ذہین حضرات میں [illegible] سے افضل تھے ان کی بہت سی عجیب تصنیفات ہیں۔ عروۃ الوثقی، شرح [illegible] حاشیہ لمالیہ، شرح عقائد جلالیہ مبسوط و مشہور ہیں، تعلیقات حاشیہ زا[illegible] لکھا ہے جو شرح جلالی پر ہے۔ ۱۳/ محرم الحرام ۱۱۷۵ھ / ۲-۱۷۶۱ء میں انتقال ہوا۔ فقرہ "بردالودود مضجعہ" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔ [1]

[1] سہالی کے انصاری شیوخ میں سے تھے اور ملا نظام الدین کے بنی اعمام سے تھے۔

پورب کے نامور علماء میں اُن کا شمار تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) مآثر الکرام ص ۳۰۲-۳۰۳ (مترجم)

(۴۵۱) کمال الدین علامہ دہلوی

کمال الدین علامہ دہلوی، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ ان کا نسب کا سلسلہ سیدنا حسن بن علی کرم اللہ وجہ سے ملتا ہے چونکہ وہ حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو علامہ کہتے تھے۔ احمد آباد گجرات پہنچے اور مدتوں مخلوق کے ہدایت و افادہ میں مشغول رہے ۷۵۶ھ ۱۳۵۵ء میں انتقال ہوا اور دہلی میں دفن ہوئے [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۱۱۶-۱۱۷

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۲۸۸

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۳۵۳ (مترجم)

(۴۵۲) مولانا کمال الدین زاہد دہلوی

مولانا کمال الدین زاہد دہلوی، فاضل تبحر، زاہد متقی اور دیانت دار تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے حدیث کی ایک کتاب مشارق الانوار کی سند ان سے حاصل کی۔ اور انھوں نے مولانا برہان الدین بلخی سے اور مصنف کتاب (حسن صغانی) سے حاصل کی۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے یہ آرزو کی کہ مولانا کمال الدین زاہد کو اپنا امام مقرر کرے مگر انھوں نے انکار فرمادیا [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) اخبار الاخیار ص ۷۱-۷۲ (۲) سیر الاولیاء ص ۱۰۱، ۱۰۴-۱۰۶ (مترجم)

(۴۵۳) مُلا کمال الدین لاہوری

ملا کمال الدین لاہوری، مولانا جمال الدین کے بھائی، علم و عمل اور زہد و تقویٰ سے

منصف تھے۔ بہت مدت تک لاہور اور سیالکوٹ میں مسند تدریس و تلقین پر متمکن رہے اور مخلوق کو فائدہ و فیض پہنچایا۔ شیخ احمد مجدد الف ثانی اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی ان کے ارشد تلامذہ سے ہیں ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔ اب قبر کا پتہ نہیں۔ ان کے انتقال کی تاریخ یہ ہے ؎

ع ملحق حق قطب و تاج الاولیاء ملا کمال

لہ ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۰۱ (مترجم)

(۴۵۴) مولوی لال محمد ساکن ہسوہ

مولوی لال محمد، قصبہ ہسوہ ضلع فتح پور کے سادات قطبیہ سے تھے عالم متبحر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور کثیر التصانیف تھے اکثر کتابوں پر شروح و حواشی لکھے سادات عرب و عجم کے متعلق ایک کتاب لکھی اور تمام عمر قصبہ ہسوہ میں علوم عقلی و نقلی کے افادہ میں بسر کردی اور لا ولد فوت ہوئے۔ ملفوظات قطبیہ ان کی تالیف سے ہے ان کا نسب سید قطب الدین محمد حسینی سے جن کا ذکر حرف قاف میں ہوا اس طرح ملتا ہے۔

سید لال محمد بن فیض اللہ بن سید ملوک بن سید علی بن سید جان بن سید طاہر بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اخوند بن سید بڑا بن سید قوام الدین بن سید صدر الدین بن سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن سید قطب الدین محمد حسنی مدنی غزنوی دہلوی کڑوی۔

(۴۵۵) شاہ لطف اللہ انبالوی

شاہ لطف اللہ انبالوی، شاہ بھیک چشتی لاہوری کے مرید اور صاحب علم و عمل تھے۔ اپنے مرشد کے خرق عادات اور کرامات کے ذکر میں "ثمرۃ الفواد" تالیف کی ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴-۰۵ء میں انتقال ہوا۔[۱]

لہ قطعہ تاریخ انتقال شاہ لطف اللہ انبالوی

عارفے بود شاہ لطف اللہ — چشتی و شہسوار اسپ ودود
پیر او شاہ بھیک چشتی نیک — فرس عشق آنکہ تیز نمود

روز شنبہ بہ بستم ذی قعدہ　　اجلش برد سوئے حق خوشنود
خیر مقدم بگفت رضوانش　　در بہشت بریں بیا فرمود

لہ ملاحظہ ہو　(۱) برکات اولیار ص ۱۶۱
(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۵۸　　(مترجم)

(۴۵۶) قاضی مبارک گوپاموی

قاضی مبارک گوپاموی، شیخ نظام الدین امیٹھوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ موصوف کی خدمت میں علوم و اخلاق حاصل کئے۔ علم، دیانت و امانت سے متصف اور منصب قضاء پر فائز تھے آخر عمر تک معزز، محترم اور مکرم رہے اسی طرح انتقال ہوا۔ ان کے ارشد تلامذہ سے مخدوم بدہ بن میاں ابو الفتح خراسانی تھے کہ وہ بھی اسی طرح کی نسبت رکھتے تھے۔ جیساکہ منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر نے لکھا ہے لہ

لہ ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۴۵۷
(۲) ثمرات القدس (جلد اوّل) ص ۲۹۴ ا- ۳۰۱ ا
(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۷۹
(۴) ارمغان یاور ص ۹-۱۰　　(مترجم)

(۴۵۷) شیخ مُبارک ناگوری

شیخ مُبارک ناگوری، اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے۔ شروع میں خطیب ابو الفضل گازرونی اور مولانا عماد طارمی سے گجرات میں تحصیل علم کی۔ ہمیشہ دینی علوم کے درس میں مشغول رہتے، فن شعر، معما بلکہ جملہ فضائل خصوصاً علم تصوف کو خاص طور سے حاصل کیا اور شاطبی کو حفظ کر لیا، درس دیتے تھے، قرآن مجید کو دس قرآتوں سے حفظ کیا تھا۔ آخر عمر میں قرآن کریم کی تفسیر چار جلدوں میں لکھی، اس کے علاوہ اور بھی تالیفات ہیں آگرہ میں پچاس سال طلباء کے افادہ و افاضہ میں گزار دیئے۔ ان کے بیٹے شیخ ابو الفضل علامی،

ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی اور شیخ ابوالخیر وغیرہ فخر زمانہ تھے - ۱۰ ذی قعدہ ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۳ع میں لاہور میں انتقال ہوا لہ

لہ تفسیر کا نام منبع العیون المعانی و مطلع شموس الثانی ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ج ۳ ص ۴۳۰ - ۴۳۱
(۲) ماثر الکرام دفتر اول ص ۱۹۷ - ۱۹۸
(۳) بزم تیموریہ ص ۸۰
(۴) دربار اکبری ص ۴۰۷ - ۴۴۵
(۵) حدائق الحنفیہ ص ۳۹۴
(۶) بوستان اخیار ص ۱۴۷ - ۱۵۳ (مترجم)

(۴۵۸) سید مبارک بلگرامی

سید مبارک بلگرامی حسینی واسطی شیخ نورالحق (فرزند و تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے شاگرد تھے - انہوں نے اپنی عمر عزیز دینی علوم کے افادہ خصوصاً فن حدیث اور طلباء کے درس میں بسر کردی - ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ع میں انتقال ہوا اور راہی جنت ہوئے لہ

لہ سید مبارک بن فخرالدین ۲ شعبان المکرم ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ع میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم علمائے بلگرام سے حاصل کی ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ع میں دہلی پہنچے ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۴ع میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے ۱۰۷۴ھ / ۱۶۶۳-۴ع میں عبدالفتاح عسکری احمد آبادی کے مرید ہوئے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- ماثر الکرام دفتر اول ص ۹۴ - ۹۹

(۴۵۹) قاضی مبارک گوپاموی

قاضی مبارک گوپاموی شارح سلم العلوم بن شیخ محمد دائم ادہمی فاروقی ان کے علم منطق کے کامل ہونے پر شرح گواہی دے رہی ہے ان کے معاصر حمد اللہ سندیلوی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی تھے - ہر دو قاضیوں (قاضی مبارک اور قاضی احمد علی) میں علمی مناظرہ اور مباحثہ ہوا -

۱۱۶۲ھ ۱۷۴۹ء میں انتقال ہوا (جیسا کہ بحر ذخار میں ہے) قاضی (مبارک) نے اپنی شرح کے خاتمہ میں جو عبارت لکھی ہے۔ اس کو بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

"قد تم الشرح بفضل من اللہ تعالیٰ وتبارک من عبدہٖ محمد مبارک فی سنتہ الف مایتہ واربعین وثلث من الھجرۃ النبویۃ فی سابع شھر ربیع الاول یوم الخمس فی بلدۃ شاہجہان آباد الحمد للہ رب العالمین حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ والصلوٰۃ علی نبینا محمد خیر البریہ وعلیٰ آلہٖ وازواجہٖ واصحابہ المومنین والمومنات برحمتک یا ارحم الراحمین۔"

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ارمغان پاور ۵۰۳-۷ (مترجم)

(۴۶۰) مولانا شیخ محب اللہ الہ آبادی

مولانا شیخ محب اللہ الہ آبادی، فاضل تبحر، مشہور صوفی عالم، اپنے ہم عصروں میں علوم ظاہر و باطن میں ممتاز تھے۔ وطن قصبہ صدیوپور نواح خیر آباد (مضاف اودھ) ہے ان کا نسب شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ شیخ ابو سعید گنگوہی کے مرید تھے۔ ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ان کی تحقیقات و تدقیقات علم تصوف میں اجتہاد کا درجہ رکھتی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی کو شیخ اکبر اور ان کو شیخ کبیر کہیں (تو بجا ہے) ان کی عمدہ تصانیف حقائق و توحید میں بہت ہیں ان کی تصانیف کو اسرار الٰہی کا خزینہ و دقائق اور گنجینۂ حقائق کہنا چاہئے۔ ان کی مشہور تصانیف ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ شرح فصوص (عربی) شرح فصوص (فارسی)، رسالہ ہفت احکام، غایت الغایات، مفایط عامہ، سر الخواص، عبادۃ الخواص، طرق الخواص، عبادۃ اخص الخواص، مناظر اخص الخواص، رسالہ تسویہ، رسالہ سہ رکنی، رسالہ وجود مطلق۔

۸ رجب ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء میں مغرب کے قریب انتقال ہوا۔ الہ آباد میں ان کا مزار زیارت گاہ اہل بصیرت ہے، ان کی اولاد امجاد دائرہ حجۃ اللہ میں رہتی ہے۔ ان میں سے میرے مولا و مرشد مولانا حافظ حکیم حاجی الحرمین الشریفین مولوی محمد حسین اسی خاندان عالی کے چراغ ہیں۔ شیخ محب اللہ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء میں قاضی گھاسی الہ آبادی، میر سید کبیر قنوجی اور میر سید محمدی فیاضی امروہوی مشہور تھے۔

اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے اسلاف و اخلاف پر رحمت فرمائے ؎[1]

[1] شیخ محب اللہ الہ آبادی کی سوانح عمری، اُردو میں طبع ہو چکی ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (۱) رود کوثر ص ۳۹۵ - ۳۹۶
(۲) ذکر المعارف المعروف بہ تذکرہ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی (مطبوعہ)
(۳) نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۳۲۲ - ۳۲۵
(۴) انوار العارفین ص ۴۴۵ (مترجم)

(۴۶۱) قاضی محب اللہ بہاری

قاضی محب اللہ بہاری عبد الشکور موضع کڑا متعلقہ محب علی پور (مضاف بہار) قبیلہ ملک میں پیدا ہوئے۔ علوم کے سمندر اور ستاروں میں چاند کے مصداق تھے۔ بچپن میں درسی کتابیں اپنے عہد کے علماء سے پڑھیں آخر ملا قطب الدین شمس آبادی کے سلسلہ تلامذہ میں منسلک ہو گئے۔ فراغ علمی حاصل کر کے دکن گئے۔ عالمگیر بادشاہ کی طرف سے لکھنؤ اور حیدر آباد کے یکے بعد دیگرے قاضی ہوئے اس کے بعد بادشاہ کے پوتے رفیع القدر بن شاہزادہ معظم ملقب بہ شاہ عالم کی تعلیم پر مقرر ہوئے۔ ممالک ہند کی صدارت اور فاضل خاں کا خطاب ملا۔ ۱۱۱۹ھ (۸-۱۷۰۷ء) میں انتقال ہوا اور احاطہ مزار شاہ فرید الدین طویلہ بخش محلہ چاند پور شہر بہار میں دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کی تاریخ اس مصرع سے نکلتی ہے۔ ع "قاضی مولوی محب اللہ" اور دوسرے مصرع۔ ع "رفتہ سوئے ارم محب اللہ" سے بھی نکلتی ہے۔

سلم العلوم (منطق)، مسلم الثبوت (اصول فقہ)، الجواہر الفرد (بیان جزء لا یتجزیٰ)، رسالہ مغالطہ عامتہ الورود، ان کی وہ تصانیف ہیں جو علماء میں مقبول و مروج ہیں۔ مسلم الثبوت سے اس (کتاب مسلم الثبوت) کی تاریخ تالیف یعنی ۱۱۰۹ھ (۸-۱۶۹۷ء) نکلتی ہے۔ بہار مشرقی ہند پاکستان میں ایک شہر ہے۔ مغلوں کے زمانہ میں ایک صوبہ تھا کڑا توابع محب علی پور (بہار) میں ایک گاؤں ہے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں لکھا ہے کہ محب اللہ بہاری ملا قطب الدین شمس آبادی کے شاگرد تھے اور مولوی عبد الحلیم لکھنوی نے شرح ملا حسن میں ان کے تلمذ کی نسبت

ملا قطب الدین شہید سہالوی سے بیان کی ہے۔ حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔

لہ بزم تیموریہ (ص ۲۵۲) میں قاضی محب اللہ بہاری کا سال وفات ۱۱۹۰ھ تحریر ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۱۱-۲۱۲

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۳۱-۴۳۲

(۳) نزہتہ الخواطر جلد ششم ص ۲۵۰-۲۵۲

(۴) سبحۃ المرجان ص ۷۶

(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۵ (مترجم)

(۴۶۲) مولوی محمد احسن عباسی چریاکوٹی

مولوی محمد احسن عباسی چریاکوٹی، اپنے عہد کے خوب ذہین اور فاضل (شخص) تھے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل جامع علوم اوّلین وآخرین ملا نظام الدین لکھنوی فرنگی محلی کی خدمت میں کی علوم عقلی ونقلی کے رموز ونکات میں خاص ملکہ حاصل کیا ایسی قوت حافظہ اور صفائی ذہن کے مالک تھے کہ جو کتاب پڑھتے اس کی عبارت تمام الفاظ اور معانی کے ساتھ مطالعہ کرتے وقت ان کے لوح حافظہ پر محفوظ ہو جاتی تھی۔ متعلقہ سبق کے جملہ اسرار ومشکلات ان کی فکر سے حل ہو جاتے تھے۔ روزانہ استاد کے سامنے اپنا سبق بغیر کتاب کھولے پڑھتے تھے اور بحث کرتے وقت تمام اسرار نکات، مشکلات اور باریکیاں حل کر دیتے تھے۔ سب جانتے تھے کہ بغیر پڑھے ہوئے کتاب نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ تمام مشکل بحثیں اور نئی تحقیقات پہلے سے سمجھ لیتے تھے۔

لطیفہ:- ایک دن شارح سلم العلوم ملا حسن نے ان سے کہا کہ تم سے زیادہ کند ذہن کون ہے کہ پڑھی ہوئی کتاب کو پڑھتے ہو۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ تم اس لئے کہ میں تو اپنی نادانی کو جانتا ہوں اور اس کی اصلاح میں کوشش کرتا ہوں اور تم یہ بھی نہیں جانتے ہو کہ تم نادان ہو ہمیشہ تم اسی طرح اندھیرے اور نادانی میں رہو گے۔

غرض تکمیل علوم کے بعد وہ دہلی آئے۔ شاہی امراء وعمائدین کے حضور میں عزت واکرام حاصل کیا

علمائے شہر نے ان سے جھگڑا اور نزاع کیا۔ آخر سب ہار گئے اور خجل و نادم ہوئے ان کی ذات عجوبۂ روزگار اور نادرۂ امصار تھی۔ ان کی عجیب خصوصیات کی شہرت حاکم شہر تک پہنچی۔ اس نے ان کے کمال کی گفتگو کو دل کے کانوں سے سنا اور چاہا کہ ان کو بلائے اور ان کو عزت بخشے۔ جب حاسدوں نے سنا تو افسوس کیا۔ ان کے کھانے میں زہر ملا دیا اور کام تمام کر دیا۔ ع

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

کہتے ہیں کہ جس وقت زہر قاتل اس مظلوم کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تو اُن کے وطن سے ایک خط آیا تھا روح کی کشاکش کی حالت میں اس خط کے جواب میں ایک شعر پڑھا خط پھاڑ دیا روح پرواز کر گئی۔

شعر

از حیاتم رمقے بود کہ یاد م کردی بہر تشخیص نفس آئینہ شد نامۂ تو

(۴۶۳) مولوی محمد احمد فرنگی محلی

مولوی محمد احمد فرنگی محلی، مولوی احمد انوار الحق کے پسر و جانشین تھے۔ اگرچہ کتب درسیہ کی تحصیل جیسی کہ چاہئے تھی نہیں کی تھی مگر اپنے والد سے اذکار و اوراد حاصل کئے تھے اور ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۵ صفر ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء بروز ہفتہ انتقال ہوا "نور انوار رفت از دنیا" مادۂ تاریخ وفات ہے۔ [1]

[1] "نور انوار رفت از دنیا" سے ۱۲۶۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:- (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۳۰
(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۱۵

(۴۶۴) مولوی محمد ادریس نگرامی

مولوی محمد ادریس نگرامی بن مولوی حافظ عبد العلی نگرامی، اپنے باپ کے شاگرد و خلیفہ تھے اور بحکم الولد سر لابیہ، اپنے والد کی طرح لوگوں کی تدریس، ارشاد اور ہدایت میں مشغول رہتے ہیں خدا ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ مندرجہ ذیل کتب ان کی تصنیفات ہیں۔ [1]

ابراز الکتمان من تکمیل الایمان، تحفۃ النبلاء فی آداب الخلفاء، القول المتین فی التابعین، الکلام الموطا فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطی، داھب القدوس فی احکام الجلوس، طریق الفلاح، الی الاضطجاع بعد رکعتی الصباح، تحصیل المرام تبویب مسند الامام، اربعین من مرویات نعمان سید المجتہدین، الکلام النفیس فی ترجمۃ محمد ادریس، تحفۃ النجیب فی تحقیق الصلوٰۃ و الکلام بن یدی الخطیب، الکلام المبین فی تحقیق مجدد دین الامین، امحاء السیئات باقامۃ الصلوات، قرالعیون عن مدعی ایمان فرعون۔

؎ ملاحظہ ہو:۔ تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۱۰۰ - ۱۰۱ (مترجم)

(۴۶۵) مُلّا محمد اسعد سہالوی

ملا محمد اسعد سہالوی، مُلّا قطب الدین شہید السہالوی کے بڑے صاحب زادے تھے۔ اپنے والد کے شاگرد اور علامۂ عصر تھے والد کی زندگی ہی میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے بعد برہان پور کی صدر الصدوری پہ مقرر ہوئے اسی زمانہ میں ان کی عدم موجودگی میں ملا قطب الدین کو سہالی کے عثمانی شیوخ نے جان سے مار ڈالا۔ ان (ملا اسعد) کا انتقال دکن میں ہوا۔ ؎

؎ ملا اسعد کی تصنیف سے "حاشیہ برحاشیہ قدیمہ علامہ دوانی" ہے (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۳۰)۔ مزید ملاحظہ ہو۔

احوال علمائے فرنگی محل ص ۱۲ - ۱۳ (مترجم)

(۴۶۶) مولانا شیخ محمد اسعد حنفی مکی

مولانا شیخ محمد اسعد، شیخ تاج الدین نزیل ارکاٹ کے شاگرد تھے اپنے زمانہ کے علامہ تھے مکہ معظمہ سے ہند پاکستان پہنچے، ایک مدت تک نواب نظام الملک ناصر جنگ کی رفاقت میں رہے، نواب موصوف ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ نظام الدولہ ناصر جنگ کے قتل کے بعد ان کے بھانجے مظفر جنگ ملک کے مالک ہوئے، شیخ محمد اسعد مظفر جنگ کے رفقاء میں شامل ہو گئے پھر مظفر جنگ اور ناصر جنگ کے قتل کرنے والے افاغنہ کے درمیان نفاق پیدا ہوا

اور نوبت جنگ تک پہنچی مظفر جنگ اور رؤسائے افاغنہ مارے گئے۔ اس معرکہ میں شیخ محمد اسعد ۱۷ ربیع الاوّل بروز یکشنبہ ۱۱۶۴ھ میں قتل ہوئے، سرزمین کریت میں دفن ہوئے جو میدان جنگ تھا غلام علی آزاد بلگرامی نے جو اس معرکہ میں خود شریک تھے انھوں نے ان کے انتقال کی تاریخ یہ کہی ہے۔

مضیٰ خیرنا اسعد الاتقیاء　　الا لا یری قبلہ واحد
لقد الہم اللہ تاریخہ　　قضی نحبہ عالم ماجد

(۴۶۷) مولانا محمد اسحاق دہلوی

ان کی کنیت ابو سلیمان، مولانا شاہ عبد العزیز کے نواسے اور اپنے نانا کے شاگرد و جانشین تھے۔ حدیث، تفسیر اور فقہ میں مہارت کامل رکھتے تھے چند تالیفات مسائل اربعین اور افتائی ہندی ان سے یادگار ہیں۔ ہند پاکستان سے مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے اور وہیں ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵-۴۶ء میں انتقال ہوا[1]

[1] مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی ابن شیخ محمد افضل فاروقی حضرت شاہ عبد العزیز کے جانشین تھے، حضرت شاہ عبد العزیز کے وصال کے بعد مسلمانان ہند پاکستان کی مذہبی قیادت کے مالک ہوئے۔ جب شاہ صاحب نے ہند پاکستان میں حالات موافق نہ دیکھے ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں حجاز کو ہجرت کر گئے۔ یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے اکثر شاگردوں نے بحیثیت علماء کے اس تحریک میں حصہ لیا جن میں مفتی عنایت احمد کاکوروی، صدر الدین بریلی، مولانا عبد الجلیل کوئلی علی گڈھی، مفتی [illegible] شاہ ابو سعید مجددی اور ان کے شاگردوں کے شاگرد [illegible] دیوبند مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شاہ محمد اسحاق نے ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴-۵ء میں حج ادا کیا۔ شیخ عمر بن عبد الکریم سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ الحیاۃ بعد المماۃ

(سوانح عمری میاں نذیر حسین) کے مؤلف کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ شاہ محمد اسحاق کے ہجرت کرنے کے بعد خاندان ولی اللہی کے صدر نشین میاں نذیر حسین ہوئے۔ بلکہ حضرت شاہ محمد اسحاق کے جانشین ان کے تلمیذ خاص شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی تھے۔ جنھوں نے اپنے شیخ کے مسلک کا اتباع کیا اور حجاز کو ہجرت کر گئے اور اور میاں نذیر حسین نے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے مسلک کے خلاف انگریزوں سے خوشنودی کے سرٹیفکٹ، انعام اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا۔ شاہ محمد اسحاق نے مشکوٰۃ شریف کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جیسا کہ نواب قطب الدین خاں نے مظاہر حق (جلد اوّل) کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ شاہ محمد اسحاق کی تصنیفات میں مائۃ مسائل اور مسائل اربعین بھی قابل ذکر ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) آثار الصنادید باب چہارم ص ۵۹

(۲) ابجد العلوم ص ۹۱۶-۹۱۷

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۴

(۴) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۱۱۳-۱۱۵

(۵) حیاۃ بعد المماۃ ص ۳۸-۳۹ (حاشیہ)

(۶) تبصرہ (تحفۃ المسلمین ترجمہ مسائل اربعین) از محمد ایوب قادری۔ العلم کراچی۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱۴-۱۱۷

(۷) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۱-۵۲

(۸) مظاہر حق جلد اوّل از نواب قطب الدین خاں ص ۱

(۹) الیانع الجنی ص ۶۰ (مترجم)

(۴۶۸) قاضی محمد اسلم ہروی

قاضی محمد اسلم ہروی، ملا خواجہ کوہی کی اولاد میں تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ کابل میں نشو و نما پائی علوم متعارفہ کی تحصیل شیخ بہلول لاری کی خدمت میں کی فراغ علمی کے بعد نورالدین محمد جہانگیر کی

خدمت میں پہنچے چونکہ قاضی میر کلاں محدث (استاد جہانگیر) کے مریدوں میں تھے۔ اس لئے بادشاہ بڑے اعزاز سے پیش آیا اور ان کو کابل کا قاضی مقرر فرما دیا۔ قاضی نے اپنے فرائض منصبی نہایت دیانت و امانت سے انجام دئے۔ جہانگیر نے قاضی کو اپنے حضور میں بلا کر اردوئے معلیٰ کا عہدۂ قضا سپرد فرمایا شاہ جہاں ابن جہانگیر کے زمانے میں وہ اسی منصب پر مستقل طور سے فائز تھے اس نے ان کو منصب ہزاری پر سرفراز فرمایا۔ یہاں تک کہ تیس سال تک لشکر کے قاضی رہے اور مراحم سلطانی سے مستفید ہوئے۔ ایک روز بادشاہ نے انھیں روپیوں میں تلوایا اور چھ ہزار پانچ سو روپئے جو قاضی کے وزن کے برابر تھے ان کو بخش دئے۔ قاضی کے لئے عہدۂ قضاء کے مشاہرہ کے علاوہ دس ہزار روپئے سالانہ کی جاگیر مقرر تھی۔ ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء میں لاہور میں فوت ہوئے۔ ان کا بیٹا محمد زاہد، زواہد ثلاثہ میں سے ایک ہے [1]

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(۱) بزم تیموریہ ص ۲۱۴ - ۲۱۵

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۲

(۳) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۳۵۷ - ۳۵۸

(۴) ابجد العلوم ص ۹۰۴

(۴۶۹) محمد اسمٰعیل محدث لاہوری

محمد اسمٰعیل محدث لاہوری، بخارا کے سادات عظام سے تھے۔ سلطان مسعود غزنوی کے عہد میں آخر عمر میں ۳۹۵ھ/۱۰۰۴ء میں لاہور میں آئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا، علوم فقہ، حدیث تفسیر میں ماہر اور جامع ظاہر و باطن تھے۔ وہ پہلے واعظ تھے جو لاہور میں وعظ و تذکیر میں مشغول ہوئے، ان کے وعظ کی تاثیر سے ہزارہا کفار مسلمان ہوئے۔ ۴۴۸ھ/۱۰۵۶ء میں انتقال ہوا اور شہر لاہور میں جنوب کی طرف دفن ہوئے [1]

[1] محمد اسماعیل، لاہور میں محمود غزنوی (۳۸۸ھ/۹۹۸ء تا ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء) کے عہد میں آئے۔ مسعود غزنوی کا عہد تو ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے

ملاحظہ ہو:- (1) Preaching of Islam by T.W. Arnold, pp 280-281

(2) India's Contribution to the Study of Hadith Literature, pp 42-43

(۴۷۰) مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی

مولوی محمد اسماعیل دہلوی ابن مولوی عبد الغنی بن مولانا شاہ ولی اللہ، دیانت اور بلندیٔ فکر میں یگانۂ روزگار نیز اپنے زمانہ کے بڑے عالموں میں سے تھے سید احمد مجاہد ساکن رائے بریلی کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوئے۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا، ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں ملک پنجاب متصل بالاکوٹ شہید ہوئے۔ اور جنت کی راہ لی، رسالہ اصول الفقہ، رسالہ توحید، صراط مستقیم تنویر العینین اور تقویۃ الایمان ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔

ؔ شاہ محمد اسماعیل ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ نہایت ذہین، طباع اور حاضر دماغ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ والد کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبد العزیز نے تعلیم و تربیت فرمائی۔ علم حدیث حضرت شاہ عبد العزیز سے پڑھا اور پندرہ سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کر لی۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید نے دین و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دیں سنت کی تبلیغ اور بدعت کا رد ان کا مقصد حیات تھا۔ سید احمد شہید کے دست حق پرست پر بیعت کی حج بیت اللہ کو گئے پھر شمالی ہند پاکستان کا دورہ کیا۔ پنجاب میں سکھوں نے مسلمانوں کی زندگیوں کو تلخ کر دیا تھا، ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے تھے۔ سید احمد شہید کی قیادت میں سکھوں سے جہاد کیا اور بالاکوٹ کے میدان میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں شہید ہوئے ان کی تصنیفات میں بحث امکان النظیر و امتناع النظیر، رسالہ ایضاح الحق، منصب امامت، رسالہ بے نمازاں اور رسالہ یک روزی وغیرہ بھی ہیں۔ مولوی عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں۔

"دادا اور چچاؤں کی یادگار مولوی محمد اسماعیل ہیں جو ذہن کی جودت اور قوت توجیہہ میں بے مثل ہیں" تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی۔

(۲) آثار الصنادید باب چہارم ص ۵۵-۵۹

(۳) ابجد العلوم ص ۹۱۶

(۴) اتحاف النبلاء المتقین باحیا ماثر الفقہار المحدثین ص ۴۱۶ — ۴۱۹

(۵) حیات ولی از مولوی رحیم بخش ص ۳۵۲- ۳۵۹

(۶) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ۴۱۰- ۴۱۲

(۷) موج کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۳۴-۳۷

(۸) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۶۷- ۱۱۲

(۹) علم و عمل (جلد اول) ص ۲۵۰-۱۵۱

(۱۰) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۶ - ۶۱

(۱۱) الیانع الجنی ص ۷۶

(۱۲) دہلی اور اُس کے اطراف ص ۳۰، ۳۱ - ۱۹۱، ۱۱۳ (مترجم)

(۴۷۱) مولوی محمد اسمٰعیل لندنی

مولوی محمد اسمٰعیل، مراد آباد کے قدیم ساکن تھے۔ کچھ دنوں لکھنؤ میں سکونت اختیار کی، آدمی ذہین و ذکی تھے۔ عربی ادب میں کامل استعداد حاصل تھی، مولوی تراب علی لکھنوی [illegible] کے شاگرد میں تھے۔ لندنی مشہور ہونے کی یہ وجہ ہے کہ نصیر الدین حیدر، فرماں روا [illegible] لکھنؤ نے لندن کے بادشاہ کے پاس ان کو سفارت پر بھیجا تھا۔ انھوں نے لندن میں ایک عیسائی عورت سے جس کو مس ڈف کہتے تھے۔ شادی کر لی اور لکھنؤ واپس آگئے۔ آزاد طبع تھے۔ واپسی میں جب عدن پہنچے تو اُن کی عیسائی بیوی نے کہا کہ زیارت بیت اللہ یہاں سے قریب ہے کیوں نہیں کر لیتے۔ اس کے جواب میں کہا کہ مجھے پتھر کی دیواروں سے کوئی اعتقاد نہیں ہے (اعوذ باللہ من سوء الاعتقاد) ان کی

تصنیفات میں حاشیہ شرح تہذیب یزدی، اور حاشیہ میبذی مشہور ہے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں فوت ہوئے ؎

؎ مولوی محمد اسمٰعیل لندنی کے والد کا نام مولوی وجیہ الدین تھا۔ مولوی محمد اسماعیل لندنی کے چھوٹے بھائی کا نام مولوی جمیل الدین تھا جن کے نامور فرزند مولوی وہاج الدین عرف مولوی منو تھے۔ جنھوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مُرادآباد میں علم جہاد بلند کیا اور شہید ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) علم وعمل جلد اول ص ۱۶۱ - ۱۶۲

(۲) نقوش سلیمانی از سید سلیمان ندوی ص ۸۴

(۳) تاریخ اودھ جلد چہارم ص ۳۲۸ - ۳۲۹

(۴) روزنامہ انجام کراچی جنگ آزادی نمبر مورخہ ۱۱ رمئی ۱۸۵۷ء

(۵) لائل محمڈنس آف انڈیا حصہ دوم از سید احمد خاں بہادر۔

(۶) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۶۱ - ۶۵ (مترجم)

(۴۷۲) ملا محمد اشرف منٹو کشمیری

ملا محمد اشرف منٹو کشمیری بن خواجہ محمد طیب، خواجہ حیدر کشمیری کی اولاد میں تھے، نہایت ذہین وذکی تھے۔ پہلے اپنے بزرگوں سے کمالات کی تحصیل کی پھر ملا محمد محسن کی خدمت میں فقہ وغیرہ حاصل کیا اور بڑے فاضل ہوئے۔ ان کی تصنیفات علم قرأت، ردشیعہ اور دوسرے فنون میں یادگار رہیں۔ ان میں جواہر الحکم مشہور ہے۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء میں انتقال ہوا ؎

؎ ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۳۴ - ۴۳۵ (مترجم)

(۴۷۳) مولانا محمد اشرف لکھنوی

مولانا محمد اشرف لکھنوی بن قاضی نعمت اللہ خوش نویس بن محمد معظم بن احمد علی صدیقی، ان کے بزرگوں میں کوئی لاہور سے آکر لکھنؤ میں مقیم ہوگیا۔ مولوی نور الحق لکھنوی فرنگی محلی،

مولوی سید مخدوم لکھنوی کے شاگرد اور سید احمد مجاہد بریلوی کے مرید تھے تمام عمر تصنیف و تدریس میں گزار دی۔ تاج اللغات کی تالیف میں بھی شریک تھے جو والی لکھنؤ کے حکم سے تالیف ہوئی تھی، اصول راسخہ، شرح اصول راسخہ، دوحہ شامخہ، قسطاس الصرف، تفسیر قرآن مجید (عربی) تاریخ علماء و مشائخ و سلاطین ہند (ناتمام) کہ جس کا مسودہ، ان کا لکھا ہوا مؤلف (مولوی رحمان علی) کی نظر سے گزرا ہے، ان کی تصنیفات ہیں۔ مولوی ثابت علی مرحوم ساکن موضع بہکا ضلع الہ آباد ان کے شاگرد تھے اور جامع اوراق (مولوی رحمان علی) کے استاد تھے، صاحب ترجمہ (مولانا محمد اشرف) ۱۷ صفر ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء میں ہیضے کے مرض میں فوت ہوئے اور محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں اپنی مسجد کے حجرے میں دفن ہوئے [1]

[1] نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۲۷ (مترجم)

(۴۷۴) مولوی محمد اصغر فرنگی محلی

مولوی محمد اصغر فرنگی محلی بن مفتی احمد ابوالرحم بن مفتی محمد یعقوب، حافظ قرآن اور عالم تھے طلباء کی تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ لکھنؤ کی عدالت دیوانی میں عہدۂ افتاء پر سرفراز تھے ۱۹ رجب ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں انتقال ہوا [1]

[1] مؤلف تذکرہ علمائے فرنگی محل نے تاریخ انتقال ۲۹ رجب ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء تحریر کی ہے (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۳۹)۔ مزید ملاحظہ ہو:۔
احوال علمائے فرنگی محل ص ۱۶ (مترجم)

(۴۷۵) مولوی محمد اعلم سندیلوی

مولوی محمد اعلم سندیلوی، قصبہ سندیلہ کے قاضی زادے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ ملا کمال الدین سہالوی کے شاگرد تھے فاتحہ فراغ مولوی حمد اللہ سندیلوی کی خدمت میں پڑھا اور تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ ان کے مشہور شاگردوں میں مولوی سید عبدالواجد خیر آبادی (ہمشیر زادہ) اور مولوی محمد مستعان کاکوروی ہیں۔ حاشیہ دائرہ، شرح منار، صدرا کے

تین حاشیے، صغیر، کبیر، اکبر اور رسالہ تشکیک ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ بارھویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے۔ بحلہ ملکانہ قصبہ سندیلہ میں دفن ہوئے[1]

[1] مولوی محمد اعلم بن محمد شاکر سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد مدتوں دہلی میں رہے۔ پھر وہاں سے آکر خیرآباد میں درس دیا آخر میں اپنے وطن سندیلہ میں گوشہ نشین ہوگئے۔ تمام عمر درس و افادہ میں بسر کی ان کی تصنیفات میں حاشیہ شرح الہدایۃ شیرازی اور قسط اللبیب و خط الادیب بھی ہیں۔ آخری رسالہ دیاست رام پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو:۔
نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۷۷ (مترجم)

(۴۷۶) خواجہ محمد اعظم ڈومری

خواجہ محمد اعظم ڈومری ابن خیر الزماں کشمیری مجددی، کشمیر کے نامور عالم اور مشہور شیخ تھے۔ ملا عبداللہ شہید، مراد بیگ، کامل بیگ اور میر ہاشم وغیرہ سے کسب علوم کیا۔ شیخ محمد مراد مجددی کے مرید ہوئے۔ شعر گوئی اور تاریخ نویسی میں کامل مہارت تھی ۱۱۴۸ھ / ۶-۱۷۳۵ء میں تاریخ اعظمی معروف بہ تواریخ ڈومری، کشمیر کے بادشاہوں، مشائخ اور شعراء کے حالات میں لکھی۔ "واقعات کشمیر" اس کا تاریخی نام ہے۔ اپنے پیر کے حالات و مقالات کے بیان میں ایک کتاب فیض مراد لکھی، فوائد المشائخ (بیان فقر)، رسالہ اثبات الجہر، تجزیۃ الطالبین، اشجار النخل، ثمرات الاشجار اور شرح کبریت احمر بھی ان کی یادگار ہیں۔ ۱۱۸۵ھ / ۲-۱۷۷۱ء میں انتقال ہوا[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۵۰
(۲) خزینۃ الاصفیاء ص ۶۸۲
(۳) مورخین ہند از حکیم شمس اللہ قادری ص ۸۳-۸۴ (تاریخ الحسن، حیدرآباد دکن ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) (مترجم)

(۴۷۷) مولوی محمد اعظم عباسی

مولوی محمد اعظم عباسی بن مولوی نجم الدین عباسی چریاکوٹی، ۱۲۶۶ھ / ۵۰-۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ درسی

مروجہ کتابیں اپنے چچا مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی سے اور مولوی علی عباس چریاکوٹی سے بھی پڑھیں اور بقیہ کتابیں مختلف مقامات پر ختم کیں اور اب حیدر آباد دکن میں کسی اچھی جگہ پر ملازم ہیں۔

(۴۷۸) مولانا شیخ افضل جون پوری

مولانا شیخ افضل جون پوری، اپنے عہد کے افضل الفضلاء اور اعلم العلماء تھے، علوم عقلی و نقلی کے جامع متشرع، متقی، خوش خلق اور سلیم المزاج تھے۔ ہمیشہ اپنے اوقات عزیز علم کی خدمت میں صرف کرتے تھے۔ جب ملا محمود جون پوری جوان کے ارشد تلامذہ سے تھے فوت ہوئے تو مولانا کو ان کے انتقال سے سخت صدمہ اور رنج ہوا۔ چالیس دن تک مسکرائے بھی نہیں۔ چالیس روز کے بعد اسی رنج و غم میں ۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۱-۲ء میں انتقال کیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (۱) نزہۃ الخواطر جلد پنجم ص ۳۵۹

(۲) سبحۃ المرجان ص ۹۰ (مترجم)

(۴۷۹) شیخ محمد افضل الٰہ آبادی

ان کی پیدائش ۱۰ ربیع الاول کی رات میں ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء میں ان کے اصلی وطن سید پور (توابع غازی پور زمانیہ) میں ہوئی۔ بچپن میں جون پور آگئے۔ ملا نور الدین سے علوم مروجہ کی تحصیل کی چھ مہینے درس و تدریس میں مشغول رہے۔ رفتہ رفتہ جذبۂ عشق الٰہی کا ان پر غلبہ ہوگیا۔ اس سلسلہ کو چھوڑ کر کالپی پہنچے۔ میر سید محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ [illegible] اور نقشبندیہ سلاسل میں بیعت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ لیکن اپنے مرشد [illegible] تمام عمر سنت نبویہ علیٰ صاحب التحیہ کے تتبع اور نقشبندی طریقے کے پیرو [illegible] اپنے مرشد کے حکم کے مطابق الٰہ آباد میں سکونت اختیار کرلی اور پورے توکل کے ساتھ ہدایت و ارشاد کی مسند پر بیٹھ گئے تمام مخلوق ان کی طرف رجوع ہوئی۔ ۱۰۸۰ھ / ۱۶۶۹-۷۰ء میں ایک مسجد الٰہ آباد میں بنوائی۔ اس کی تاریخ "دبقعہ افضل" سے نکلتی ہے۔ ہدایت و ارشاد کے مشاغل کے باوجود عربی و فارسی زبان میں نہایت عمدہ

تصانیف ہیں۔ان میں شرح گلستاں، شرح بوستاں، شرح زلیخا، تذکیر دلپذیر، شرح فصوص الحکم مسمٰی بشرح الفصوص علیٰ وفق النصوص، فتح الاخلاق، رسالہ عربیہ فارسیہ در بحث ایمان فرعون شرح قصائد خاقانی، سیر منظوم، شرح مثنوی معنوی وغیرہ تصنیفات ہیں جو پچاس جلدوں سے متجاوز ہیں۔ ۱۸ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۱۴۴ھ میں انتقال ہوا۔ان کی سال وفات "کان الشیخ قطباً" سے نکلتی ہے۔ان کا مدفن الہ آباد ہے۔ان کے بعد شیخ محمد یحییٰ عرف شاہ خوب اللہ ان کے بھتیجے، ان کے جانشین ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔(۱) مفتاح التواریخ ص ۲۹۷

(۲) کاشف الاستار ص ۱۶۷ (مترجم)

(۴۸۰) شیخ محمد آفاق لکھنوی

شیخ محمد آفاق لکھنوی عارف مجرد، محقق بلند ہمت، علوم ظاہر و باطن میں فاضل طریقت و مجاہدات میں صادق اور راسخ قدم تھے وہ موضع تلاوہ (مضاف پٹنہ) صوبہ بہار کے ساکن اور بزرگ زادے تھے۔بچپن میں مروجہ کتابیں شیخ وجیہہ الدین گوپاموی کی خدمت میں پڑھیں اور اس کے بعد درویشی و توکل کو اختیار کیا۔نفع و نقصان کو دل سے بھلا دیا۔شیخ پیر محمد لکھنوی کی خدمت میں پہنچے اور آن کے مرید ہوگئے۔اپنے زمانہ کے بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے، علوم طریقت میں شاہ مجا مہر پوری سے بھی استفادہ کیا۔اپنے پیر کے حکم سے شیخ عبدالرسول کھندوی کے رسالہ مصباح الطالبین کو مرتب کیا جو شاہ مجاہد کے خلیفہ تھے اس رسالہ میں قلندر مشرب کے اذکار و افکار درج ہیں۔شیخ محمد آفاق سب پر عمل کرتے تھے۔شیخ پیر محمد قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد کچھ دنوں ان کے جانشین رہے۔تکلفات کے مراسم و عادات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔مجرد زندگی گزارتے تھے۔اپنے پیر کے زیر قدم دفن ہیں۔

(۴۸۱) حاجی محمد افضل سرہندی

حاجی محمد افضل سرہندی ابن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد سرہندی، فاضل متبحر اور

محدث تھے ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد شیخ حجۃ اللہ نقشبندی کے مرید ہوگئے، اس کے بعد
شیخ عبدالاحد خلیفہ شیخ احمد سعید سے استفادہ کیا زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے
وہاں سے بے شمار فیوض و برکات کے ساتھ واپس آئے اور علوم دینی کی تدریس اور اسرار باطنی
کی تلقین میں مصروف ہوگئے۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی
جو کچھ انہیں فتوحات ملتی تھی اس سے ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے ان کا انتقال
۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰-۳۱ء میں ہوا۔

لہ شیخ محمد معصوم کے فرزند (۱) صبغۃ اللہ (۲) حجۃ اللہ (۳) عبید اللہ (۴) محمد اشرف
(۵) سیف الدین (۶) محمد صدیق تھے، حاجی محمد افضل ان کے فرزند نہ تھے بلکہ شیخ حجۃ اللہ کے خلیفہ
تھے حاجی محمد افضل کے مزید حالات کے لئے دیکھئے۔ (۱) مقامات مظہری ص ۹۵-۲۴

(۴۸۲) مولوی محمد اکبر کشمیری

مولوی محمد اکبر کشمیری، اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں تھے تیس سال تک مدرسہ محمدیہ متعلقہ
جامع مسجد بمبئی میں درس دیتے رہے۔ ملک کوکن میں ان کے بہت سے شاگرد اب بھی موجود ہیں۔
ان میں شاہ عبدالفتاح گلشن آبادی، مولوی سید عماد الدین اور مفتی عبداللطیف مشہور و معروف
ہیں۔ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵-۶ء میں انتقال ہوا بمبئی میں دفن ہوئے۔

(۴۸۳) ملا محمد امین کشمیری

ملا محمد امین کشمیری، فاضل متبحر، کثیر الدرس والتصنیف تھے۔ ملا عنایت اللہ شال اور
ملا محسن وغیرہ علمائے کشمیر ان کے شاگرد تھے۔ شرح تہذیب وغیرہ کتب [illegible] پر دواشی و شروح
لکھے ہیں ماہ رمضان، شب قدر میں ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۸ء میں انتقال ہوا۔

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۳۰ (مترجم)

(۴۸۴) مولوی محمد امجد قنوجی

مولوی محمد امجد قنوجی۔ قنوج کے فاضل کامل اور عالم ماہر تھے، مولوی علی اصغر قنوجی کے

شاگرد تھے۔ کثیر الدرس والتصانیف تھے۔ علم حکمت میں شرح صدرا ایران کا حاشیہ مشہور ہے
انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی ل۔

لہ ملاحظہ ہو:۔ (۱) ابجد العلوم ص ۹۳۳
(۲) حدائق الحنفیہ ص ۴۵۷ (مترجم)

(۴۸۵) محمد بیرم خاں خاناں

محمد بیرم خاں، مرزا جہاں شاہ کی اولاد سے ہے، دانش، سخا، صدق، حسن مقال، نیازمندی اور انکساری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا، شروع میں بابر بادشاہ کی اور درمیان میں ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں نشوونما پاکر خانخانانی کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ آخر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں اس کے القاب کو بڑھا دیا وہ درحقیقت، درویش دوست، ذی علم، صاحب حال اور نیک اندیش تھا، اس کی سعی، بہادری اور حسن تدبیر سے دوبارہ ہند پاکستان فتح ہوا۔ تمام دنیا کے علماء و فضلاء اس کے پاس پہنچتے اور اس سے مستفید ہوتے تھے۔ اس کے وجود باجود سے ارباب فضل و کمال فائدہ حاصل کرتے ارباب نفاق نے بادشاہ کے مزاج کو اس سے متنفر کر دیا، ناچار وہ حرمین شریفین کے ارادہ سے ناگور کے راستے سے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ جس راستے سے وہ گزر رہا تھا اس میں جھاڑیوں کی کثرت تھی۔ اتفاق سے اس کی دستار کا گوشہ ایک کانٹے میں الجھا اور دستار سر سے گر پڑی۔ چونکہ یہ برا شگون سمجھا جاتا ہے اس لئے خانخاناں کے مزاج پر بھی تغیر کے آثار ظاہر ہوئے حاجی محمد خاں نے اسی وقت پڑھا ؎

در بیاباں چوں زشوق کعبہ خواہی زد قدم — سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اس سے طبیعت کو ذرا انشراح ہوا۔ جب پٹن گجرات میں پہنچے ایک روز سہس لنگ تالاب میں کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا، اچانک مبارک خاں افغان نے جس کے والد کو خانخاناں نے ہند پاکستان کی فتح کے موقعہ پر قتل کرنے کا حکم دیا تھا، انتقام کا اچھا موقعہ سمجھا اور مغرب کی نماز کے وقت جب خانخاناں کشتی سے نیچے اترا تو "بدمعاشوں" کی ایک جماعت ملاقات کے

بہانے سے آئی اور خنجر کی ایک ضرب میں اس کو دار الفنا پہنچا دیا۔ یہ واقعہ ۹۶۸ھ ۱۵۶۰ء میں وقوع پذیر ہوا۔ اُس کی ہڈیوں کو حسب وصیت مشہد لے گئے۔ کسی نے تاریخ انتقال اس طرح نکالی ہے۔

تاریخ رحلت مرزا محمد بیرم خاں خانخاناں

بیرم بطواف کعبہ چوں بست احرام — در راہ شہید گشت نایافتہ کام
تاریخ شہادتش زدل پرسیدم — گفت کہ شہید شد محمد بیرام

۹۶۸ھ
۱۵۶۰ء

خانخاناں رقیق القلب تھا اکابر مشائخ کے اقوال کا معتقد تھا۔ ہمیشہ اس کی مجلس میں "قال اللہ وقال الرسول" کا ذکر ہوتا تھا۔ ایک روز سیکری میں ایک گوشہ نشین درویش سے ملنے گیا اور آیۂ کریمہ "تعز من تشاء وتذل من تشاء" کے معنی پوچھے چونکہ درویش نے تفسیر نہیں پڑھی تھی اس لئے جواب نہیں دیا، خانخاناں نے خود کہا "تعز من تشاء بالقناعۃ وتذل من تشاء بالسوال" خانخاناں کی جمعہ وجماعت کی نماز فوت نہیں ہوتی تھی وہ تفضیلیت کی طرف مائل تھا، محافظ محمد ابن خطیب کہتا تھا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہ کے القاب میں دوسرے اصحاب سے چند کلمے بڑھا دیتا تھا۔

لطیفہ:۔ ایک رات ہمایوں بادشاہ بیرم خاں سے مخاطب تھا، اس پر ظاہری طور سے غنودگی کا غلبہ ہوگیا، بادشاہ نے اُس کو متنبہہ فرمایا کہ ہاں بیرم! میں تم سے کہتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں! میرے بادشاہ میں حاضر ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ بادشاہوں کے حضور میں محافظت چشم اور اور درویشوں کے حضور میں دل کو نگاہ رکھنی چاہئیے اور عالموں کے سامنے حفظ زبان ضروری ہے، میں اسی فکر میں تھا کہ کس کس کو نگاہ رکھوں کیونکہ حضرت بادشاہ، درویش اور عالم [illegible] بادشاہ کو اس کی یہ ادا پسند آئی اور اس کی تحسین فرمائی۔ اس کا ایک دیوان فارسی [illegible] میں تھا۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہ کی منقبت میں قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے [1]

شہے کہ بگذرد نہ سپہر افسر او — گر غلام علی نیست خاک بر سر او
محبت شہ مرداں مجو زبے پدرے — کہ دست غیر گرفتست پائے مادر او

[1] محمد بیرم خاں کا دیوان ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال سے ۱۹۱۰ء میں طبع ہو چکا ہے۔

تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو :۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۴۷۹ - ۴۸۰

(۲) ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۱۱ - ۲۰

(۳) مفتاح التواریخ ص ۱۷۰

(۴) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۶۴ - ۶۶

(مترجم)

(۴۸۶) مولوی محمد جعفر سندیلوی

مولوی محمد جعفر سندیلوی بن شاہ ولی اللہ بن شاہ غلام علاء الدین بن سید روح اللہ، سندیلہ کے مخدوم زادے تھے، مولوی اظہر علی سندیلوی، مولوی وارث علی سندیلوی، مولوی فقیہہ اللہ سندیلوی، مولوی افہام اللہ سندیلوی اور مولوی تراب علی لکھنوی کے شاگرد تھے۔ تدریس و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ ۲۰ رمضان ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء میں انتقال ہوا اور قصبہ سندیلہ میں کریم باغ میں دفن ہوئے۔

(۴۸۷) مولوی محمد جون پوری

مولوی محمد جون پوری، مولوی سخاوت علی عمری جون پوری کے صاحبزادے، مکہ معظمہ میں مقیم و مہاجر تھے۔ اپنے والد ماجد سے تحصیل علم کی۔ علم، فضل، زہد، تقویٰ، تورع اور وعظ گوئی میں ممتاز تھے۔ بدیہہ گوئی، حاضر جوابی، دلپسند تحریر اور پرتاثیر تقریر میں یگانہ روزگار اپنے ہم عصروں اور ساتھیوں میں امتیاز رکھتے تھے۔ بیع کی تعریف میں انھوں نے جو تقریر لکھائی تھی اس سے ان کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ عین حالت جوانی میں اپنے والد ماجد کی زندگی میں ۲ ر شوال ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں انتقال ہوا[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :۔

نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۱۶ - ۴۱۷ (مترجم)

(۴۸۸) مولوی حکیم محمد جنید جون پوری

مولوی حکیم محمد جنید جون پوری، مولوی سخاوت علی عمری جون پوری کے دوسرے صاحبزادے تھے اپنے والد ماجد کے ہمراہ ملک حجاز گئے اور اپنے والد کی زندگی تک ان کے فیضان علمی و عملی سے مستفیض ہوتے رہے، والد کی رحلت کے بعد کان پور آگئے اور مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی کی خدمت میں جو جون پور میں مدرسہ امام بخش کے مدرس اوّل تھے بعض درسی کتابیں پڑھیں اور فراغ علمی مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کی خدمت میں حاصل کیا پھر علم طبابت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے مولوی حکیم اولاد علی کاہش کی خدمت میں مطب شروع کیا اور اس فن میں مہارت و حذاقت حاصل کی اس کے ساتھ ہی تدریس و تذکیر اور طلباء کی امداد بھی کرتے تھے ایک مرض میں مبتلا تھے کہ عین عالم جوانی میں ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴-۵ء میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک بیٹے مولوی محمد معروف تھے جو مولوی عبداللہ ساکن چھپرا کی خدمت میں درسی کتابیں ختم کر کے فارغ ہو گئے ہیں۔

(۴۸۹) قاضی محمد جمیل برہان پوری

قاضی محمد جمیل برہان پوری، عالم کامل، فاضل اجل اور حیدر آباد دکن کے مدرسہ میں مدرس تھے ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء میں انتقال ہوا[1]

[1] قاضی محمد جمیل عرف بسم اللہ بن مولوی محمد عبدالغفار برہان پور میں پیدا ہوئے اوّل حفظ قرآن کیا پھر علوم مروجہ کی تحصیل مولوی قدرت اللہ، مولانا ضیاء الدین عرف اللہ والے صاحب اور مولوی میر عوض علی سے کی۔ حیدر آباد دکن پہنچے تو ابو منزل الحساب فرائض شریفی وغیرہ مولوی محمد حفیظ صاحب کی خدمت میں پڑھے ... شاہ محمد اسحاق صاحب، مفتی صدرالدین آزردہ اور مولوی ... کی خدمت میں اکتساب فیض کیا۔ نقشبندیہ و قادریہ سلسلہ میں شاہ ابو سعید مجددی سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء میں برہان پور کے قاضی مقرر ہوئے حیدر آباد میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے

قطعہ تاریخ انتقال قاضی محمد جمیل برہان پوری

از مولوی شمس الدین محمد المتخلص بہ فیض

چوں قضا کرد مولوی جمیل — گشت مغموم و زار ہر کہ شفت
فیض تاریخ ارتحال او — فاضل عمدہ مرد ہاتف گفت

۱۲۷۴ھ
۱۸۵۸ء

دیکھئے تاریخ برہان پور ص ۱۷۵-۱۷۷ (مترجم)

(۴۹۰) مولوی محمد حامد فرنگی محلی

مولوی محمد حامد فرنگی محلی، مولوی احمد کے بیٹے اور جانشین تھے ماہ رجب ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں انتقال ہوا اور ان کی جگہ مولوی لمعان الحق بن مولوی برہان الحق جانشین ہوئے [۱]

[۱] "کتب درسیہ کی تحصیل مفتی ظہور اللہ بن ملا ولی اللہ سے اور بعض دیگر اساتذہ سے کی بعد وفات اپنے والد ماجد کے اپنے جد امجد کے سجادہ نشین ہوئے۔ تدریس علوم ظاہری و باطنی میں مصروف رہے۔ میں نے صرف و نحو کی تقریباً ہر کتاب پر آپ کی حواشی دیکھے ہیں میزان الصرف کی شرح بھی تالیف فرمائی تھی یہ سب کتابیں میرے پاس موجود ہیں خلافت اپنے والد ماجد سے تھی۔ آپ کا عقد آپ کی چچازاد بہن دختر مولوی عبد الصمد بن مولانا انوار الحق رحمۃ اللہ علیہما سے ہوا..............

مولانا محمد حامد کا انتقال ۲۰ رجب ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء کو ہوا" (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۵۵-۵۶)

مزید ملاحظہ ہو۔ احوال علمائے فرنگی محل ص ۲۴ (مترجم)

(۴۹۱) شیخ محمد حسن جون پوری

شیخ محمد حسن جون پوری بن شیخ حسن بن طاہر جون پوری، اپنے زمانے کے عارف تھے حال و قال کے جامع اور ظاہری صورت سے بھی بزرگ تھے والد کی طرف سے ان کی نسبت

چشتیہ سلسلہ میں تھی۔ لیکن سلسلہ عالیہ قادریہ کا تعلق سب پر غالب تھا۔ کئی سال حرم مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والخیر میں مجاورت کی، مشائخ قادریہ سے اجازت و بیعت حاصل تھی، ان کی کرامات مشہور تھیں۔ جب خلوت سے نکلتے تھے تو ہندو مسلمان جس کسی کے چہرہ پر نظر ڈالتے اس کے منہ سے بے ساختہ صدائے تکبیر نکلتی لوگ تعجب کرتے ان کے مکتوبات و رسائل ہیں۔ بہت مرید تھے۔ ولادت جون پور میں ہوئی۔ آگرہ میں مقیم رہے۔ ۲۷ رجب ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں فوت ہوئے دہلی میں بیچے منڈل کے برابر اپنے والد ماجد کے قریب دفن ہوئے۔

(۴۹۲) ملا محمد حسن

ملا حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد خلف اکبر ملا قطب الدین الشہید السہالوی، ملا نظام الدین بن ملا قطب شہید کے شاگرد تھے ذہن و ذکاء میں اپنے بھائیوں میں ممتاز تھے، معقول و منقول کی تحقیقات میں بے نظیر بے مثال اور کثیر الدرس و تصانیف تھے۔ شرح مسلم الثبوت (تامبادی الاحکام) معارج العلوم (منطق) غایۃ العلوم (طبیعات)، حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین شیرازی، حاشیہ شمس بازغہ، حواشی زواہد ثلاثہ اور شرح سلم العلوم ان کی مفید تصانیف ہیں۔

دہلی سے واپس ہونے کے بعد فرنگی محل (لکھنؤ) میں مقیم ہو گئے اور علوم کا درس شروع کر دیا بعض حوادث کی وجہ سے ایک عظیم فساد ہو گیا۔ وطن کے قیام کو مناسب نہ سمجھا اور روہیلکھنڈ کی طرف چلے گئے۔ نواب فیض اللہ خاں کے زمانہ میں رام پور پہنچے اور مدرسہ محلہ میں قیام کیا وہیں نکاح ثانی غیر کفو میں ایک خاتون سے کر لیا۔ اس کے بطن سے مولوی حمد اللہ [illegible] پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان کی دوسری بیوی کی اولاد رام پور میں موجود [illegible] بیوی [illegible] پور کی تھیں ان سے ایک لڑکے غلام دوست محمد پیدا ہوئے [illegible] بیٹے مولوی غلام یحییٰ، مولوی غلام محمد اور مولوی غلام زکریا تھے۔ مولوی غلام زکریا بنارس میں سرکار انگریزی میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے، ملا حسن رام پور میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ انتقال معلوم نہ ہو سکی۔ ان کے شاگرد مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لبکنی مشہور ہیں۔

ؔ تذکرۂ کاملان رام پور (ص ۳۵۱) میں تاریخ انتقال ماہ صفر ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء اور تذکرہ علمائے فرنگی محل (ص ۴۸۳) میں ۳ ر صفر ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء تحریر ہے۔ رسالہ قطبیہ کے حوالے سے صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی سال وفات ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء لکھا ہے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۴۸-۴۹

(۲) تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۵۱

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۹۶-۲۹۸

(۴) ابجد العلوم ص ۹۲۶-۹۲۷

(۵) گل رحمت از نواب سعادت یار خاں ورق ۵۵ (قلمی مخزونہ کتب خانہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی) (مترجم)

(۴۹۳) مولوی محمد حیدر لکھنوی

مولوی محمد حیدر بن ملا محمد مبین بن ملا محب اللہ فرنگی محلی اپنے والد ماجد کی خدمت میں تحصیل علم کی، تدریس اور مخلوق کے تذکیر و ہدایت میں مشغول ہوگئے۔ شاہ نجات اللہ مرحوم سے بیعت کی اپنے والد کی طرح مقبول خلائق تھے۔ نواب سعادت علی خاں (والی اودھ) کی سرکار سے تین روپیہ یومیہ ملتا تھا حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد ۲ ر جمادی الاول ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں مکہ معظمہ پہنچے۔ سید یوسف بطاح یمنی اور شیخ عمر مکی سے صحیحین (بخاری و مسلم) کی تحصیل کی۔ ماہ جمادی الثانی میں مدینہ طیبہ پہنچے، وہاں کے علمائے وقت سے سند حدیث حاصل کی۔ آخر ماہ شعبان میں مکہ معظمہ واپس آئے اور قرآن شریف راستہ میں حفظ کیا تھا اور ماہ رمضان میں بیت اللہ شریف میں پڑھا۔ حج ادا کرنے کے بعد وطن کو واپس ہوئے۔ جب حیدر آباد میں ملازم ہوئے تو ہزار روپیہ ماہوار سرکار نظام سے ان کے لئے مقرر ہوا۔ ان کی اولاد میں مولوی ظہور حسن اور مولوی افضل حسن اب بھی حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ چار ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر سرکار نظام سے مقرر ہوئی ہے جیسا کہ اغصان اربعہ میں ذکر ہے ؔ

ؔ ملاحظہ ہو:۔ (۱) احوال علمائے فرنگی محل ص ۲۵-۲۶ (۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۵۱-۱۵۲ (مترجم)

(۴۹۴) شیخ محمد حیات سندھی

شیخ محمد حیات سندھی، عالم ربانی، محدث عظیم اور عالم باعمل تھے۔ ان کے والد کا نام مُلّا فلاریہ تھا۔ قبیلہ چاچڑ سے تعلق تھا، عادل پور ملک سندھ کے رہنے والے تھے عین عالم جوانی میں محمد حیات اپنے وطن سے حرمین شریفین گئے اور حج ادا کیا مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے اسباب توکل کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ تھا۔ اسی حال میں تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے مولانا ابوالحسن سندھی مقیم مدینہ منورہ کے شاگرد ہوئے اور علوم درسیہ کی تحصیل ان سے کی حدیث کی اجازت مولانا عبداللہ بن سالم بصری سے حاصل کی اور پھر درس حدیث میں مشغول ہوگئے۔ بروز چہارشنبہ ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ ۱۷۴۹ء ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ فلاریہ سندھی لفظ ہے۔ چاچڑ ملک سندھ میں ایک قوم ہے۔ عادل پور، سکھر کے پاس ایک چھوٹا سا شہر ہے [1]

[1] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۱۶۴ - ۱۶۶

(۲) اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہا المحدثین ص ۴۰۳ - ۴۰۴

(۳) تاریخ سندھ جلد ششم حصہ دوم ص ۱۰۰۰ - ۱۰۰۲

(۴) رود کوثر ص ۵۹۷ - ۵۹۸

(۵) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۰۱ - ۳۰۲

(۶) سبحۃ المرجان ص ۹۵ - ۹۶

(۷) ابجد العلوم ص ۸۴۹

(۸) الیانع الجنی ص ۴۳ (مترجم)

(۴۹۵) مولوی محمد رضا لکھنوی

مولوی محمد رضا لکھنوی خلف اصغر مولوی عبدالقادر لکھنوی شروع میں شیخ پیر محمد لکھنوی اور

اپنے بھائی قاضی محمد وارث کی خدمت میں تحصیل علم کی۔ ضروری علوم کی تحصیل کے بعد صفائے باطن میں مشغول ہو گئے۔ چلّوں میں بیٹھ کر ریاضت شاقہ اور دور و دراز کے سفر کئے مشائخ اور فقراء سے مستفید ہوئے صحرا اور بیابان میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آخر اکیلے خشکی کے راستہ سے حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ مصر میں ۲ رمضان ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر ۳ ۳۷۰-۳۷۱ (مترجم)

(۴۹۶) مولوی محمد رضا سہالوی

مولوی محمد رضا سہالوی، مولوی ملا قطب الدین شہید کے چوتھے بیٹے تھے اپنے والد کے بعد بڑے بھائی ملا نظام الدین سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور اپنے بھائی کے ساتھ طلباء کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ شاہ عبد الرزاق بانسوی سے بیعت تھے۔ مدینہ منورہ گئے۔ روضۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بعد حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے پھر بغداد آئے اور وہیں انتقال ہوا [1]

[1] شرح سلم اور شرح مسلم الثبوت مولوی محمد رضا کی تصنیفات سے ہیں (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۵۹)

مزید ملاحظہ ہو:۔ احوال علمائے فرنگی محل ص ۳۲-۳۳ (مترجم)

(۴۹۷) شیخ محمد رفیق کشمیری

شیخ محمد رفیق کشمیری بن مصطفےٰ بن معین الدین رفیقی، ان کی کنیت ابو الرضا ہے۔ ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ فقیہہ، محدث، مفسر اور صوفی مشرب تھے۔ علوم معقول و منقول اپنے نانا مقیم السنۃ ٹوپی گر اور اپنے ماموں علامہ نور الہدیٰ ٹوپی گر سے حاصل کئے اور علم حدیث اپنے چچا اور والد سے حاصل کیا اور کتاب عوارف نعمت اللہ بن رضا ٹوپی گر سے پڑھی بہت سے لوگ ان کی خدمت میں مستفید ہوئے تصوّف میں متعدد رسالے ان سے

یادگار ہیں۔ بروز چہار شنبہ ۱۶ رجمادی الآخر ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں انتقال ہوا۔

لہ شیخ محمد رفیقی کشمیری ۱۱۵۴ھ/۱۷۴۱ء میں پیدا ہوئے۔

ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۶۷-۴۶۸ (مترجم)

(۴۹۸) میر محمد زاہد ہروی

میر محمد زاہد ہروی بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی، ہند پاکستان میں پیدا ہوئے اپنے والد اور دوسرے علمائے ہند پاکستان سے تربیت پائی۔ ذہن ثاقب اور فکر صائب کے مالک تھے تحقیق و تدقیق میں اپنے ہم عصروں میں بازی لے گئے۔ حاضرین و معاصرین میں ممتاز تھے شاہجہاں بادشاہ نے کابل کی وقائع نگاری کے منصب پر ممتاز فرمایا۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں وہ اُردوئے معلیٰ کے محتسب ہوئے عالم گیر بادشاہ کے بعد اپنی خواہش کے مطابق کابل کی صدارت پر فائز ہوئے۔ وہاں اپنے منصب کے علاوہ تدریس علوم بھی کرتے تھے۔ ان کی اعلیٰ تصانیف ہیں۔ ان میں شرح مواقف، حاشیہ شرح تہذیب علامہ دوانی، حاشیہ رسالہ تصور و تصدیق، ملا قطب الدین رازی اور حاشیہ شرح الہیاکل مشہور ہیں۔ ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹-۹۰ء میں فوت ہوئے لہ

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۰۶-۲۰۹

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۲۸-۳۲۹

(۳) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۰۶-۳۰۸

(۴) سبحۃ المرجان ص ۶۷

(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۳-۹۰۴ (مترجم)

(۴۹۹) مولوی محمد باقر مدراسی

آگاہ تخلص تھا، بیجاپور کے رہنے والے تھے ویلور میں ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ مدراس

میں نشو ونما پائی مولانا سید ابوالحسن قرنی کی خدمت میں علوم ظاہری کی تحصیل کی علوم عجیبہ اور فنون غریبہ کے عالم و ماہر ہوئے، شعر گوئی اور عربی ادب میں مہارت حاصل تھی شافعی المذہب تھے۔ مدراس اور کرناٹک کے علاقے میں ان سے ظاہری و باطنی فیض پھیلا۔

تصانیف:۔ تنویر البصیر، نفائس النکات، القول المبین، الدر النفیس، دیوان اشعار عربی، نفحۃ العنبریہ، کشف الغطاء، اتحاف السالک، جلاء البصائر، تبئین الانصاف، النقول البدیعہ، الحجۃ البدیعہ، ریاض الجنان، روضۃ الاسلام وغیرہ [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ ابجد العلوم ۳ ۹۲۴ - ۹۲۵ (مترجم)

(۵۰۰) مولوی محمد زماں خاں شاہجہاں پوری

فضائل و کمالات کے جامع، احادیث و آیات کے عامل، سنن و حسنات کے زندہ کرنے والے، شرک و بدعت کے مٹانے والے، ابو رجا محمد زماں خاں، حیدر آباد کے مدرسہ میں مدرس اور محبوب علی خاں نظام الملک رئیس حیدر آباد کے استاد تھے فرقۂ مہدویہ سے عصبیت رکھتے تھے۔ فرقۂ مہدویہ کے لوگ سید محمد جون پوری مدعی مہدویت کی پیروی کرتے ہیں علاقہ ڈھونڈھار، گجرات، اور حیدر آباد دکن میں اس گمراہ فرقے کے اکثر لوگ رہتے ہیں اور اسلام کے دیگر فرقوں سے تعصب رکھتے ہیں یہاں تک کہ مسلمانوں کی خوں ریزی کے مرتکب ہوئے القصہ اس فرقہ کے سرگروہ مسمی سید عیسیٰ عرف عالم میاں نے ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵-۶ء میں اپنے مؤلفہ تین رسالے کشف الحجاب، دلیل المتین، ثلاثیہ اور ایک سال کے بعد رسالہ رد شبہات الفتاویٰ، فتاویٰ ابن حجر کی وغیرہ اور آئمہ مذاہب اربعہ کے رد میں نیز رسالہ معارضۃ الروایات طبع کرائے اور یہ کتابیں ہند پاکستان کے اطراف و اقطار میں مشتہر و مشہور کیں وہ اسی پر قانع نہ رہا اس نے رسائل مذکورہ نیز دوسرے رسالے جو اس کے معتقدات و معمولات پر مشتمل تھے تالیف کر کے ایک رقعہ کے ساتھ قاضی دلاور علی خاں، دار الفضلائے حیدر آباد کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے پیش کئے۔ رقعہ کا مضمون یہ تھا:۔

> "ہم نے رسائل مذکورہ حق کے دریافت کرنے کی غرض سے شہر کے اطراف میں تقسیم کئے ان کو مشہور علماء کی خدمت میں بھیجا ایک مدت تک انتظار کیا

لیکن ابھی تک علمائے وقت خاموش ہیں۔ لہٰذا اِن کو جناب کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اگر کوئی خطا نظر میں آوے تو تلاش کر کے ہمیں مطلع کریں تاکہ ہم حق کی طرف رجوع کر لیں ورنہ ہماری اعانت وامداد اور تصدیق واقرار کریں۔"

قاضی صاحب موصوف نے رقعہ اور رسائل مذکورہ عالم میاں مذکور کے ہمراہ مولوی محمد زماں خاں کے پاس بھیج دئے اگرچہ وہ اس قسم کے نزاعات اور مناقشات سے کنارہ کش رہتے تھے تاہم اسلامی حمیت اور ایمانی غیرت کی بنا پر کچھ تحریر فرمایا اور مسائل مذکورہ کی برائیاں ظاہر کیں، اس فرقہ کے مسلم اقوال سے ان کے باطل دعووں کا رد کیا۔ اس فرقہ کے مجتہدین اس کے جواب سے عاجز رہے اور بہت نادم ہوئے، اس رسالہ کا نام "ہدیہ مہدویہ" ہے جب رسالۂ مذکور، عالم میاں مجتہد مہدویہ یعنی گمراہ کن رسائل کے مصنف کے پاس پہنچا تو اُس نے اپنے حواریوں سے کہا۔ کہ

"جو کوئی مولوی زماں خاں کو قتل کرے گا اُس کو میں جنت میں مروارید کے دو مکان اور خرمے کے چار درخت دوں گا"

اس بات کو سُن کر اس فرقہ کا ایک بائیس سالہ نوجوان فریب میں آگیا اور موقعہ کا منتظر رہا جب نواب مختار الملک بہادر، پرنس آف ویلز کی ملاقات کی تقریب کی غرض سے کلکتہ روانہ ہوئے اور شہر حیدر آباد اُس بیدار مغز حاکم سے خالی ہوگیا۔ ۶ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء بروز سہ شنبہ بوقت شام مولوی صدر الذکر (محمد زماں خاں شاہ جہاں پوری) حسب معمول مسجد میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز کے بعد دوزانو بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی۔ [illegible] شقی نے سلام کر کے پیچھے سے چھُرا مار کر ممدوح الذکر کو زخمی کر دیا۔ آں مرحوم نے قرآن کریم پر سر رکھ کر اعلیٰ علیین کی راہ لی۔ اس جاں باز کا خون آیہ کریمہ "فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین" پر گرا، ہر چند تفتیش وتلاش کی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا۔ مہدویوں کا سرگروہ، انگریزی سفارت خانے میں چلا گیا۔

ان کے جنازہ پر مسلمانوں کا ایک انبوہ کثیر اور دینداروں کا جم غفیر جمع ہوا جو دہ منفرق

جماعتوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ حیدر آباد میں اپنے مدرسہ کے صحن میں دفن ہوئے[1]۔ شعرائے وقت نے اس واقعہ کی تاریخ کے قطعات لکھے ہیں، ان میں سے مکرمی محمد عبد الرحمن شاکر تخلص مالک مطبع نظامی (کان پور) کی تاریخ کو لکھتا ہوں جو یہ ہے:۔

قطعہ تاریخ شہادت مولوی محمد زماں خاں شاہجہاں پوری مرحوم و مغفور

از جناب محمد عبد الرحمان خاں شاکر مالک مطبع نظامی (کان پور)

محمد زماں خاں زحکم قضا — بہ بحر شہادت چو شد آشنا

ہمیں مصرعہ سال شاکر نوشت — عبائے شہادت زحق شد عطا

دیگر

بگو چوں علی شد بمسجد شہید

دیگر

از منشی عنایت حسین

بروں رفت از جسم چوں جان جاں — عنایت بگو شد چوں عثمان شہید"

[1] مولوی محمد زماں خاں ولد محمد عمر خاں ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں شاہجہاں پور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مکتب میں ہوئی۔ اس کے بعد مولوی بہاء الدین سے متوسطات تک کی تحصیل کی پھر ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں رام پور پہنچے اور ملا احمد ولائتی سے پڑھا۔ لکھنؤ میں مفتی سعد اللہ، کان پور میں شاہ سلامت اللہ کشفی اور مولانا مدن شاہ جہاں پوری سے استفادہ کیا۔ حدیث کی سند مولوی کرامت علی جون پوری سے حاصل کی ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء میں حیدر آباد دکن پہنچے ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اسلامی ممالک عرب و شام وغیرہ کی سیاحت کی اس سفر کے دلچسپ حالات "داستان جہاں" کے نام سے قلم بند کئے ہیں۔ مولانا محمد زماں خاں کی تصنیفات سے سفینۃ البلاغت، خیر المواعظ، بستان الجن، ہدیۂ مہدویہ داستان جہاں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تاریخ شاہجہاں پور ۱۶۴-۱۷۸ (۲) حدیقۃ المرام نمبر شمارہ ۱۶۱ (مترجم)

(۵۰۱) شیخ محمد سعید سرہندی

شیخ محمد سعید سرہندی ابن مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی بن عبدالاحد سرہندی، لقب خازن الرحمت، متبحر فقیہہ اور محدث تھے، علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کئے مشکوٰۃ المصابیح پر حاشیہ لکھا۔ سنہ ۱۰۷۰ھ ۱۶۵۹-۶۰ء میں انتقال ہوا[1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۴

(۲) جواہر علویہ ص ۱۰۴-۱۰۶ (مترجم)

(۵۰۲) ملا محمد سعید سہالوی

ملا قطب الدین شہید کے دوسرے بیٹے تھے اپنے والد کی شہادت کے بعد مظلومی کے محضر کو لے کر استغاثہ کی غرض سے محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے حضور میں، ملک دکن گئے اور بادشاہ موصوف کی بارگاہ سے فرنگی محل کی معافی کا فرمان جو لکھنؤ کی مشہور عمارات میں تھا حاصل کیا اور وطن واپس پہنچ کر لوگوں کے ذریعہ سے فرمان مذکور کی تعمیل میں فرنگی محل پر قبضہ کیا اور ملائے شہید کے تمام بیٹوں کو اس میں منقسم کیا کچھ دنوں کے بعد دوبارہ فرنگی محل کی معافی کے فرمان کے استحکام وغیرہ کے لئے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور دوسری اسناد حاصل کر کے ان کو وطن بھیج دیا اور خود مکہ معظمہ چلے گئے وہیں بیمار ہوئے اور انتقال ہو گیا[1]

نزول:- لکھنؤ کے دفتر کی زبان میں لاوارث اور منضبطہ زمین کو کہتے ہیں۔

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۶۲-۶۳ (مترجم)

(۵۰۳) مولانا محمد سعید بدایونی

مولانا محمد سعید بدایونی بن محمد شریف بن محمد شفیع بدایونی، وہ اپنے زمانہ کے بدایوں کے عالم اجل اور اولیائے کبار میں سے تھے۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مرید تھے جن کا مزار دہلی میں

ہے ان کے ظاہری و باطنی فیض سے ایک عالم مستفیض تھا۔ ۴ ر ذی قعدہ ۱۱۵۷ھ ۱۸۴۴ء میں انتقال فرمایا، دو بیٹے مولوی محمد لبیب اور مولوی عبد الحمید یادگار چھوڑے۔

(۵۰۴) حکیم محمد سرور ساکن احمد آباد نارہ سرورؔ

حکیم محمد سرور ساکن احمد آباد نارہ تخلص سرورؔ بن حکیم حضور احمد، طبع سلیم اور ذہن مستقیم کے مالک تھے۔ رسمی تعلیم مؤلف اوراق (مولوی رحمٰن علی) سے حاصل کی اکثر نعتیہ اشعار کہتے تھے۔ منظوم قصہ اویس قرنی ان کی یادگار رہے۔ فتوح الشام کو بحر متقارب میں لکھ رہے تھے کہ پیغام اجل پہنچ گیا۔ عین عنفوان شباب میں ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء میں انتقال ہوا۔ چند نعتیہ اشعار جن میں کلام سعدی پر تضمین کی ہے اور جوان کے منظومات کا خاتمہ ہیں بطور یادگار لکھے جاتے ہیں در حقیقت عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا انھوں نے کوئی دوسری چیز یادگار نہیں چھوڑی۔

تضمین

اے نور خدا عجب حسینی — رحمت ز برائے عالمینی
محبوب زمان وہم زمینی — اللہ اللہ چہ مہ جبینی
گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

آگہ ز علوم اولینی — واقف ز رموز آخرینی
کحل از پئے دیدۂ یقینی — اے لعبت مکی و مدینی
گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

واللیل ز گیسوئے تو تعبیر — والشمس ز روئے تست تفسیر
نون از پئے ابروئے تو تقریر — اے مہر سپہر عز و توقیر

گر بہ سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اے باعثِ خلقتِ دو عالم — اے موجب فخر نوح و آدم
منظور نگاہِ ربِ اکرم — ہستی پے ریش سینہ مرہم

گر بر سرِ و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اے سرمۂ دیدۂ تولا — اے غازۂ چہرۂ تمنا
بر روئے تو دیدۂ تماشا — باز است تو نیز دیدہ بکشا

گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اے حجلہ نشینِ محملِ نور — اے شمع ضیائے شعلۂ طور
از نورِ تو عالم است معمور — اے مردمکِ دو دیدۂ حور

گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

زلفت پے عاشقانِ جانباز — زنجیر بلاست اے ہمہ ناز
بشنیت ہمہ دلبرانِ طناز — ہستند بریں ترانہ دمساز

گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

زلفِ تو بلائے جانِ سرور — دردِ تو دوائے جانِ سرور
عشقت نام و نشانِ سرور — نامت وردِ زبانِ سرور

گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

---

(۵۰۵) مولانا محمد شکور مچھلی شہری

مولانا محمد شکور مچھلی شہری بن شیخ امانت علی جعفری، علوم عقلیہ وادبیہ میں مولانا رشید الدین خاں دہلوی اور حدیث و تفسیر میں شاہ عبد العزیز دہلوی سے استفادہ کیا، ہمیشہ انگریزی سرکار کی طرف سے معزز و ممتاز رہے۔ جب فتح پور ہسوہ میں صدر الصدور تھے تو مؤلف ہیچمدان (مولوی رحمان علی) جناب کے شاگردوں میں شامل ہو گیا۔ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں مولانا ممدوح پنشن لے کر اپنے وطن چلے گئے تو یہ فقیر (مولوی رحمان علی) بھی مچھلی شہر گیا اور جناب سے درمیانی کتابیں پڑھیں، مولانا نے تمام عمر درس و تدریس میں بسر کر دی۔ درسی کتابیں بغیر دیکھے جہل قدمی کی حالت میں پڑھاتے تھے تالیف و تصنیف کی طرف توجہ نہ ہوئی دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ۲۱ ذی الحجہ بروز سہ شنبہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی پیدائش ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶-۷ء میں ہوئی لفظ "تاریخ" سے سال ولادت نکلتی ہے اس طرح ننانوے سال کی عمر ہوئی۔ مچھلی شہر جون پور کے قریب ایک قصبہ ہے۔ غفر اللہ لہٗ [1]

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۴۴

(۲) تجلی نور حصہ دوم ص ۱۲۵ - ۱۲۷ (مترجم)

(۵۰۶) مولوی محمد شبلی اعظم گڑھی

مولوی محمد شبلی اعظم گڑھی، اسکات المعتدی فی انصات المقتدی اور حل الغمام وغیرہ کے مصنف ہیں مروجہ درسی کتابیں مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی سے پڑھیں اب مدرسہ علی گڑھ میں مدرس اول ہیں [1]

تصانیف:- المامون (تاریخ زمانہ مامون الرشید خلیفہ عباسیہ، بغداد) الجزیہ (جزیہ کی حقیقت کا بیان)، گزشتہ تعلیم (مسلمانان سلف کے علوم کی تدوین اور قدیم مدارس کے

نام)، صبح امید (اسلام کی موجودہ حالت)، سیرت النعمان (امام ابو حنیفہؒ کی سوانح عمری) عربی و فارسی قصائد و غزلیات[1]

[1] مولانا محمد شبلی بن شیخ حبیب اللہ کی ولادت ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ بندول میں مئی ۱۸۵۷ء میں ہوئی قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حکیم عبداللہ جے راج پوری (ف ۱۸۹۰ء) اور مولوی شکر اللہ (ف ۱۸۹۷ء) سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ اعظم گڑھ میں مولوی فیض اللہ (ف ۱۸۹۸ء)، مولوی علی عباس چریا کوٹی (ف ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء) اور مولانا ہدایت اللہ خاں جون پوری سے تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں مولانا محمد فاروق چریا کوٹی سے تحصیل علم کی مولانا شبلی درسیات کی تکمیل کرنے کے بعد ادب، فقہ اور حدیث کی تحصیل کے لئے مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کر لی اور اسی سال فریضہ حج ادا کیا ۱۸۸۳ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ سے تعلق پیدا ہو گیا اور پندرہ سال تک علی گڑھ میں پروفیسری کے فرائض انجام دئے ۱۸۹۴ء میں گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا مولانا شبلی نے تاریخ و سیر اور ادب و تنقید پر اردو میں بہترین تصانیف یادگار چھوڑیں اس سلسلہ میں سیرت النبی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس کی تکمیل ان کے تلمیذ رشید مولانا سید سلیمان ندوی نے کی۔ مولانا شبلی کا انتقال ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں اعظم گڑھ میں ہوا۔ مولانا شبلی نے ندوۃ العلماء کے ذریعہ ملک و ملت کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور دار المصنفین مولانا شبلی کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ یہ ادارہ برصغیر میں تاریخ و سیر اور علم و ادب کی بہت پائدار اور اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ مولانا شبلی کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو حیات شبلی از مولانا سید سلیمان ندوی (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) (مترجم)

(۵۰۷) مولوی محمد شبلی جون پوری

مولوی محمد شبلی جون پوری، مولوی سخاوت علی جون پوری کے تیسرے بیٹے تھے ۲۵ر شعبان

۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ جب ان کے والد نے ہجرت فرمائی تو بہت صغیر السن تھے۔ اس لئے مکہ مکہ معظمہ جانے سے قاصر رہے۔ ان کے نانا قاضی ضیاء اللہ صدر الصدور نے ناز و نعم کے ساتھ تعلیم و تربیت فرمائی جون پور میں حافظ نعمت اللہ ساکن سرائگیہ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی کی درسی کتابیں جون پور کے بعض علماء سے پڑھیں، علوم عربی کی ابتدائی کتابیں صرف و نحو وغیرہ مفتی محمد یوسف کے شاگردوں سے پڑھیں تھوڑے ہی عرصہ میں مفتی موصوف الذکر (مفتی محمد یوسف) سے درس نظامی کی مروجہ درسی کتابیں نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ ختم کرلیں مفتی محمد یوسف نے سند فضیلت اپنے دست خاص سے دی، علوم باطنی کی تحصیل اپنے والد بزرگوار کے شاگرد مولوی شاہ خواجہ نصیر آبادی کی خدمت میں کی اور کتب احادیث کی اجازت مولوی میاں نذیر حسین تلمیذ مولانا محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کی اور صاحب امتیاز ہوگئے۔ ۱۲۸۶ھ/ ۷۰-۱۸۶۹ء میں اپنے نانا اور مربی قاضی ضیاء اللہ کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر وطن کو واپس ہوئے اپنے والد کے جانشین ہیں۔ مدرسہ قرآنیہ جامع مسجد جون پور میں تذکیر خلائق میں مشغول ہیں [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۸۰

(۲) تجلی نور حصہ دوم ۱۰۴-۱۱۱ (مترجم)

(۵۰۸) مولوی محمد شفیع بدایونی

مولوی محمد شفیع بدایونی۔ محی الدین اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ کے ممتاز عالم تھے ان کا سلسلہ نسب امیر المومنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے مولوی محمد شفیع بن شیخ مصطفےٰ بن عبد الغفور بن عزیز اللہ بن کریم الدین بن قاضی محمد بن شیخ معروف بن شیخ دود بن عبد الشکور بن محمد راجی بن قاضی سعد الدین بن قاضی القضاۃ قاضی رکن الدین الملقب بہ شمس الحق بن قاضی دانیال بن شیخ شہید بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسحاق بن عبد الکریم بن شیخ شریف بن نور اللہ بن عبد الحئی بن شیخ محمد فردوس بن شیخ انیس بن شیخ زالع

بن شیخ عبدالکریم بن عبدالرحیم بن عبدالرحمان بن آبان بن سیدنا عثمان ابن عفان الاموی القرشی رضوان اللہ علی من اتبع الہدیٰ منہم۔

قاضی دانیال عراق سے ہندپاکستان میں آئے اور بدایوں کے قاضی ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی ان کی اولاد میں شیخ مصطفےٰ تھے جو علم تصوف میں یگانۂ روزگار تھے۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی کی کتابوں کے مشکلات کے حل کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے بیٹے مولوی محمد شفیع ان کے شاگرد تھے جنھوں نے اپنی تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی ۹۷ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۲ شوال گیارھویں صدی کے آخر یا بارھویں صدی کے شروع میں فوت ہوئے۔ دو بیٹے مولوی محمد شریف اور خطیب عبداللطیف یادگار چھوڑے۔

(۵۰۹) محمد صدیق لاہوری

محمد صدیق لاہوری بن محمد حنیف بن محمد لطیف، فقیہہ، محدث اور ادیب تھے ان کے والد کابل سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے مسجد وزیر خاں کی امامت کرتے تھے۔ صاحب ترجمہ (محمد صدیق لاہوری) بروز دو شنبہ ۲۹ محرم ۱۱۲۸ھ / ۱۷۱۵ء میں لاہور میں پیدا ہوئے جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو مولانا محمد عابد، صاحب تعلیقات علیٰ تفسیر بیضاوی سے بسم اللہ پڑھی حفظ قرآن کے بعد مولانا عابد، مرزا مہر اللہ، ملا حفیظ اللہ، مولوی حمداللہ، ملا ظہور اللہ، نور اللہ شہر بانی وغیرہ سے مروجہ علوم حاصل کئے۔ حدیث کی سند ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء شیخ یحییٰ بن صالح مکی مدرس مدرسہ مسجد الحرام اور شیخ ابوالحسن سندھی مدنی مدرس مدرسہ مدینہ منورہ سے حاصل کی تصانیف بہت ہیں ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء میں انتقال ہوا۔

تصانیف:۔ سلک الدرر غیر منقوطہ [illegible] مدارالاسلام فی علم الکلام، شرط ایمان، القول الحق فی بیان ترک الشعر و [illegible] ہدم الطاغوت فی قصۂ ہاروت و ماروت، نور حدقۃ الثقلین فی تمثال النعلین، [illegible] الباہرہ فی جواز القول بالخمسۃ الطاہرہ، ازالۃ الفساد فی شرح مناقب السادات تبییض الرق تبیین الحق، جامع الوظائف، لقطۃ الحطب، مزیل الاحزان، زبدۃ الفرح، جامع طب احمدی،

ترجمہ فقر محمدی، ہدیۃ الانام وغیرہ ۱؎

۱؎ ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۵۱-۴۵۲ (مترجم)

(۵۱۰) محمد صدیق برہان پوری

محمد صدیق برہان پوری، علمائے دکن سے تھے ان کی کنیت ابو بکر، لقب محی الدین بن حبیب اللہ الزبیری البرہان پوری ہے۔ ان کی تصنیفات میں ایک رسالہ فقہ ممات ہے اس میں ایک تنبیہہ بارہ فصلیں اور خاتمہ ہے۔ اس کتاب میں نزع، تجہیز، تکفین وغیرہ متعلقات میت کے مسائل بیان کئے ہیں یہ کتاب زوائد سے خالی نہیں ہے۔ زمانہ وفات معلوم نہ ہوا ۱؎

۱؎ ملاحظہ ہو:۔ بتاریخ برہان پور ص ۱۵۴ (مترجم)

(۵۱۱) شیخ محمد طاہر پٹنی

ان کا نام جمال الدین محمد بن طاہر ہے محمد طاہر کے نام سے مشہور ہیں ۹۱۴ھ / ۱۵۰۸-۹ء میں شہر نہروالہ گجرات میں پیدا ہوئے۔ اوّل مولانا مٹہ، مولانا شیخ ناگوری، مولانا برہان الدین سمہودی اور مولانا یداللہ سوہی سے علوم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوگئے ۹۴۴ھ / ۱۴۷۰-۱ء میں سفر حجاز اختیار کیا زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے وہاں شیخ عبداللہ زبیری، سید عبداللہ عدنی، شیخ عبداللہ حضرمی، شیخ جاراللہ مکی، شیخ ابن حجر مصری ثم المکی صاحب، صواعق محرقہ، شیخ برخوردار سندھی، شیخ علی بن حسام الدین المتقی، شیخ ابوالحسن بکری وغیرہ سے نہایت تحقیق اور اسناد سے فن حدیث حاصل کیا، شیخ علی متقی کے مرید اور فضل و کمال میں مکمل ہوئے وہاں سے خیر و برکت کے ساتھ وطن آئے اور طلباء کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ محمد طاہر پٹنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور بدعات و منکرات کی بیخ کنی میں بہت کوشش کرتے تھے۔ اپنی قوم بوہرہ کی بدعات کے رد میں جو مہدویہ اسماعیلہ مذہب کی پیرو تھی خاص طور سے ہمہ تن مستعد رہتے تھے اور عہد کیا تھا کہ جب تک اپنی قوم سے بدعات و ضلالت کو دور نہ کرلوں گا عمامہ سر پہ نہ باندھوں گا، اور اپنے مرشد شیخ علی متقی کی وصیت کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی حل کر کے طلباء کو

کتب نویسی میں مدد دیتے تھے اور درس کی حالت میں بھی سیاہی حل کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔

جب ۹۸۰ھ/۱۵۷۲-۷۳ء میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کی سرزمین میں اپنا قیام کیا تو شیخ نے بھی علمائے وقت کے ہمراہ تقریب شاہی حاصل کیا۔ بادشاہ نے عمامہ نہ باندھنے کا سبب پوچھا جو وجہ تھی ظاہر کردی۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے (شیخ محمد طاہر) کے سر پر عمامہ باندھا اور فرمایا کہ دین متین کی نصرت ہمارے ذمے ہے تمھیں ازالہ بدعت میں کوشش کرنی چاہیے۔

خان اعظم مرزا عزیز کوکہ جو اکبر بادشاہ کا رضاعی بھائی تھا۔ جب تک گجرات کا حاکم رہا وہ اپنے ایام حکومت میں شیخ کی مدد کرتا رہا اور جب وہ معزول ہوا اور اس کی بجائے عبدالرحیم خانخاناں شیعی منصوب ہوا تو فرقہ اسماعیلہ بوہرہ قوی بازو ہوگیا کیوں کہ وہ مذہب اہل تشیع سے موافقت رکھتا ہے شیخ مایوس ہوگئے۔ اور عمامہ اپنے سر سے جدا کردیا۔ بادشاہ کے حضور میں عرض حال کی غرض سے آگرہ روانہ ہوگئے۔ بوہروں کا ایک گروہ ان کے پیچھے چل دیا جب شیخ نے اجین کے نواح میں اُجین اور سارنگ پور کے درمیان منزل کی تو گروہ اشقیاء نے فرصت پاکر ان کو قتل کردیا۔ یہ واقعہ ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء میں واقع ہوا شیخ کے ہمراہیوں نے ان کی لاش کو پٹن لاکر ان کے بزرگوں کے مقبرہ میں دفن کردیا۔

شیخ محمد طاہر پٹنی نے فن حدیث میں مفید تالیفات کی ہیں جو یہ ہیں:۔

مجمع بحار الانوار:۔ یہ کتاب لغت حدیث میں ہے اور دراصل صحاح ستہ کی شرح ہے۔

مغنی:۔ تصحیح اسماء الرجال کے بیان میں ہے نہایت اچھے انداز میں مختصر حالات تحریر کئے گئے ہیں۔

تذکرۃ الموضوعات:۔ موضوع احادیث کے بیان میں ہے۔

قانون الموضوعات فی ذکر الضعفاء والوضاعین:۔ یہ [illegible] تصنیف ہے۔

بوہرہ، جوہرہ کے وزن پر ہندی لفظ ہے جس کے معنی تاجر ہیں یہ لفظ بیوہار سے مشتق ہے جس کے معنی تجارت ہیں، بوہرہ دکن میں ایک قوم ہے جس کے تمام افراد تجارت پیشہ ہیں یہ لوگ آپس میں محبت و اتحاد سے رہتے ہیں ان کے مالدار (اپنی قوم کے) غریبوں کی مدد کرتے ہیں بمبئی میں آج کل ان کا پیشوا نجم الدین ہے جو تمام بوہروں پر مثل باپ کے شفقت رکھتا ہے۔

یہ فرقہ مہدویہ اسمٰعیلہ ہے یہ لوگ اپنے آپ کو محمد مہدی بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کا پیرو کہتے ہیں اور محمد بن عبداللہ کو مہدی آخر الزمان سمجھتے ہیں۔ مذہبی تعصب بہت رکھتے ہیں فرقہ اسمٰعیلہ کے چند فرقے ہیں داؤدیہ اور اسحاقیہ دکن ہندوستان کے علاوہ یمن، الموت، مغرب، ایران اور قہستان کے ملکوں میں بھی پائے جاتے ہیں مگر بوہرہ اسمٰعیلہ خاص طور سے دکن میں رہتے ہیں۔ فرقہ مہدویہ اپنے آپ کو محمد جون پوری کا پیرو کہتے ہیں۔ اس مذہب کے اکثر لوگ جے پور اور حیدر آباد میں سکونت رکھتے ہیں مہدویہ اسمٰعیلہ اور مہدویہ جون پوریہ میں یہ فرق ہے کہ مہدویہ اسمٰعیلہ تشیع کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور مہدویہ جون پوریہ وہابیت کی طرف مائل ہیں۔ نہروالہ شہر پٹن کا پرانا نام ہے۔ پٹن صوبہ گجرات کا ایک شہر ہے جو عہد قدیم میں ہندو راجاؤں کی راجدھانی تھا [۱]

[۱] آج کل ملا ابو محمد طاہر سیف الدین داعی ہیں ان کے اور ملا نجم الدین کے درمیان تین داعی گزر چکے ہیں ایک ملا برہان الدین دوسرے ملا حسام الدین تیسرے عبداللہ بدر الدین۔ ملاحظہ ہو مذاہب الاسلام ص ۲۸۸۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۸۵ - ۳۸۷

(۲) ماثر الکرام دفتر اول ص ۱۹۴ - ۱۹۶

(۳) اخبار الاخیار ص ۲۸۰

(۴) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص ۴۳ - ۴۵

(۵) رود کوثر ص ۳۳۶ - ۳۳۸

(۶) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۹۸ - ۳۰۱

(۷) ابجد العلوم ص ۸۹۵ - ۸۹۶

(۸) اتحاف النبلاء ص ۳۹۷ - ۴۰۰

(۹) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد دوم ص ۶۹۶ (مترجم)

---

(۵۱۲) مولوی محمد ظاہر

مولوی محمد ظاہر بن سید غلام جیلانی بن سید محمد واضح بن سید محمد صابر بن سید محمد آیت اللہ بن سید شاہ محمد علم اللہ حسنی الحسینی القیطی النقشبندی، حسن مثنیٰ بن سبط اکبر حسن بن علی بن ابی طالب (عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد میں ہیں۔ ان کے بزرگوں کی اصل مدینہ منورہ سے ہے۔ مولد و مسکن تکیہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی (صوبہ اودھ) ہے۔ مولوی محمد ظاہر کی ولادت باسعادت ۱۱۹۸ھ / ۸۴-۱۷۸۳ء میں ہوئی۔ اُنھوں نے درسی کتابیں اپنے عمِ بزرگوار مولوی قطب الہدیٰ (تلمیذ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) سے پڑھیں اور تکمیل علوم مولوی عبد الجامع سید نپوری سے کی اور جامع کمالات ہوئے۔ بیعت طریقت سید احمد مجاہد کے ہاتھ پر کی جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ مجددیہ، محمدیہ میں خرقۂ خلافت حاصل کیا اور مستفیض ہوئے۔ ہدایت وارشاد، طریقۂ تعلیم، اور تصنیف و تالیف سے ایک عالم کو روشن کر دیا۔ ان کی تصانیف تصوف، عقائد، اور محاکمات سنت و بدعت میں ہیں، مثلاً خیر المسالک، تحریم الحرام، قاطع البدعۃ، رسالہ دربیان وحدت وجود و وحدت شہود اور کتاب دربیان فتوحات شام وغیرہ فارسی زبان میں ہیں یہ کتابیں نہایت نفیس نافع اور بہت اچھے طریقہ پر مرتب ہوئی ہیں۔ مولوی محمد ظاہر تصنیف و تالیف، افتاء و تدریس، وعظ و ہدایت اور مشاغل وظائف کے باوجود کبھی کبھی نظم بھی لکھتے تھے، ان کے اشعار فارسی، اردو، ہندی ہر زبان میں خوب مرغوب و مقبول ہوئے ہیں۔ جس زمانہ میں صاحب ترجمہ (مولوی محمد ظاہر) پانڈے دین بندہ بہادر دیوان ریاست ریواں کے بیٹوں کی تعلیم کی غرض سے [illegible] مقیم تھے تو مسود اوراق (مولوی رحمان) اکثر ان کی خدمت میں حا[illegible] [illegible] ہے کہ وہ سلف صالحین کی یادگار تھے۔ ریاست ریواں کے کچھ لوگ ان کے مرید بھی تھے۔ ان کی کچھ طبع زاد ٹھمری اور ہولی (ہوری) ریواں کے بعض لوگوں کو یاد ہیں ان کے بھانجے مولوی فخر الدین احمد نے ان میں سے اکثر کتاب "مہر جہاں تاب" میں نقل کی ہیں۔ ان کے باقی حالات مولوی محمد عبد الحئی خلف الصدق مولوی فخر الدین احمد نے نزہۃ الناظر میں تفصیل

سے لکھے ہیں۔ مولوی ولی الدین نصیر آبادی ان کے مرید تھے۔ مولوی محمد صادق غازی پوری مولوی لطیف اللہ مناظر صاحب تفسیر مظہر العجائب اور ان کے بھانجے مولوی فخر الدین احمد نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ ان کی وفات ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱-۲ء میں رائے بریلی میں فالج کے مرض میں ہوئی " آہ سید محمد ظاہر " مادۂ تاریخ وفات ہے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۴۵ - ۴۴۶ (مترجم)

(۵۱۳) محمد جون پوری

محمد جون پوری مہدویت کا مدعی ہے، اس کی سیادت اور مشیخیت کے متعلق ارباب تواریخ کی رائیں مختلف ہیں مؤلف سیر المتاخرین لکھتا ہے کہ "سید محمد جون پوری ابن سید بدہ اویسی روحانیت کی فراوانی سے فیض یاب تھا۔ صوری و معنوی علوم پر پورا عبور رکھتا تھا۔ شوریدگی کے جذبہ سے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ بہت سی کرامتیں اس سے ظاہر ہوئیں "

مولوی محمد زماں شاہ جہاں پوری نے مطلع الولایت، شواہد الولایت، پنج فضائل اور تذکرۃ الصالحین وغیرہ مہدویہ فرقہ کی معتبر کتابوں سے ہدیۂ مہدویہ میں نقل کیا ہے کہ شیخ جون پور جس کو مہدوی لوگ میراں سید محمد مہدی موعود کہتے ہیں کی ابتدا اس طرح ہے کہ جون پور میں ایک شخص سید خاں نام کا تھا، اس کے دو بیٹے تھے ایک احمد اور دوسرا محمد، دوسرا ہی شیخ جون پور ہے جو ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳-۴ء میں پیدا ہوا، اس کی ماں کا نام بی بی آغا ملک تھا۔ مہدویوں نے مہدویت کے دعویٰ کی وجہ سے اس کے والدین کا نام میاں عبد اللہ اور بی آمنہ مقرر کیا۔ جب اس کی عمر چار سال چار ماہ چار روز کی ہوئی تو اس کے باپ نے جون پور کے شرفا و امرا کی نہایت تکلف کے ساتھ ضیافت کی اور شیخ دانیال جون پوری نے جو مشائخ وقت سے تھے رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی۔ شیخ جون پور اور اس کا بڑا بھائی احمد شیخ دانیال کی خدمت میں اکتساب علوم کی غرض سے حاضر ہوئے۔ شیخ جون پور طبع بلند اور اچھے ذہن کا مالک تھا۔ اس نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا اور بارہ سال کی عمر میں درسی علوم سے فراغت حاصل کر لی وہ

مسائل کی تحقیق اور مباحثہ میں شیر کی طرح دلیر تھا۔ شیخ دانیال جون پوری اور علمائے داناپور
اس کو اسد العلماء کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ پہلے شیخ جون پور چشتیہ سلسلہ میں دانیال
کا مرید ہوا جوانی میں سیر و سیاحت اختیار کی، اس زمانہ کے بہت سے لوگ اس کے
معتقد ہو گئے۔

سلطان حسین حاکم داناپور جو دلیپ راؤ حاکم گوڑ کا باج گذار تھا اس کا بہت معتقد تھا
ہر مہم میں اس کو اپنے ہمراہ لے جاتا تھا آخر شیخ جون پور نے سلطان حسین کو دلیپ راؤ کی
اطاعت سے باز رکھنے کی غرض سے جنگ وجدال پر آمادہ کر لیا سلطان حسین تیس ہزار
جنگی سواروں کو لے کر شیخ جون پور کے ساتھ گوڑ کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ سو سوار مجرد جو
بیراگیوں کی فوج کے نام سے موسوم تھے شیخ کے ساتھ تھے۔ جب دلیپ راؤ نے سلطان حسین
کی سرکشی کی خبر سنی تو وہ بھی مقابلہ پر آیا۔ فوج کی کمی کی وجہ سے سلطان حسین نے ہزیمت اٹھائی اور
پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن شیخ جون پور نے قدم استقلال اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا، پندرہ سو براگی سواروں
سے دلیپ راؤ پر حملہ کر دیا اور ایک تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دئے اس کا قلب جسم سے باہر
نکل پڑا کہتے ہیں کہ اس کے قلب پر اس بت کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کو دلیپ راؤ پوجتا تھا
اس واقعہ سے شیخ کا جذبہ بڑھ گیا کہ معبود باطل کا تو یہ اثر ہے معبود حق کا کیا اثر ہوگا۔ شیخ جون پور
بارہ سال تک اسی جذبہ بے ہوشی میں رہا۔ جب اس حالت سے کچھ افاقہ ہوا تو ترک وطن کر کے
اپنے بیوی بچوں اور چند مریدوں کے ہمراہ داناپور کے جنگل کے راستہ میں ہو کر جہاں گردی کے
لئے چل دیا۔ اس سفر میں شیخ کی زوجہ بی بی الہدیٰ، اُس کا بیٹا سید محمود، شیخ بھیکہ اور میاں دلاور
نو مسلم (ہمشیر زادہ دلیپ راؤ مقتول) شیخ کے ہمراہ تھے اسی جنگل میں سب کے سامنے [illegible] کا
الہام ظاہر کیا۔ اس کے رفیقوں نے اس کی تصدیق کی رفتہ رفتہ [illegible] شہر میں پہنچے۔
اس کے وعظ و تذکیر میں اس شہر کے لوگ بہت جمع ہوئے وہاں کے مشائخ نے اس سے
حسد کیا اور جبراً اس کو شہر سے باہر نکال دیا۔

شیخ اپنے متبعین کے ہمراہ ملک مالوہ کے دار الحکومت مانڈو میں آیا، سلطان غیاث الدین
بادشاہ مالوہ نے جو اس زمانہ میں اپنے بیٹے سلطان نصیر الدین کے حکم سے سنہری زنجیروں میں

مقید تھا، شیخ کو انعام کثیر سے مرفہ الحال بنا دیا۔ غیاث الدین کے امیروں میں سے ایک امیر الہ داد جو علمی فضیلت اور شعر گوئی میں شہرت رکھتا تھا ترک دنیا کر کے شیخ کے ہمراہ ہوگیا مہدویاں اس کو خلیفہ ششم سمجھتے ہیں۔ مرثیہ شیخ جون پوری، دیوان مہمل، رسالہ بار امانت اور رسالہ ثبوت مہدویت اس کی تصنیفات سے ہیں، صاحب دیوان مہری ابن خواجہ طٰہٰ، اسی الہ داد کا شاگرد ہے۔

شیخ جون پور، مالوہ کے تخت گاہ مانڈو سے شہر جاپانیر عاصمہ (گجرات دکن) میں آ کر جامع مسجد میں ٹھیرا، اس کے وعظ، ترک دنیا اور تجرد کی شہرت مخلوق میں ہوگئی۔ سلطان محمود بیگڑہ جو سلطان محمود گجراتی کا لقب ہے لوگوں نے سلطان کے اس لقب کی دو وجہیں بیان کی ہیں اول یہ کہ سلطان کی مونچھیں گائے کے دونوں سینگوں کی طرح بھاری اور پیچ دار تھیں، ایسی گائے کو گجراتی میں بیگڑہ کہتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ بے گجراتی میں دو کو کہتے ہیں اور گڑھ قلعہ کو۔ جب جوناگڑھ اور جاپانیر کے دو قلعے فتح ہوگئے اور سلطان کے قبضہ میں آگئے تو اس کو بیگڑہ کہنے لگے (مرأت احمدی)۔ حاکم گجرات نے چاہا کہ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے مگر علمائے وقت کی مخالفت کی وجہ سے وہ اس ارادہ سے باز رہا، میاں نظام جو اسلام خاں کی مسجد میں طالب علم تھا اس کے مریدوں کے حلقہ میں شامل ہوگیا، وہیں شیخ کی بڑی بیوی الہدیٰنی کا انتقال ہوا۔ اور قلعہ کے نیچے دفن ہوئی۔ شیخ جون پور وہاں سے برہان پور اور دولت آباد کے راستے سے شہر احمد آباد میں آکر مقیم ہوا۔ وہاں کا بادشاہ احمد نظام الملک بڑے اعتقاد کے ساتھ اس سے پیش آیا۔ اس کے بعد وہ ملک شاہی کے دور میں شہر بیدر میں پہنچا، شیخ محسن ملا ضیاء اور قاضی علاء الدین اس کے مرید ہوگئے۔ شیخ جون پور وہاں سے گلبرگہ پہنچا۔ سید گیسو دراز قدس سرہ کی زیارت کے بعد رائے پاک کے راستے سے مرسیٰ واپھول پہنچا اور وہاں سے بیت اللہ کا ارادہ کیا جب حرم شریف میں پہنچا تو اس کو یاد آیا کہ رکن (یمانی) اور مقام ابراہیم کے درمیان مخلوق مہدی موعود کے ہاتھ پر بیعت کرے گی اپنی زبان سے کلمہ "من اتبعنی فھو مومن" (جس نے میرا اتباع کیا پس وہ مومن ہوا) کہا۔ میاں نظام اور قاضی علاؤ الدین نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ کہتے ہیں کہ دو گواہ اس واقعہ کی سند کے لئے ۹۰۱ھ (۱۴۹۵ء) میں ظاہر ہوئے۔ شیخ مکہ معظمہ سے واپس آنے کے بعد مسجد تلج خاں سالار

واقع احمد آباد گجرات میں مقیم ہو گیا اور تذکیر و دعوت میں مشغول ہوا۔ ملک برہان الدین اور ملک گوہر اس کے مریدوں میں شامل ہو گئے اور اسی مسجد میں مجمع عام کے سامنے ۹۰۳ھ ۱۴۹۷-۸ء میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ یہ دوسرا دعویٰ ہے، گجرات کے علماء و مشائخ نے محمود سے کہا کہ شیخ جون پور اپنے وعظ میں شریعت کے خلاف حقائق و معارف بیان کرتا ہے۔ سلطان بیگڑہ نے اس کے اخراج کا حکم فرما دیا۔ شیخ وہاں سے موضع سولا سانج کی منزل پر مقیم ہو گیا۔ میاں نعمت جو ظالم ڈاکو تھا ایک حبشی کو قتل کر کے بھاگا، شیخ کے پاس آیا اس کا مرید ہوا اور اس کے رفقاء کی جماعت میں شامل ہو گیا، شیخ جون پور سولا سانج سے گجرات کے شہر نہر والہ میں جس کو پٹن بھی کہتے ہیں خان سرور کے حوض پر اترا وہاں میاں خوند میر اور اس کے اقرباء اس کے مرید ہو گئے وہاں بھی اس کو وہی دقت پیش آئی یعنی بارگاہ سلطانی سے ان کے اخراج کا دوبارہ حکم جاری ہوا۔ شیخ اپنے پیروں کے ہمراہ پٹن کی بجائے قصبہ بدلی میں مقیم ہو گیا جو پٹن سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، میاں خوند میر جس کو مبارز الملک نے بدعقیدگی کی وجہ سے قید کر دیا تھا قید خانہ سے بھاگ کر شیخ سے مل گیا۔ بدلی کے مقام پر اس کے جملہ مریدوں نے اس کی سرپرستی میں سرکشی اختیار کی کہ وہ پھر مہدویت کا دعویٰ کرے۔ شیخ نے خود اپنی زبان سے یہ کلمہ کہا "انا مھدی من مراد اللہ" (میں مہدی ہوں اور منشائے الٰہی کو ظاہر کرنے والا ہوں) اپنے جسم کی کھال کو دونوں انگلیوں سے پکڑ کر کہا جو اس ذات کے مہدی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور میں خدا سے براہ راست احکام حاصل کرتا ہوں۔ خدا فرماتا ہے کہ میں نے علم اولین و آخرین قرآن کے معانی کا بیان اور ایمان کے خزانوں کی کنجی تم کو دی تیرا قبول کرنے والا میرا اور تیرا منکر کافر ہے خوند میر اور اس کے تمام دوستوں نے جو تعداد میں تین سو تھے امنا وصدقنا کی آواز بلند کی اور یہ تیسرا دعویٰ ہے جو ۹۰۵ھ ۱۴۹۹-۱۵۰۰ء میں ظاہر ہوا تا دم مرگ وہ اس دعویٰ پر قائم رہا۔ اس دعویٰ کو مہدوی لوگ دعویٰ مؤکد کہتے ہیں۔ اس دعویٰ کو سن کر نہر والہ کے [illegible] قصبہ بدلی میں آئے اس سے مباحثہ شروع کیا مگر شیخ اپنے خیال سے باز نہ [illegible] علمائے وقت نے سلطان گجرات کو مطلع کیا۔ سلطان نے اس کے اخراج کا حکم صادر کر دیا۔ شیخ اپنے مریدوں کو لے کر سندھ کی طرف نکل گیا جالور، ناگور، اور نصیر پور کے راستے سے سندھ کے دار الحکومت ٹھٹھہ میں پہنچا وہاں بھی کچھ لوگ اس کی مہدویت کی تصدیق کرنے والے پیدا ہو گئے۔ جب سندھ کے مسلمان شیخ کے عقائد پر مطلع ہوئے تو سندھ کے حاکم نے شیخ اور اس کے مریدوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا حاکم سندھ کے مصاحب

درباریوں نے بڑی کوشش سے قتل کے حکم کو ملتوی کرادیا اور علاقہ سندھ سے اس کو باہر نکال دیا۔ شیخ اپنے مریدوں کے ہمراہ جو آٹھ سو آدمی تھے خراسان چلا گیا شیخ کے ہمراہیوں میں سے تین سو آٹھ آدمی اصحاب و مہاجرین کے لقب سے ملقب تھے۔ جب وہ قندھار پہنچا تو حاکم قندھار مرزا شاہ بیگ نے شیخ کے حالات سے آگاہ ہونے کے بعد فرمایا کہ جمعہ کے دن ہندی (شیخ جون پور) کو جامع مسجد میں علمائے اسلام کے سامنے حاضر کیا جائے ملازمین حاکم کے حکم کی تعمیل میں شیخ کو گرفتار کر کے جامع مسجد میں علمائے اسلام کے سامنے لائے علمائے وقت سخت کلامی سے پیش آئے، شیخ نے تحمل اختیار کیا اور قرآن کا وعظ شروع کر دیا مرزا شاہ بیگ جو نوجوان تھا اس کی سحر بیانی پر فریفتہ ہوگیا، وہ گرمی سردی سے بدل گئی اور شیخ نے اس مہلکہ سے نجات پائی پھر وہ منزلیں طے کرنے کے بعد شہر فراہ میں پہنچا اچانک اس شہر کے ایک عہدہ دار نے آکر شیخ اور اس کے رفقاء کے ہتھیاروں کو لے لیا، گوشۂ کمان سے ان لوگوں کو شمار کیا اور کہا کہ کل تم سب قید خانہ میں چلے جاؤ گے۔ اس کے بعد شہر فراہ کا حاکم امیر ذوالنون شیخ کے پاس دریافت حال کی غرض سے خود آیا اور شیخ کا گرویدہ ہوگیا، نیز علمائے وقت سے فرمایا کہ وہ مہدویت کے متعلق اس کا امتحان لیں علماء نے مباحثہ و مناظرہ شروع کر دیا امیر ذوالنون نے مرزا حسین بادشاہ خراسان کے حضور میں صورت حال کے متعلق عرضداشت بھیجی اور جواب کے انتظار میں نو مہینے تک شہر فراہ میں قیام کیا۔ (شیخ جون پور نے) ترسٹھ[۶۳] سال کی عمر میں سنہ ۹۱۰ھ / ۰۵-۱۵۰۴ء میں بروز جمعرات انتقال کیا فراہ اور رز کے درمیان دفن ہوا۔ الہ داد بن جنید نے جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ شیخ کی قبر پر مرثیہ پڑھا مرثیے کے اشعار یہ ہیں [۱]

فضلش کہ بر جمیع پیمبر شد از خدا بادا بروز حشر شفاعت گر از خدا

اعوذ باللہ من سوء الاعتقاد

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) ردد کوثر ص ۱۹-۲۶

(۲) منتخب التواریخ ص ۱۶۵-۱۶۶

(۵۱۴) مولانا محمد عابد لاہوری۔

مولانا محمد عابد لاہوری، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے

فقیہ، مفسر، علمی خاندان کے رکن اور بہت عبادت گزار تھے۔ ان کی مجلس میں تقریباً روزانہ دو سو علماء اور صلحاء بیٹھتے تھے۔ لاہور سے حرمین شریفین پیدل گئے مناسک حج اور زیارت کے بعد لاہور واپس ہوئے۔ ۱۳ رمضان ۱۱۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

تصانیف:۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی (ناتمام) شرح خلاصہ کیدانی (فارسی) شرح قصیدہ بانت سعاد، رسالہ وجوہ اعجاز قرآن، رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاطیۃ بعد صلوٰۃ الجمعہ، العشرۃ المبشرہ فی فضائل الامۃ المرحومۃ[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۴۴، ۴۴۵ (مترجم)

(۵۱۵) شیخ محمد عابد سندھی

شیخ محمد عابد سندھی بن احمد علی بن یعقوب سندھی، فقیہ، محدث، جامع علوم عقلیہ نقلیہ، مذہب حنفی کے حامی تھے۔ شہر سیوں میں جو شہر سے متصل حیدرآباد کی شمالی نہر کے کنارے پر واقع ہے۔ پیدا ہوئے، انہوں نے زبید (ملک یمن) میں علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ وہاں سے صنعاء پہنچے وزیر کی بیٹی سے شادی ہوئی امام صنعاء کی طرف سے بطور سفیر مصر گئے اور وہاں سے وطن مالوف (سندھ) واپس آئے، والی مصر نے ان کو مدینہ منورہ کا رئیس العلماء مقرر کیا۔ مواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ، طوالع الانوار علی الدر المختار، شرح تیسیر الوصول الی احادیث الرسول، شرح بلوغ المرام ان کی تصنیفات میں مشہور ہیں۔ بروز دوشنبہ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں انتقال ہوا، جنت البقیع میں دفن ہوئے[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۳

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۲۶

(۳) الیانع الجنی ص ۴۰، ۶۱

(۴) ابجد العلوم ص ۸۰۸

(۵۱۶) میر محمد عسکری جون پوری

میر محمد عسکری جون پور کے سادات عظام سے تھے مذہباً شیعہ تھے۔ اگرچہ مروجہ درسی

کتابیں اس طریقہ سے نہ پڑھیں جیسا کہ علمائے ہند پاکستان کا معمول ہے مگر طبیعت کی تیزی اور کتب بینی کے زور سے فنون معقول و منقول اور فروع و اصول میں کامل مہارت حاصل کر لی حسن بیان اور تیزی زبان میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ ایک مدت تک افادۂ علوم میں مشغول رہے قلیل معاش پر قناعت کی مؤلف سیر المتاخرین لکھتا ہے کہ شیخ صدر جہاں عرف انگنوں سے جو سنی المذہب فاضل تھے ابوبکر صدیق اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے مسئلہ میں بازی لے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ستتر سال کی عمر میں ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۶ء میں فوت ہوئے[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۳۲ (مترجم)

(۵۱۷) حافظ محمد عظیم پشاوری

کہتے ہیں کہ وہ شروع میں نہایت غبی تھے۔ خضر علیہ السلام کی دعا سے ذہین ہو گئے اور تھوڑی سی مدت میں علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر لئے، عالم بزرگ فاضل جلیل اور واعظ بے مثال ہوئے ان کا وعظ نہایت پر تاثیر اور بامذاق ہوتا تھا۔ عربی، فارسی، پنجابی اور پشتو زبان میں ماہر اور مقرر تھے طالب علم یا سامع وعظ کو مذکورہ زبانوں میں سے اسی زبان میں تعلیم دیتے تھے اور وعظ کہتے تھے جو وہ سمجھتا تھا گو ان کی ظاہری بصارت مفقود ہو گئی تھی مگر نور باطن کی وجہ سے ان کو ظاہری بینائی کی ضرورت نہ تھی ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸-۹ء میں وفات پائی۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۷۸-۴۷۹ (مترجم)

(۵۱۸) مولوی سید محمد علی دوکوہی

مولوی سید محمد علی دوکوہی عرف امام علی بن سید غلام محی الدین ساکن دوکوہہ ضلع جالندھر، مولوی لطف اللہ ساکن علی گڑھ، مولوی حافظ محمد شوکت سندیلوی، مولوی محمد کمال عظیم آبادی، مولوی محمد حسن پنجابی مدرس کانپور اور مولوی عبد الحمید عظیم آبادی کی خدمت میں علوم متعارفہ حاصل کئے آج کل عظیم آباد میں مطب کرتے ہیں۔

لہ مفتی لطف اللہ ولد شیخ اسد اللہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء میں موضع پلکھنے میں پیدا ہوئے لفظ "چراغم" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے ابتدائی فارسی کتابیں میاںجی موہن لال، مولوی محمد عظیم اللہ اور مولوی حفیظ اللہ خاں سے پڑھیں۔ مولوی حفیظ اللہ خاں بہت بڑے خطاط تھے ان ہی سے خط کی مشق کی فارسی کی بعض کتابیں مثلاً بہار دانش وغیرہ اپنے خسر رونق علی سے پڑھیں فارسی کی تعلیم سے فارغ ہو کر پندرہ برس کی عمر کے بعد مفتی عنایت احمد کاکوروی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مفتی صاحب اس زمانہ میں مفتی و منصف تھے۔ عہدۂ افتاء کے ساتھ مفتی عنایت احمد صاحب سلسلۂ درس و تدریس بھی جاری رکھتے تھے۔ جب مفتی عنایت احمد کا تبادلہ بحیثیت صدر امین علی گڑھ سے بریلی ہوا، تو مولوی لطف اللہ صاحب بھی مفتی صاحب کے ہمراہ پہنچے وہاں جملہ کتب درسیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کی، بعد فراغ مفتی صاحب نے اپنے ہی اجلاس کا سررشتہ دار مقرر کرلیا اسی زمانہ میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوگیا۔ بریلی سے علی گڑھ آنے کے بعد کالیستھول سے مل کر ایک مکتب جاری کرلیا۔ ان کے لڑکوں کو چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھایا کرتے تھے۔ جب مفتی عنایت احمد انڈمان سے واپس آئے تو مدرسہ فیض عام کان پور میں انھوں نے مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرس دوئم رکھ لیا، پھر مدرس اوّل ہوگئے۔ سات برس تک مدرسہ فیض عام میں درس دیا اس کے بعد علی گڑھ آگئے اور علی گڑھ کی جامع مسجد کے مدرسہ میں مدرس اوّل ہوگئے۔ یہ بافیض درس ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء سے ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء تک مسلسل جاری رہا۔ اس زمانہ میں تقلید اور عدم تقلید کے ہنگامے جاری تھے۔ کسی نے مفتی صاحب کو زہر دے دیا [illegible] جاں بر ہوگئے مگر علی گڑھ سے طبیعت اچاٹ ہوگئی۔ ۱۸۹۵ء میں مفتی کے عہدہ پر ریاست حیدر آباد میں فائز ہوئے۔ ۵۔۶ سال یہ تعلق رہا۔ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں انتقال ہوا۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) استاذ العلماء از مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی (مطبوعہ)

(۲) کلام لطف مرتبہ مولوی بدرالدین (مطبوعہ)
(۳) حیات شبلی ص ۲۰۱ - ۲۰۲

(۵۱۹) مولوی محمد علی بدایونی

مولوی محمد علی بدایونی بن خطیب محمد لطیف بن خطیب عبداللطیف بن ملا محمد شفیع عثمانی ان کے دادا عبداللطیف جامع مسجد بدایوں میں خطیب تھے جس کو سلطان شمس الدین التمش نے ۶۲۲ھ/۱۲۲۳ء تعمیر کرایا۔ مولوی محمد علی کی ولادت ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۱-۲۲ء میں ہوئی۔ ان کو شروع ہی سے ظاہر و باطن میں کمال حاصل کرنے کا شوق تھا۔ ان صاحبان کمال کی خدمت میں پہنچ کر فیض حاصل کیا جو اپنے عہد میں مشہور تھے۔ اکثر علوم متعارفہ کی تحصیل و تکمیل قاضی مبارک گوپاموی اور قاضی مستعد خاں دہلی سے فرمائی۔ پیر عبداللہ دہلوی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ان کے کمالات کی تفصیل کے لیئے اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ ترسٹھ سال کی عمر میں ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء میں مولوی شمس الدین کو یادگار چھوڑ کر انتقال کیا۔ کسی شاعر نے تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی محمد علی بدایونی

از وفات مولوی معنوی — گشت تیرہ ہمچو شب روز جہاں
از خرد جستم چو تاریخش بگفت — کرد رحلت زین جہاں قطب زماں
۱۱۹۷ھ

لہ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو:-

(۱) اکمل التواریخ جلد اوّل ص ۵۳-۵۷
(۲) نزہتہ الخواطر جلد ششم ص ۳۳۷
(۳) بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی (مملوکہ محمد ایوب قادری) (مترجم)

(۵۲۰) مولوی محمد علی صدرپوری

مولوی محمد علی صدرپوری ابن شیخ رمضان علی متوطن موضع صدرپور پرگنہ ملیح آباد

(مضاف لکھنؤ) عالم ربانی اور شاعر حقانی تھے۔ تخلص محمد تھا۔ تیرھویں صدی ہجری کے دوسرے عشرے میں پیدا ہوئے۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی شافعی المذہب سے کتب تفسیر و حدیث سماعتہً اور قراءۃً پڑھیں مولوی شاہ بشارت اللہ بہرائچی مجددی سے نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ اشاعت سنت اور رد بدعت میں بہت کوشش کرتے تھے۔ نہایت متقی تھے، ان کی اکثر تصنیفات قصائد و مثنوی میں ہیں جو مواعظ و نصائح پر مشتمل ہیں نعت میں بھی چند تصانیف نصاب کے طرز پر ہیں۔ ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء میں ٹونک تشریف لے گئے نواب وزیرالدولہ امیرالملک نواب وزیر محمد خاں بہادر نصرت جنگ کے ملازموں میں شامل ہوئے اور رئیس موصوف کے بیٹوں کی مجالست اور مصاحبت پر مقرر ہوئے آخر عمر تک یمین الدولہ وزیرالملک نواب محمد علی خاں بہادر صولت جنگ خلف نواب سابق الالقاب (نواب وزیر محمد خاں) کی ملازمت میں رہے۔ ۱۵ رجب ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲-۹-۲ء میں آدھی رات کو عالم فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی۔ مولوی محمد محسن نے ان کی تاریخ انتقال صوری و معنوی طریقہ پر یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی محمد علی صدر پوری
از مولوی محمد محسن

دریغا کہ آں عالم حق پرست	محمد علی فضل و دانش انیس
زعیش جہاں دل بہ پرداختہ	بگردید با ملاء اعلیٰ جلیس
محمد حسن صوری و معنوی	رقم کرد تاریخ طرز نفیس
بفردوس رفت آں معلی جناب	زماہ رجب نصف لیل الخمیس۔

تصانیف:۔ آثار محشر (احوال قیامت) دلبر واعظین، تسر الناظرین (مناقب بیوگان) بے نظیر (قصص بزرگان)، ہدیۃ الاخیار (قصہ عاد اولیٰ و عاد آخریٰ) وقائع احمدی (حالات سید احمد مجاہد رائے بریلی)، ترجمہ حقیقۃ الاسلام مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، نصاب گوہر منظوم، نصاب سلک گوہر، نصاب مصدر الفیوض، نصاب مفتاح المخازن، نصاب درج جواہر، نصاب عناقید الاثمار، نصاب کنز المصادر، مثنوی تحفۃ الاخیار، مثنوی تحفۃ الاصحاب، قصائد در حمد و نعت

رکاز الہدایت (فقہ) ثنوی عبرت افزا (قصہ زن دیندار عابدہ) [1]

[1] ملاحظہ ہو تراجم علمائے اہل حدیث ص ۵۱۴ - ۵۱۵ (مترجم)

(۵۲۱) مولوی شاہ محمد علی ساکن بھیرا

مولوی شاہ محمد علی بن شاہ عبدالعلیم بن شاہ ابوالغوث گرم دیوان ساکن موضع بھیرا ضلع اعظم گڑھ حافظ شاہ ابواسحاق قدس سرہ کے بھتیجے تھے۔ تحصیل علم کے شوق میں سفر اختیار کیا طویل سفر طے کر کے ابوالعیاش ملا عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی کی خدمت میں مدراس پہونچے اور وہاں کچھ مدت قیام کیا مروجہ درسی علوم سے فراغت حاصل کر کے حجاز مقدس کو گئے۔ تین سال کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس ہوئے اور حکومت مدراس سے جو وظیفہ ان کو ملتا تھا اسی پر قانع تھے کچھ دنوں وطن میں رہ کر جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [1]

[1] نزہتہ الخواطر (جلد ہفتم ص ۴۵۲) میں والد کا نام عبدالحکیم تحریر ہے۔ (مترجم)

(۵۲۲) ملا محمد عمران رام پوری

ملا محمد عمران رام پوری بن ملا محمد غفران رام پوری اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے مولوی حیدر علی رام پوری کی خدمت میں بھی استفادہ کیا۔ اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے تمام عمر طلباء کے افادہ علوم میں بسر کر دی۔ رسالہ تجہیز وتکفین میت ان کی مشہور ومطبوع تصنیف ہے جس زمانہ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ کلکتہ جا رہے تھے تو بمقام فتح پور ہسوہ فقیر حقیر (مولوی رحمان علی) دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، باپ اور بیٹے نہایت معمر تھے۔ ناواقف شخص دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی شمار کرتا۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء میں انتقال کیا۔

(۵۲۳) مولوی محمد عمر رام پوری

مولوی محمد عمر رام پوری، فاضل تبحر، جامع معقول ومنقول، ذہین طبیعت، مناظر غالب

شاعر فصیح اور تیز زبان واعظ تھے صولت تخلص تھا حاشیہ عینی شرح ہدایہ اور سماع کے متعلق رسالہ طنطنۂ صولت ان سے یادگار ہیں مولوی محمد حسین لاہوری سرگروہ غیر مقلدین نے جو دس سوال مشتہر کئے تھے ہر ایک سوال کے کئی کئی جواب لکھے اور اسی کا نام عشرہ مبشرہ رکھا ان کی تصنیفات میں یہ رسالہ بھی مشہور ہے ۳۶ سال کی عمر میں ۱۳ ررمضان المبارک ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں انتقال کیا [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۹-۴۹۰

(۲) تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۶۸ (مترجم)

(۵۲۴) شیخ محمد عیسیٰ جون پوری

شیخ محمد عیسیٰ جون پوری ابن شیخ احمد عیسیٰ دہلوی، امیر تیمور کے دہلی آنے سے جو ہنگامہ ہوا اس میں بہت سے اکابر جون پور چلے گئے۔ احمد عیسیٰ بھی ان ہی میں سے تھے۔ محمد عیسیٰ اس زمانہ میں سات یا آٹھ سال کے تھے۔ بچپن ہی میں سعادت ازلی اور استعداد فطری کی بنا پر شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید ہوئے۔ اپنے پیر کے حکم سے ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک مدت تک شاگرد رہے۔ قاضی موصوف نے شرح اصول بزدوی (تابحث امر) ان ہی کے لئے لکھی ہے۔ ظاہری علوم سے فراغ حاصل کرنے کے بعد شیخ فتح اللہ کی خدمت میں تصفیہ باطن کی غرض سے مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ جون پور کے مشہور مشائخ میں ان کا شمار ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) اخبار الاخیار ص ۱۸۰

(۲) خزینۃ الاصفیا (جلد اول) ص ۴۱۱-۴۱۲

(۳) انوار العارفین ص ۳۱۷-۳۱۸ (مترجم)

(۵۲۵) ملا محمد غفران رام پوری

ملا محمد غفران رام پوری ابن ملا تائب آخون ابن حافظ سعد اللہ خاں رام پوری،

تراہی خیل افغان تھے، ملا فقیر آخون ولائتی کے مرید و شاگرد تھے، بعض علمائے وقت کی خدمت میں استفادہ کیا فتاویٰ فقہ سو جزو میں لکھے ہیں جو "جنگ" کے نام سے موسوم ہیں اور رئیس رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ بہت سے مشہور علماء نے ان کے دامن تربیت میں فیض پایا سو سال کی عمر میں ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۴ء میں انتقال ہوا مصنف ابجد العلوم نے ان کو روایت کش کے لقب سے یاد کیا ہے۔
تائب بمعنی توبہ کنندہ، آخون بمعنی معلم و استاد، جُنگ بڑی بیاض کو کہتے ہیں۔

(۵۲۶) شیخ محمد غوث گوالیاری

شیخ محمد غوث گوالیاری، شطاریہ سلسلہ میں حاجی حمید کے مرید تھے۔ شروع میں بارہ سال تک کوہ چنار کے دامن میں سخت ریاضت کی غاروں میں رہتے اور درختوں کے پتے کھاتے تھے، علم دعوت میں رہنما۔ مقتدا اور صاحب تصرف تھے۔ ہمایون بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا۔ ہمایوں کی شکست کے بعد شیر شاہ افغان شیخ کے درپئے آزار ہوا، شیخ نے دکن کا سفر اختیار کیا۔ اس علاقہ کے سلاطین ان کے معتقد ہو گئے۔ شیخ وجیہہ الدین گجراتی جو عالم ربانی اور بڑے فاضل تھے، ان کے مطیع اور پیرو ہوئے۔ ۹۶۶ھ/۱۵۵۸-۹ء میں شیخ گجرات سے آگرہ آ گئے اکبر بادشاہ کو اپنا مرید کیا، مگر بادشاہ جلد ہی منحرف ہو گیا۔ بیرم خاں اور شیخ گدڑی کو ان کی صحبت موافق نہ آئی۔ وہ رنجیدہ ہو کر گوالیار چلے گئے۔ وہاں ایک خانقاہ بنائی ایک کروڑ تنکہ معاش تھی، نہایت منکسر المزاج تھے جس کو دیکھتے کھڑے ہو جاتے، رسالہ معراج نامہ، (در عروج حال خود)، جواہر خمسہ، اوراد غوثیہ اور بحر الحیات ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں وہ کبھی لفظ "من" اپنی زبان سے ادا نہیں کرتے تھے ہمیشہ اپنے کو فقیر کہتے یہاں تک کہ غلہ کی تقسیم کے وقت کہتے تھے کہ لتنے میم و نون (مَن) غلہ فلاں کو دے دیجئے۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۹۷۰ھ/۱۵۶۲-۳ء میں انتقال کیا۔ لہ

لہ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) منتخب التواریخ ج ۳ ۳۹۶-۳۹۸

(۲) رود کوثر ج ۳ ۳۶-۴۰

(۳) مفتاح التواریخ ص ۱۲۳

(۴) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۲۹۳-۲۹۴ (مترجم)

(۵۲۷) شاہ محمد فاخر الہ آبادی

زائرتخلص تھا، شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے بیٹے، علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، علوم ظاہری کی تحصیل اپنے بڑے بھائی محمد ظاہر کی خدمت میں کی خدا تعالے نے ان کو بڑی عظمت دی۔ ۲۱ سال کی عمر میں اپنے والد کی جگہ جانشین ہوئے۔ ۲۸ سال کی عمر میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں سند حدیث شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے حاصل کی، تیسری مرتبہ حج کا ارادہ فرمایا تو برہان پور میں انتقال ہوگیا، ۱۱ ذی الحجہ بروز یکشنبہ ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۱ء میں انتقال ہوا۔ ان کی تاریخ ولادت "خورشید" اور تاریخ وفات "زوال خورشید" سے نکلتی ہے۔ ان کا مزار برہان پور میں شاہ عبداللطیف برہان پوری کے پہلو میں ہے ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ ان میں قرۃ العینین فی رفع الیدین نورالسنۃ اور درۃ التحقیق وغیرہ مشہور ہیں۔ اللہ ان کی سعی کو مشکور کرے [1]

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(۱) نزہتہ الخواطر جلد ششم ص ۳۴۰-۳۴۱

(۲) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۳۳۸-۳۴۰

(۳) انوار العارفین ص ۴۶۵

(۴) تذکرہ بے نظیر ص ۶۹-۷۱

(۵) اتحاف النبلاء ص ۴۰۴-۴۰۷

(۶) کاشف الاستار ص ۱۶۸ (مترجم)

(۵۲۸) مولوی محمد فاروق چریاکوٹی

مولوی محمد فاروق چریاکوٹی، قاضی علی اکبر بن قاضی عطار سول عباسی کے چھوٹے بیٹے تھے

فضل وکمال میں اپنے معاصرین میں ممتاز اور نامور تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ کو نہایت تحقیق سے حاصل کیا، فارسی کی درسی کتابیں، عربی صرف و نحو اور علوم عقلی ونقلی اپنے بڑے بھائی مولوی عنایت رسول سے پڑھے۔ علم ہیئت مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی سے، ہدایہ اور اصول فقہ مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے اور حاشیہ زاہدیہ برشرح ملا جلال مولوی ابوالحسن منطقی سے پڑھے۔ غرض مشہور علماء سے تحصیل علم کر کے حجاز کا سفر اختیار کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، علمائے اسلام کے دیدار اور فقراء اہل اسلام سے کسب فیض کر کے دلی مقصد کو پہنچے، فارسی اور عربی علوم ادبیہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور طلباء کی تعلیم میں مشغول رہتے ہیں۔ مختلف علوم میں ان کے رسائل، عربی اشعار اور خطبے ہیں ان میں سے کچھ بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

از قصائد فارسی

داورا! گوہر شناسا! اینکم در بزم تو — بحر معنی در دل و گنج سخن در آستیں
اطلس افلاک را دانم چو نقش بوریا — جامۂ عریانیم را و دار از دیبائے چیں
ہستنم از گنج قناعت مایہ دار خرمی — نیستم دریوزہ گردے بر در تاش و نگیں

جو مثنوی انھوں نے اپنے استاد مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کی مدح میں ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں نظم کی تھی اور جس کو ممدوح نے پسند کیا تھا اس میں سے کچھ یہاں لکھا جاتا ہے۔

دلم در شوق زلفش نالہ ساز است — چی می نالم غم زلفش دراز است
بدل چوں دیگ منعم گرم جوشم — بصورت صورت نبض خموشم
دلے دارم مشعبد شیشہ بازی — زبانے جادوئے افسوں طرازی
حدیث من فزوں جاں گداز یست — دو چشم صورت خونابہ ساز یست
نوائے من صفیر ہر نشیمن — حدیثم قصہ ہر کوئے و برزن
لبے ایں خامہ سحر آور ژرف — بر آرد جادو یہا از تہ حرف
گہے شب آور دگہ روز بیروں — گہے قاقم نماید گاہ اکسوں،
گہے ایں خامہ در لبہائے ناشاد — با فسوں خندہ جوش طرب زاد

گہے از دیدۂ دل ہائے خرم   برآرد چشم ہائے اشک ماتم

صفا شمع است در بزم خیالم   سخن یک نغمۂ سازِ کمالم

نمی بینی کہ طرفہ بلبلم من   کزیں اعجوبۂ ہر محفلم من

بہر میداں بنمودم ترک تازی   بنحو ندم نامۂ ترکی و تازی

گہے از لوح رازی خواندہ ام حرف   گہے از حرف "تازی" بستہ ام طرف

گہے اندر مقام لحن شیراز   شدم با اہلی و سعدی ہم آواز

گہے در بزم گاہ نغمہ سازی   سخن راندم بآہنگ حجازی

حسود آں فروزاں گوہرم من   کہ شمع من بہر بزمے است روشن

قلم چوں در لغات و حرف راندم   سخن بر کرسی اعلےٰ نشاندم

بہ نحو و ہم بلاغت خامۂ من   بسے شمع معانی کرد روشن

ز موجوات عالم جستم اسرار   بخواندم دفتر اعداد مقدار

بسے خار عناد در پا شکستم   ز راز چرخ و انجم طرف بستم

چو کردم راز سر چرخ ظاہر   سخن راندم ز اغراض و جواہر

ز نخ معلول و علت وا نمودم   گرہ از وحدت و کثرت کشودم

با حکام عقول و بحث ارواح   بدست شرح احمد کردم اصلاح

ز تاب نور آں مہر دل افروز   بسے شبہائے ظلمت کردہ ام روز

سوئے آبائے علوی یافتم راہ   شدم از اُمّہات سفلی آگاہ

بنور دیدۂ اہل بصائر   نظر کردم بگلزار عناصر

بسے بگماشتم ناظور دل را   تماشائے بہار آب [illegible] گل را

فنا را دست در ہر صورتے دید   ز ہر یک الابرم رخ بار بپچید

ز فکر ایں و آں خود را تہی کرد   بسوئے ملت بے چوں رخ آورد

خیالم رفت از مہ تا بماہی   پئے اسرار آیاتِ الٰہی

بسا جہد طلب آورد در کار   ربودم از شریعت گنج اسرار

چو گردیدم ز راز شرع آگاہ — ندیدم درمیاں جز نقش اللہ

ممدوح کی مدح لکھتے ہیں:۔

چو بر اوج کمال خود رسیدم — ز سنگ آستانی بوسہ چیدم
چہ سنگی سنگ ایوان شہ دیں — کہ دارد از شریعت ملک و آئیں
جناب اوستاد کعبۂ جاہ — دلیل راہ مرداں حق آگاہ
سحاب ساکبٌ جود النوال — ہمام صائدٌ طود الکمال
کمیٌ فی الوغا لیث الاعادی — کریم فی الندی غیث الایادی
کریمی یوسف مصر معانی — غزال مرتع فضلش غزالی
چہ یوسف مصر معنی را عزیزے — نیرزد ملک جم پیشش بہ چیزے
بہ صورت شمع بزم یوسف آمد — بمعنی غیرت بو یوسف آمد
بگیتی در کمال ہم سرش نیست — جبینے خالی از خاک درش نیست
بشوق مکتب درسش فلاطوں — دلے دارد چو جام بادہ پر خوں
ادب گیرد بہ بستانش ارسطو — بہ پیشش بو علی نہ کرد زانو

بقیہ اشعار کو میں نے نقل نہیں کیا۔ کیونکہ بحر زخار کو کوزہ میں بند کرنا ناممکن ہے۔ ان کی اعلیٰ تصنیفات کے علاوہ عربی زبان میں ادبی خطبے ہیں جو نہایت فصیح ہیں اور ان کے کمال بلاغت کی روشن دلیل ہیں۔ نظم و نثر کے خطبات کی ایک کتاب ہے جس میں جمعہ کے خطبے کا ایک عنوان ملاحظہ ہو:۔

الحمد للہ القاسم الالاء الجاسم اللاواء، المعلی الاسماء، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء، محمد منقذ الاسراء، المخصوص بالاسراء و علی آلہ الطاھرین بالیاساء واصحابہ القاھرین للاعداء، اما بعد

سب تعریف اس معبود برحق کے لئے ہے کہ جس نے اپنی نعمتیں بندوں میں تقسیم فرمائیں اور جس نے مصیبتوں کی بیخ کنی فرمائی وہ ذات جس کے اسماء بلند ہیں اور درود و سلام اس مقدس ہستی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جو انبیاء کے سردار ہیں جو کہ قیدیوں کو نجات دلانے والے ہیں اور جو معراج کے ساتھ

فیقول العبد الخاطی الناسی، محمد فاروق الحنفی
العباسی، جعله الله من حماة ذمار دینه،
واعطی کتابه بیمینه، انه قد سالنی بعض
من یحبنی واحبه، واستعید نی وده وبمنی
حبه، ان انشی خطبا ادبیه، واجلی للعیون
عرابا عربیه، ومع ذلك استقی زلالا،
ممزوجا بالعسل الفکری، من کاس ادارها
ابن نباتة المصری، لکن لم یسعنی للاجابه،
لما عن بی هموم ناصبه، وکان لی ید عن
الاعمال خائبه، ورجل للبلاء حسا ئبه،
ونفس من معافرة العناء ذائبه، لا
کذوب کیئب ادرکه اللاظ، او دنف
طال به الجواظ، اوبرد منه اشواظ، حتی
علمت ان الارض منزل کل هول وغناء،
ومهب کل زعزع ونکباء، ورائیت العلم
قد نضب الیوم مائه، وخن بالامکاز انوائه،
وخفیت عن النواظر اضوائه، ونسیت
من الضمائر اسمائه، والجهل قد ملأ للناس
انائه، ورفع فی العراض لوائه، واروی
الجسوم اروائه، وعفی الرسوم نکبائه،
حتی غدا خمائله زاویه، ومنازله علی
عروشها خاویه، فی لناس ینکرون ما لم
یسع اذ انهم، ویکرهون ما لم یسمع اذانهم

مخصوص ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر جو ہر برائی سے
پاک ہیں۔ اور آپ کے اُن اصحاب پر جو دشمنوں کے لئے قہر
خداوندی ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد بندہ قصور وار محمد
فاروق حنفی عباسی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے
حامیوں میں شامل فرمائے اور اس کے نامۂ اعمال داہنے
ہاتھ میں دے۔ بعض ان لوگوں نے جن سے میں محبت کرتا ہوں
اور وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور مجھے ان کی محبت مجبور کرتی
ہے کہ میں چند خطبے لکھوں اور آنکھوں کو عرب کے خطبوں سے
روشنی دوں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ میں زلال خالص پلاؤں جو
شہد فکری سے عبارت ہو۔ اس جام سے جس کو ابن نباتہ مصری
نے گردش دی لیکن اس کی قبولیت کا امکان دشوار تھا اس لئے
کہ مجبور کر دینے والے آلام و مصائب کا مجھ پر غلبہ تھا اور میرے
ہاتھ اس کام سے ناکام تھے، پیر مصیبتوں سے دبے ہوئے
تھے اور جان دشواریوں سے پگھلی ہوئی تھی۔ نہ اس طرح جس طرح
کہ غم زدہ پگھلتا ہے۔ یا ایسا دلی بیمار کہ جس پر چنگاریاں چاروں
طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہوں یا ایسی ٹھنڈک جس پر کہ
چنگاریاں اُڑ رہی ہوں یہاں تک کہ میں نے یہ جان لیا کہ
زمین پر ہوناکی اور مشقتوں کی منزل [illegible] آندھی
اور ہولناک ہوا [illegible] کی دیکھا کہ علم کا
پانی خشک [illegible] اس کی نسلیں نکروں سے پُر
ہیں اور آنکھوں سے اس کی روشنی چھپ گئی تھی اور دلوں
سے اس کے نام تک بھلا دئے گئے اور جہالت نے لوگوں
کے لئے اپنے برتن بھر دئے تھے اور اُس کے جھنڈے دنیا میں

فمن صمت فقد ربح فی ھذہ البلاد، ومن
نطق وقع مسائلہ فی الکساد، ثم بعدہ
ما مضی من الایام واللیال، الح لدی
فی السوال، وکثر الجاحد وطال حتی
لم یسعنی الا الانجاح، فاجبت دعوتہ
متوکلا علی المولی المناح ۔

بلند کر دئے گئے اور تمام انسانوں کو اس کی سیرابی
نے سیراب کر دیا تھا اور جو نشانات تھے ان کے نشان تک
اس کی غیر مناسب ہواؤں نے مٹا دئے تھے یہاں تک
کہ اس کے سبزہ زار مرجھا گئے تھے اور اس کی منزلیں
بلندی سے گر چکی تھیں، پس لوگ ان باتوں کا انکار
کرنے لگے جو ان کے ذہنوں میں نہ سما سکیں اور ان باتوں
سے کراہت کرنے لگے جنھیں ان کے کانوں نے نہ سنا
تھا۔ ہر وہ شخص جو خاموش رہا وہ اس دنیا میں فائدہ مند
رہا اور جو بولا اس نے اپنی قیمت کھو دی۔ جب اس سوال
پر مجھے ایک زمانہ گزر گیا اور لوگوں کا الحاح دراز ہو گیا یہاں
تک کہ ان کے کامیاب کرنے کے سوا میرے پاس کوئی
امکان نہ رہا تو میں نے ان کی اس دعوت کو خدا پہ بھروسہ
کرتے ہوئے قبول کیا۔

دوسرا خطبہ مسٹر محمود جج ہائی کورٹ ممالک مغربی و شمالی خلف الصدق سر سید احمد خاں
نجم الہند کے نکاح کا ہے جو غیر منقوطہ صنعت میں لکھا ہے وہ یہ ہے:۔

الحمد للہ الصمد الودود، الحکم العدل
المحمود، مالک العھد الموعود، موسع العطاء
الممدود، دمر رھط ھود، وامر آل
داؤد، ولا عدد عاد لعطائہ، ولا
احد حاد لآلائہ، لا الہ الا اللہ،
ولا مالوہ للامم سواہ، اللھم صل
سلاما، دواما لرسولک محمد
اکرم الرسل، مکمل الملل مآل الامل،

تمام تعریف اس خدا کی جو غنی ہے اور محبوب ہے جو
صالح منصف اور محمود ہے اور مالک روز قیامت ہے اپنے
طویل بخششوں کو بہت زیادہ دینے والا ہے۔ گروہ ہود کو
برباد کیا اور آل داؤد کو سلطنت دی، اس کی بخششوں کا
کسی شمار کرنے والے نے (آج تک) شمار نہیں کیا اور نہ کوئی
شخص اس کی نعمتوں کی تحدید کر سکتا ہے اور نہ مقابلہ کر سکتا
ہے نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور اس کے سوا کوئی دوسرا معبود
برحق نہیں خدا درود اور سلام بھیج اپنے رسول محمد اکرم الرسل

مومل المرمل والارمل، وهو سمك اللواء
وساعد الاسراء، وصعد السماء،
وساعد الرسل الكرماء، واعلى محل آدم
وحواء، وارحم اللهم آله الصلحاء،
واودائه الرحماء، ماهم السماء،
اعملوا اهل الاسلام، رحمكم الله
السلام، عمل الكرام، اعلموا المرء
امام الحمام، وما آمله اعدام،
وآماله احلام، مراحله آسام،
ورواحله الآلام، وصراط لحد
الحسام۔ صلوا لله، داؤد المرعود،
واعدوا العدد والامر المعهود،
واصلحوا امور الاهل والآل
وراعوا محل العرس والمولود،
كما امركم رسولكم المكرم المسعود
وهو رسول الله، الصمد الاواه،
كما احكم امور المعاد، ووسم
امر لاصلاح الاهل والاولاد،
وحكم ولله در امر عصاهر الاحرار،
دواصل الاطهار، وداد كرام
المولد ولاحم اهل الكرم والسودد،
وسلك مسلك رسولكم محمد كما
عمله المولى العادل محمود،

جو ملتوں کی تکمیل کرنے والے اور امیدوں کی آماجگاہ
ہیں۔ بے یار و مددگار اور بیواؤں کی آرزوں کا مرکز ہیں اور
وہ سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صاحب شبِ معراج
ہیں اور آسمان کی بلندیوں کو طے فرمانے والے ہیں اور
تمام بزرگ انبیاء کے سردار ہیں۔ اور مقام آدم وحوا
سے بلند ہیں اور رحم اے اللہ! ان کی صالح متبعین پر
اور ان لوگوں پر جو ان سے محبت کرنے والے ہیں جب تک
کہ آسمان بارش کرتا رہے، جب تک پانی جاری رہے' اہلِ
اسلام! عمل کرو سلامتی کا، تم پر اللہ رحم کرے جیسے کہ اچھے
لوگ عمل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ انسان کے سامنے ہر وقت
اُس کی موت ہے اور اُس کا انجام فنا ہے اور اُس کی امیدیں
خواب وخیال ہیں اور اس کی منزلیں پُر آلام ہیں اور اُس کی
سواریاں مصائب سے بھری ہیں اور اُس کا راستہ مثل تلوار
کی دھار کے ہے، نماز اللہ کے لئے پڑھو اور قیامت کے
دن کا سامان تیار کرو اور اپنے اہل وعیال کے امور کی
اصلاح کرو اور شادی و پیدائش کے موقع کا لحاظ رکھو
جیساکہ تم کو تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم
فرمایا ہے جو مکرم و مسعود ہیں اور وہ اد[illegible] ال ہیں۔
جو بے نیاز اور گڑگڑا[illegible]۔ آپ نے تمام معاد کے
امور مضبوط کئے اور اپنے اہل و اولاد کے لئے امور اصلاح
کی نشان دہی کی اور اُس نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے
لئے اس کی خوبی ہے آزاد لوگوں کے سسرالی رشتہ دارو
کے ساتھ اور اپنے پاک لوگوں کے تعلقات قائم کئے۔ اس نے

وللا لحلاحل الكامل احمد وهما كلو
احدهما على الكرماء وساد، وسرور
ودهما السرور والرساد، سماء الكرم
ودماء الهمم اساد الكلوم،
اللهم اعطا المحمود عمر الحال عهدا
ومالا ما حصر عددا، واود له وعرسه
كل واحد ودا، واكرمهما مالا و
ولدا، وسرهما سرورا ما احصا
احد امداء

ان بزرگوں کی محبت پیدا کی جو اچھے مقام میں پیدا ہوئے اور شرفاء اور سرداروں میں تعلقات مضبوط کئے اور رسول اللہ کا طریقہ اختیار کیجئے جیسا کہ اس پر عادل محمود نے عمل کیا جو باوقار کامل (سید) احمد کے لڑکے ہیں اور وہ دونوں بلکہ ان دونوں میں ہر ایک بڑے بڑے شرفاء سے زیادہ صاحب مرتبہ ہوئے اور مقام سیادت حاصل کیا وہ بخشش کے آسمان، ہمت کے سمندر اور زخمی دلوں پر مرہم رکھنے والے اور شکستہ دلوں کو تسلی دینے والے ہیں۔ اے اللہ! محمود کو طویل عمر عطا کر اور لاتعداد دولت دے اور زوجین میں الفت و محبت رہے اور ان دونوں کو مال و اولاد عطا فرما اور ان کو بے انتہا مسرت دے[۲]

اس کے جواب میں سید محمود نے اردو زبان میں ایک خط اظہار مسرت کے طور پر لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ "اگر میں ہنسی سے کہوں کے خوب بے نقط سنائی تو کچھ مضائقہ نہیں"[۳]

[۱] مولانا محمد فاروق چریاکوٹی آخری دور کے نامور عالم تھے ان کے شاگردوں میں مثل مولانا شبلی نعمانی نامور علماء ہیں ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انتقال ہوا۔

[۲] مولانا محمد فاروق چریاکوٹی کے ان دونوں عربی خطبوں کا اردو ترجمہ استاذی المحترم مولانا شیخ خلیل عرب متعنا اللہ بطول حیاتہ نے فرمایا ہے جس کے لئے خاکسار ان کا شکر گزار ہے۔

[۳] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ۸۴۴

(۲) مقالات شبلی جلد ہشتم ۳۸-۳۷۴ (مترجم)

(۵۲۹) شیخ محمد فاضل بٹالوی

شیخ محمد فاضل بٹالوی، قادری مجددی، پنجاب کے نامور عالم تھے شریعت وطریقت میں نہایت پختہ تھے تمام عمر طلباء کی تدریس وتعلیم میں بسر کردی اور بہت سے باکمال حضرات ان کے دامنِ تربیت سے فیض یاب ہوئے ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸-۹ء میں وفات پائی اور بٹالہ میں دفن ہوئے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۳

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۶۶۶-۶۶۸ (مترجم)

(۵۳۰) مولوی محمد قاسم نانوتوی

مولوی محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم نانوتوی، ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲-۳ء میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جدت طبع اور جودت ذہن فطری طور سے ودیعت فرمایا تھا، ابتداء میں شیخ نہال احمد نانوتوی اور مولوی محمد نواز سہارنپوری سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں دہلی پہنچے، مروجہ درسی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اوّل مدرسہ دہلی سے پڑھیں اور حدیث کی سند شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے حاصل کی اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر کے کچھ دنوں مدرسہ انگریزی [illegible] دہلی سے متعلق رہے۔ پھر اس تعلق کو ترک کر کے مطبع احمدی (دہلی) میں تصحیح کتب [illegible] مشغلہ اختیار کر لیا۔ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰-۱ء میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے جناب مولوی شیخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر نزیل مکہ معظمہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مرید ہو کر واپس ہوئے اور مدرسہ اسلامیہ (دیوبند) کی سرپرستی اپنے ذمہ لے لی۔ اس کے بعد ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸-۹ء میں دوبارہ حج بیت اللہ کی زیارت کے لئے گئے۔ پھر وطن واپس آئے اور دہلی میں علوم کی تدریس واشاعت میں مشغول

ہو گئے پادری تاراچند کو مذہبی مباحثہ میں خاموش کر دیا۔ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء میں بمقام چاند پور ضلع شاہجہاں پور میں ایک مجمع کے سامنے جس کا نام میلہ خداشناسی تھا اور جس میں ہر مذہب کے علماء جمع ہوئے تھے۔ صاحب ترجمہ (مولوی محمد قاسم نانوتوی) نے سب کے سامنے علی الاعلان تثلیث و شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات اس انداز میں فرمایا کہ حاضرین جلسہ چاہے موافق ہوں یا مخالف ہوں سب خاموش و قائل ہو گئے۔

۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء میں پنڈت دیانند سرسوتی (بانی تحریک آریہ سماج) سے وجود و توحید کے متعلق اور عیسائیوں سے تحریف (انجیل) کے متعلق گفتگو ہوئی پنڈت مذکور نے خاموشی اختیار کر لی اور عیسائی پادری اپنی کتابیں تک چھوڑ کر بھاگ گئے اس سلسلہ میں رسالہ حجۃ الاسلام مشہور ہے اسی سال سہ بارہ زیارت بیت اللہ الحرام سے مشرف ہوئے۔ واپس ہونے کے بعد بخار میں مبتلا ہو گئے۔ جب پنڈت دیانند مذکور نے استقبال قبلہ کے متعلق مسلمانوں پر اعتراض کیا تو عین حالت بیماری میں اس کے جواب میں رسالہ قبلہ نما لکھا بروز پنجشنبہ وقت ظہر چہارم جمادی الاول ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء میں تپ اور عرض ذات الجنب کے مرض میں انتقال فرمایا اور قصبہ نانوتہ میں دفن ہوئے[۳] ان کے شاگردوں میں مولوی محمود حسن[۴] دیوبندی۔ مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہوی مشہور ہیں۔ ان کی تصنیفات سے مندرجہ ذیل کتابیں طبع اور شائع ہو چکی ہیں۔ مجموعہ رسائل قاسم العلوم، مصابیح تراویح، آب حیات، تقریر دل پذیر، مباحثہ شاہجہاں پور، ہدایۃ الشیعہ، قبلہ نما، دیوبند اور نانوتہ شاہجہاں پور کے دو قصبے ہیں[۲]

[۱] شیخ نہال احمد، دیوبند کے رہنے والے تھے۔

[۲] مولوی محمد قاسم نانوتوی نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست حق پرست پر بیعت جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل کی تھی یعنی جس وقت حضرت حاجی صاحب ہند پاکستان میں موجود تھے اور ہجرت نہیں فرمائی تھی۔

[۳] مولانا محمد قاسم نانوتوی نانوتہ میں نہیں بلکہ دیوبند میں دفن ہوئے۔

[۴] مولانا محمود الحسن ابن مولوی ذوالفقار علی ۱۲۶۸ھ ۵۲-۱۸۵۱ء میں بانس بریلی (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوئے۔ مولوی ذوالفقار اس زمانہ میں بریلی میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ مولانا محمود الحسن

دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے اور پہلے مدرس ملا محمود تھے۔ ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷-۶۸ء میں کنز الدقائق، میبذی اور مختصر المعانی کا امتحان دیا۔ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸-۶۹ء میں ہدایہ، مشکوٰۃ اور مقامات حریری کے امتحان میں شریک ہوئے۔ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹-۷۰ء میں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابیں مولانا محمد قاسم نانوتوی سے پڑھیں ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱-۷۲ء میں فارغ التحصیل ہوگئے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳-۷۴ء میں دستار بندی ہوئی۔ پھر دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس ہوگئے۔ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰-۹۱ء میں صدر دارالعلوم مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴-۱۵ء تک دارالعلوم میں علمی اور تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا محمود الحسن کے ممتاز تلامذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ، شاہ جہاں پوری ثم دہلوی، مولانا منصور انصاری (محمد میاں)، مولانا حبیب الرحمان، مولانا محمد اعزاز علی امروہوی، مولانا محمد صادق (بانی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، کراچی) وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مولانا محمود الحسن کی تصنیفات سے حاشیہ ابوداؤد شریف، حاشیہ مختصر المعانی، ایضاح الادلہ، ابواب وتراجم بخاری شریف، جہد المقل وغیرہ ہیں، مولانا محمود الحسن جنگ آزادی کے صف اول کے قائدین میں تھے۔ مولانا محمود الحسن نے دارالعلوم دیوبند کو تحریک آزادی کا ایک اہم مرکز بنا دیا۔ مولانا مالٹے میں قید رہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو رہا ہوئے۔ قوم نے شیخ الہند کا خطاب دیا۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل رحلت فرمائی۔

شیخ الہند محمود الحسن کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) علمائے حق   از محمد میاں   ۳ ۱۰۷ - ۲۲۰

(۲) حیات شیخ الہند   از مولوی اصغر حسین دیوبندی (مطبوعہ دیوبند)

(۳) سفرنامہ اسیر مالٹا   از مولانا حسین احمد مدنی (مطبوعہ)

(۴) ذاتی ڈائری   از مولانا عبید اللہ سندھی (مطبوعہ)

۵ مولانا احمد حسن بن اکبر حسین ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰-۵۱ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ شروع میں مولوی رافت علی، مولوی کریم بخش نخشبی، مولوی محمد حسین جعفری سے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر دیوبند پہنچ کر مولانا محمد قاسم نانوتوی سے اخذ علوم کیا۔ ان کے اساتذہ

میں حکیم امجد علی خاں، مولانا احمد علی سہارن پوری، قاری عبدالرحمان پانی پتی۔ اور مولانا عبدالقیوم بھوپالی وغیرہ شامل ہیں۔ جب حجاز تشریف لے گئے تو مولانا شاہ عبدالغنی مجددی سے حدیث کی سند لی۔ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت درست کی تاعمر مشغلہ تبلیغ وتدریس جاری رہا۔ خورجہ، دہلی اور سنبھل میں درس دیا۔ ایک مدت تک مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد میں صدر مدرس رہے ۱۳۰۱ھ-۴-۱۸۸۳ء سے وطن میں قیام فرمایا اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد میں درس دیا۔ آپ کے مضامین کا ایک مجموعہ "افادات احمدیہ" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ ۱۳۳۰ھ-۱۲-۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو ماثر الکرام جلد سوم (تاریخ امروہہ)

۷۶ مولانا محمد قاسم کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔

(۲) سوانح قاسمی (سہ جلد) مرتبہ مولانا مناظر احسن گیلانی۔

(۳) مباحثہ شاہجہاں پور (مطبوعہ)

(۴) گفتگوئے مذہبی (واقعہ میلہ خدا شناسی) از مولانا محمد قاسم نانوتوی، (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ھ)

(۵) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۸۲-۳۸۴

(۶) سفینۂ رحمانی از حافظ عبدالرحمان جھنجھانوی ص ۳۸-۴۰، ۱۱۹-۱۲۰ (نول کشور پریس، لکھنؤ ۱۸۸۴ء)

(مترجم)

(۵۳۱) مولوی محمد لبیب بدایونی

مولوی محمد لبیب بدایونی بن مولوی محمد سعید بدایونی مروجہ علوم اپنے والد ماجد سے تحصیل کئے جامع العلوم تھے خصوصاً فقہ و فرائض میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ۴۷ سال کی عمر میں ۱۲۰۵ھ-۱۷۹۰-۱ء میں رحلت فرمائی۔

(۵۳۲) مولوی محمد مبین لکھنوی

مولوی محمد مبین لکھنوی بن ملا محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین شہیدؒ ملا حسن، شارح سلم العلوم کے شاگرد رشید تھے۔ علوم عقلی و نقلی کے عالم، رموز خفی و جلی سے واقف اور جودت ذہن و ذکا، و طلاقت میں مشہور تھے۔ ان کی تصنیفات میں شرح سلم، شرح مسلم الثبوت، حاشیہ میرزاہد رسالہ، حاشیہ میرزاہد ملا جلال، حاشیہ میرزاہد شرح مواقف، وسیلۃ النجاۃ (حالات اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترجمہ حکایات الصالحین، شرح اسماء حسنیٰ، شرح تبصرہ (تصوف) زبدۃ الفوائد، (بیان سحر رمضان) کنز الحسنات فی اتیاء الزکوٰۃ وغیرہ ہیں ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں انتقال ہوا۔ مولانا احمد انوار الحق واقع شہر لکھنؤ میں دفن ہوئے مصرعہ "ماہِ برج علوم پنہاں گشت" ان کے انتقال کی تاریخ کا مادہ ہے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۷۲-۱۷۴

(۵۳۳) مولوی محمد محسن کشو

مولوی محمد محسن کشو، خطۂ کشمیر کے نامور عالم اور محمد امین کانی کشمیری کے شاگرد تھے، علوم عقلیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ ان کے طالب علموں میں سے کوئی بے بہرہ نہ رہا۔ ہدایہ و مطول پر حواشی و تعلیقات لکھے ہیں۔ ملا نازک کے مرید تھے۔ ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء انتقال ہوا۔ تاشون میں سید محمد کرمانی کے مقبرہ میں دفن ہوئے [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ حدائق حنفیہ ص ۴۳۲

(۵۳۴) حافظ محمد محسن دہلوی

حافظ محمد محسن دہلوی مجددی نقشبندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں تھے شیخ محمد معصوم مجددی کے خلیفہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ ۱۱۴۷ھ / ۱۸۳۴-۵ء میں

وفات پائی ؎

؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۰

(۲) تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۳۶ - ۲۳۷

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۶۴ - ۶۶۶

(۴) گلزار اولیاء ص ۳۹

(۵۳۵) خواجہ محمد معصوم سرہندی

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد الدین محمد معصوم خلف الصدق وخلیفہ اعظم حضرت قیوم ربانی محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ ان کی پیدائش ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء میں ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے فارغ التحصیل ہوگئے علوم عقلی و نقلی کے جامع اور کمالات صوری و معنوی کے مخزن تھے۔ مقام قطبیت اور منصب قیومیت کی بشارت اپنے والد بزرگوار سے پائی ان کی توجہ سے احمدیہ مجددیہ سلسلہ تمام دنیا میں شائع ہوا ایک عالم نے احوال بلند اور مقامات ارجمند حاصل کئے۔ مقاماتِ الٰہیہ کا کشف اس قدر حاصل تھا کہ ولایات بعیدہ کے رہنے والے منتسبین کے متعلق اعلان فرما دیتے تھے کہ فلاں نے ولایت موسویہ حاصل کی اور فلاں ولایت محمدیہ سے مشرف ہوا۔ نو لاکھ (۹۰۰۰۰۰) آدمی ان کے ہاتھ پر مرید ہوئے اور سات ہزار حضرات کو انھوں نے خلافت دی، ان کی خدمت میں طالب ایک ہفتہ میں مرتبہ فنا اور ایک ماہ میں مرتبہ کمال ولایت حاصل کر لیتا تھا اور کسی کو ایک توجہ میں تمام مقامات طے کرا دیتے تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے اپنے عہد کے قطب تھے انھوں نے ساتوں ولایتوں کو منور کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۹ء میں انتقال ہوا ؎

؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) رود کوثر ص ۲۸۷ - ۲۹۱

(۲) مفتاح التواریخ ص ۴۱۹-۴۲۰
(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۶۳۹-۶۴۰
(۴) انوار العارفین ص ۳۹۱-۳۹۴
(۵) جواہر علویہ ص ۱۰۹-۱۲۲
(۶) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۲۳۵-۲۵۸ (مترجم)

(۵۳۶) سید معصوم نقشبندی بالاپوری

سید معصوم نقشبندی بالاپوری اپنے ہم عصروں میں ممتاز، اپنے عہد کے نامور شیخ اور قصبہ بالاپور میں (صوبہ برار) میں سکونت پذیر تھے۔ معافی کے چند گاؤں نظام حیدرآباد کی طرف سے عطیہ تھے۔ ان اطراف میں ظاہری علوم کی اشاعت ان کی توجہ اور فیض سے ہوئی۔ ان کے بزرگوں میں علمائے کرام اور فضلائے ذوی الاحترام گزرے ہیں ۱۲۱۹ھ ۵-۱۸۰۴ء میں انتقال ہوا۔ قصبہ بالاپور میں دفن ہوئے۔

(۵۳۷) مولوی محمد معظم ساکن پٹنہ

مولوی محمد معظم ابن احمد صدیقی، مولوی محمد اشرف لکھنوی کے دادا تھے پٹنہ میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی سے تحصیل علم کی قرآن مجید معہ تفسیر بیضاوی حفظ تھا، علوم دینیہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، بہادر شاہ بن عالمگیر بادشاہ نے ان کو پٹنہ کا قاضی مقرر فرمایا اور چند گاؤں جاگیر میں دیے، مولوی مرحوم قضاء و تدریس میں مشغول رہے ان کی تصنیفات میں ایک تفسیر قرآن تھی جو سکھوں کے غلبہ میں جل گئی [illegible] شرح مثنوی مولانا روم بھی ہے ۱۱۵۸ھ ۱۷۴۵ء میں وفات پائی اور پٹنہ میں دفن ہوئے۔

(۵۳۸) مولانا محمد مفتی

مولانا محمد مفتی، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے بزرگ عالم اور صاحب کمالات

تھے۔ مدرس ہونے کے ساتھ لاہور کے مفتی بھی تھے ہر بار جب صحیح بخاری اور مشکوٰۃ المصابیح کا ختم کرتے تو ایک مجلس عظیم منعقد ہوتی تھی جس میں پلاؤ اور شیرینی تیار کرائی جاتی تھی علماء اور صلحاء کو کھلاتے تھے۔ غرض ان کے مکان پر اعیان و افاضل کا مجمع ہوتا تھا۔ جب نوے سال کی عمر ہوئی تو منحنی اور کمزور ہو گئے۔ درس چھوڑ دیا تھا، ان کے سب بیٹے باپ کی طرح کمالات و فضائل کے مالک تھے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ منتخب التواریخ ۴ ۴۶۷ (مترجم)

(۵۳۹) مولوی مکی جون پوری

مولوی محمد مکی جون پوری، مولوی سخاوت علی جون پوری کے چوتھے بیٹے تھے ان کی کنیت ابوالخیر تھی، ۲۹ رجمادی الثانی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اپنی والدہ یعنی قاضی ضیاء اللہ مرحوم کی بیٹی نے زیر دامن پرورش پائی اور اپنے علاتی بھائی مولوی محمد جنید کے ہمراہ وطن واپس آئے، تھوڑی سی مدت میں حفظ قرآن مجید سے فارغ ہو گئے فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کے بعد عربی علوم اپنے بھائی مولوی محمد شبلی سے پڑھنے شروع کئے۔ مولوی محمد عبداللہ ساکن موضع کوپا ضلع چھپرا (شاگرد محمد یوسف فرنگی محلی)، مولوی سعادت حسین عظیم آبادی، مولوی علی اکرم آروی اور مولوی محمد عبدالحئی فرنگی محلی سے تکمیل کی طلباء اور خلائق عامہ کے درس و تذکیر اور مدرسہ ربانیہ قرآنیہ کے انتظام میں زندگی بسر کرتے ہیں یہ مدرسہ جون پور کی جامع مسجد میں ان کے والد ماجد (مولوی سخاوت علی جون پوری) نے قائم کیا تھا۔

(۵۴۰) شیخ محمد مودود ڈلارے

شیخ محمد مودود ڈلارے، بابا نظام ابدال کے مرید تھے، مولانا عبدالغفور لاہوری سے رسمی علم حاصل کیا، بہت سے دیہات میں گھومے پھرے مشاہدہ اور بیان کے درجات کو بہت اچھی طرح جانتے تھے، علوم غرائب مثلاً کیمیا وغیرہ سے واقف تھے۔ شاہ نعمت اللہ ولی

اور شاہ قاسم انوار سے ملے، غرض علم توحید کے ماہر اور تجرید و تفرید کے مشرب کے متبع تھے ۹۰۰ھ/۱۴۹۴-۵ء میں ہندو پاکستان میں آئے۔ شیخ امان پانی پتی ان سے علم توحید میں استفادہ کرتے اور کتاب فصوص الحکم کی تحقیق کرتے تھے۔ وہ شیخ امان کے متعلق کہتے تھے کہ میں نے جوہر قابل پایا ہے لیکن افسوس کہ ایک آنکھ نہیں ہے۔ خطاب کرتے وقت اکثر ان کو لفظ کورک (اندھا) کہہ کر پکارتے تھے مدتوں آگرہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد شیخ امان کی محبت اور خدمت کی وجہ سے پانی پت میں سکونت اختیار کر لی۔ وہیں ماہ رمضان ۹۰۶ھ/۱۵۰۱-۲ء میں انتقال ہوا، ان کی قبر شیخ امان کے پہلو میں ہے [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:- اخبار الاخیار ص ۲۳۴ (مترجم)

(۵۴۱) شیخ محمد احمد آبادی

شیخ محمد احمد آبادی، شیخ حسن محمد چشتی احمد آبادی گجراتی کے نام سے مشہور ہیں ان کی کنیت ابو صالح ہے، شیخ احمد المعروف بہ شیخ میاں جی ابن شیخ نصیر الدین علوم ظاہر و باطن میں یگانۂ روزگار تھے۔ بچپن ہی میں کمالات حاصل کر لئے اور اپنے باپ کے سامنے شہرۂ آفاق ہو گئے ظاہری دولت و ثروت بھی رکھتے تھے۔ بزرگوں کے عرس اور درویشوں کے طعام کا خرچ خوب کرتے تھے۔ ایک لاکھ روپیہ خرچ کر کے شہر احمد آباد میں ایک بڑی مسجد بنوائی "بنائے شیخ" ۹۷۳ھ/۱۵۶۵-۶ء اس کی تاریخ ہے۔ تفسیر محمدی اور حاشیہ تفسیر بیضاوی ان سے یادگار ہیں اکتالیس برس تک مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ ۵۹ سال کی عمر میں ۲۸ ذی قعدہ یوم شنبہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴-۵ء میں انتقال ہوا۔

(۵۴۲) سید محمد جعفر بدر عالم احمد آبادی گجراتی

سید محمد جعفر بدر عالم ابن سید جلال مقصود عالم قدس سرہ ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے علوم ظاہر و باطن میں کمال رکھتے تھے خصوصاً حدیث و تفسیر میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، ان سے بہت سی تصنیفات یادگار

ہیں ان ہی میں " روضات شاہی " ہے جس کی چوبیس ۲۴ جلدیں ہیں۔ احوال بزرگاں اور احادیث و تفسیر کا بیان ہے۔ دوسری تصنیفات بھی کافی ہیں ۹ رذی الحجہ ۱۰۸۵ھ / ۱۶۷۴-۵ء میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۵۴۳) سید محمد ابوالمجد محبوب عالم

سید محمد ابوالمجد محبوب عالم بن سید بدر عالم احمد آبادی گجراتی، ۲ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ فطرت کی طرف سے خدا طلبی کا جذبہ اور اکتساب علم کا مادہ ان کی طبیعت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ احمد آباد گجرات کے مشائخ و صوفیاء میں سے تھے تصانیف کثیرہ کے مالک ہوئے۔ ان میں سے دو تفسیریں ہیں ایک فارسی زبان میں اہل بیت کی روایت سے ہے۔ دوسری جلالین کے انداز پر عربی زبان میں ہے۔ حدیث میں زینۃ النکاۃ فی شرح المشکوٰۃ ہے جس میں ہر مذہب (فقہ) سے تمسک کیا گیا ہے۔ تدریس و مطالعہ کتب علمیہ کے علاوہ بہت ریاضات و عبادات کیں۔ ۱۹ رجمادی الآخر ۱۱۱۱ھ / ۱۷۰۰-۱۶۹۹ء میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں دفن ہوئے۔

(۵۴۴) سید محمد پٹنی گجراتی

سید محمد پٹنی عرف سید خدا بخش بن سید حسین۔ ملتان سے پٹن میں آئے۔ علوم صوری و معنوی اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیے۔ فقیہ کامل اور محدث عامل ہوئے چشتیہ سلسلہ میں برہان الدین قطب عالم کے مرید تھے ۵ رجمادی الثانی ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳-۴ء میں انتقال ہوا ان کی قبر پٹن میں ہے۔

(۵۴۵) شیخ محمد صالح احمد آبادی گجراتی عرف پیر بابا

شیخ محمد صالح احمد آبادی گجراتی، عرف پیر بابا بن شیخ نور الدین بن شیخ محمد گجراتی، سید النسبی صالح، عالم، حلیم، متقی، سخی اور اپنے والد ماجد کے مرید اور جانشین تھے اول سے

آخر تک اپنے والد ماجد سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی سات سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن کریم حفظ کر لیا، محمد اعظم شاہ نے گجرات کی صوبے داری کے زمانہ میں ان کو اپنے حضور میں بلا کر سورۂ الرحمٰن سنی، خلعت، نقد اور موضع تاجپور عملہ پرگنہ بیرم گام اپنی جاگیر سے مرحمت فرمایا اور اورنگ زیب کے حضور سے فرمان منگوا کر دیا۔ فرخ سیر اور محمد شاہ کے زمانہ میں دہلی بلائے گئے اور ہر ایک بادشاہ سے دو ہزار روپے بطور زاد راہ پائے اعزاز و اکرام اور ملازمت باختیار حاصل ہوئی اور شاہانہ عنایات سے سرفراز ہوئے۔ نقد، خلعت اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ گجرات دکن کے اکثر امراء و فضلاء ان کی فضیلت و قابلیت کا اقرار و اعتراف کرتے تھے اور امثال و اقران پر ان کو فوقیت دیتے تھے۔ آخر ۱۶ ربجمادی الثانی، ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء میں اپنے والد ماجد کی زندگی میں دہلی میں انتقال کیا۔ لاش دہلی سے لائی گئی اور ان کے دادا کے مقبرہ میں دفن کی گئی ان کی "تاریخ وفات" "مراد بخش" (۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء) سے نکلتی ہے۔

(۵۴۶) میر سید محمد قنوجی

میر سید محمد قنوجی، ہمیشہ علوم دین کے درس اور معارف یقین کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے، شاہ جہاں بادشاہ نے آخر زمانہ حکومت میں نہایت خواہش اور اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا اور اپنی قربت سے سرفراز فرمایا اس کے بعد عالمگیر نے بڑی نیاز مندی کے ساتھ اکبر آباد سے بلایا اور خصوصی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ حجۃ الاسلام غزالی کی تصنیفات خصوصاً احیاء العلوم ان کے پیش نظر رہتی۔ ہفتہ میں تین روز شاہی مجلس کے مذاکرۂ علمی میں مشغول رہتے فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں بڑی سعی فرمائی [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ بزم تیموریہ ۳ ۲۲۱ (مترجم)

(۵۴۷) حاجی محمد قائم سندھی

حاجی محمد قائم سندھی، عالم اکمل، فاضل افضل، علوم معقول و منقول کے عالم و تبا

وکسبی فیوض کے مالک اور مخدوم رحمت اللہ سندھی کے شاگرد تھے۔ حاجی ہاشم کے مصاحب تھے۔ ان کی علماء کے ساتھ علمی مباحث کے متعلق صحبتیں رہتی تھیں۔ تیزی ذہن میں اکثر اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، روزانہ عصر کے وقت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کرتے تھے اور بہت سے اہل توفیق کو ہدایت وسلوک کا راستہ بتاتے تھے۔ پہلی مرتبہ حج کر کے واپس آ گئے۔ دوبارہ معہ اہل وعیال کے گئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔ اس متبرک مقام پر ان کے حدیث کے درس میں تمام علماء شریک ہوئے تھے۔ ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء میں انتقال ہوا، ان کے شاگردوں میں ملا محمد باقر واعظ اور مخدوم نور محمد مشہور زمانہ ہوئے ہیں۔

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) مقالات الشعراء از شیر علی قانع تتوی ص ۴۴۶-۶۴۹

(۲) تاریخ سندھ جلد ششم حصہ دوم از غلام رسول مہر ص ۹۹۶

(۳) احوال مشائخ کبار ورق ۶۱ (مترجم)

(۵۴۸) سید جلال مقصود عالم احمد آبادی گجراتی

سید جلال مقصود عالم بن سید محمد مقبول عالم، شب شنبہ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ "وارث رسول" سے ان کی تاریخ ولادت نکالی گئی ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ اول تحصیل مولانا حسین سیستانی سے کی اور اس کی تکمیل اپنے والد کے مرید اور شاگرد شیخ عبد العزیز سے کی۔ علوم باطن کی تحصیل اپنے والد ماجد کی خدمت میں کی۔ شاہجہاں کے حضور سے شش ہزاری منصب پایا اور صدارت پر فائز ہوئے۔ اس کے باوجود تنہائی میں ریاضت ومجاہدہ کرتے تھے تمام رات بیداری اور مناجات میں گزارتے، ۸ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء میں لاہور میں انتقال ہوا، ان کی نعش احمد آباد لائی گئی اور ان کے باپ کے مقبرہ میں دفن کی گئی۔

(۵۴۹) سید مقبول عالم احمد آبادی گجراتی

سید مقبول عالم بن سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم قدس سرہ، گجرات دکن کے شیخ

اور صوفی عالم تھے۔ ۱۴ رجب ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ صوری و معنوی کمالات کے جامع اور ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے۔ مغربیہ سلسلہ میں اپنے والد ماجد سے خلافت پائی اور ارشاد و ہدایات سے دنیا کو منور کیا۔ بہت سی تالیف و تصنیف کے مالک تھے۔ ان ہی میں جمعات شاہی ہے جو رات اور دن کے اوراد پہ مشتمل اور مشہور ہے۔ ۱۲ رجب ۱۰۴۵ھ ۱۶۳۵ء میں انتقال ہوا احمد آباد میں قبر ہے۔

(۵۵۰) مخدوم محمد معین سندھی

مخدوم محمد معینؒ[1] سندھی۔ ولد مخدوم محمد امین ولد مخدوم طالب اللہ، شاگرد مخدوم عنایت اللہ جمیع فنون کے جامع، معقول و منقول پہ حاوی، عالم عصر اور فاضل زمانہ تھے کمالات علمی کے باوجود بحر معرفت سے آشنا تھے بہت سے بزرگان دین کی صحبت سے مستفیذ ہوئے میاں ابوالقاسم نقشبندی کے مرید ہوئے آخر زمانہ میں سید عبداللطیفؒ تارک کی خدمت میں ارادت و اخلاص پیدا کیا۔ ان کے اور حاجی محمد ہاشم کے درمیان ہمیشہ بحث و تخمیص رہتی۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ حکام وقت ان کی ملاقات کے لئے نہایت تعظیم سے حاضر ہوتے تھے وہ بھی ان سے بہت اچھی طرح ملاقات کرتے تھے۔ سماع کو پسند کرتے تھے۔ عین حالت سماع میں انتقال ہوا۔ اشعار محققانہ کہتے تھے۔ فارسی میں تسلیم اور ہندی میں بیراگی تخلص فرماتے تھے۔ ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۷-۸ء میں حالت سماع میں انتقال کیا۔

[1] مخدوم محمد معین سندھی کی مشہور کتاب دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کو علامۃ الفاضل مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے اوٹ کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ڈاکٹر ... مقدمہ ہے اس مقدمہ میں مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے مخدوم محمد معین سندھی کے حالات و رجحانات سے شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے۔ مخدوم معین کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) تاریخ سندھ جلد ششم حصہ دوم از غلام رسول مہر ص ۹۹۰ - ۹۹۲

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۵۱ - ۳۵۵

(۳) دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنتہ بالحبیب از مخدوم محمد معین سندھی۔ (مقدمہ و تحقیق از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی (مقدمہ ص ۱-۱۰۷) سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۷ء)

۵۰ شاہ عبداللطیف بن سید حبیب شاہ قصبہ ہالا حویلی میں ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ سندھ کے مشہور صوفی شاعر اور درویش ہیں عربی فارسی اور ہندی پران کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ قرآن و حدیث کے اعلیٰ مضامین، تصوف کے معارف اور اصطلاحوں کو جس دل کش انداز میں اُنھوں نے اپنی سندھی شاعری میں سمویا ہے یہ سب چیزیں ان کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔ ابتداہی سے علم و عرفان اور سلوک و معرفت کا نور ان کے چہرے سے نمایاں تھا۔ کچھ دنوں عشق مجازی کا بھی غلبہ رہا پھر عشق حقیقی سے ایسے سرشار ہوئے کہ ایک مقام "بھٹ" میں یادالٰہی میں مصروف ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر چھبیس ۲۶ سال کی تھی اور اس مقام پر علم و عرفان اور رشد و ہدایت کی وہ شمع روشن کی جس کی روشنی سندھ سے نکل کر دور دور پھیلی اُنھوں نے شاعری کے ذریعہ انسانیت کے اعلیٰ اُصولوں کی تبلیغ کی ان کی شاعری میں تصوف اور شعریت کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے کہ پڑھنے والا ان کے نغموں میں ایک روحانی کیف محسوس کرتا ہے شاہ عبداللطیف کے مجموعہ کلام کا نام "شاہ جو رسالہ" ہے جو سندھ کے چپے چپے میں نہایت عقیدت و اخلاص کے ساتھ پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ شاہ عبداللطیف ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء میں "بھٹ" میں واصل الی اللہ ہوئے۔ تاریخ وفات مصرعہ "شد محو در مراقبہ جسم لطیف پاک" سے نکلتی ہے۔ ان کا مقبرہ کلہوڑا خاندان کے چوتھے حکمراں میاں غلام شاہ نے ۱۷۵۴ء میں تعمیر کرایا۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۱۴۴-۱۹۷ (۲) مقالات الشعراء ص ۴۲۸-۴۲۹

(۳) تحفۂ لطیف مرتبہ اسمٰعیل خواجہ (محکمہ اطلاعات، مغربی پاکستان کراچی) (مترجم)

(۵۱) میرک محمود سبزواری ٹھٹوی

میرک محمود سبزواری، فضیلت، تقویٰ، سخاوت اور زہد سے متصف تھے مدتوں شیخ الاسلام

کے منصب پر سرفراز رہے۔بہت سے طلباء کو فیض پہنچا یا خط نستعلیق میں ماہر تھے۔ان کی وفات محرم ۹۶۲ھ/۱۵۵۴-۵ء میں واقع ہوئی۔"رفت میرک آہ آہ" سے ان کی رحلت کی تاریخ نکلتی ہے۔ان کے صاحبزادے میرک عبدالباقی تمام علوم میں خصوصاً علم ہیئت و حکمت میں کامل تھے چنانچہ عبدالخالق گیلانی جو مرزا جان کے مصاحب اور شاہ فتح اللہ کے مقابل تھے ان سے علمی دقائق حل کرتے تھے۔ اقلیدس میں خوب دستگاہ پیدا کی تھی اکثر اشکال خود پیدا کیں جو پسند طبع ہوئیں۔

(۵۵۲) میرک محمد ٹھٹوی

میرک محمد ٹھٹوی ابن میرک محمود، انسانی فضائل سے متصف تھے۔ ۹۷۰ھ/۱۵۶۲-۳ء میں انتقال ہوا۔فتاوائے نورانی ان کی یادگار ہے۔

(۵۵۳) مخدوم میراں ٹھٹوی

مخدوم میراں ٹھٹوی۔ابن مولانا یعقوب، علوم معقول و منقول کے جامع تھے۔کچھ دنوں مرزا شاہ حسن کے درس و افادہ میں مشغول رہے طلباء اکثر ان سے علمی فیض حاصل کرتے تھے ۹۴۹ھ/۱۵۴۲-۳ء میں انتقال ہوا "علامہ وارث الانبیاء" سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔ان کا مدفن کوہ مکلی ہے۔

(۵۵۴) شاہ محمد ناصر الہ آبادی

شاہ محمد ناصر الہ آبادی، شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے دوسرے صاحبزادے اور شاہ محمد افضل الہ آبادی کے مرید تھے۔اپنے والد ماجد سے تعلیم پائی انھوں نے بھی اپنے بھائی کی طرح ظاہری علم اپنے بڑے بھائی محمد طاہر اور اپنے ماموں مُلّا کمال الدین سے حاصل کیا ان کی تصنیفات میں منتخب الاعمال، جواہر نفیسہ اور اذکار عشرہ مشہور ہیں۔ ۱۲ر جمادی الاول وقت مغرب بروز جمعرات ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء میں انتقال ہوا۔

---

(۵۵۵) مولوی محمد نافع فرنگی محلی

مولوی محمد نافع فرنگی محلی، مولانا عبد العلی بحر العلوم کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے شاہ جہاں پور میں پڑھیں۔ باپ بیٹوں میں کچھ رنجش ہوئی جس کی وجہ سے لکھنؤ چلے آئے۔ بقیہ کتابیں مولوی محمد ولی اللہ اور مولوی محمد یعقوب سے ختم کیں۔ ذہن رسا کے مالک تھے۔ لیکن باپ سے ناموافقت ہونے کی وجہ سے بے روزگار تھے اور تدریس کا کوئی انتظام نہ ہوا۔ تلاش معاش میں کوشش کی، ٹونک میں نواب امیر خاں کے لشکر میں پہنچے۔ آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے مرض استسقاء میں مبتلا ہوگئے۔ ۲۸ شعبان ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء میں انتقال ہوا[1]

قطعہ تاریخ انتقال مولوی محمد نافع فرنگی محلی

مولوی نافع آنکہ لیل و نہار ۔۔۔ بود مشغول طاعت یزداں
با حبیب خودش چو شد حاصل ۔۔۔ بُد نمہ بست و ہشتم شعباں
با دل چاک سال رحلت گفت ۔۔۔ محو ذات الہٰ ہاتف ازاں

[1] مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔
(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۴۳-۱۴۴
(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۶۶-۶۷ (مترجم)

(۵۵۶) مولوی محمد نعیم فرنگی محلی

مولوی محمد نعیم فرنگی محلی بن مولوی عبد الحکیم بن مولوی عبد الرب بن مولوی عبد العلی بحر العلوم حفظ قرآن کے بعد درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور اپنے آباء و اجداد کی طرح درس و تدریس کا کام انجام دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں مشہور ہیں۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ عابد و زاہد اور صاحب تصانیف ہیں، راقم الحروف (مولوی رحمان علی) نے ان کو ان کے والد کے پاس تحصیل علوم کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اس زمانہ میں بھی حسن اخلاق

اور شائستگی سے بہرہ ور تھے۔ اس کتاب کی تالیف میں جو مدد مجھے ان سے ملی ہیں اس کا شکر گزار ہوں [1]

[1] مولوی محمد نعیم زاہد یگانہ اور عالم زمانہ تھے گورنمنٹ انگریزی سے شمس العلماء کا خطاب ملا تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ چشتیہ میں اجازت حاصل تھی۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو:- (۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۹۴-۱۹۶

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۷۹--۸۰ (مترجم)

(۵۵۷) مولانا محمد وارث رسول نما بنارسی

ان کا قدیم وطن غازی پور ہے ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء میں پیدا ہوئے ان کی ولادت کی تاریخ کا مادہ "خلیفہ رسول اللہ" ہے۔ ان کے والد عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں بنارس کے قاضی تھے اکثر اوقات اپنے والد کے پاس بنارس میں ٹھیرتے، اپنے دادا سید رفیع الدین سے قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے ظاہری علوم میں ابراہیم (تلمیذ مولوی محمد علی تلمیذ میرزاہد) کے شاگرد تھے۔ دو سال میں علوم فقہ اصول فقہ، تفسیر، حدیث، منطق، حکمت، ہندسہ اور دوسرے علوم مروجہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کرلی، اور بنارس میں عالمانہ زندگی شروع کردی، طلباء کو درس دیتے تھے اور باطن کی تعلیم میں کوشش کرتے تھے۔ اچھی تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ غرض ان کی ذات بابرکت ظاہری و باطنی فوائد حاصل ہوتے تھے۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء میں انتقال [illegible] محلہ تیلیا نالہ میں دفن ہوئے۔

[1] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ مشائخ بنارس ۳۴-۳۹

(۲) برکات الاولیاء ۱۵۴ (مترجم)

---

(۵۵۸) مُلّا محمد ولی فرنگی محلی

ملا محمد ولی فرنگی محلی بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد، ملا محمد حسن مرحوم کے چھوٹے بھائی اور ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔ پرگنہ ملاواں (مضاف لکھنؤ) کے قاضی تھے۔ وہاں سے مستعفی ہوکر اپنے گھر پر قیام کیا۔ تدریس علوم میں آخر وقت تک مشغول رہے ایک جہان ان سے مستفیض ہوا۔ شرح مسلم اور حواشی زواہد ثلاثہ ان کی تصانیف سے مشہور و مروج ہیں۔ سال انتقال معلوم نہ ہوسکا [1]

[1] "سلسلۂ تدریس و تالیف آخر وقت تک جاری رکھا۔ آپ کے حلقۂ تدریس سے بڑے بڑے علمائے روزگار فارغ التحصیل ہوکر مشہور زمانہ ہوئے۔ مولانا نعمت اللہ (نبیرہ ملا محمد ولی) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست میں آپ کے حسب ذیل تلامذہ کے نام ہیں۔ آپ کے تینوں صاحبزادوں (ملا ظہور اللہ، ملا عزیز اللہ اور ملا نور اللہ) کے علاوہ مولانا عبد النافع بن بحر العلوم، مولوی فضل امام خیر آبادی (والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی) قاضی سراج الدین موہانی، مولوی احسان اللہ انامی، مولوی نظام الدین دیوی، مولوی شاہ نعیم اللہ بہرائچی، قاضی رکن الدین فتحپوری۔ انشاء اللہ خاں مشہور شاعر، مولوی عبد الواجد خیر آبادی، مولوی لطیف اللہ بنگالی" (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۹۲)

نیز:۔ احوال علمائے فرنگی محل ص ۸۰ (مترجم)

(۵۵۹) سید محمد ہمدانی

سید محمد ہمدانی، میر سید علی ہمدانی کے بیٹے تھے کثرتِ علم اور زہد و تقویٰ سے متصف تھے بائیس سال کی عمر میں چھ سو رفقاء اور خدام کے ساتھ سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں کشمیر پہنچے۔ سلطان بغیر کسی تاخیر اور اندیشے کے ان کا مرید ہوگیا، ایک ہندو مسمی بسنت جو سلطان کا وزیر اور سپہ سالار تھا خاص و عام حضرات کی ایک جماعت کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور ملک

سیف الدین اس کا لقب ہوا۔ اس نے سید موصوف کے نکاح میں اپنی بیٹی دے دی۔ بارہ سال تک وہ کشمیر میں رہے۔ بدعات کے رد اور سنت کی ترویج میں کوشش کی علم تصوّف میں ایک رسالہ اور منطق میں شرح شمسیہ ان کی تصنیف سے ہے۔ سید محمد حصاری ان کے معاصر اور مقابل تھے۔ سلطان سکندر بت شکن نے سید محمد ہمدانی کے لئے ۷۹۸ھ/۱۳۹۵-۶ء میں ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی جو ۷۹۹ھ/۱۳۹۶-۷ء میں مکمل ہوئی اور خانقاہ مذکور کے مصارف کے لئے گاؤں مقرر فرمائے سید موصوف نے خانقاہ کے پورا ہونے کے بعد مناسک حج کے ادا کرنے کی غرض سے سفر حجاز اختیار کیا۔ حج کے ادا کرنے کے بعد کولاب واپس ہوئے وہیں انتقال ہوا اور سید علی ہمدانی کے قریب دفن ہوئے۔

(۵۶۰) ملا محمد ہروی

ملا محمد ہروی، ملا مرزا جان کے شاگرد رشید تھے۔ علوم عقلیہ میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، علم تواریخ اچھی طرح جانتے تھے۔ ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء میں ہند پاکستان آئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے مراحم و عنایات سے سرفراز ہوئے، ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔

(۵۶۱) سید محمد یوسف بلگرامی

سید محمد یوسف بلگرامی، ابن سید محمد اشرف الحسینی الواسطی بلگرامی، سید عبد الجلیل کے نواسے اور حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خالہ زاد بھائی تھے، عقلی و نقلی علوم کے جامع اور فروع و اصول کے عالم تھے۔ بکم شوال بروز دوشنبہ ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ درسی کتابیں [illegible] محمد بلگرامی سے پڑھیں۔ لغت اور سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ [illegible] عبدالجلیل سے اور علوم ریاضیہ دہلی کے بعض اساتذہ کی خدمت میں پڑھے اور کامل و مکمل ہوگئے سید لطف اللہ بلگرامی سے بیعت ہوئے موزون طبع تھے عربی و فارسی زبان میں اشعار کہتے تھے ان کی اعلیٰ تصنیفات میں ایک کتاب "الفرع النابت من الاصل الثابت" توحید شہودی کے اثبات میں ہے جو انھوں نے ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء میں تصنیف کی میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس کی تاریخ یوں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب "الفرع النابت من الاصل الثابت" مصنفہ سید محمد یوسف بلگرامی

از نتیجہ فکر میر غلام علی آزاد بلگرامی

میر یوسف عزیز مصر کمال — از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم — نسخۂ تازہ بفکر عمیق
از احادیث وز کلام اللہ — کرد اثبات حق ز ہر توفیق
ہست ایں نسخہ دلنشیں الحق — یادگارے ز خامۂ توفیق
سال تاریخ ایں کتاب خرد — گفت "شمع مجالس تحقیق" ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء

عربی میں بھی ایک طویل تاریخ نظم کی تھی یہاں صرف مادہ تاریخ پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے ۔

نطوق من ریاض القدس الھمنی — مورخا ھو فرع مثمر بھدی

سید موصوف الترجمہ (سید محمد یوسف بلگرامی) ۲ر جمادی الآخر بروز پنجشنبہ ۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء میں بلگرام میں فوت ہوئے اور باغ محمود میں دفن ہوئے میر اولاد محمد المتخلص بہ ذکا نے ان کی تاریخ یوں کہی ہے۔

"تاریخ انتقال سید محمد یوسف بلگرامی"

از میر اولاد محمد ذکا

طراز آل پیغمبر چراغ دودۂ حیدر — محیط علم و عقل و نقل صاحب فطرت دوراں
ذکا تاریخ فوت او عزیزے گفت در گوشم — ز قید ہستی موہوم آمد یوسف بیروں
۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء

حسان الہند آزاد بلگرامی نے ان کے انتقال کی تاریخ عربی میں کہی ہے جو یہ ہے :-

مات خیر الزمان یوسفنا — ولہ راحۃ و ریحان
ازتقاضیت عام رحلتہ — قال قلبی علیہ رضوان ۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء

لہ ملاحظہ ہو :- (۱) ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۹۶-۲۹۸

(۲) مفتاح التواریخ ص ۳۳۹ - ۳۴۰

(۳) سبحۃ المرجان ص ۹۹ - ۱۰۰

(۴) ابجد العلوم ص ۹۱۸ (مترجم)

(۵۶۲) مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی

مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی بن ملا عبدالعزیز بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین شہید سہالوی، انہوں نے درسی کتابیں ملا نظام الدین اور ملا حسن سے پڑھیں اور تدریس علوم شروع کر دی اپنے بزرگوں کے سجادے پر بیٹھے ہوئے علوم دینی کا درس دیتے تھے، دیانت و امانت میں مشہور رہے۔ یہاں تک کہ وزیر الممالک صفدر جنگ ابوالمنصور خاں نے ان کو شہر لکھنؤ کا مفتی بنایا۔ ۶۳ سال کی عمر میں مرض استسقاء میں فوت ہوئے [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۲۰۵ - ۲۰۶

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۸۱۳ (مترجم)

(۵۶۳) مفتی محمد یوسف فرنگی محلی

مفتی محمد یوسف فرنگی محلی بن مفتی محمد اصغر بن مفتی احمد ابوالرحم، فاضل اجل، مدرس اکمل، دن رات طلباء کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے اپنے والد کے انتقال کے بعد شہر لکھنؤ کی عدالت دیوانی میں عہدۂ افتاء پر سرفراز ہوئے اور نہایت امانت و دیانت [illegible] اپنے فرائض منصبی کو لکھنؤ کی حکومت کے خاتمہ تک انجام دیا۔ تقویٰ و [illegible] کے مالک تھے۔ اس کے بعد جون پور کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے کچھ دنوں وہاں درس دیا اسی اثناء میں ان کے دل میں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور حج بیت اللہ کا ارادہ کر لیا روضۂ منورہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ گئے وہاں علیل ہو گئے۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۸۶ھ میں انتقال ہوا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قبہ

کے قریب دفن ہوئے۔ ان کے ممتاز شاگردوں میں مولوی محمد فاروق چریاکوٹی ہیں ؎

؎ علمائے فرنگی محل میں مفتی محمد یوسف فرنگی محلی نے ہنومان گڑھی کے جہاد
کے موقعہ پر مولوی امیر الدین علی کی تحریک کو حکومت اودھ کے اشارہ پر سخت
نقصان پہنچایا۔ مولوی عبد الرزاق فرنگی محلی کو جہاد سے باز رکھا۔ مجاہدین کی جماعت
میں جہاد کے خلاف وعظ کہا اور جہاد کے خلاف فتویٰ دیا۔ مفتی محمد یوسف کے ملا
حسن اور میر زاہد پر حواشی کے چند نسخے دار المصنفین ہیں۔ جن میں سے ایک پر
مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی کے دستخط بتاریخ ۱۲۷۳ھ ثبت ہیں۔ تذکرۂ علمائے
فرنگی محل نے اس سلسلہ میں خاموشی اختیار کی ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: —
(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۲۰۶ - ۲۹۰
(۲) تاریخ اودھ جلد پنجم ص ۲۰۹ - ۲۲۶
(۳) حدیقۂ شہداء ص ۲۱، ۲۲، ۴۴
(۴) عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۷
(۵) احوال علمائے فرنگی محل ص ۸۲ - ۸۳
(۶) حدائق الحنفیہ ص ۴۸۶ - ۴۸۷
(۷) حیات شبلی از سید سلیمان ندوی ص ۴۸ (مترجم)

(۵۶۴) ملا محمود جون پوری

ملا محمود جون پوری بن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروقی، علوم حکمیہ و ادبیہ میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اگر ان کے وجود کی بنا پر سرزمین جون پور، شیراز پر فخر کرے تو بجا ہے۔ ملا (محمود) نے شروع میں اپنے دادا شاہ محمد سے تحصیل علم کی۔ اس کے بعد مولانا محمد افضل جون پوری کی خدمت میں سترہ سال کی عمر میں تکمیل درس کر لی جون پور سے اکبر آباد گئے وہاں شاہ جہاں بادشاہ کے وزیر آصف خاں سے ملاقات ہوئی۔ جون پور واپس آ گئے اور افادہ و درس علوم میں مشغول

ہوگئے۔ ۹ ربیع الاوّل ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء میں ان کے استاد مولانا محمد افضل کی زندگی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے اُستاد اس صدمہ سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ چالیس دن تک مسکرائے بھی نہیں، چالیس دن کے بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ کتاب شمس بازغہ (حکمت) فرائد فی شرح الفوائد معہ حاشیہ (علم معانی وبیان) جس کا سال تصنیف لفظ "بلیغ" سے نکلتا ہے (۱۰۴۲ھ/۳۳-۱۶۳۲ء) اور فارسی زبان میں مختصر سا ایک چہار ورقی رسالہ اقسام زبان کے بیان میں ان کی مشہور تصانیف ہیں۔[۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۰۲-۲۰۳

(۲) رود کوثر ص ۳۳۶

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۲-۴۱۳

(۴) سبحۃ المرجان ص ۵۳-۶۵

(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۱-۹۰۲

(۶) احوال مشائخ کیا رورق ص ۱۰ ب

(مترجم)

(۵۶۵) قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین کاشانی، شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں تھے۔ علم، زہد اور تقویٰ کے مالک تھے، علم وکرامت کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے "استاد شہر دہلی" مشہور تھے پہلے دینی تعلقات کو چھوڑنے کا ارادہ کیا اور درویشی ومجاہدہ اختیار کیا شیخ (نظام الدین اولیا) نے اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ لکھا ہے اُس کا مضمون یہ ہے:۔

"می باید کہ تارک دنیا باشی بسوئے دنیا وارباب دنیا مائل نشوی دِدہ قبول نکنی وصلہ بادشاہان بگزری واگر مسافراں بر تو رسند و بر تو چیزے نباشد ایں را نعمتے شمری از نعمت ہائے الٰہی، فان فعلت ما امرتک وظنی بل

چاہیے کہ تو تارک دنیا ... دنیا اور ارباب دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور گاؤں قبول نہ کرے اور بادشاہوں سے صلہ نہ لے۔ اگر مسافر تیرے پاس آویں اور تیرے پاس کوئی چیز نہ ہو پھر بھی اس کو اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرے جس بات کا میں تجھ کو حکم دیتا

ان تفعل لك فانت خلیفتی وان لم تفعل ہوں اگر تو نے ویسا کیا اور میرا گمان ہے کہ تو ویسا ہی کرے گا
فاللہ خلیفتی ۔ اگر ویسا ہی کرے گا پھر تو میرا خلیفہ ہے ورنہ اللہ میرا خلیفہ ہے۔

جب فقر و فاقہ کی شدت نے ان برادران کے متبعین پر جو تعداد میں زیادہ تھے غلبہ کیا تو اس بات
کو ان کے جاننے والوں میں سے کسی نے سلطان علاء الدین شاہ دہلی تک پہنچایا سلطان نے
قضاء اودھ جو ان کا موروثی عہدہ تھا ان کو تفویض فرمادیا۔ قاضی، شیخ کی خدمت میں آئے اور عرض
کیا کہ یہ بات بغیر طلب کے اس طرح واقع ہوئی ہے۔ قاضی کو اس سے تشویش ہوئی۔ شیخ نے کاغذ
کی اس تحریر کو قاضی سے طلب کیا ایک سال تک شیخ کا مزاج اس بات سے برہم رہا اس کے
بعد قاضی نے تجدید بیعت کی اور شیخ کی حیات میں ۷۱۹ھ / ۱۳۱۹ء میں انتقال کیا [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۲۷۶

(۲) اخبار الاخیار ص ۹۸ (مترجم)

(۵۶۶) مولوی محی الدین بدایونی

مولوی شاہ فضل رسول بن مولوی عبد المجید بدایونی کے بڑے بیٹے تھے ان کی پیدائش
۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء میں ہوئی۔ "مظہر محمود" سے ان کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ معقول و منقول کی مروجہ
کتابیں اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پڑھیں اپنے ہم عصروں میں امتیاز حاصل کیا۔ دادا
(مولوی عبد المجید) سے بیعت و مرید ہوئے۔ تصانیف لطیف کے مالک ہیں ان میں
حاشیہ میر زاہد رسالہ، حاشیہ کلیات قانون بو علی سینا، اور رد وہابیہ میں رسالہ شمس الایمان
وغیرہ مشہور رسالے ہیں۔ ۲ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں سہارن پور میں انتقال ہوا [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۵

(۲) اکمل التاریخ حصہ دوم ص ۱۹۲-۱۹۳

(۳) طوالع الانوار ص ۲۳-۲۴ (مترجم)

(۵۶۷) سید شاہ محی الدین ویلوری

سید شاہ محی الدین ویلوری ۱۲۰۷ھ ؍ ۱۷۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ عارف بزرگ، عالم اجل اور حافظ قرآن تھے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ویلور میں ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ ہمیشہ طلباء کی تدریس میں مشغول رہتے۔ علاقہ مدراس میں علم کی جو روشنی ہے۔ وہ سب ان کے فیض عام کی جھلک ہے تصانیف کثیرہ کے مالک تھے۔ ان میں جواہر الحقائق، فصل الخطاب اور جواہر السلوک وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ ۳۔ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ ؍ ۱۸۷۲ء مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا ان کے بڑے صاحب زادے مولوی رکن الدین ان کے جانشین ہیں۔

(۵۶۸) مخدوم منو ٹھٹوی

ان کا نام رکن الدین تھا۔ مخدوم بلال ساکن تلہٹی ملک سندھ کے خلیفہ تھے۔ ہمیشہ بلند ہمت رکھتے وظائف، طاعات اور عبادات میں مشغول رہتے۔ علم حدیث میں بڑی مہارت تھی شرح اربعین، شرح گیلانی، اور دوسرے رسالے ان کی تصنیفات سے مشہور ہیں ۹۴۹ھ ؍ ۱۵۴۲-۴۳ء میں ٹھٹھہ میں انتقال ہوا۔ کوہ مکلی پر ان کا مدفن ہے۔

(۵۶۹) مخدوم اشرف بساوری

مخدوم اشرف بساوری اپنے زمانہ کے فاضل تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے نانا تھے۔ ۲۰ رمضان ۹۷۰ھ ؍ ۱۵۶۲ء میں انتقال ہوا ملائے موصوف نے "فاضل جہاں" سے تاریخ نکالی۔

(۵۷۰) مولوی مخدوم لکھنوی

مولوی مخدوم لکھنوی بن حافظ محمد نواز بن مولوی عبدالسمیع بن شاہ محی الدین مشہدی، ان کے دادا مشہد سے دہلی میں آئے وہاں سے آکر لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔ ملا عبدالعلی بحر العلوم اور وہ سماعۃً اور قراۃً (درس میں)

دونوں برابر تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی خدمت میں بھی استفادہ کیا۔ ہمیشہ طلباء کے درس و تدریس میں مشغول رہتے، بہت سے لوگ ان سے فیض یاب ہوئے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی معقولات کی تدریس کو ختم کرکے کتب دینی کے افادہ میں مشغول ہوگئے۔ گلستان و بوستاں کی تصحیح کی ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے تاریخ انتقال یوں کہی ہے۔

تاریخ انتقال مولوی مخدوم لکھنوی

از شیخ امام بخش ناسخ

سید مخدوم از جہاں رفت گفتند بزرگ و خرد صد حیف
تاریخ وفات گفت ناسخ مخدوم زمانہ مرد صد حیف ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء

لہ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۶۲ (مترجم)

(۵۷۱) مولوی مخصوص اللہ

مولوی مخصوص اللہ بن مولانا رفیع الدین دہلوی، اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے تایا مولانا شاہ عبدالعزیز کے وعظ میں قرآت فرماتے تھے ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶-۷ء میں انتقال ہوا۔[1]

لہ نزہۃ الخواطر (جلد ہفتم) میں تحریر ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۴-۵ء میں انتقال ہوا۔ (مترجم)

(۵۷۲) مولوی مراد اللہ تھانیسری

مولوی مراد اللہ تھانیسری۔ فاروقی نسب، مجددی و مظہری مشرب، مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے جانشین تھے لکھنؤ میں چالیس سال سے زیادہ مجددیہ مظہریہ طریقہ کی ترویج میں مشغول رہے ایک جہاں کو شرک و بدعت کی تاریکی سے نجات بخشی اور ترک دنیا، تجرید، اتباع، سنت نبوی تزکیہ نفس اور تہذیب باطن میں مخلوق کی رہنمائی فرمائی۔ ان کے عہد کے عرفاء و صلحاء ان کے جلالت منزلت پر اتفاق فرماتے تھے۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲-۳ء میں انتقال

ہوا۔ ان کے اجل خلفاء میں مولوی ابوالحسن نصیر آبادی تھے۔

ؔ ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۶۹ (مترجم)

(۵۷۳) سید مرتضیٰ شریفی شیرازی

میر مرتضیٰ شریفی شیرازی، میر سید شریف جرجانی کے پوتے تھے۔ اہل تشیع میں فاضل تھے۔ اشعار میں شریفی تخلص کرتے تھے۔ علوم ریاضی، حکمت، منطق اور کلام میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ شیراز سے مکہ معظمہ پہنچے۔ ابن حجر مکی سے علم حدیث پڑھا اور تدریس کی اجازت پائی، وہاں سے دکن پہنچے۔ ۹۷۲ھ/۶۵-۱۵۶۴ء میں اکبر آباد آئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں پہلے اور بعد میں آنے والے علماء و فضلاء سے مقدم ہوئے۔ علوم حکمیہ کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ ۹۷۴ھ/۶۷-۱۵۶۶ء میں فوت ہوئے۔ اوّل ان کو امیر خسرو کے جوار میں دہلی میں دفن کیا گیا۔ جب لوگوں نے صدر الصدور، قاضی شہر اور شیخ الاسلام سے کہا کہ امیر خسرو ہندی اور سنی ہیں اور میر مرتضیٰ عراقی شیعہ ہے۔ اس لئے دونوں کی روح ایک دوسرے سے اذیت پائے گی۔

ع روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم

شاہی حکم کے مطابق ان کی لاش وہاں سے نکال کر مشہد لے گئے۔ میر محسن رضوی نے ان کی تاریخ یوں کہی ہے۔

تاریخ انتقال میر مرتضیٰ شریفی شیرازی

از میر محسن رضوی

رفت تا میر مرتضیٰ از دہر | علم گویا ز نسل آدم رفت
بہر تاریخ رحلتش محسن | گفت علامہ ز عالم رفت

۹۷۴ھ
۶۷-۱۵۶۶ء
(مترجم)

ؔ ملاحظہ ہو:۔ منتخب التواریخ ص ۵۲۲-۵۲۳

(۵۷۴) سید مرتضیٰ حسین زبیدی

قادری حنفی۔ ان کا نام سید عبدالرزاق، لقب محی الدین اور کنیت ابوالفیض ہے، محدث، فقیہ

لغوی، ادیب اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے۔ ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء میں قصبہ بلگرام میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ وہیں تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے۔ زبید، مصر اور حجاز کے مشائخ علماء سے علوم ظاہرو باطن میں کسب کمالات کیا۔ چنانچہ شیخ احمد علوی، عبدالخالق زبیدی، ابوالعباس، احمد بن علی عیسیٰ دمشقی حنفی، جمال محمد بن احمد حنبلی، ابوعبداللہ محمد بن احمد عریانی، عبدالغنی بن محمد بحرانی نزیل مخاد محمد بن زین باسمیط علوی حضرمی، محمد بن ابراہیم طرابلسی نزیل حلب، عبدالقادر بن احمد شکعادی، عمر بن عبداللہ بن عمر قاضی، عیسیٰ بن رزیق اور سید عبدالقادر بن احمد حسینی وغیرہ نے ان کو حدیث اور فقہ وغیرہ علوم کی اجازت دی۔ چونکہ وہ تحصیل علم کے بعد مدتوں زبید میں مقیم رہے اس لئے زبیدی مشہور ہوئے یہاں تک کہ کوئی ان کو ہندی نہیں سمجھتا تھا۔ زبید سے مصر پہنچے اور علوم کے افاضہ و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ دوسرے فیض یافتگان کے علاوہ سلطان عبدالحمید، سلطان روم اور محمد پاشا صدرالوزارت نے ان سے حدیث کی اجازت لی۔ تلامذہ کی کثرت اور ان کی تصانیف ان کی زندگی ہی میں تمام دنیا میں شہرت پذیر ہونے کی بناء پر اگر ان کو تیرھویں صدی کا مجدد کہیں تو روا ہے۔ جب ان کی شہرت خوب ہوئی تو بہت سے لوگ قریب کے شہر و قصبات سے ان کے پاس پہنچتے تھے پھر انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور ملاقات کا دروازہ دوستوں پر بند کردیا۔ شعبان ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں طاعون کے مرض میں وفات پائی اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔

تصانیف:۔ (۱) عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ (۲) الازہار المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ (۳) درا الضرع فی حدیث ام زرع (۴) لقطۃ الغریب فی مصطلح آثار الحبیب (۵) تخریج حدیث شیبتنی ہود (۶) المواہب الجلیہ فیما یتعلق بحدیث الاولیہ (۷) المرقاۃ الجلیہ فی شرح الحدیث المسلسل بالاولیہ (۸) العروس المجلیہ فی طرق حدیث الاولیہ (۹) القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح (۱۰) التحبیر فی الحدیث المسلسل بالتکبیر (۱۱) رسالہ اصول حدیث (۱۲) مناقب اہل حدیث (۱۳) تاج العروس فی شرح القاموس (۱۴) تکملۃ القاموس (۱۵) تخریج حدیث نعم الاوام الخل (۱۶) حدیقۃ الصفا فی والدی المصطفیٰ (۱۷) الانتصار لوالدی النبی المختار

(۱۸) الفیہ السند (۱۹) امالی حنیفہ (۲۰) مجالسی الشیخونیہ (۲۱) ایضاح المدارک فی الافصاح عن العواتک (۲۲) عقد الجمان فی بیان شعب الایمان (۲۳) القول المسموع فی الفرق بین الکوع والکرسوع (۲۴) النفحۃ القدوسیۃ بواسطۃ البضعۃ العیدروسیہ (۲۵) العقد الثمین فی طرق الالباس والتلقین (۲۶) حکمۃ الاشراق الی کتاب الآفاق (۲۷) شرح الصدر فی شرح اسماء اہل بدر (۲۸) التفتیش فی معنی لفظ درویش (۲۹) رفع نقاب الخفاء عمن انتہی الی وفا ابی الوفاء (۳۰) زہر الاکمام المشتق عن جیوب الالہام بشرح صیغۃ سیدی علیہ السلام (۳۱) رشفۃ المدام المختوم البکری من صفوۃ زلال صنیع القطب البکری (۳۲) رشف سلاف الرحیق فی نسب حضرت الصدیق (۳۳) تنسیق قلائد المنن فی تحقیق کلام المنن (۳۴) النواضح الکشکیۃ علی الفوا الکشکیہ (۳۵) ہدیۃ الاخوان فی حکم شرب الدخان (۳۶) منح الفیوضات الوافیۃ فیما سورۃ الرحمٰن من اسرار الالٰہیہ (۳۷) رجوزۃ فی الفقہ (۳۸) طبقات الحفاظ (۳۹) اسعاف الاشراف (۴۰) اتحاف السادۃ المتقین فی احیاء علوم الدین (۴۱) رفع الکلل عن العلل (۴۲) شرح حزب الکبیر المسمی تنبیہ العارف البصیر علی اسرار الحزب الکبیر (۴۳) امالۃ المنی فی سر الکنی (۴۴) القول المبثوث فی تحقیق لفظ التابوت (۴۵) حسن المحاضرہ فی آداب البحث المناظرہ (۴۶) رسالہ فی اصول المعمات (۴۷) کشف الغطاء عن الصلوٰۃ الوسطی، (۴۸) الاحتفال بصوم الست من شوال (۴۹) اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن والحسین (۵۰) الابتہاج بذکر الحاج (۵۱) التعریف بضروریات علم التصریف (۵۲) اتحاف الاصفیاء بسلاسل الاولیاء (۵۳) اتحاف بنی الزمن فی حکم قہوۃ الیمن (۵۴) المعاقد القنذیہ فی المشاہد النقشبندیہ (۵۵) الدرۃ المضیئۃ فی الوصیۃ المرضیہ (۵۶) ارشاد الاخوان الی الاخلاق اللسان (۵۷) تشرح الفتیتہ السند (۵۸) شرح صیغۃ ابن مشیش (۵۹) شرح صیغۃ السید البدوی (۶۰) شرح ثلاث صیغ لآلی الحسن البکری (۶۱) شرح [illegible] صیغ المسمی بدلائل القرب (۶۲) تحفۃ العید (۶۳) تفسیر سورۃ یونس (۶۴) [illegible] العجلان فیما لیس فی الامکان ابداع مما کان (۶۵) المنح العلیۃ فی طریقۃ النقشبندیہ (۶۶) کشف اللثام عن آداب الایمان والاسلام ؎

؎ ملاحظہ ہو۔ (۱) عد الحنفیہ ص ۵۸۴ - ۶۶۱

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۷۰-۴۷۹

(۳) ابجد العلوم ص ۸۰۷، ۸۱۵-۸۶۵

(۴) اتحاف النبلاء ص ۴۰۷-۴۰۸ مترجم)

(۵۷۵) مسعود بیگ

مسعود بیگ، سلطان فیروز کے قریبی عزیز تھے ان کا اصلی نام شیر خاں ہے صوفی عالم تھے۔ مدتوں امیرانہ اور مرفہ الحال زندگی گزاری، "اچانک جذبۂ" حق کا غلبہ ہوا اور وہ شیخ رکن الدین شیخ شہاب الدین کے مرید ہوئے زیادہ تر سکر کا غلبہ رہتا تھا علم تصوف اور توحید میں ان کی بہت تصنیفات ہیں ان ہی میں کتاب "تمہیدات" ہے کہ اس میں تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی کے انداز پر بہت سے حقائق و نکات بیان کیے ہیں۔ ان کے دیوان میں قصائد، غزل اور نظم کے جملہ اقسام شامل ہیں۔ اکثر قصیدے "امیر خسرو علیہ الرحمہ کے قصائد کے جواب میں لکھے ہیں۔ مگر بعض مقامات پر شاعری کے تمام انداز نہ نبھا سکے ان کی ایک تصنیف مراۃ العارفین کے نام سے حقائق و معارف کے بیان میں ہے۔ ان کی قبر ان کے پیر کے مقبرہ میں خواجہ قطب الدین درلا دوسرا کے مقام کے پاس ہے [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ اخبار الاخیار ص ۱۶۹-۱۷۲

(۵۷۶) مولانا مسعود لاہوری

مولانا مسعود لاہوری بن سعد بن سلیمان لاہوری، وہ ہمدان کے رہنے والے تھے ان کے باپ سعد بن سلیمان نے سلاطین غزنویہ کے زمانہ میں ہمدان سے آکر لاہور میں سکونت اختیار کی اور سلطان ابراہیم کے ملازم ہوئے۔ رفتہ رفتہ اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے۔ ان کے بیٹے مولانا مسعود نے علمائے وقت سے تحصیل علم کی اور فائق و لائق ہوئے۔ موزوں طبع تھے اچھے اشعار کہتے تھے۔ سیف الدین محمود بن ابراہیم کے ہم نشین تھے۔ ۵۱۵ھ-۱۱۲۱ء تک زندہ رہے عربی، فارسی اور ہندی زبان میں صاحب دیوان تھے۔ فارسی دیوان ہند پاکستان اور ایران

میں ملتا ہے۔ مگر عربی و ہندی دواوین نایاب ہیں [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) سبحۃ المرجان ص ۲۶-۲۷

(۲) ابجد العلوم ص ۸۹۰ (مترجم)

(۵۷۷) شیخ مصطفےٰ رفیقی

شیخ مصطفےٰ رفیقی بن طیب بن احمد بن مصطفےٰ رفیقی کشمیری، ان کی کنیت ابو احمد ہے ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ عالم، عامل، فاضل کامل، فقیہہ، محدث، شاعر اور مورخ تھے۔ صحاح ستہ اور کتب تصوف اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور دیگر عقلی و نقلی علوم میں علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ بہاء الدین، شیخ احمد، شیخ حسن اور شیخ عبد الشکور رفیقی ان کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔ بروز جمعہ ۱۴ ربیع الاوّل ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں انتقال ہوا [1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۸۹ (مترجم)

(۵۷۸) مولانا مرزا مظہر جانجانان

شمس الدین لقب، علوی نسب، حنفی مذہب، مجددی مشرب، مرزا مظہر جانجانان کے عرف سے مشہور ہیں۔ مرزا جان کے بیٹے ہیں۔ ان کا نسب انیس [19] واسطوں سے محمد بن حنفیہ رضؓ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتا ہے۔ ان کے والد ماجد مرزا جان محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے منصب دار تھے دکن سے ترک منصب کرکے اکبر آباد چلے۔ راستہ میں مالوہ میں کالا باغ کے مقام پر بروز جمعہ ۱۲ رمضان [illegible] میں حضرت مولانا مرزا جانجانان رحؒ پیدا ہوئے۔ جب یہ خبر عالمگیر رحؒ کو پہنچی تو فرمایا بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس کا نام "جان جانان" مقرر کیا اس تقریب سے وہ اس نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا تخلص مظہر ہے۔ صوری اور معنوی فضائل سے متصف تھے۔ علمائے وقت سے تحصیل علوم کیا۔ حدیث حاجی محمد افضل سیال کوٹی سے پڑھی۔ حضرت سید نور محمد بدایونی

د مرید و خلیفہ شیخ سیف الدین مرید و خلیفہ شیخ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ، مرید و خلیفہ شیخ احمد سرہندی قدس اسرارہم) کے مرید و خلیفہ تھے۔ نئے نئے اشعار اور مفید مکتوبات ان سے یادگار ہیں۔ اس مختصر میں ان کے مفصل اوصاف حمیدہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ۷ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۰ء میں ایک شیعہ نے ان کے سینۂ مبارک پر طپنچہ مارا اور دس محرم الحرام ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۰ء کو شہید ہوئے۔ "عاش حمیداً مات شہیداً" سے تاریخ وفات نکلتی ہے [1]

[1] حضرت مرزا جانجاناںؒ نے شاہ نور محمد بدایونی کے وصال کے بعد۔ حضرت شاہ سعد اللہ اور حضرت عابد سنامی سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ استغنا اور بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر کسی بادشاہ یا وزیر کے سامنے سر نیاز خم نہیں کیا۔ زندگی بھر گھر نہیں بنایا کسی دوست کے گھر یا کرایہ کے مکان میں رہتے۔ ایک جوڑے سے زیادہ کپڑے نہ رکھتے تھے۔ کھانا کسی کے گھر نہ کھاتے اور متوکلانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ عام دعوتوں کو قبول نہ فرماتے۔ دوسرے مشائخ کی طرح عرس اور فاتحہ نہ کرتے۔ نذر و نیاز کے لئے بڑی کڑی شرطیں مقرر کر رکھی تھیں۔ چونکہ مرزا مظہر جانجاناں نقشبندی مجددی بزرگ تھے۔ اس لئے شمس العلماً مولوی محمد حسین آزاد نے حضرت کے حالات لکھتے وقت خاص طور سے چٹکیاں لی ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک مدت تک درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا سلسلہ نقشبندیہ کے اجل مشائخ میں سے تھے۔ اس زمانہ میں سیاسی ابتری حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ مرہٹوں اور جاٹوں نے طوفان مچا رکھا تھا۔ مرزا صاحب نے روہیل کھنڈ میں اکثر دورے کئے، اہالیان روہیل کھنڈ کثرت سے مرزا صاحب کے سلسلہ بیعت و ارادت میں منسلک تھے۔ مرزا صاحب مراد آباد، امروہہ، آنولہ، بریلی اور شاہجہاں پور پہنچے تاکہ مرہٹوں کے خلاف اس علاقہ کے لوگوں کو تیار کیا جائے۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ فولاد خاں شیعہ نے شہید کر دیا۔ نجف خوانی دور دورہ تھا، میر قمر الدین نبت نے "عاش حمیداً مات شہیداً" سے تاریخ شہادت نکالی ہے۔ لوح مزار پر حضرت کا یہ شعر کندہ ہے۔

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے   کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) گلزار اولیاء   ص ۴۱ - ۴۷

(۲) آب حیات   ص ۱۳۷ - ۱۳۸

(۳) مقامات مظہری از شاہ غلام علی دہلوی (مطبوعہ)

(۴) کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی (بہ تصحیح حافظ فضل الرحمان)

(۵) سرو آزاد از میر غلام علی آزاد   ص ۲۳۲

(۶) مرقع دہلی   ص ۴۰ - ۴۱

(۷) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل   ص ۶۸۴ - ۶۸۶

(۸) مفتاح التواریخ   ص ۳۵۸

(۹) حدائق الحنفیہ   ص ۴۵۳

(۱۰) نزہۃ الخواطر جلد ششم   ص ۵۰ - ۵۴

(۱۱) الیانع الجنی   ص ۶۷

(۱۲) ملفوظات شاہ عبدالعزیز   ص ۵۰

(۱۳) انوار العارفین   ص ۴۲۲ - ۴۲۵   (مترجم)

(۱۴) تذکرہ بے نظیر   ص ۱۱۶ - ۱۱۸

(۵۷۹) مولانا سید معزالدین

مولانا سید معزالدین، سید خیرات علی مشہدی کڑوی کے بڑے بیٹے تھے۔ احمد آباد زنارہ کے رہنے والے تھے۔ لکھنؤ کے علماء سے علوم کی تحصیل کی اور فراغ حاصل کیا۔ ذہن ثاقب اور فہم کامل کے مالک تھے عین جوانی میں ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹-۴۰ء میں انتقال ہوا۔ اعمال حسنہ کے سوا دوسری چیز انھوں نے نہیں چھوڑی۔ ان کی قبر احمد آباد زنارہ میں ان کے بزرگوں کے مقبرہ میں واقع ہے کسی شاعر نے ان کی تاریخ وفات کے متعلق مندرجہ ذیل قطعہ کہا ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولانا سیّد معزالدین

مشفقی مولوی معزالدین   کرد رحلت چوں ایں جہاں بجہاں
سال فوتش چنیں رقم کردم   آہ او بود بے نظیر جہاں
۱۲۵۵ھ
۱۸۳۹-۴۰ء

(۵۸۰) مولوی معشوق علی جون پوری

مولوی معشوق علی جون پوری فاضل متبحر، مولوی فتح علی جون پوری کے شاگردوں میں تھے۔ نظم ونثر میں ان کی عجیب وغریب اور اعلیٰ تصنیفات ہیں عہدۂ منصفی کے تعلق کے باوجود درس وتذکیر کا مشغلہ رہتا۔ ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱-۲ء میں بمقام باندہ انتقال ہوا۔ ان کے شاگرد منشی شیخ خادم علی سندیلوی نے ان کی تاریخ انتقال یوں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی معشوق علی جون پوری

ازمنشی خادم علی سندیلوی

عاشق اللہ ومعشوق علی   ذکر حق ہر لحظہ نقل محفلش
شد ازیں دار فنا بیزار وبست   بہر سیر ملک عقبیٰ محملش
از دوی بگزشت وگم شد در یکی   بود وحدت بسکہ در آب وگلش
زیں سبب ہاتف یکے کم کرد وگفت   جنت الفردوس بادا منزلش

ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۸۵-۴۸۶   (مترجم)

(۵۸۱) مولانا محمد معین لکھنوی

مولانا محمد معین لکھنوی ابن مولانا محمد مبین لکھنوی، درسی علوم کی تحصیل اپنے بڑے بھائی مولوی محمد حیدر، مولوی ولی اللہ اور مولوی ظہور اللہ لکھنوی سے کی حدیث کی سند مولانا عبدالحفیظ مکی حنفی سے

حاصل کی اور اسی (شغل حدیث) میں مشغول رہتے تھے۔ ان کی اعلیٰ تصنیفات یہ ہیں۔ غایۃ البیان فیما یتعلق بالحیوان، شرح رسالہ امام نووی، غایۃ الکلام فی قرأۃ خلف الامام، ابراز الکنوز فی احوال ارباب الرموز (بیان حالات رموز)، کتاب حصن حصین (نا تمام) حاشیہ صدرا (تا بحث ہیولیٰ) اور بھی اکثر درسی کتابوں پر حواشی لکھے ہیں۔ ۲۰ جمادی الثانی ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں انتقال کیا اور مولانا احمد انوار الحق کے باغ واقع لکھنؤ میں دفن ہوئے [۱]

[۱] تذکرہ علمائے فرنگی محل میں اس کا نام "نہایۃ البیان فی ما یحل و یحرم من الحیوان" تحریر ہے۔ (ص ۱۷۴)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۷۴-۱۷۵ (مترجم)

(۵۸۲) شیخ معین نبیرہ مولانا معین

شیخ معین، مولانا معین واعظ اور صاحب معارج النبوۃ کے پوتے ہیں۔ صورت بشر میں فرشتہ تھے اکبر بادشاہ کے حکم سے کچھ دنوں شہر لاہور کے قاضی رہے۔ انھوں نے اس زمانہ (قاضی ہونے کے زمانہ) میں ہرگز دشمن کو ملزم نہیں ٹھیرایا۔ مدعیوں سے منت کے ساتھ مصالحت کی ہدایت کرتے اور کہتے کہ تم دونوں عقلمند ہو۔ اکیلے مجھ نادان کو تم دونوں عقلمندوں سے کام پڑا ہے۔ تجھے خدا تعالے کے حضور میں (کیوں) شرمندہ کرتے ہو؟ ہمیشہ قیمتی نفیس کتابیں لکھوا کر ان کا مقابلہ کرتے اور جلدیں بندھوا کر طلبا کو مرحمت فرما دیتے تھے۔ ان کی عمر اسی کام میں بسر ہوگئی ہزاروں جلدیں اسی طرح لوگوں کو بخش دیں۔ ۹۹۵ھ/۸۷-۱۵۸۶ء میں انتقال ہوا۔ نور اللہ مرقدہ [۱]

[۱] ملاحظہ ہو:۔ منتخب التواریخ ص ۴۴۰-۴۴۱ (مترجم)

(۵۸۳) مولانا معین الدین عمرانی دہلوی

مولانا معین الدین عمرانی دہلوی، سلطان محمد بن تغلق شاہ کے عہد میں بڑے فاضل اور شہر دہلی کے مدرس تھے کنز، حسامی، مفتاح کے حواشی ان کی تصنیف سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن تغلق شاہ

نے قاضی عضد کو بلانے کے لئے ان کو شیراز بھیجا۔ جب شیراز کا بادشاہ اس ماجرے سے واقف ہوا تو وہ قاضی (عضد) کی جدائی پر راضی نہ ہوا، بلکہ تمام سلطنت کی املاک چھوڑ کر قاضی کے پاس پہنچا اور التماس کی کہ تم تخت سلطنت پر بیٹھو میں تمہاری خدمت کروں گا میری بیوی کے سوا جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے۔ جب قاضی نے بادشاہ کی یہ مروت اور ہمت دیکھی تو ہند پاکستان کا ارادہ ترک کر دیا۔ مولانا (معین الدین عمرانی) ہند پاکستان واپس آئے۔ شیخ نصیر الدین محمود کے مرید و خلیفہ، مولانا خواجگی مولانا (معین الدین عمرانی) کے شاگرد تھے مولانا معین الدین عمرانی، شیخ نصیر الدین محمود کے منکر تھے۔ لیکن شیخ (نصیر الدین محمود) کے فرمانے کے مطابق چاول اور دہی کھانے سے مولانا کی کھانسی ختم ہوگئی۔ اس بناء پر مولانا کو انکار کی بجائے شیخ سے اعتقاد پیدا ہوگیا یہ واقعہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) گلزار ابرار ص ۶۹ - ۷۰

(۲) مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۸۴ - ۱۸۵

(۳) نزہتہ الخواطر جلد دوم ص ۱۶۵

(۴) حدائق الحنفیہ ص ۳۰۴ - ۳۰۵

(۵) اخبار الاخیار ص ۱۴۴

(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۲

(۷) سبحۃ المرجان ص ۳۷

(۵۸۴) خواجہ معین الدین کشمیری

خواجہ معین الدین کشمیری ابن خواجہ محمود نقشبندی کشمیری، خطہ کشمیر کے بڑے عالم اور مشہور شیخ تھے، شریعت کے متبع، سنت کو رواج دینے والے اور بدعت کو مٹانے والے تھے۔ زہد، تقوی اور پرہیزگاری میں بے نظیر اور اپنے زمانہ کے علماء و صلحاء میں مقبول تھے۔ مثلاً ملا محمد طاہر بن ملا حیدر، ملا ابو الفتح کلو، ملا یوسف مدرس، مفتی محمد طاہر، مولانا عبد الغنی اور مفتی

شیخ احمد وغیرہ کشمیر کے علماء ان کے گرویدہ رہتے تھے۔ فتاوٰی نقشبندیہ، کنز السعادت (علم شریعت وطریقت) اور رسالہ رضوانی (دربیان خوارق والد) ان کی تصانیف سے یادگار ہیں ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء میں انتقال ہوا ۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۲۱ (مترجم)

(۵۸۵) مولانا سید معین الدین

مولانا سید معین الدین، سید شاہ خیرات علی مشہدی کڑوی کے منجھلے صاحبزادے اور احمد آباد نارہ کے متوطن اور سجادہ نشین تھے۔ ان کی کنیت ابوالخیر ہے۔ علوم متعارفہ کی تحصیل مرزا حسن علی محدث لکھنوی، مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی اور دوسرے علماء وقت سے کی۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے فاضل خصوصاً فن ریاضی میں شہرۂ آفاق تھے۔ تمام عمر تدریس اور افادۂ مخلوق میں گزار دی۔ بہت سے مشہور علماء ان سے فیضیاب ہوئے۔ ادھیڑ عمر میں کثرت درس کے باوجود قرآن کریم حفظ کیا حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان مقامات (حجاز) کے علماء سے کتب احادیث کی اجازت لی۔ مسودہ اوراق (مولوی رحمان علی) کو دلائل الخیرات اور حصن حصین کی اجازت جناب (مولانا معین الدین) سے حاصل ہے۔ ۳ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں احمد آباد نارہ میں انتقال ہوا اور وہیں اپنے بزرگوں کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ کسی شاعر نے ان کی رحلت کی تاریخ یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولانا سید معین الدین

معین جہاں کرد چوں انتقال — فلک در غم او گریباں درید
فرشتہ خصال وحید الزماں — چنیں ماں کس ندید
بصیرا بگو مصرعۂ سال فوت — بروحش بود رحمت حق پدید

ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک مولوی شاہ قیام الدین جو فراغ تحصیل کے بعد باپ کے سامنے ہی فوت ہوگئے۔ دوسرے مولوی شاہ صدر الدین فارغ العلم موجود ہیں۔ مولانائے موصوف (سید معین الدین) کی یہ تصانیف مشہور ہیں:۔ تبیان فی شرب الدخان، ہدایۃ المومنین الی سلسلۃ الصالحین، آداب معینیہ

مرقاۃ الاذہان، فی امر المیزان، ہدایۃ الکونین فی شہادۃ الحسنین، رموز القرآن، مشیاۃ بالتکریر حاشیہ صدرا، رسالہ علم باری تعالیٰ، رسالہ علم ہیئت، قرابادین، طب مفردات، طب رسالہ طہر تخلل۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۸-۲۹ (مترجم)

(۵۸۶) مرزا مفلس اوزبک

مرزا مفلس اوزبک، ملا احمد جند کے شاگرد تھے۔ علوم بحث و مناظرہ میں مستعد اور مستحضر عالم تھے۔ تقریر فصیح نہیں ہوتی تھی۔ اثنائے درس میں مضحکہ خیز باتیں ان سے سرزد ہوتی تھیں بد ہیئت تھے۔ چہرہ پر داڑھی عمر کے باوجود ظاہر نہ ہوئی تھی۔ صلاح و تقویٰ کے مالک تھے۔ ماوراء النہر سے ہند پاکستان میں آئے۔ آگرہ میں خواجہ معین الدین فرنخودی کی مسجد میں درس دیتے تھے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ منتخب التواریخ ص ۴۶۸ (مترجم)

(۵۸۷) مولوی مقیم الدین ساکن ٹانک

مولوی مقیم الدین ساکن ٹانک بن سلطان محمد ڈبال بتی صوبہ خیل بن احمد بن گل محمد ساکن علاقہ ٹانک یعنی موضع کوٹ ممزیہ، شروع میں مولوی دین محمد ساکن ٹانک سے میزان الصرف سے میبذی تک کی کتابیں پڑھیں پھر علمائے وقت یعنی مولوی مظہر نانوتوی [1]، مولوی عبدالحق شمس العلماء خیر آبادی اور مولوی احمد حسن پنجابی مدرس مدرسہ دار العلوم کان پور کی خدمت میں دوسری درسی کتابوں کی تکمیل کی آج کل مدرسہ شوکت الاسلام سندیلہ میں عربی کے مدرس اوّل ہیں اور ان کی عمر تیس سال ہو چکی ہے۔

[1] مولانا محمد مظہر نانوتوی بن حافظ لطف علی ۱۸۲۳ء؍ ۱۲۳۸ھ میں نانوتہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن اپنے والد سے کیا پھر مولانا مملوک علی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی علم حدیث شاہ عبدالغنی سے حاصل کیا تحصیل علم کے بعد اجمیر کالج

میں ملازم ہوگئے وہاں سے آگرہ کالج تبادلہ ہوا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ جہاد شاملی میں شریک ہوئے۔ پیر میں گولی لگی، کچھ دنوں بریلی رہے معافی عام پر ظاہر ہوئے۔ رجب ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں مولوی سعادت علی سہارن پوری نے ایک مدرسہ سہارن پور میں جاری کیا۔ مولانا محمد مظہر اس کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ مدرسہ کا نام مظاہر العلوم قرار پایا۔ مولانا محمد مظہر حدیث فقہ میں بڑا درک رکھتے تھے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی نے جب مولوی خرم علی بلہوری کے ورثاء سے دُرِّ مختار کا اُردو ترجمہ اشاعت کی غرض سے خریدا تو اس کتاب کے بقیہ ترجمے اور صحت و درستی میں ان کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر نانوتوی پورے پورے شریک رہے۔ مولانا محمد مظہر نانوتوی نہایت متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج اور اور جید عالم تھے۔ ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں سہارن پور میں لاولد فوت ہوئے۔ ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز علماء مثل مولانا خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ تھے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا مقالہ "محمد مظہر نانوتوی" العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۵۹ء۔

(۵۸۸) ملوک شاہ بدایونی

ملوک شاہ بدایونی، فاضل زمانہ اور شیخ پنجو سنبھلی کے مرید تھے۔ ۲۷ رجب ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء میں اسہال کبدی کے مرض میں وفات پائی۔ قصبہ بساور میں دفن ہوئے۔ ان کے بیٹے ملا عبدالقادر بدایونی نے تاریخ یوں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال ملوک شاہ بدایونی

سر دفتر افاضل دوراں ملوک شاہ — آں بحر علم و معدن احساں و کان فضل
چوں بود در زمانہ جہانے ز فضل آں — تاریخ سال فوت وے آمد جہان فضل

۹۶۹ھ/۱۵۶۲ء

(۵۸۹) مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی

مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادیؒ، خواجہ کوہی خراسانی حاجی الحرمین شریفین کے پوتے تھے۔ شیخ جلال الدین ہروی کے مرید، ظاہری و باطنی کمالات کے مالک، فاضل متبحر، خاص طور سے علم حدیث میں کمال حاصل تھا کیونکہ علم حدیث میں ان کو سید میرک شاہ شیرازی سے اجازت تھی اور میرک شاہ کو اپنے والد سید جمال الدین محدث مصنف روضۃ الاحباب سے اور ان کو اپنے چچا سید اصیل الدین شیرازی سے اجازت حاصل تھی۔ غرض میر کلاں پیدائشی صلاحیت کے مالک اور اسمائے حسنیٰ کے مظہر تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ان کو شہزادہ نور الدین محمد جہانگیر کی تعلیم کے لئے مقرر کیا اور وہ ان سے بہت تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آتا تھا۔ میر موصوف نے سو سال کی عمر میں اکبر آباد میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کے ایک شاگرد ملا علی قاری تھے جن کی تصنیفات سے ہند پاکستان کے اکثر طلباء مستفید ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب ان (ملا علی قاری) کے حالات سے خالی نہ رہے۔

ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی، حنفی تھے ہرات میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ علمائے وقت سے پڑھے اور مشکوٰۃ کی کچھ احادیث مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی سے پڑھیں پھر مکہ معظمہ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے، ابو الحسن بکری، سید زکریا حسینی، شہاب احمد بن حجر ہیثمی، شیخ عبد اللہ سندھی اور قطب الدین مکی وغیرہ وہاں کے علماء سے تحصیل علم کی۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے فاضل، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع اور زمانہ میں بے نظیر تھے ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء میں مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی۔ کتب ذیل ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ تفسیر قرآن مجید، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شرح الشفاء، شرح الشمائل، شرح النخبہ، شرح الشاطبیہ، شرح الجزریہ، ناموس ملخص قاموس الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ، شرح ثلاثیات بخاری، نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمۃ الشیخ عبد القادر شرح فقہ اکبر، ضوء المعالی، شرح قصیدہ امالی، تخریج احادیث، شرح عقائد نسفی، رسالہ تکفیر فرعون، رسالہ در بیان احوال والدین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، المنہاج العلوی فی المعراج النبوی، الاہتدا فی الاقتداء، شرح قصیدہ بردہ، نور القاری شرح صحیح بخاری، شرح صحیح مسلم

حاشیہ تفسیر جلالین مسمی بجمالین، شرح شفائے قاضی عیاض، جمع الرسائل شرح شمائل، شرح جامع صغیر، حرز الیمین شرح حصن حصین، شرح اربعین نووی، شرح الوتریۃ والجزریۃ، شرح الشرح علی نخبۃ الفکر، شرح موطای امام محمد، سند الانام فی شرح سند الامام، شرح مناسک الحج، تزئین العبارۃ تحسین الاشارۃ، الحظ الاوجز فی الحج الاکبر، رسالہ عمامہ، رسالہ فی حد الترہ، رسالۃ عصا، اربعین حدیث در نکاح، چہل حدیث فضائل القرآن، رسالہ ترکیب لا الٰہ الا اللہ، رسالہ قراۃ بسم اللہ اول سورۃ البراۃ، المصنوع فی معرفۃ الموضوع، کشف الخدر عن امر الخضر، معدن العدنی فضائل اویس قرنیؓ، رسالہ در احکام سب الشیخین، سم الفوارض فی ذم الروافض، فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ، الاحادیث القدسیہ والکلمات الانسیہ، اعراب القاری، تذکرۃ الموضوعات، تبعید العلماء عن تقریب الامراء، حزب الاعظم، حاشیہ مواہب لدنیہ، شرح عین العلم وغیرہ۔

۵۸ مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۸۵

(۲) بوستان اخیار ص ۲۱۹

(۳) ابجد العلوم ص ۹۰۴ (مترجم)

(۵۹۰) میاں مخدوم احمد آبادی

ان کا نام مولانا شیخ احمد بن شیخ برہان بن ابو محمد بن ابراہیم بن محمد خاں غوری ہے۔ محمد خاں سلطان معز الدین محمد المشہور بہ سلطان شہاب الدین محمد غوری کی اولاد میں تھے۔ ناگور کے حاکم تھے۔ مولانا احمد، شیخ احمد کھٹو احمد آبادی کی دعا سے پیدا ہوئے۔ شیخ موصوف کے استاد [illegible] گیا وہ گجرات کے صوفی عالم تھے۔ ظاہری علوم مولانا صدر جہاں گجراتی [illegible] ل گئے۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت سراج الدین ابو البرکات سید محمد المشہور بہ شاہ عالم کے مرید ہوئے اور بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے، پھر مزید بارہ سال تک ظاہر و باطن کے دوسرے امور میں مشغول رہے۔ ۲۲ ربیع الثانی ۸۸۰ھ/۱۴۷۵ء میں ۶۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ احمد آباد کے محلہ تاج پور میں دفن ہوئے۔ لفظ "آخر الاولیاء" سے ان کی تاریخ رحلت نکلتی ہے۔

(۵۹۱) مولوی شاہ محمد رمضان مہمی[1]

مولوی شاہ محمد رمضان قصبہ مہم کے شیوخ میں سے تھے عالم عامل، واعظ کامل، سرزمین ہریانہ کے لئے باعث فخر، اچھی عادات اور نیک اطوار کے مالک تھے ان کی شہرت بدر کامل کی طرح تھی مسلم راجپوتوں کی جماعت نے ان کی ذات بابرکات کی بدولت اتباع شریعت میں براہ راست قدم رکھا۔ ان لوگوں کو رانگڑ کہتے ہیں جو علاقہ ہریانہ میں مشہور ہیں۔ ان کا وعظ عجیب اثر رکھتا تھا کہ سننے والے ہزار جان سے مطیع و منقاد ہو جاتے تھے۔ بتوں کے بندے جو جنیئو کے ڈورے کو اپنے کندھے پر ڈالتے تھے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حرمین شریفین کی زیارت کے بعد وہ بمبئی کے راستے سے وطن واپس آئے۔ ہر جگہ جہاں پہنچتے تھے اپنی عادت کے مطابق وعظ فرماتے تھے اور لوگوں کو اتباع شریعت کی ہدایت کرتے تھے یہاں تک کہ وہ مندسور کے مقام پر پہنچے اور وہاں کی مسجد میں مجلس وعظ منعقد کی تو قوم بوہرہ نے جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہے وعظ کی حالت میں ان پر بندوق سے حملہ کر دیا۔ اور وہ اس گمراہ فرقہ کی بندوق کی ضرب سے شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں رونما ہوا۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی لاش کو وہیں سپرد خاک کر دیا۔ چھ ماہ کے بعد ان کے حقیقی بھائی ان کے تابوت کو قصبہ مہم لے گئے اور وہاں دفن کیا۔ کسی شاعر نے ان کی شہادت کی تاریخ اس طرح کہی ہے ؎

قطعہ تاریخ شہادت مولوی شاہ محمد رمضان مہمی

جناب شاہ رمضان قطب آفاق — سراپا معرفت عرفاں مآبے
ظہور از بہر تاریخ شہادت — خرد گفتہ خسوف آفتابے
۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء

دیگر

در خلد چو رفت شاہ رمضاں — دلے شیخ شہید گفت رضواں
۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء

تصانیف:۔ آخر گت، بلبل باغ، عقائد عظیم، رنگیلے۔

مندسور، مالوہ میں ایک شہر ہے۔ جھجھر، ہریانہ ضلع رہتک میں ایک قصبہ ہے۔

۱؎ کتاب کے ختم ہونے کے بعد میرے محب محمد ابراہیم خاں رسالدار، سنٹرل انڈیا ہارس نے جو دیندار شخص اور محب الاسلام والمسلمین ہیں۔ مولوی شاہ محمد رمضان کے حالات اس کتاب میں داخل کرنے کی غرض سے مجھے دئے۔ چونکہ صاحب ترجمہ (مولوی شاہ رمضان) مشہور عالم باعمل تھے اور دین متین کی اشاعت کی حالت میں شہید ہوئے اس لئے ان کا ذکر کرنا اس کتاب میں برکت کا سبب ہوگا۔ (مولوی رحمان علی)

۲؎ ملاحظہ ہو برکات الاولیاء ص ۱۹۵-۱۹۶ (مترجم)

(۵۹۲) مولوی سید ناصر الدین محمد ابو المنصور دہلوی

مولوی سید ناصر الدین محمد ابو المنصور دہلوی اہل کتاب سے مناظرہ کرنے کے فن میں امام ہیں سید محمد علی بن سید فاروق کے بیٹے اور ہند پاکستان کے زبردست عالم ہیں۔ مذہبی مناظرہ کے فن میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ علمائے وقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مناظرہ کے فن کے امام ہیں۔ اس بیان کی تصدیق رسالہ عین البیان سے ہوسکتی ہے۔ وہ قوم نصاریٰ کے پادریوں سے بارہا مناظرہ میں غالب آئے۔ سید عبد الغفور قاضی سکت پور کی اولاد سے ہیں۔ ان کا قدیم وطن قصبہ سید آباد عرف ورائی پور (مضاف قنوج) ہے۔ ان کے والد محمد علی ناگپور ریزیڈنسی میں میر منشی تھے۔ وہیں سید ناصر الدین محمد ابو المنصور پیدا ہوئے۔ علوم کی تحصیل اپنے والد اور دادا سے کی توراۃ وانجیل کی عربی و یونانی تفاسیر اہل کتاب کے علماء سے پڑھیں اور اہل کتاب کے جواب میں بہت سی کتابیں لکھیں، کبھی کسی کی ملازمت نہیں کی، مگر کچھ دنوں نواب جہانگیر محمد خان [illegible] بھوپال کی مصاحبت میں رہے۔ اب (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) ان کی عمر ۶۴ سال کی ہے۔ قرآن [illegible] تفسیر فارسی زبان میں لکھ رہے ہیں۔ اور قرآن مجید کی تفسیر احادیث صحیحہ کی روشنی میں کرتے ہیں اس کی شہادت توراۃ وانجیل سے لاتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک کام ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ مولوی ابو المنصور کی شادی مولوی محمد مہدی نزیل کان پور کی بیٹی سے ہوئی۔ جن کا علم و فضل شہرۂ آفاق تھا، دو نامی گرامی صاحب زادے ہیں، ایک مولوی سید نصرت علی اور دوسرے ناصر علی آج کل

اہل و عیال کے ہمراہ دہلی میں رہتے ہیں [۲]

تصنیفات عالیہ:۔ (۱) نوید جاوید (عیسائیوں کے مختلف سوالات کے جوابات) (۲) دولت فاروقی (تاریخ بیت المقدس) (۳) عقوبۃ الضالین (جواب ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عماد الدین) (۴) استیصال (جواب رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رام چندر) (۵) رقیمۃ الوداد (جواب نیاز نامہ پادری صفدر علی) (۶) لحن داؤدی (جواب نغمہ طنبوری مصنفہ عماد الدین پادری) (۷) انعام عام (جواب آئینہ اسلام مصنفہ پادری یونس) (۸) افحام الخصام (جواب تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس) (۹) تصحیح التاویل (جواب تفسیر مکاشفات پادری عماد الدین) (۱۰) اعزاز قرآن (جواب اعجاز قرآن۔ مصنفہ ماسٹر رام چندر) (۱۱) میزان المیزان (جواب میزان الحق پادری فنڈر) (۱۲) مجموعہ وعظ (۱۳) یادداشت (۱۴) شلاق (رد تہذیب الاخلاق) (۱۵) حرز جان (جواب رسالہ اصلیت قرآن عبداللہ ارنھم عیسائی) (۱۶) تبیان (نصاریٰ کے بارہ سوالوں کے جواب) (۱۷) مصباح الابرار (رد مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فنڈر) (۱۸) تادیب (۱۹) نمونۂ تحریف (۲۰) تشویش القسیس (۲۱) محاکمۂ عقوبۃ الضالین و ہدایۃ المسلمین (۲۲) تصحیح التاویل (۲۳) تنقیح البیان (جواب تفسیر القرآن مصنفہ سید احمد خاں) (۲۴) رسالہ الحق مُر (۲۵) تجمیل التنزیل (تفسیر قرآن زیر تالیف) (۲۶) تنزیہہ کاملین (۲۷) انکشاف (۲۸) تریاق [۳]

[۱] میر ناصر علی ایڈیٹر صلاح عام دہلی (ف ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء)

[۲] مولانا ناصر الدین کا انتقال ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو

(۱) فرنگیوں کا جال از مولانا امداد صابری ص ۲۶۱ – ۲۶۵

(۲) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۹۱

(۳) مظہر العلماء ص ۲۵۸ – ۲۵۷ (مترجم)

(۵۹۳) مولوی شاہ تحسن غازی پوری

ان کا نام شاہ محمود بن مولانا شاہ حسام الدین مانک پوری، ظاہری و باطنی علوم کے فاضل تھے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں بطور سیاحت مانک پور سے غازی پور زمانیہ پہنچے۔

نصیر خاں لوحانی ان کے ظاہری و باطنی کمالات دیکھ کر ان کا معتقد اور مرید ہو گیا دہلی کے دربار سے ان کو غازی پور کے میر عدل کا عہدہ دلوایا تمام عمر غازی پور میں گزار دی ۹۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی اولاد غازی پور کے محلہ قاضی ٹولہ میں رہتی ہے۔
۱۴۹۹-۱۵۰۰ء

(۵۹۴) مولوی نجم الدین خاں کاکوروی

مولوی نجم الدین خاں کاکوروی ابن مولوی حمید الدین کاکوروی قصبہ کاکوری کے علوی ملک زادے تھے۔ بے نظیر عالم اور چہار گانہ فضائل (حکمت، شجاعت، عفت، عدالت) سے متصف تھے کلکتہ کے قاضی القضاۃ رہے۔ اس کے ساتھ طلباء کو تدریس و تعلیم بھی فرماتے تھے۔ اعلیٰ تصنیف و تالیف ان سے یادگار ہیں "انموذجی" ان کا علمی سرمایہ ہے۔ انہوں نے شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی کی تاریخ انتقال آیہ کریمہ "ومن یخرج من بیتہ الآیۃ" سے تعمیہ اور تخرجہ کے ساتھ نکالی ہے جو لطافت سے خالی نہیں ہے۔ ان کی وہی تقریر عربی عبارت میں لکھی جاتی ہے جس کو مولوی رضا حسن خاں کاکوروی نے رسالہ "مطارح الاذکیاء" میں نقل کیا ہے۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً توفی الادیب المحقق و الاریب المدقق النفیس وحید دھرہ و فرید عصرہ سند الشعراء و ابلغ الفصحاء صائغاً صوغ التبر الاحمر انشائہ الفائق المنیع و ناظماً نظم الدرر و الجواھر شعرہ الرائق البدیع ناثراً لمن یقصدہ فی النوادی لآلی اشعارہ باللسان الفارسی و الضادی الشیخ غلام قطب الدین العباسی الالہ آبادی سلخ ذی العقدۃ المنسلکۃ فی شھور السنۃ السابعۃ و الثمانین الرافعۃ فی المائۃ الثانیۃ من الالف الثانی من الھجرۃ النبویۃ

حمد و سلام کے بعد واضح ہو کہ ادیب محقق، فاضل مدقق جو اپنے زمانہ میں یکتا اور منفرد تھے جو شاعروں کے لیے سند تھے اور فصحاء میں سب سے بلیغ اور نثر کندن کے تھے اُن کی انشاء دی بہت بلند پروازی اور اُن کی نظم موتی اور جواہرات کی طرح مرصع ہے اور اُن کے اشعار نہایت نادر روزگار ہیں جو شخص ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں وہ تو اُن سے فارسی اشعار کو موتیوں [illegible] ہیں۔ اُن کی آن انتقال [illegible] غلام قطب الدین عباسی الہ آبادی [illegible] ان کی وفات ذی قعدہ کی آخری تاریخ ۱۱۸۷ھ کو ہوئی جبکہ وہ اپنے وطن سے حرمین شریفین کی زیارات کی نیت سے نکلے تھے۔ صلحاء اور اتقیاء ان کے رفقاء اور متبعین

اہل و عیال کے ہمراہ دہلی میں رہتے ہیں [۲]

تصنیفات عالیہ:۔(۱) نوید جاوید (عیسائیوں کے مختلف سوالات کے جوابات) (۲) دولت فاروقی (تاریخ بیت المقدس) (۳) عقوبۃ الضالین (جواب ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عمادالدین) (۴) استیصال (جواب رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رام چندر) (۵) رقیمۃ الوداد (جواب نیاز نامہ پادری صفدر علی) (۶) لحن داؤدی (جواب نغمہ طنبوری مصنفہ عمادالدین پادری) (۷) انعام عام (جواب آئینہ اسلام مصنفہ پادری یونس (۸) افحام الخصام (جواب تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس) (۹) تصحیح التاویل (جواب تفسیر مکاشفات پادری عمادالدین) (۱۰) اعزاز قرآن (جواب اعجاز قرآن۔ مصنفہ ماسٹر رام چندر) (۱۱) میزان المیزان (جواب میزان الحق پادری فنڈر) (۱۲) مجموعہ وعظ (۱۳) یادداشت (۱۴) شلاق (رد تہذیب الاخلاق) (۱۵) حرز جان (جواب رسالہ اصلیت قرآن عبداللہ ارتھم عیسائی) (۱۶) تبیان (نصاریٰ کے بارہ سوالوں کے جواب) (۱۷) مصباح الابرار (رد مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فنڈر) (۱۸) تادیب (۱۹) نمونۂ تحریف (۲۰) تشویش القسیس (۲۱) محاکمۂ عقوبۃ الضالین و ہدایۃ المسلمین (۲۲) تصحیح التاویل (۲۳) تنقیح البیان (جواب تفسیر القرآن مصنفہ سید احمد خاں) (۲۴) رسالہ الحق مر (۲۵) تبجیل التنزیل (تفسیر قرآن زیر تالیف) (۲۶) تنزیہہ کاملین (۲۷) انکشاف (۲۸) تریاق [۱]

---

[۱] میر ناصر علی ایڈیٹر صلاح عام دہلی (ف ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء)

[۲] مولانا ناصر الدین کا انتقال ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں ہوا۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:
(۱) فرنگیوں کا جال از مولانا امداد صابری ص ۲۶۱ — ۲۶۵
(۲) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۹۱
(۳) منظہر العلماء ص ۲۵۸ — ۲۵۷ (مترجم)

(۵۹۳) مولوی شاہ تھن غازی پوری

ان کا نام شاہ محمود بن مولانا شاہ حسام الدین مانک پوری، ظاہری و باطنی علوم کے فاضل تھے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۳ء میں بطور سیاحت مانک پور سے غازی پور زمانیہ پہنچے۔

نصیر خاں لوحانی ان کے ظاہری و باطنی کمالات دیکھ کر ان کا معتقد اور مرید ہو گیا دہلی کے دربار سے ان کو غازی پور کے میر عدل کا عہدہ دلوایا تمام عمر غازی پور میں گزار دی ۹۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی اولاد غازی پور کے محلہ قاضی ٹولہ میں رہتی ہے۔
۱۴۹۹-۱۵۰۰ء

(۵۹۴) مولوی نجم الدین خاں کاکوروی

مولوی نجم الدین خاں کاکوروی ابن مولوی حمید الدین کاکوروی قصبہ کاکوری کے علوی ملک زادے تھے۔ بے نظیر عالم اور چہار گانہ فضائل (حکمت، شجاعت، عفت، عدالت) سے متصف تھے کلکتہ کے قاضی القضاۃ رہے۔ اس کے ساتھ طلباء کو تدریس و تعلیم بھی فرماتے تھے اعلیٰ تصنیف و تالیف ان سے یادگار ہیں "انموذجی" ان کا علمی سرمایہ ہے۔ انہوں نے شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی کی تاریخ انتقال آیہ کریمہ "ومن یخرج من بیتہ الآیتہ" سے تعمیہ اور تخرجہ کے ساتھ نکالی ہے جو لطافت سے خالی نہیں ہے۔ ان کی وہی تقریر عربی عبارت میں لکھی جاتی ہے جس کو مولوی رضا حسن خاں کاکوروی نے رسالہ "مصارح الاذکیاد" میں نقل کیا ہے۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً توفی الادیب المحقق و الاریب المدقق النفیس وحید دھرہ و فرید عصرہ سند الشعراء و ابلغ الفصحاء صائغاً صوغ التبر الاحمر انشائہ الفائق المنیع آتیا و ناظماً نظم الدر و الجواھر شعرہ الرائق البدیع ناشئاً لمن یحضرہ فی النوادی لآلی اشعارہ باللسان الفارسی و الصادق الشیخ غلام قطب الدین العباسی الالہ آبادی سلخ ذی القعدۃ المنسلکۃ فی شھور السنۃ السابقۃ و الثمانین الرابعۃ فی المائۃ الثانیۃ عشرۃ من الالف الثانی من الھجرۃ النبویۃ

حمد و سلام کے بعد واضح ہو کہ ادیب محقق، فاضل مدقق جو اپنے زمانہ میں یکتا اور منفرد تھے جو شاعروں کے لیے سند تھے اور فصحاء میں سب سے بلیغ اور شاہ کندن کے تھے اُن کی انشاء دینی بہت بلند پروازی اور اُن کی نظم موتی اور جواہرات کی طرح مرصع ہے اور اُن کے اشعار نہایت نادر روزگار ہیں جو شخص ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہر روز تو اُن سے فارسی اشعار کو [illegible] سنتے ہیں۔ اُن کا آج انتقال [illegible] غلام قطب الدین عباسی الہ آبادی [illegible] ان کی وفات ذی قعدہ کی آخری تاریخ ۱۱۸۷ھ کو ہوئی جبکہ وہ اپنے وطن سے حرمین شریفین کی زیارات کی نیت سے نکلے تھے۔ صلحاء اور اتقیاء ان کے رفقاء اور متبعین

على صاحبها الآف الصلوٰة والتحية بعد ما خرج
من وطنه المالوف مريدًا الادراك حج بيت الله
وزيارت قبر نبيه ومصطفاه فى رفقة صلحاء
وتبعته اتقياء وطے مراحل البراه ان تعد
عارب مركب البحر فلما وصل الى بلاد الحجاز و
نزل من ظهر ذلك جماز ولم تكن حينئذٍ آوان
الحج واداء نسك الشيخ والحج فى المكة المعظمة
ليعتمر فاقام فيه شهورا ثم سار الى الطيبة
الطيبة زادها الله تعالى بهاء ونورا حتى
تشرف بتقبيل عتبة النبى عليه الصلوٰة والسلام
وزيارة قبور بعض صحابته واهل بيت المؤمنين
فى ذلك المقام فاذا قرب الموسم فرجع معاودا الى
ام القرى فلحقه فى بعض منازلها المرض الوبيل و
ضرب عليه طبل الرحيل الى ان اماته الله فى
تلك البقعة المباركة دفن هناك اللهم ارض
منتهى كرمك ورضاك والله دره وعليه سبحانه
اجره حيث وقعت الآية الكريمة ومن
يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله ثم
يدركه الموت فقد وقع اجره على الله وكان الله
غفورا رحيما التى نزلت فى جندب ابن حمزة
حمله بنوه على سريره متوجها الى المدينة فلما
بلغ التنعيم اشرف على الموت فصفق يمينه على
شماله فقال اللهم هذه لك وهذه لرسولك

میں تھے اُنھوں نے خشکی و تری کا راستہ طے کیا پس جب
وہ حجاز پہنچے اور اونٹوں کی پشت سے اُترے چونکہ حج اد
ارکان ادا کرنے کا موسم نہیں تھا، لہٰذا وہ مکہ معظمہ میں عمر
کی نیت سے مقیم ہوئے اور کئی ماہ کے بعد مدین
تشریف لے گئے۔ زاد اللہ اس کی قدر و منزلت میں اضافہ کی
یہاں تک کہ آستانۂ روضۂ مبارک کو بوسہ دیا اور جو
صحابہ و اہلِ بیت وہاں دفن ہیں اُن کی قبور کی زیارت
کی اور جب حج کا زمانہ آیا تو مکہ مکرمہ کی طرف واپس تشری
لائے۔ راستہ میں بدہضمی کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور کوچ
کا نقارہ بج گیا یہاں تک کہ خدائے قدوس نے ان کو
اُس سرزمین میں موت عطا فرمائی اور یہیں وہ دفن
کئے گئے۔ اللہ اُن سے اپنی انتہائی مہربانیوں کے
ساتھ راضی ہو۔ اللہ ہی کے لئے ان کی خوبی ہیں اور
اللہ اُن کا بدلہ دے گا۔ اس آیۂ کریمہ سے ان کی
تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (سورۂ نساء رکوع ۱۰)
جو جندب ابن حمزہ کے مقابلہ میں نازل ہوئی
تھی جن کو ان کے بیٹے تخت پر اُٹھا کر مدینہ منورہ کی
طرف روانہ ہوئے تھے اور جب تنعیم میں پہنچے تو
موت آ گئی۔ پس اُنھوں نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے
بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ اے اللہ! یہ تیرا ہاتھ
ہے اور یہ تیرے رسول کا ہاتھ ہے اور میں اس پر
بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت کی
تھی پس اُنھوں نے اچھی موت پائی جیسا کہ بیضاوی

وبايماثه على ما بايع عليه رسول الله فمات حميداً كما
ذكر في البيضاوي وغيره من كتب التفاسير مناسبة
نشان ذلك العالم الهمام والحبر القمقام بل يخرج
منها تاريخ عام وفاته بصنعته غريبة معجبة الافهام
طريقه ان يقال في معنى قوله تعالى ومن يخرج من
بيته ان لفظ من باعتبار عدده الذي هو تسعون (٩٠)
ويخرج من عدد لفظ بيته اربع مائة وسبعة عشر
فيبقى ثلثمائة وسبعة عشرون مهاجراً الى الله و
رسوله والحال انه يهاجر مجموع ذلك الى الله ورسوله
من جهة اعداده التي هي اربعمائة واربعة عشر الى
ثلث الاعداد الباقية بعد الاخراج فتصير
سبعمائة واحداً واربعين ثم يدرك الموت اي
يصله عدد لفظ الموت وهو اربعمائة وستة (٤٤٦)
واربعون فالمجموع الف ومائة وسبعة وثمانون (١١٨٧) الذي
هي سنة ارتحال ذلك العلام الى دار السلام
وليعلم ان ذلك تقدير العزيز العليم حيث
ودع ركاز هذا البديع في زوايا كلامه القديم
يستخرجه المعتصم بحبله المتين عبده محمد
نجم الدين غفر الله له ولابويه واحسن اليهما اليه

وغیرہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے اور اس بڑے
عالم کے مرتبہ کے لائق ہے اور اس سے اُن کی وفات
کی تاریخ بھی نکلتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ
مَن کے نوّے (۹۰) عدد بیتہ کے چار سو سترہ (۴۱۷) میں سے
نکال دیے۔ پس تین سو ستائیس (۳۲۷) باقی رہے اور
الی اللہ ورسولہ کے چار سو چودہ (۴۱۴) عدد اس میں
جوڑے تو سات سو اکتالیس (۷۴۱) ہو گئے پھر اس کے
ساتھ موت کے عدد چار سو چھیالیس (۴۴۶) جوڑے پس
مجموعہ گیارہ سو ستاسی (۱۱۸۷) ہو گیا۔ اور یہی اس بڑے
عالم کی وفات کی تاریخ ہے اور یہ پروردگار عالم کی
تقدیر ہے کہ اس کے کلام سے یہ عجیب تاریخ دستیاب
ہوئی جس کو اس دین متین کی مضبوط رسی کو پکڑنے
والے محمد نجم الدین نے برآمد کیا۔
اللہ اُسے اور اس کے ماں باپ کو بخشے اور
ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے لہ

نجم الدین خاں قاضی القضاۃ نے بروز سہ شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء میں تین صاحبزادے
مولوی حکیم الدین مولوی علیم الدین صدر الصدور اور مولوی خلیل الدین سفیر شاہ اودھ چھوڑ کر
انتقال کیا۔ مولوی فتح علی نے ان کی تاریخ انتقال کے متعلق قطعے لکھے ہیں ان میں سے
ایک یہ ہے لہ

قطعہ تاریخ انتقال قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین کاکوروی

از مولوی فتح علی جون پوری

بجز حکمت شمس ملت نجم دین قاضی قضاۃ — چونکہ در باغ جہاں باجوہر عین ہمدوش گشت

سرفرو بردم پے تاریخ او، در گوشم رسید — علم و فضل و درس و زہد و دیں ہم روپوش گشت

لے عربی عبارت کا ترجمہ استاذی المحترم مولانا شیخ خلیل عرب صاحب نے فرمایا ہے۔

ے قاضی نجم الدین کے چار فرزند تھے جن میں فرزند اوّل قاضی سعید الدین تھے ان کی ولادت ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء میں ہوئی "روز نیکو سعید پیدا گشت" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے نہایت عالم و فاضل تھے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد، ملا عماد الدین اور مولوی فضل اللہ نیوتنوی، سے پائی شاہ بدر علی کے مرید ہوئے، نواب سعادت علی خاں اور بادشاہ دہلی کے درباروں میں رسائی اور تقرب حاصل تھا۔ سرکار انگریزی کی طرف سے چھ سو روپیہ مشاہرہ پر فرخ آباد میں خورد سال نواب کی نگہداشت کے لئے رہے اردو اور فارسی میں شعر خوب کہتے تھے۔ تذکرہ گلشن بے خار (شیفتہ) اور تذکرہ صبح گلشن (نواب علی حسن خاں) میں ان کا ذکر ہے۔ ۸۲' سال کی عمر میں ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۱۸۹۔ ۱۹۳

(۲) سفیر اودھ ص ۲۷

سے مولوی حکیم الدین بن قاضی نجم الدین ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے علوم متعارفہ کی تحصیل اپنے والد، ملا عماد الدین لکھنی اور مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے پائی حضرت شاہ محمد کاظم صاحب کے مرید تھے اور عدالت ججی میں سررشتہ دار رہے پھر صدر امین ہوئے صدر الصدوری سے پنشن یاب ہوئے۔ نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کی ایک عالی شان کوٹھی بنوائی۔ کتب بینی کا بہت شوق تھا۔ جمادی الاوّل ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء میں وفات پائی (تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۱۳۲-۱۳۳)

۵۴ مولوی علیم الدین بن قاضی نجم الدین، بڑے عالم فاضل تھے۔ ملا عماد الدین لبکنی، مولوی فضل اللہ اور مولوی عبد الواجد خیر آبادی سے تحصیل علم کی، پہلے مفتی پھر قاضی ہوئے۔ علم بہت حاضر تھا۔ شاہ محمد کاظم سے بیعت تھے۔ وجع الصدر کے عارضے میں ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں فوت ہوئے۔ ان کے صاحبزادوں میں مولوی فصیح الدین، ریاض الدین اور مولوی مسیح الدین مشہور ہوئے ہیں۔ مولوی مسیح الدین (ف ۱۸۸۱ء) واجد علی شاہ اودھ کے معاملہ کی پیروی کے لئے لندن گئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۲۸۷-۲۸۹

(۲) سفیر اودھ ص ۲۴-۲۸

(۳) علم و عمل جلد اول ص ۱۴۵!

۵۵ مفتی خلیل الدین بن قاضی نجم الدین ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے نہایت ذکی و ذہین تھے۔ تحصیل علم اپنے والد اور مولوی روشن علی جون پوری سے کی مسٹر بانگٹن ممبر کونسل کی فرمائش سے باب التعزیرات درمختار کی فارسی میں شرح لکھی جو کلکتہ میں طبع ہوئی ہے، عربی خوب لکھتے تھے۔ نثر عربی میں شیخ احمد عرب یمنی سے اصلاح لی تھی، علم حکمت اور ریاضی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے لکھنؤ میں ان ہی کی تجویز و اہتمام سے رصد خانہ قائم ہوا۔ ان کی تصنیفات میں (۱) مرقاۃ الاقالیم (۲) رسالہ در بیان جغرافیہ طرق و شوارع احاطہ اودھ (فارسی) (۳) رسالہ در بیان لیل و غایتہ النہار (فارسی) (۴) رسالہ در تحقیق مرض ہیضہ (عربی) [illegible] ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۱۴۶-۱۵۱!

(۲) سفیر اودھ ص ۲۵

(۳) علم و عمل جلد اول ص ۱۴۵-۱۴۶

۵۶ قاضی نجم الدین کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) مفتاح التواریخ ص ۳۷۷

(۲) سفیر اودھ از مولوی مسیح الدین کاکوروی ص ۱۰۳-۲۴ (الناظر پریس لکھنؤ ۱۹۲۹ء)
(۳) نفحۃ الیمن از شیخ احمد شروانی ص ۱۴۶ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۶ھ)
(۴) علم وعمل جلد اوّل ص ۱۴۴-۱۴۵
(۵) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۹۶-۴۹۸
(۶) تذکرہ مشاہیر کاکوروی ص ۲۲۲-۲۲۸ (مترجم)

(۵۹۵) میر نجم الدین بھکری

میر نجم الدین بھکری بن محمد رفیع رضوان، مخدوم محمد معین کے شاگرد اور بھانجے تھے فضائل وکمالات کے مالک تھے۔ اپنے اُستاد کی زندگی میں مدرسہ کو بہت اچھی طرح سنبھالا اور طلباء کو صاحب کمال بنایا۔ عجیب تصانیف کے مالک تھے۔ ان میں ایک رسالہ ایک روز میں ہے نام کا ہے جو رسالہ "منطقیہ" کے جواب میں تحریر کیا ہے یہ رسالہ اس سے (رسالہ منطقیہ سے) اچھا اور بڑا ہے۔ اور مختلف علوم پر مشتمل ہے ایک دن میں تصنیف کیا ہے۔ فارسی نثر میں تخشبی سے اچھا طوطی نامہ لکھا ہے اشعار خوب کہتے تھے۔ عزلت تخلص کرتے تھے۔ ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں انتقال ہوا۔

(۵۹۶) مولوی نجم الدین چریاکوٹی

مولوی نجم الدین چریاکوٹی ابن مولوی احمد علی بن شیخ غلام حسین بن شیخ سعد اللہ عباسی چریاکوٹی، تمام درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پوری استعداد اور مہارت کے ساتھ پڑھیں تکمیل و تحصیل کتابوں کے مضامین کی یادداشت، مسائل کی بحث کو وسعت دینا، حجت اور دلائل کی مضبوطی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے شروع میں تعلیم و تدریس کا مشغلہ تھا لیکن اب اس طرف توجہ نہیں ہے فارسی نظم ونثر کی طرف طبیعت کا رجحان ہے۔ ان کی نثر بے مثال اور نظم نادر زمانہ ہوتی ہے۔ ان کی تصنیفات میں رسالہ ہفت اقسام سینی (صرف) اور اعراب اربعہ (نحو) اس علاقہ میں بہت مشہور ہیں۔ مثنوی فیض الٰہی (ہم پلہ نیرنگ عشق) مثنوی چہار ضرب (حالانکہ مختلف) کتاب متعلق عروض و قافیہ، فسانۂ سیلاب (سیلاب کی تاریخ جو ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں اعظم گڑھ میں دریائے ٹونس کے جوش کے

وجہ سے ظاہر ہوا تھا) خمسہ محمدیہ (بیان میلاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے نتائج فکر سے ہیں۔ مثنوی فیض الٰہی کا مطلع یہ ہے۔

خداوندا بجولان معانی　　کمیت خامہ اہم زادہ روانی

اس مثنوی میں چریاکوٹ کی تعریف یوں کی ہے

چریاکوٹ خواندش عوامش　　ولیکن یوسف آباد است نامش

فلک تا طرح ایں آباد بنہاد　　زخاک پاک جنت کرد بنیاد

چراغ آسماں روشن ز دودش　　ز جنت می رسد ہر دم درودش

مثنوی چہار ضرب کا نمونہ یہ ہے۔

مئے حمد ریزم بکام قلم　　بگردش در آوردہ جام قلم

دیگر

چناں تنگ شد عرصۂ رزم گاہ　　کہ از دیدہ بیروں نمی شد نگاہ

زجا بجنبد و گردش است قبلہ نما　　بجائے خویش عمر ہم ور وطن بے تو

اگر زنام من بے نشاں چہ می پرسی　　ہمیں بس است کہ آوارہ خانماں ہستم

(۵۹۷) مولوی نجف علی جھجری

مولوی نجف علی جھجری المخاطب بتاج العلماء محمد نجف علی خاں [illegible] قصبہ جھجر اپنے زمانہ کے نامی گرامی فاضل ہیں یمین الدولہ وزیر الملک محمد علی خاں بہادر صولت جنگ فرماں روائے محمد آباد ٹونک کے یہاں ملازم ہیں اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہیں تیز ذہن اور شاعرانہ طبیعت رکھتے ہیں۔ تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں۔ کافل الاسعاد، شرح قصیدہ بانت سعاد، تکملہ صولت فاروقی (بحر متقارب میں پچاس ہزار سے زائد اشعار) سحر الکلام (عربی زبان میں غیر منقوطہ عبارت میں مقامات حریری کی شرح) تفسیر غریب، شرح دیوان متنبی، شرح جامع

حاشیہ مطول بمرزا پازندی و ساتیر کی شرح، رمان و سفرنگ (دری زبان کے دوسرے ساتیر کی شرح) ان کے علاوہ پچاس رسالے دری، پاژندی، عربی، فارسی اور اردو زبان میں لکھے ہیں یہ ان کی تمام تصنیفات ہیں ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حاکم نامدار (نواب محمد علی خاں والی ٹونک) کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ قصیدہ بانت سعاد، قصیدہ بردہ اور قصیدہ امالی کی شرحیں متوسط طریقہ پر عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں لکھیں تاکہ عام لوگ فائدہ اٹھا سکیں [۱]

[۱] ۱۲۹۹ھ/۲-۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۹۵-۴۹۶

(۲) تطییب الاخوان۔ بذکر علمائے الزمان ص ۹۱

(مترجم)

(۵۹۸) مولوی نجف علی سندیلوی

مولوی نجف علی ابن روشن علی بن چودھری نصرت اللہ، مولوی حیدر علی سندیلوی کے شاگرد تھے۔ مذہب شیعہ اور پیشہ نوکری تھا۔ دھول پور کے راناکے خاندان کی تاریخ کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ ۲۸ر ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ/۱۸۴۰ء میں فالج مرض میں انتقال ہوا۔

(۵۹۹) مولوی نصر اللہ خاں

مولوی نصر اللہ خاں، خورجہ کے رہنے والے، خویشگی افغانوں کے قبیلہ سے تھے ان کا نام عبد العلیم تھا۔ مولوی احمد علی چریاکوٹی وغیرہ علمائے زمانہ سے مروجہ رسمی علوم کی تکمیل کی پوری استعداد رکھتے تھے اور ہمیشہ علمی مشاغل میں مصروف رہتے انگریزی سرکار میں ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ [۱] حکومت سے پنشن پانے کے بعد نظام حیدرآباد کی حکومت نے صدر تعلقہ دار ... سرفراز فرمایا ارشاد البلید فی اثبات التقلید، شرح رباعیات یوسفی (طب) وغیرہ رسالے ان کی تالیفات ہیں۔ ۱۲۹۹ھ/۲-۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔

[۱] ... خاں بن محمد عمر۔ خورجہ میں ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے شیخ عبد العلیم کے۔ ان کی ایک تصنیف تاریخ دکن بھی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

(۱) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۰۰ - ۵۰۱

(۲) بیاض دل کشاء ص ۱۹

(۳) گنجینہ سدیدی معروف بہ آئینہ مبارک۔ از مولوی [illegible]

ص ۱۵۹ - ۱۶۰ (مطبع لامع النور، آگرہ [illegible])

(۶۰۰) مولوی نصرت علی خاں [illegible] دہلوی

مولوی نصرت علی خاں ابن مولوی ناصر الدین محمد ابو [illegible] (صاحب) بن سید محمد علی، ۱۷ ارشوال میں پیدا ہوئے۔ یہی علوم استعداد کے [illegible] ترکی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں خوب مہارت ہے۔ اپنا مطبع نصرت [illegible] کیا ہے اس سے نصرت الاخبار، ناصر الاسلام اور مہر درخشاں، ہندی [illegible] ہوئے ہیں۔ غرض صاحب ترجمہ (مولوی نصرت علی) نے اپنی ذاتی [illegible] ایران، روم، مصر اور فرنگستان میں خوب شہرت حاصل کی [illegible] حاصل کر کے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہیں۔

تصانیف مشہورہ:۔ (۱) مفید عام (زبان اردو، [illegible] کے متعلق) (۲) نصرت اللغات (اردو، فارسی، انگریزی لغات) [illegible] بادشاہوں کے تاریخی حالات، ہر ایک کی تصویر اور مشہور عمارتوں [illegible] بے بہا، (رسالہ خوش نویسی جو خط نسخ، نستعلیق، تعلیق، کوفی، شکستہ [illegible] پر مشتمل ہے) (۵) سراب عالم اسباب (دنیا و ما فیہا کی بے ثباتی [illegible] سلطنت روم) (۷) جواہر زواہر (مختلف خوشنویسوں کے قلم [illegible] فی معلومات التوراۃ والانجیل (بطور فرہنگ) (۹) گلدستہ شاداب [illegible] قصہ حضرت منصور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات [illegible] ذکر اولیاء کرام) (۱۲) گلدستہ رؤساء (نوابوں اور راجاؤں [illegible]

(عربی، فارسی، اُردو شعراء کی غزلیات کا مجموعہ جو انہوں نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھی ہیں) (۱۴) تاریخ انگلستان (۱۵) صلاح فلاح (در ترغیب نکاح بیوگان) (۱۶) تاریخ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ (۱۷) اتالیق (ترکی، اُردو، فارسی، عربی، انگریزی زبان کی تعلیم کے متعلق (۱۸) انشاء نصرت (فارسی، اُردو، عربی زبان میں) (۱۹) تعلیم بلا معلم (۲۰) معلم سہل زبان (۲۱) تحریف اناجیل (۲۲) ضیاء النورین (۲۳) تخطیہ (۴۴) معیار (۴۵) ذخیرۂ نصرت (۴۶) نصرت العلوم والفنون۔ لہ

لہ مولوی نصرت کا انتقال نومبر ۱۹۳۲ء میں ریاست جے گڑھ میں ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔۔۔

(۱) فرنگیوں کا جال ص ۲۶۴-۲۶۵

(۲) تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۹۳-۹۴ (مترجم)

(۶۰۱) قاضی نصیر الدین گنبدی

قاضی نصیر الدین گنبدی، فاضل تبحر اور درویش کامل تھے۔ دنیا کی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے اور اہل دنیا کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، کہتے ہیں کہ اُن کے طلباء ان کو خانقاہ میں زنجیر کر کے کھڑا کرتے تھے تاکہ فاقہ کے ضعف کی وجہ سے زمین پر نہ گر پڑیں۔

نقل ہے کہ جب قاضی شہاب الدین نے کافیہ کا حاشیہ لکھا تو ان کی خدمت میں بھیجا اور درخواست کی کہ وہ اس حاشیہ کا درس دیں تاکہ دوسرے بھی قبول کریں، انہوں نے باطنی اور اد و اشغال کے غلبہ کی وجہ سے اور بحث و نزاع کو ختم کرنے کی غرض سے اس کو کہیں کہیں سے دیکھا اور کہا کہ خوب لکھا ہے ہمیں درس میں پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے ان کی قبر جون پور میں ہے لہ

لہ ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۸۱ (مترجم)

(۶۰۲) قاضی نصیر الدین محمود اودھی

قاضی نصیر الدین محمود اودھی بن یحییٰ بن عبد اللطیف یزدی خطۂ اودھ میں پیدا ہوئے پہلے

مولانا عبدالکریم شروانی سے جو اپنے زمانہ کے فاضل تھے ہدایہ اور بزدوی تک پڑھا اس کے بعد مولانا افتخار الدین محمد گیلانی سے ہر علم کے متعلق کچھ نہ کچھ حاصل کیا۔ ۲۵ سال کی عمر میں ترک دنیا کر کے ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ چالیس سال کی عمر میں اودھ سے دہلی پہونچے اور حضرت نظام الدین اولیا کے مرید ہوئے۔ حضرت کے مشہور خلیفہ اعظم اور دہلی کے صاحب ولایت ہوئے ان کے دلچسپ حالات اخبار الاخیار اور تذکرۃ الاصفیاء میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء میں انتقال ہوا۔[1]

[1] شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے والد شیخ محمود یحییٰ لاہور میں پیدا ہوئے اور پھر اودھ میں منتقل ہو گئے۔ شیخ محمود یحییٰ پشمینہ کے تاجر تھے بچپن میں شیخ نصیر الدین محمود کے والد کا انتقال ہو گیا والدہ نے نہایت اہتمام سے تعلیم و تربیت فرمائی حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات کے بعد حضرت چراغ دہلی جانشین ہوئے حضرت چراغ دہلی کے تعلقات سلطان محمد تغلق کے ساتھ خوشگوار نہیں رہے۔ ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء میں رحلت فرمائی۔ حضرت کے ملفوظات کے دو مجموعے خیر المجالس اور مفتاح العاشقین طبع ہو چکے ہیں۔ اول الذکر کو پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ابھی حال ہی میں بڑی محنت سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) اخبار الاخیار ص ۸۰-۸۶
(۲) سیر العارفین ص ۱۴۲-۱۴۹
(۳) بزم صوفیاء ص ۱۰۹-۳۴۴
(۴) تاریخ فیروز شاہی از شمس سراج عفیف ص ۸۲-۸۳ (کلکتہ ۱۸۹۰ء)
(۵) سیر الاولیاء ص ۲۳۶-۲۷۳
(۶) مونس الارواح صفحہ ۱۱۰-۱۱۲ (قلمی مملوکہ ...)
(۷) خیر المجالس مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ ۱۹۵۹ء)
(۸) مفتاح العاشقین مرتبہ خواجہ محب اللہ ... (... قومی دوکان ...)
(۹) مفتاح التواریخ ص ۸۹-۹۰ (۱۰) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۵۳-۳۶۰ (...)

(۱۳۲) قاضی نصیر الدین برہان پوری

قاضی نصیر الدین برہان پوری ولد قاضی سراج، اپنے زمانہ کے مشہور فاضل تھے۔ ۱۸ سال کی عمر
میں [illegible] پر اعتراض کیا۔ شیخ علم اللہ جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور
ان کے [illegible] ہو گئے۔ چونکہ قاضی حدیث کی ہر قسم کو ترجیح دیتے تھے۔ اور قیاس کا
انکار [illegible] کا انبیاء بنی اسرائیل کو موضوع کہتے تھے۔ شیخ علم اللہ نے داماد
ہونے [illegible] کا فتویٰ دیا اور ایک محضر لکھا۔ شیخ محمد فضل اللہ اور شیخ عیسیٰ
([illegible] کے علاوہ تمام علماء نے اس پر مہر کر دی۔ خانخاناں محمد قاضی تھے۔
چونکہ [illegible] شیخ عیسیٰ) نے مہر نہ کی تھی اس لئے ان کو کوئی مضرت نہ
پہنچی [illegible] پر اعتراض کیا اور مدعیوں نے وہ ماجرا بیان کیا تو قاضی نصیر الدین
اور [illegible] پہنچا۔ شیخ ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور چلا گیا اور قاضی نے
[illegible] مقدس مقامات کی زیارت کی۔ پانچ سال کے بعد وطن کا ارادہ
کیا [illegible] قاضی کے کمالات سن کر ان کو اپنے حاکم کے پاس لے گئے وہ
آداب [illegible] نہیں کئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم نے حاکم کے آداب کیوں
پورے [illegible] تم بجا لاتے ہو ہم نہیں کر سکتے۔ وہاں سے رہائی پاکر
بیجاپور [illegible] سے استقبال کر کے اپنے ہمراہ لے گیا۔ جہانگیر بادشاہ نے جب
یہ ماجرا [illegible] حکیم خوشحال پسر حکیم ہمام کو تاکید فرمائی کہ ان کو لشکر میں
[illegible]) چل دیے اور اپنے وطن برہان پور پہنچے اور پختہ ارادہ کر لیا
[illegible] شاہ جہاں اپنے والد کی طرف سے دکن کی صوبہ داری پر
مامور [illegible] فرمایا۔ قاضی نے اس سے احتراز کیا۔ آخر حیلہ و حوالہ کے
[illegible] آداب پورے نہیں کئے۔ شہزادے نے اس کا خیال نہیں کیا
اور کہا [illegible] مشتاق تھے۔ قاضی نے کہا کس لئے؟ شہزادے نے فرمایا
[illegible] جواب دیا۔ وہ حالت اب مجھ میں نہیں رہی۔ آخر صحبت میں

ناخوش گواری پیدا ہوگئی - قاضی کو زبردستی دربار شاہی میں روانہ کیا - دارالحکومت آگرہ پہنچے -
بادشاہ کی سواری باغ سے محل شاہی کی طرف جارہی تھی راستہ میں شرف ملازمت حاصل کیا،
اور تسلیم کا ارادہ کیا - بادشاہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بغل میں لے لیا چند روز کے بعد برہان پور جانے
کی اجازت مل گئی بقیہ عمر اللہ کی رضا میں بسر کردی ۱۰۸۱ھ - ۱۶۷۱ء میں انتقال ہوا [1]

[1] ملاحظہ ہو: - تاریخ برہان پور ص ۱۵۳-۱۵۴ (مترجم)

(۶۰۴) مولوی سید نصیر الدین برہان پوری

عبداللہ لقب تھا - دینی اور دنیوی - کمالات کے جامع، ظاہری اور معنوی علوم کے ماہر،
فاضل افضل، محدث اجل، فقیہہ اکمل - سید جلال الدین عرف اللہ والے صاحب برہان پوری
کے بیٹے اور شاگرد تھے اور سید جلال الدین اپنے زمانہ کے بڑے عارف اور مولانا شاہ عبد العزیز
دہلوی کے شاگرد رشید تھے - سید نصیر الدین فقہ، حدیث اور تفسیر اپنے والد ماجد سے پڑھ کر
کامل و مکمل ہوئے - ان کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے درج ذیل کتابیں مشہور ہیں -
ذریعۃ الاستشفاع فی سیر سید المطاع، مستوفی الحقوق فی ذم العقوق، روضۃ الریحان
فی فضائل رمضان، صاعقۃ الرابیہ علی الفرقۃ الوہابیۃ الکذابیہ، ایضاح الانداد، ساطع الانوار
من کلام سید الابرار، تیسیر فی مہمات التفسیر، برہان الہدیٰ فی تفسیر الرحمان علی العرش استویٰ
لباب النقائح براہین ساطعہ، تنبیہہ الاصبیاء، کشف المعضلات، غالیہ، مقامتین، وغیرہا - ان کا
انتقال ۱۲۹۲ھ - ۱۸۷۵ء میں برہان پور میں ہوا - رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: - تاریخ برہان پور ص ۱۷۹-۱۸۰ (مترجم)

(۶۰۵) مولانا نظام الدین محمد بدایونی قدس سرہ

ان کا نام نامی محمد بن احمد بن علی البخاری اور ان کا لقب سلطان المشائخ و نظام الدین
اولیاء ہے - شیخ فرید الدین گنج شکر کے خلیفہ اور اللہ کے محبوب و مقرب تھے - ان کے اوصاف
حمیدہ دفتروں میں نہیں سما سکتے - ان کے دادا علی بخاری اور نانا خواجہ عرب، دونوں بخارا

سے آ گئے۔ کچھ دنوں لاہور میں رہے۔ اس کے بعد بدایوں میں سکونت اختیار کر لی صغر سنی میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ جب مولانا بڑے ہوئے تو والدہ نے ان کو مکتب بھیجا۔ کلام اللہ پڑھنے کے بعد دوسری کتابیں پڑھنی شروع کیں چھوٹی سی عمر میں جبکہ بارہ سال کے تھے تو لغت کی کتاب پڑھتے تھے۔ اس کے بعد تعلیم کی غرض سے دہلی پہنچے اور علم حاصل کیا۔ شمس الملک جو صدر ولایت تھے ان کے شاگرد ہوئے اور علم ادب اور حدیث پڑھا۔ طلبا ان کو نظام الدین بحاث کہتے تھے۔ اس کے بعد مرید ہونے کے شوق میں حضرت فرید الدین گنج شکر کے پاس اجودھن پہنچے۔ ان کی عمر اُس وقت بیس۲۰ سال کی تھی۔ قرآن مجید کے چھ سیپارے شیخ فرید الدین سے پڑھے۔ عوارف کے بھی چھ باب پڑھے۔ تمہید ابو شکور سلمی اور دوسری بعض کتابیں بھی شیخ سے پڑھیں اس کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے اور دہلی آئے ان کو جو قبولیت حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ان کی بزرگی (کے بیان سے) سیر الاولیا اور مشائخ کرام کے ملفوظات و مکتوبات بھرے ہوئے ہیں لہ ۱۳ ربیع الآخر ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء میں انتقال ہوا اور دہلی میں دفن ہوئے

لہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء صفر ۶۳۱ھ/۱۲۳۳ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے حضرت نظام الدین اولیاء کے مکانات متصل سید باڑہ تینگی ٹیلہ پر اس جگہ تھے جہاں آج کل "کالے" رہتے ہیں۔ وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ نظام الدین اولیاء کے بچپن ہی میں اُن کے والد سید احمد کا انتقال ہو گیا تھا۔ سید احمد (ف ۶۳۵ھ/۱۲۳۷ء) کا مزار سائز تال (بدایوں) کے قریب نہایت پرفضا مقام پر واقع ہے۔ مسجد، گنبد اور چہار دیواری کی تعمیر حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے کرائی تھی حضرت نظام الدین اولیاء کی تعلیم و تربیت ان کی والدہ نے باحسن وجوہ فرمائی۔ بچپن میں مسجد محلہ سوتہ (بدایوں) میں بیٹھ کر مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس مسجد میں ایک طاقچہ بطور یادگار محفوظ ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے قرآن کریم کا ایک سیپارہ حافظ مقری بدایونی سے پڑھا۔ اس کے بعد مولانا علاء الدین اصولی سے تحصیل علم کی مشارق الانوار کی سند مولانا کمال الدین سے حاصل کی۔ بدایوں میں جب اُنھوں نے تحصیل علم سے فراغت پائی تو علما و مشائخ وقت کے سامنے دستار بندی ہوئی بدایوں کے ایک

عالم اور صاحب باطن بزرگ مولانا علی نامی نے اپنے ہاتھ سے حضرت نظام الدین اولیاؒ کے سر مقدس پر دستار باندھی۔ یہ دستار حضرت کی والدہؒ نے خود سوت کات کر تیار کرائی تھی۔ اس کے بعد دہلی میں مولانا شمس الدین خوارزمی سے تحصیل علم کی۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر سے فیوض باطنی حاصل کرکے نظام الدین اولیاءؒ دہلی پہنچے اور موضع غیاث پور میں قیام کیا۔ اور مخلوق کے ارشاد و ہدایات میں مشغول ہو گئے۔ مزار غیاث پور بستی نظام الدین میں ہے۔ مسجد کی دیوار پر تاریخ وفات کندہ ہے سه

نظام دو گیتی شہ ماہ و طیں — سراج دو عالم شدہ بالیقیں
چو تاریخ فوتش بجستم زغیب — ندا داد ہاتف شہنشاہ دیں

۷۲۵ھ
۱۳۲۴ء

سه تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) اخبار الاخیار ص ۵۴ - ۶۰
(۲) تذکرۃ الواصلین از مولوی رضی الدین بسمل ـ ص ۱۱۹ - ۱۲۰
(۳) سیر الاولیاء ص ۹۱ - ۱۵۵
(۴) سفینۃ الاولیاء ص ۱۳۳ - ۱۳۴
(۵) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص [illegible]
(۶) فتوحات فیروز شاہی از فیروز شاہ تغلق ص ۱۷ [illegible]
(۷) بزم صوفیا ص ۱۸۰ - ۲۳۴
(۸) سیر العارفین ص ۵۹ - ۹۱
(۹) مونس الارواح ص ۱۰ - ۱۱۰ [illegible]
(۱۰) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۲۸
(۱۱) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۱۲۲ - ۱۲۸
(۱۲) مفتاح التواریخ ص ۸۰ - ۸۱ (۱۳) حدائق الحنفیہ ص ۲۷۷ - ۲۷۸ (مترجم)

(۶۰۶) شیخ نظام الدین امیٹھوی

شیخ نظام الدین امیٹھوی نے پہلے ظاہری علوم کی تحصیل شیخ معروف چشتی جون پوری کی خدمت میں کی جو مولانا الہداد شارح کافیہ وغیرہ کے مرید تھے۔ فطرت بلند رکھتے تھے۔ ہمیشہ کتاب کے مطالعہ میں مشغول اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ سلوک و جذب سے متصف تھے۔ ذکر و شغل باطن سے غافل نہیں رہتے تھے۔ شیخ معروف موصوف کے خلیفہ ہوئے۔ شیخ سے ارشاد و تکمیل کی اجازت پاکر قصبہ امیٹھی میں قناعت گزیں ہو گئے۔ جامع حی کے علاوہ کہیں نہیں جاتے تھے۔ مگر کبھی کبھی مخدوم شیخ سعد کے مزار کی زیارت کی غرض سے اور شیخ اللہ دیا خیر آبادی کی ملاقات کی غرض سے خیر آباد اور قاضی مبارک گوپاموی سے دوستی کی وجہ سے گوپامؤ جاتے تھے۔ سماع سے پرہیز کرتے تھے اور مریدوں کو بھی اس سے منع کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اختلاف میں کیوں پڑتے ہو اگر تقلید کرتے ہو تو پہلوں کی اور بڑوں کی تقلید کرو۔ عبادات و معاملات میں احیاء العلوم، عوارف المعارف، رسالہ مکیہ، آداب المریدین اور اس طرح کی کتابوں پر ان کا مدار تھا۔ نماز جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے اس کے بعد نماز جمعہ پڑھتے۔ خطبہ میں بادشاہوں کی تعریف بالکل نہیں ہوتی تھی۔ مرید بھی بہت کم کرتے تھے شغل و تلقین نہیں فرماتے تھے۔ عبدالقادر بدایونی نے ان کی تاریخ وفات ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء لکھی ہے اور دونوں ہی معاصر ہیں واللہ اعلم بالصواب۔[۱]

[۱] شیخ نظام الدین امیٹھوی کے حالات تفصیل سے تاریخ قصبہ امیٹھی میں ملاحظہ ہوں یہ کتاب اردو میں شیخ خادم حسین کی تصنیف ہے اور طبع ہو چکی ہے۔

نیز۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۴۰۲ - ۴۰۷

(۲) اخبار الاخیار ص ۲۸۴ - ۲۸۵

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۷۸ - ۳۸۰ (مترجم)

(۶۰۷) شیخ نظام الدین تھانیسری

شیخ نظام الدین تھانیسری بن شیخ عبدالشکور عمری تھانیسری ظاہری و باطنی علوم کے فاضل، ظاہری اور معنوی کمالات سے متصف، شریعت و طریقت معرفت و حقیقت کے رموز سے واقف اور شیخ جلال الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم غریبہ مثلاً کیمیا وغیرہ جانتے تھے۔ چونکہ اُن کے مصارف آمدنی سے زائد تھے۔ اس لئے حاسدوں کی کوشش سے اکبر بادشاہ نے ان کو دو مرتبہ ہند پاکستان سے جلاوطن کیا۔ پہلی مرتبہ وہ حرمین شریفین گئے اور شرف زیارت کے بعد ہند پاکستان واپس ہوئے۔ جب برہان پور پہنچے تو شیخ عیسیٰ سندھی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پا برہنہ ان کا استقبال کیا اور ان سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ دوسری مرتبہ جب جلاوطن ہوئے تو بلخ گئے وہاں کا حاکم ان کا مرید ہو گیا۔ شرح سوانح امام غزالی، شرح لمعات، تفسیر نظامی، رسالہ حقیقت اور رسالہ بلخیہ وغیرہ ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء میں رحلت فرمائی ان کا مرقد بلخ میں ہے [1]

[1] ملاحظہ ہو :- (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۰۱-۴۰۲

(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۴۶۳-۴۶۶

(۳) علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اوّل ص ۴۵۱-۴۵۵ (مترجم)

(۶۰۸) ملا نظام الدین سہالوی

ملا قطب الدین شہید سہالوی کے تیسرے فرزند تھے، علوم متعارفہ کی تحصیل [illegible] الماجد کی شہادت کے بعد حافظ امان اللہ بنارسی اور مولوی قطب الدین شمس آبادی سے لی فاتحہ فراغ مولوی غلام نقشبند لکھنوی سے پڑھی وہ مولانا شہید (قطب الدین) کے بیٹوں میں وحید عصر فرید دہر اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے ان (ملا نظام الدین) کی تدریس کے مقابلہ میں اس علاقہ کے تمام علماء و مدرسین کی محافل تدریس سرد تھیں مشرق و مغرب اور دور و دراز کے شہر و قصبات سے لوگ ان کے پاس آتے اور تعلیم حاصل کرتے۔ برصغیر ہند پاکستان

یں شاید ہی کوئی ہوگا جو ان کا یا ان کے بیٹوں کا یا ان کے شاگردوں کا شاگرد نہ ہو۔ معقولات ومنقولات میں مبسوط کتابیں لکھیں۔ شاہ عبدالرزاق بانسوی کے مرید تھے۔ شاہ صاحب سے کامل استفادہ کیا۔ حضرت شاہ بانسوی قدس سرہٗ (ملا نظام الدین) کو ان لوگوں میں سے شمار کرتے تھے، جن کے متعلق ارشاد ہے "ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات" ایک جہان کو اپنے باطنی علوم ومعارف سے مستفید کیا۔ خلق کثیر نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی ان کی تعلیم وتربیت سے علماء وفضلاء کی ایک بڑی جماعت فارغ ہوئی۔ ان فضائل کے باوجود بے نفسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور اپنے کو ناچیز محض سمجھتے تھے۔ شب وروز عبادت وریاضت میں مشغول رہتے۔ ۹ رجمادی الاول ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء میں فوت ہوئے [1]

[1] "ملا نظام الدین کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔ شرح مسلم الثبوت، شرح تحریر الاصول لابن الہمام، صبح صادق، شرح منار الاصول، حاشیہ شرح عقائد جلالی، حاشیہ حواشی قدیمہ دوانیہ، حاشیہ صدرا، حاشیہ شمس بازغہ، شرح رسالہ مبازریہ، مناقب رزاقیہ" (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۸۱)

مولانا شبلی کی تحقیق کے بموجب درس نظامیہ ان ہی ملا نظام الدین کے نام منسوب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) احوال علمائے فرنگی محل ص ۹-۱۰، ۷۷

(۲) مقالات شبلی جلد سوم ص ۹۱-۱۰۱، ۱۱۴-۱۱۶

(۳) مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۲۰-۲۲۴

(۴) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۵

(۵) سبحۃ المرجان ص ۹۴

(۶) ابجد العلوم ص ۹۱۱ (مترجم)

(۶۰۹) قاضی نظام الدین احمد آبادی گجراتی

قاضی نظام الدین بن مولانا نور الدین بن شیخ محمد، حافظ قرآن، فاضل محقق ومدقق۔ فن ریاضی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ سب باتوں میں لائق اور انشاء وشعر میں فائق تھے۔ بادشاہوں اور

امیروں کی صحبت اختیار کی فاخرہ خلعتیں اور ہاتھی ملے۔ دہلی کے بادشاہ کی طرف سے ۱۱۵۱ھ/۹-۱۷۳۸ء میں احمد آباد کے قاضی مقرر ہوئے اور وطن آئے احکام شرع کے اجراء میں بہت کوشش کی ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء میں کفار نے شہر کے اندر محلہ شاہ پور میں مسجد کے قریب ایک بت خانہ بنالیا تھا وہ نماز و اذان کے وقت ناقوس بجاتے تھے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے۔ انھوں (قاضی نظام الدین) نے کفار کے غلبہ کے باوجود صوبہ دار کی مدد کے بغیر مسلمانوں کی جماعت کے ہمراہ اس بت خانہ پر چڑھائی کی اور اس کو ڈھادیا۔ جب احمد شاہ بادشاہ دہلی نے یہ خبر سنی تو خوش ہوا اور ان کے لئے خلعت خاصہ اور ہتھنی بھیجی۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء میں عالم فانی سے سرائے جاودانی کی راہ لی اور اپنے باپ کے پہلو میں مشرقی جانب دفن ہوئے رسالہ فضیلت، رسالہ میزان الساعۃ، تفصیل الفصول، رسالہ قہوۃ اور دوسرے رسالے ان سے یادگار ہیں [1]

[1] ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۸۵-۳۸۶ (مترجم)

(۶۱۰) شیخ نظام برہان پوری

شیخ نظام برہان پوری، قاضی نصیرالدین برہان پوری کے شاگرد تھے۔ شہزادگی کے زمانہ میں جب پہلی مرتبہ عالمگیر ناظم دکن ہوا تو اس نے شیخ کو اپنی ملازمت میں لیا۔ شیخ تقریباً چالیس سال اس کی خدمت میں رہے اور فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں مدد دی کورنش اور دوسری تکالیف ان کو معاف تھیں اگرچہ ان کی عمر اسّی سال سے زیادہ ہوگئی تھی مگر قویٰ میں فرق نہ آیا تھا [1]

[1] ملاحظہ ہو:- تاریخ برہان پور ص ۱۵۴ (مترجم)

(۶۱۱) قاضی نظام بدخشی

قاضی نظام، بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ ملا عصام الدین اور ملا سعید سے استفادہ کیا بدخشاں اور ماوراء النہر کے بڑے عالم تھے۔ تصوف سے بھی حصہ پایا تھا۔ شیخ حسین

خوارزمی سے بیعت ہوئے۔ ۹۸۲ھ ۱۵۷۴-۷۵ء میں بمقام خان پور (مضاف جون پور) جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور بہت رعایت حاصل کی۔ پہلے ان کو قاضی خاں پھر غازی خاں کا خطاب دیا۔ فصیح زبان اور خوش بیان تھے۔ ان کی تصانیف لائق اعتبار ہیں ان میں سے ایک رسالہ تحقیق و تصدیق ایمان کے بیان اور بحث میں ہے۔ شرح عقائد پر حاشیہ لکھا ہے۔ تصوف میں متعدد رسالے تحریر کیے ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فتح پور میں بادشاہ کو سجدہ تحیۃ ادا کیا۔ اعوذ باللہ من شرور انفسنا، ستر سال کی عمر میں ۹۹۲ھ ۱۵۸۴ء میں اودھ میں انتقال ہوا۔ ؎

؎ ملاحظہ ہو:۔ (۱) منتخب التواریخ ج ۳ ص ۷۶

(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۲۸۱ (مترجم)

(۶۱۲) مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی

مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی بن ملا نور اللہ بن ملا محمد ولی بن قاضی غلام مصطفےٰ، علوم رسمیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد اور اپنے چچا ملا ظہور اللہ سے کی، اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے فنون عقلی و نقلی خصوصاً ریاضیات میں یدطولیٰ رکھتے تھے، اگرچہ بہت نحیف الجثہ اور نازک دماغ تھے۔ آہستہ سے بات کرتے تھے کہ ان کے قریب بیٹھنے والا شخص بھی مشکل ہی سے سمجھتا، شاہی زمانہ میں فیض آباد میں منصب عدالت پر فائز تھے۔ اس کے بعد حکیم کاظم علی خاں موہانی کے اتحاد کی وجہ سے اور رئیس (بڑودہ) کے بلانے پر بڑودہ ملک گجرات تشریف لے گئے۔ ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳-۷۴ء میں انتقال ہوا۔ رضوان اللہ علیہ ؎

؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۸۳-۱۸۵

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۷۸-۷۹ (مترجم)

(۶۱۳) مولوی نعیم اللہ بہرائچی

مولوی نعیم اللہ بہرائچی، علوی نسب، حنفی مذہب اور مجددی مشرب تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل

کے بعد اکتساب فیض کی غرض سے حضرت مرزا مظہر جانجاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چار سال تک طریقہ علیہ مظہریہ میں فیوض و برکات حاصل کئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے، اجازت مطلقہ پاکر وطن مالوف (بہرائچ) کو واپس ہوئے، پرہیزگاری، توکل اور قناعت ان کا شعار تھا۔ لکھنؤ کے محلہ بنگالی ٹولہ میں کچھ دنوں مقیم رہے اور ایک مسجد بنوائی اور طالبان حق کی ہدایت میں مشغول ہوگئے ان کی تالیفات میں ایک کتاب معمولات مظہریہ مشہور ہے۔ ان کی وفات شہر بہرائچ میں ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ۵۰۷ - ۵۰۸ (مترجم)

(۶۱۴) مولوی نعیم اللہ فرنگی محلی

مولوی نعیم اللہ فرنگی محلی بن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، مولوی ولی اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، درسی کتابوں کی تحصیل کرکے منشی کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ علم حساب و فرائض میں کامل مہارت رکھتے تھے ۱۶ ارشوال شب شنبہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء میں انتقال ہوا۔ مولوی لطف اللہ نے ان کا مادۂ تاریخ یوں کہا ہے [1]

ع بقصر جنت الماوائش دیدم

[1] مولوی نعیم اللہ کی ایک تصنیف "خلاصۃ الفرائض" مطبوعہ ہے۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۸۹ - ۱۹۰

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۷۹ (مترجم)

(۶۱۵) حاجی نعمت اللہ نوشہروی

حاجی نعمت اللہ نوشہروی۔ ملا مہدی علی کڑوی کی اولاد اور شیخ الاسلام، امان اللہ شہید کے شاگرد تھے۔ ۱۱۸۲ھ / ۹-۱۷۶۸ء میں فوت ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۴۹ - ۴۵۰ (مترجم)

(٦١٦) مولوی نقی علی خان بریلوی

مولوی نقی علی خاں بریلوی بن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی (روہیل کھنڈ) یکم رجب ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء
میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی اور ان ہی سے درسی علوم حاصل کیے۔ ذہن
ثاقب اور رائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالےٰ نے ان کو اپنے ہم عصروں میں معاش و معاد میں
ممتاز فرمایا تھا۔ فطری شجاعت کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغناء کی صفات سے متصف تھے
اپنی عمر عزیز کو سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں صرف کیا۔ دینی مناظرہ کا اعلان تاریخی
نام "اصلاح ذات بین" سے ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں شائع کیا مسئلہ امتناع مماثلت رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت کوشش کی جس کی معلومات رسالہ تنبیہ الجہال سے ہوتی
ہے۔ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت کی تمام سلاسل جدید
و قدیمہ کی اجازت و خلافت کا حکم نامہ اور سند حدیث حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین ک
کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سید احمد زینی دحلان وغیرہ علمائے مکہ سے دوبارہ علم حدیث کی سند حا
کی۔ ذی قعدہ کی آخری تاریخ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔

تصانیف:۔ (۱) الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح (ایک ضخیم جلد ہے) (۲) وسیلۃ النجاۃ
(سیرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب (وسیلۃ النجاۃ کا خلاصہ ہے)
(۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان (صوم و صلوٰۃ وغیرہ ارکان دین کے بیان میں) (۵) اصول الرشا
تصحیح مبانی الفساد (بدعت نجدی کے رد میں) (۶) ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ (متعدد فرقوں
کا رد جو اس زمانہ میں انگریزی فساد کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں) (۷) اذاقۃ الاثام لمانعی عمل مولد والقیا
(۸) ازالۃ الاوہام (رد فرقہ نجدیہ) (۹) تزکیۃ الایقان فی رد تقویۃ الایمان (۱۰) فضل العلم والعلماء (
الکواکب الزہرا فی فضائل العلم و آداب العلماء (۱۲) الروایۃ الرویہ فی الاخلاق النبویہ (۱۳) النقادۃ ال
فی الخصائص النبویۃ (۱۴) لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس (۱۵) التمکین فی تحقیق مسائل التز
(۱۶) احسن الدعا لآداب الدعا (۱۷) خیر المخاطبہ فی المحاسبۃ والمراقبہ (۱۸) ہدایۃ المشارق الی سیر الانفس
والآفاق (۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب (۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر (۲۱) عین المش

الحسن المجاہدہ (۲۲) تشوۃ الاواۃ الی طرق محبۃ اللہ (۲۳) نہایۃ السعادہ فی تحقیق الہمۃ والارادہ (۲۴) اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقۃ (۲۵) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح

[1] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال" تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء نکلتے ہیں۔ ایک سو صفحہ کا رسالہ ہے ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں بمقام شیخوپور ضلع بدایوں مسئلہ امکان وامتناع نظیر پر مولانا عبد القادر بدایونی اور مولوی شمس العلماء امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ ہوا تھا۔ مولوی محمد نذیر سہسوانی نے مفصل حالات وتحریرات کو قلم بند کرکے ایک کتاب مناظرہ احمدیہ کے نام سے طبع کرادی۔ رسالہ تنبیہ الجہال مناظرہ احمدیہ کے جواب میں لکھا گیا ہے اور اس رسالہ میں اثر ابن عباسؓ "ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وموسیٰ کموسٰکم وعیسیٰ کعیسٰکم" کے ضمن میں قسم نبوت پر بحث کی گئی ہے بعض علماء نے اس سے استدلال کیا تھا۔ اس رسالہ میں اثر ابن عباسؓ پر بحث کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ عقیدہ قطعی غلط ہے اور اثر مذکور قابل استدلال نہیں۔ رسالہ تنبیہ الجہال مولانا مفتی حافظ بخش کے نام سے ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں مطبع بہارستان کشمیر لکھنؤ میں طبع ہوا ہے

مولانا حافظ بخش ابن شیخ خدا بخش قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے حفظ قرآن اور ابتدائی فارسی کی تعلیم اپنے نانا مولوی قاری امام بخش سے آنولہ ہی میں کی ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں مدرسہ قادریہ بدایوں میں داخل ہوئے ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں مولانا حافظ بخش نے علوم درسیہ سے فراغت حاصل کرلی ان کے اساتذہ میں مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا عبد القادر بدایونی اور مولانا نور احمد بدایونی کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں مولانا حافظ بخش فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ دنوں مدرسہ قادریہ میں درس دیا۔ ام[illegible] تعلق مدرسہ محمدیہ محلہ چودھری گنج (بدایوں) سے ہوگیا۔ مولانا حافظ بخش کی ساری زندگی اشاعت علم کے لئے وقف رہی۔ درس وتدریس کے علاوہ مسائل علمیہ کی تحقیق، فقہی مسائل کے ابحاث اہل علم کی صحبت، فتوی نویسی مولانا کے مشاغل حیات تھے۔ مولانا حافظ بخش دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۔۔۔ سال کی

عمر میں ۳ر جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء بوقت ۱۱ بجے دن مولانا حافظ بخش کا انتقال ہوا اور درگاہ قادری بدایوں میں دفن ہوئے۔

تاریخ انتقال مولانا حافظ بخش رحمۃ اللہ علیہ

از مولوی حکیم عبدالغفور صاحب آنولوی

شیخ عرفان معدن ایماں عالم وفاضل نیک خصال

سال فنا "تاریخ شہادت" گفت بصد اندوہ وملال

۱۹۲۱ء

مولانا حافظ بخش کا حلقہ تلامذہ نہایت وسیع تھا ان میں مولانا عبدالمقتدر بدایونی، مولانا عبدالقدیر بدایونی، مولوی امجد حسین بدایونی، مولانا عبدالمجید ساکن قصبہ آنولہ (ف ۱۹۴۳ء) مفتی عزیز احمد قادری (خطیب ومفتی مسجد گودھی شاہو لاہور)، مولوی محمود بخش (فرزند اصغر) اور مولانا قدیر بخش (فرزند اکبر) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا قدیر بخش اپنے والد کے صحیح جانشین اور عالم تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں صدر مدرس رہے ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء میں حیدرآباد (سندھ) میں انتقال ہوا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارا مقالہ "مفتی حافظ بخش بدایونی"، العلم کراچی (جنوری تا مارچ ۱۹۵۷ء)

۵۲ مولوی نقی علی بریلوی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) جواہر البیان فی اسرار الارکان از مولوی نقی علی (مطبوعہ) (مترجم)

(۴۱۷) قاضی نور اللہ شوستری

قاضی نور اللہ شوستری، شیعہ مذہب تھے، عدالت۔ نیک نفسی، حیا، تقویٰ، علم اور پارسائی کے اوصاف سے متصف اور علم، جودت فہم، جدت طبع اور صفائی طبیعت میں مشہور تھے۔ لائق تصنیفات کے مصنف تھے۔ ان ہی میں کتاب مجالس المومنین ہے۔ شیخ فیضی کی غیر منقوطہ تفسیر (سواطع الالہام) پر ایک تو قیع لکھی جس کی توصیف وتعریف احاطۂ بیان سے باہر ہے، موزوں طبع

نے حکیم ابوالفتح کے ذریعہ سے اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے۔ جب لاہور کے قاضی معین الدین بڑھاپے کی وجہ سے معزول ہوئے تو ان کی بجائے نوراللہ شوستری اکبر بادشاہ کے حضور سے لاہور کے عہدۂ قضا پر مقرر ہوئے اور اپنے عہدہ کو دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیا۔ ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰-۱۱ء میں انتقال ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۴۶۰-۴۶۱
(۲) رود کوثر ص ۳۵۲-۳۵۳
(۳) مفتاح التواریخ ص ۲۲۰
(۴) شہید ثالث (حالات نوراللہ شوستری) از مرزا محمد ہادی عزیز
(نامی پریس لکھنؤ ۱۹۲۵ء)
(مترجم)

(۶۱۸) آخوند نور الہدیٰ کشمیری

آخوند نور الہدیٰ کشمیری بن آخوند عبداللہ مقیم السنتہ ملقب بہ علامتہ الوریٰ ۱۱۲۹ھ/۱۷۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد، ملا سعدالدین صادق اور شیخ رحمت اللہ سے تحصیل علم کی مرتبہ افادت پر سرفراز ہوئے۔ ہمیشہ علوم کی اشاعت اور طلباء کے افادہ میں مشغول رہتے ملا مقصود منو، میر نظام الدین، بابا اسداللہ، ملا محمد ولی اور شیخ الاسلام مولوی قوام الدین محمد وغیرہ علمائے کشمیر ان کے شاگرد تھے۔ ملا عبداللہ اور ملا انور اپنی یادگار چھوڑے۔ دونوں صاحب علم و فضل تھے۔ ماہ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء میں انتقال ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۵۴ (مترجم)

(۶۱۹) مولوی نور احمد بدایونی

مولوی نور احمد بن مولوی محمد شفیع بن مولوی عبدالمجید بدایوں کے اکابر علماء و صلحاء میں تھے۔ ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶-۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل مولوی فیض احمد بدایونی سے کی۔ شاہ عبدالمجید بدایونی کے مرید تھے۔ طلباء کی تدریس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ وہ صاحب برکت تھے جس نے ان سے سبق

پڑھا وہ علم سے بے بہرہ نہ رہا۔ آج بدایوں اور اس کے اطراف میں شاید ہی کوئی ہو گا کہ اس کی شاگردی کا سلسلہ ان سے جدا ہو۔ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں فوت ہوئے۔

لہ مولوی نور احمد کے دادا کا نام عبدالحمید ہے۔ ان کی تاریخ ولادت تذکرۃ الواصلین میں ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵-۱۶ء، اکمل التواریخ (حصہ اول) میں ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴-۱۵ء اور تاریخ وفات ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء تحریر ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۸-۲۶۱

(۲) اکمل التاریخ حصہ اول ص ۸۷--۹۰ (مترجم)

(۶۲۰) میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی

میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی، بن سید قمر الدین اورنگ آبادی، ۱۷ ربیع الاول ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے شاگرد اور مرید تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں درسی علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی اور قرآن مجید حفظ کیا اپنے والد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پھر وطن واپس آئے۔ عمر عزیز تدریس و افادہ میں گزاری اپنے والد کی مصنفہ کتاب مظہر النور کی شرح لکھی ہے۔ ان کا سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔لہ

لہ ملاحظہ ہو:۔(۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۵۸

(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۱۹

(۳) سبحۃ المرجان ص ۱۱۳

(۴) ابجد العلوم ص ۹۱۹-۹۲۰ (مترجم)

(۶۲۱) مولوی نور الحق دہلوی

مولوی نور الحق دہلوی، بن مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اپنے والد کے شاگرد اور خواجہ محمد معصوم مجددی کے مرید تھے۔لہ شاہجہان بادشاہ کے زمانہ میں اکبر آباد کے قاضی ہوئے۔ ان کی تصانیف میں تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری اور شرح صحیح مسلم مشہور ہیں۔ نوے

سال کی عمر میں ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۲-۶۳ء میں انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱؎ سید احمد قادری مولف تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے۔ یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مولوی نورالحق دہلوی۔ خواجہ محمد معصوم کے مرید نہیں تھے۔ بلکہ خود اپنے والد ماجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مرید تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۱۱ - ۲۱۳

(۲) ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۰۱ - ۲۰۲

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۱۸

(۴) سبحۃ المرجان ص ۵۳

(۵) ابجد العلوم ص ۹۰۱

(۶) اتحاف النبلاء ص ۴۲۶ - ۴۲۷ (مترجم)

(۶۲۲) ملا نورالحق فرنگی محلی

ملا نورالحق فرنگی محلی۔ خلف اکبر ملا احمد انوارالحق بن ملا احمد عبدالحق، عالم ظاہر و باطن، اپنے والد کے خلیفہ خاص تھے۔ تدریس علوم اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ بندگان خدا کی پاسداری اور انکسار نفس میں مشہور تھے۔ ۲۳ ربیع الاول شب یکشنبہ ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء میں انتقال ہوا۱؎ شعرائے وقت نے ان کی تاریخ انتقال نظم میں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی نورالحق فرنگی محلی

از بسمل

پئے تاریخ ترحیلش چو بسمل — در معنی بہ کلک فکر [illegible]

سروش غیب ناگہ با دل زار — بسوئے [illegible] نور گفت

از دیگر

آں نور کہ بود نور انوار — در نور چوں آں ظہور پیوست

دل کرد خبر ز نور پاکش — در جلوۂ نور نور پیوست

از دیگر

علامہ عصر مولوی نور الحق — جاں را باجل سپرد ہیہات اے وائے
تاریخ وفات او بمودم مرقوم — نور الانوار مرد ہیہات اے وائے

سلے مولانا نور الحق کے تلامذہ میں مولوی فضل رسول بدایونی، مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی، مرزا حسن علی محدث اور مولانا حسین احمد محدث نہایت مشہور ہیں۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۹۱-۱۹۳

(۲) احوال علمائے فرنگی محل ص ۷۷ (مترجم)

(۶۲۳) نور الدین محمد ترخاں سفیدونی

نور الدین محمد ترخان سفیدونی، نوری تخلص، علوم ہندسہ، ریاضی، حکمت اور کلام کے فاضل تھے۔ نصیر الدین ہمایون کے ہمراز مصاحبوں میں تھے جود و سخاوت اور بذل و ایثار صفات سے متصف اور خوش صحبت تھے۔ اسی لئے ترخان کے خطاب سے سرفراز ہوئے شاعری میں ایک دیوان مرتب کیا۔ چونکہ پرگنہ سفیدون (تواریخ سرہند) کے جاگیردار تھے، اس لئے لوگ ان کو سفیدونی کہتے تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے شروع دور حکومت یعنی ۹۷۶ھ (۶۸-۱۵۶۹ء) میں ایک نہر دریائے جمنا سے پچاس کوس سے زیادہ علاقہ میں کھدوا کر کرنال کی طرف لے گئے۔ لوگوں نے اس پانی سے زراعت کی اور اس سے عام رعایا کو بہت فائدہ ہوا۔ چونکہ نہر ان ہی دنوں میں مکمل ہوئی جبکہ شاہزادہ سلیم شیخ سلیم چشتی کے یہاں پیدا ہوا تھا اور اکبر بادشاہ شہزادہ سلیم کو شیخو بابا کہتا تھا۔ اس لئے اس نہر کو "شیخونی" سے موسوم کر دیا اور اس سے اس کا سال اتمام (۹۷۶ھ ۹-۱۵۶۸ء) نکلتا ہے "نی" ہندی زبان میں نہر کو کہتے ہیں۔ جب اکبر بادشاہ نے ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں حکیم مرزا پر لشکر کشی کی، خان مذکور نے وعدہ خلافی کی اور پنجاب سے لوٹ کر اپنی جاگیر کو چلے گئے۔ اس سے ان کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی جب (بادشاہ) واپس فتح پور پہنچا ان کو حساب و کتاب میں کھینچا اور چند سال قید رکھا آخر زمانہ کی ناموافقت سے ان کا زور ختم ہو گیا

جب اکبر ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء میں ٹونک کی طرف روانہ ہوا تو ان کو مقبرہ ہمایوں کی تولیت سپرد کر دی اسی سال وہیں انتقال ہوا۔[1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ۳ ۴۸۱ - ۴۸۲

(۲) مفتاح التواریخ ص ۱۷۹

(۳) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۸۳ - ۳۸۴ (مترجم)

(۶۲۴) مولانا شیخ نور الدین احمد آبادی گجراتی

مولانا شیخ نور الدین احمد آبادی بن حاجی الحرمین شریفین شیخ محمد قدس سرہما ۱۰ جمادی الاول ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ خدا طلبی اور طالب علمی کا جذبہ ان کی فطرت اور جبلت میں تھا۔ چنانچہ کتاب گلستان سعدی علیہ الرحمہ بچپن ہی میں معانی کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ سے سات روز میں پڑھ لی تھی۔ اکثر علوم ظاہری کی تحصیل اخوند مولانا احمد بن اخوند مولانا سلیمان سے کی علم باطنی، قرأت، حدیث سید محمد ابو المجد محبوب عالم کی خدمت میں مکمل کئے اور ان ہی (محبوب عالم) سے سہروردی نیز تمام سلسلوں میں ارادت وخلافت حاصل تھی۔ عربی ادب میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مولانا کے علم کا شہرہ تمام دنیا میں پھیل گیا اور دور ونزدیک کے طلبا ان کے پاس پہنچتے اور مدرسہ ہدایت بخش میں قیام کر کے مولانا سے تحصیل علم کرتے اور اپنی حیثیت کے مطابق وظیفہ پاتے تھے۔ ہزاروں آدمی ان کی صحبت بابرکت سے مرتبہ کمال کو پہنچ گئے۔ غرض کہ ان کی ذات شریف اگلے بزرگوں کا نمونہ تھی اوراد و وظائف کے علاوہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے اور روزانہ دو بار صلوٰۃ اللیل پڑھتے تھے اور ہر بار جب کروٹ لیتے [illegible] درود شریف پڑھتے تھے۔ ۱۵ سال کی عمر سے آخر زمانہ تک اربعین واعتکاف [illegible] ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۴ء [illegible] زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور وطن واپس آئے چونکہ عمر زیادہ نہ تھی۔ اس لئے ایک سال میں واپس آگئے۔ بوقت دوپہر یوم سہ شنبہ ۹ شعبان ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء میں انتقال ہوا۔ مدرسہ ہدایت بخش کے قریب اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ "اعظم الاقطاب" تاریخ وفات ہے نور اللہ مرقدہ۔

مولانا شیخ نور الدین کی ہر علم میں تصانیف و تو الیف ہیں جن کا شمار ایک سو ستر اور کچھ تک پہنچتا ہے لے ان ہی میں یہ کتابیں ہیں۔ تفسیر مختصر کلام اللہ، التفسیر النورانی السبع المثانی (بارہ ہزار اشعار ہیں) تفسیر ربانی (تفسیر سورۂ بقر تئیس ہزار اشعار ہیں) حاشیہ تفسیر بیضاوی (شرح حصہ پنجم) نور القاری شرح صحیح البخاری، حاشیہ قدیمیہ بر حاشیہ قدیمیہ، حاشیہ شرح مواقف، حل المعاقد لحاشیہ شرح مقاصد، حاشیہ شرح مطالعہ، حاشیہ تلویح، حاشیہ عضدی، معوّل حاشیہ مطول، حاشیہ شرح وقایہ، شرح شرح ملا جامی بر کافیہ، حاشیہ منہل، حاشیہ شمسیہ (منطق) حاشیہ تہذیب المنطق، طریق الامم شرح فصوص الحکم لابن عربی۔

مدرسہ ہدایت بخش محمد اکرم الدین المخاطب بہ شیخ الاسلام خاں صدر صوبۂ احمد آباد نے جو مولانا موصوف کے مرید و شاگرد تھے۔ ایک لاکھ چند ہزار روپئے سے مولانا موصوف کے لئے ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۰-۱ء میں تعمیر کر دیا جو ۱۱۰۹ھ ۱۶۹۷-۸ء میں مکمل ہوا۔ ۲ھ

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) ابجد العلوم ص ۹۱۱

(۲) اتحاف النبلاء ص ۴۲۷-۴۲۸

(۳) سبحۃ المرجان ص ۹۴

(۴) ماثر الکرام دفتر اول ص ۲۱۹-۲۲۰

(۵) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۴

(۶) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۹۰-۳۹۱

(مترجم)

(۶۲۵) شیخ نور الدین رفیقی کشمیری

شیخ نور الدین رفیقی کشمیری بن عبداللہ بن مصطفےٰ رفیقی کشمیری ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے چچازاد بھائی شیخ طیب بن احمد بن مصطفےٰ سے علوم باطن کی تحصیل کی اور دوسرے مروجہ علوم مولوی محمد حسن بن نظام الدین سے حاصل کئے۔ اکثر شہروں کی سیر و سیاحت کی مشائخ

وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوئے۔ تمام عمر مجرد رہے، موزوں طبع تھے لطیف اور مرغوب اشعار ان سے یادگار ہیں۔ ۹ رجب ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء میں فوت ہوئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۸۷-۴۸۸ (مترجم)

(۶۲۶) ملا نور محمد کشمیری

ملا نور محمد کشمیری، نور بابا پتلو کے نام سے مشہور تھے ملا عبدالستار کشمیری کے شاگرد تھے دہلی میں مولوی حسام الدین محمد، قاضی مستعد خاں اور قاضی مبارک سے تحصیل علم کرنے کے بعد کشمیر آئے اور طلبہ کے افادہ و افاضہ میں مشغول ہو گئے۔ مطول اور خیالی پر حاشیئے لکھے ہیں۔ ۴ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء میں انتقال ہوا۔ مقبرہ داتا گنج بخش واقع کشمیر میں دفن ہوئے [1]

[1] حدائق الحنفیہ (ص ۴۵۳) میں نور بابا پتلو کا نام نور اللہ تحریر ہے۔ (مترجم)

(۶۲۷) مولوی وارث علی سندیلوی

مولوی وارث علی بن شاہ امین اللہ بن شاہ وصف اللہ بن مولوی فضل اللہ بن شاہ غلام محی الدین مخدوم زادہ سندیلہ، ۱۲۰۴ھ / ۸۰-۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی ابوالحسن سندیلوی سے تعلیم پائی۔ اس کے بعد مولوی نور الحق لکھنوی، مولوی سراج الحق لکھنوی، مولوی جعفر علی کسمنڈوی، مولوی مظہر علی سوداگر لکھنوی اور حکیم فرزند حسین فرخ آبادی کی شاگردی اختیار کر کے خوب فیض حاصل کیا طلباء کی تدریس اور مریضوں کے معالجے میں خوب کوشش کرتے تھے۔ اپنے دادا کے مرید و خلیفہ اور مخدوم صاحب کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے۔ رمضان ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء میں انتقال ہوا۔ مخدوم صاحب کی درگاہ کے احاطہ میں قصبہ سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۶۲۸) شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی

شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی ماہ محرم ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء میں جا پانیر (مضافات گجرات) میں پیدا ہوئے۔ ظاہری علوم ملا عماد طارمی کی خدمت میں حاصل کئے۔ اور شیخ قاضی کے مرید ہوئے

ظاہری و باطنی خوبیوں میں کمال حاصل کیا خدا تعالیٰ نے اسم شافی کا ان کو مظہر بنایا تھا۔ ہر جمعہ کو ان کے آستانے پر مریضوں کی ایک بہت بڑی جماعت پہنچتی تھی اور ان سے دعا کی درخواست کرتی تھی۔ اور اس کا اثر جلد ہوتا تھا غرض مخلوق خدا کو ہمیشہ ان کی ذات مقدس سے فیض پہنچا زمانہ کے اکابر و اخیار ان کے مکان پر پہنچتے تھے اس کے باوجود ہمیشہ تدریس و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ وضع اور لباس میں کسی شخص سے ممیز نہیں رہتے تھے، موٹے کپڑے پہنتے تھے۔ جو کچھ فتوحات سے ملتا تھا وہ سخاوت و ایثار میں خرچ کر دیتے تھے۔ جب سلطان محمود گجراتی کے زمانہ میں شیخ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ گجرات پہنچے تو شیخ علی متقی نے جو اس علاقہ کے بڑے شیخ اور ممتاز عالم تھے۔ شیخ محمد غوث کے قتل کا فتویٰ لکھا۔ سلطان محمود گجراتی نے اس کا نفاذ شیخ وجیہہ الدین کی رائے پر موقوف رکھا۔ شیخ وجیہہ الدین نے کہا کہ جب تک میں ان کو دیکھ نہ لوں اس فتوی کے متعلق کچھ نہ کہوں گا۔ جب شیخ وجیہہ الدین نے شیخ محمد غوث سے ملاقات کی تو فوراً ان کے جمال باکمال کے گرویدہ ہو گئے اور استفتاء کو پارہ پارہ کر دیا۔ شیخ محمد غوث نے اس مہلکہ سے نجات پائی عوام نے ان کی طرف رجوع کیا، اور علاقہ کے حکام ان کے معتقد ہو گئے۔ شیخ وجیہہ الدین نے ۲۹ صفر بروز یکشنبہ ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء میں رحلت فرمائی۔ احمد آباد گجرات میں دفن ہوئے "جنات الفردوس نزلا" سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

تصانیف:۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، شرح النخبہ (اصول حدیث)، شرح عضدی، حاشیہ تلویح، حاشیہ بزدوی، حاشیہ ہدایت الفقہ، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ مطول، حاشیہ مختصر حاشیہ تجرید، حاشیہ اصفہانی، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ محقق دوانی، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح چغمنی، شرح تحفہ شاہیہ، شرح رسالہ ملا علی قوشجی، حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح ارشاد۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی، شرح ابیات منہل، شرح جام جہاں نما (تصوف)، شرح کلید مخازن، رسالہ حقیقۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جاپانیر گجرات دکن میں ایک شہر ہے۔

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) حدائق الحنفیہ ص ۳۸۸ - ۳۸۹

(۲) مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۱۹۶-۱۹۷

(۳) رود کوثر ص ۳۳۸-۳۳۹

(۴) مفتاح التواریخ ص ۱۹۴

(۵) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۸۵-۳۸۶

(۶) ابجد العلوم ص ۸۹۶-۸۹۷

(۷) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ص ۲۶ (مترجم)

(۶۲۹) مولانا وجیہہ الدین پائلی

مولانا وجیہہ الدین فاضل متبحر، استاد وقت اور زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے آخر میں شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے اور ان سے بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کی قبر دہلی میں حوض شمسی کے کنارے قاضی کمال الدین حیدر خاں اور قتلغ خاں کے حظیرہ میں ہے جو مولانا کے شاگرد تھے رحمۃ اللہ علیہ [۱]

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۱۷۶-۱۷۷

(۲) سیر الاولیاء ص ۲۹۶-۲۹۷

(۳) اخبار الاخیار ص ۹۹

(۴) تاریخ اولیائے دہلی ص ۸۰ (مترجم)

(۶۳۰) مولوی وزیر علی سندیلوی

مولوی وزیر علی بن انور علی بن مولوی اکبر علی بن مولوی حمد اللہ سندیلوی، کلکتہ میں تحصیل علوم کی خاص طور سے عربی ادب میں خوب تکمیل اور دستگاہ پیدا کی عربی کے کئی دیوان ہیں۔ کلکتہ کے مدرسہ میں دو سو پچاس روپئے ماہوار مشاہرہ پاتے تھے۔ اس زمانہ میں وہاں مدرس تھے۔ جب نصیر الدین حیدر لکھنؤ کے حکمراں تھے، کلکتہ میں انتقال ہوا۔

(۶۳۱) سید شاہ ولی ٹھٹوی

سید شاہ ولی ٹھٹوی ابن شاہ ابوالقاسم، بزرگانہ صفات سے متصف، فضیلت، نیک حالت کے مالک اور مخدوم رحمت اللہ ٹھٹوی کے شاگرد تھے، املاء، انشاء اور شاعری میں صاف اور تیز طبیعت تھے، ان کی طبع روشن کا نتیجہ، ایک جامع تصنیف تحفۃ المجالس ان کی یادگار ہے جو چند علوم پر مشتمل ہے۔ ۱۱۵۰ھ ۸-۱۷۳۷ء میں موضع جگت پور میں انتقال ہوا[۱]

[۱] ملاحظہ ہو (۱) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۱۰۳
(۲) تحفۃ الکرام ص ۵۹۶

(۶۳۲) مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی

ان کا نام نامی اور لقب گرامی ولی اللہ بن عبدالرحیم العمری الحنفی النقشبندی المحدث الدہلوی ہے بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب ۴ ر شوال ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے، ان کا تاریخی نام عظیم الدین مقرر کیا ہے۔ لیکن اس کے (۱۱۱۵ھ) ہوتے ہیں۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کر لیا۔ اسی سال ان کے والد نے اُن کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ کتب فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی چودہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی، پندرہ سال کی عمر میں سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے، صوفیائے باصفا کا خرقہ اور فراغ علمی لپنے والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیا اور درس کی اجازت ہوگئی، ان کے والد ماجد نے اس تقریب میں ہر خاص وعام مسلمان کی ضیافت کا سامان کیا اور بڑے حوصلے سے شب کو کھانا کھلایا، جب سترہ سال کی عمر ہوئی تو ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، ان کی وفات کے بعد چند سال تک درس وارشاد میں مشغول رہے چونکہ وہ ظاہری و باطنی فضائل کے مالک تھے اس لئے فقہائے محدثین کا طریقہ اختیار فرمایا۔ ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۱ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی دوران میں اس علاقہ میں کچھ دنوں ٹھیرگئے اور اور شیخ ابوطاہر مدنی وغیرہ حرمین شریفین کے مشائخ سے خوب فیض حاصل کیا ۱۱۴۵ھ ۱۷۳۳ء میں

مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ہند پاکستان واپس ہوئے اور مخلوق کے ہدایت وارشاد میں دن رات لگے رہتے تھے ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں چار بیٹوں کو چھوڑ کر انتقال فرمایا[1]

ہر فرزند "الولد سرّ لابیہ" کے مصداق تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اسلافہم۔

اولادِ عظام:۔ (۱) مولانا شاہ عبدالعزیز (۲) مولانا رفیع الدین (۳) مولانا عبدالقادر (۴) مولانا عبدالغنی قدس اسرارہم۔

تصانیف شریفہ:۔ (۱) فتح الرحمان (ترجمہ قرآن، فارسی) (۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (۳) المسوّیٰ (شرح الموطاء۔ عربی) (۴) المصفّٰی (شرح الموطاء، فارسی) (۵) القول الجمیل (۶) فیوض الحرمین (۷) انسان العین فی مشائخ الحرمین (۸) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (۹) ہمعات، (۱۰) الطاف القدس (۱۱) مقالہ مرضیۃ فی النصیحہ والوصیۃ (۱۲) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، (۱۳) لمعات (۱۴) سطعات (۱۵) المقدمۃ المنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ (۱۶) انفاس العارفین (۱۷) شفاء القلوب (۱۸) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (۱۹) البدور البازغہ (۲۰) زہراوین (۲۱) الخیر الکثیر (۲۲) الانتباہ (۲۳) الدر الثمین (۲۴) حجۃ اللہ البالغہ (۲۵) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (۲۶) تفہیمات (۲۷) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (۲۸) وصیت نامہ (۲۹) رسالہ دانشمندی (۳۰) الفتح الخبیر فیما لا بد من حفظہ فی علم التفسیر (۳۱) سرور المحزون (۳۲) مکتوبات المعارف، الاعتقاد الصحیح وغیرہا۔

اُنھوں نے رسالہ دانشمندی میں اپنے علم کی اسناد اس طرح تحریر فرمائی ہیں:۔

"اما بعد فقیر ولی اللہ ابن عبدالرحیم نے فن دانشمندی اپنے والد سے حاصل کیا اور انھوں نے میر محمد زاہد (بن قاضی اسلم ہروی) سے اور انھوں نے ملا محمد فاضل سے اور اُنھوں نے مرزا جان سے اور اُنھوں نے [illegible] شیخ شیرازی سے اور اُنھوں نے ملا جلال الدین دوانی سے اور انھوں نے اپنے والد ملا اسعد (بن عبدالرحیم) سے اور اُنھوں نے ملا مظہر الدین گازرونی سے اور اُنھوں نے ملا سعد الدین تفتازانی اور سید شریف جرجانی سے اور اُنھوں نے قطب الدین رازی سے اور اُنھوں نے اور ملا سعد الدین

تفتازانی نے قاضی عضد سے اور انھوں نے ملا زین الدین سے اور انھوں نے قاضی بیضاوی سے اور ان کی سند ابوالحسن اشعری تک پہنچتی ہے جو کتب تواریخ میں مشہور و معروف ہے۔"

سلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین۔ از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ (مطبوعہ)

(۲) انفاس العارفین۔ از شاہ ولی اللہ دہلوی (مطبوعہ)

(۳) الجزو اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ از شاہ ولی اللہ دہلوی۔

(۴) رسالہ دانشمندی۔ از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ (مطبوعہ)

(۵) حدائق الحنفیہ ص ۴۴۷-۴۴۸

(۶) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات از پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

(۷) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ از مولانا عبید اللہ سندھی۔

(۸) الفرقان (بریلی) کا شاہ ولی اللہ نمبر۔ مرتبہ مولانا منظور احمد نعمانی۔

(۹) علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم از مولانا محمد میاں ص ۱-۴۲

(۱۰) حیات ولی از مولوی رحیم بخش دہلوی۔

(۱۱) تذکرہ شاہ ولی اللہ۔ از مولانا مناظر احسن گیلانی۔

(۱۲) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۴-۴۸

(۱۳) ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۵۲، ۸۴، ۹۵

(۱۴) یادگار دہلی ص ۹۸-۹۹، ۱۰۱-۱۰۲

(۱۵) واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ص ۵۸۴-۵۸۵

(۱۶) وصیت نامہ شاہ ولی اللہ دہلوی معہ شرح از قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

(۱۷) ابجد العلوم ص ۹۱۲-۹۱۴

(۱۸) تصنیف رنگین از سعادت یار خاں رنگین (قلمی۔ مملوکہ محمد ایوب قادری)

(۱۹) الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی ص ۷۹

(۲۰) امداد فی ماثر الاجداد - از شاہ ولی اللہ دہلوی (مطبوعہ)

(۲۱) ولی اللہ از محمد اسمٰعیل گودھری (جامعہ ملیہ پریس دہلی)

(۲۲) کلمات طیبات ص ۱۵۸ - ۱۹۷

(۲۳) رود کوثر ص ۴۸۷ - ۵۷۷

(۲۴) نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۹۸ - ۴۱۵

(۲۵) اتحاف النبلاء ص ۴۲۸ - ۴۳۲

(۲۶) A History of the Freedom Movement
Vol I pp 491-541 (مترجم)

(۶۳۳) مولوی ولی اللہ برہان پوری

مولوی ولی اللہ برہان پوری بن مولوی غلام محمد، پہلے علوم مروجہ اپنے والد ماجد سے حاصل کئے پھر کتب حدیث کی سند مکہ معظمہ میں شیخ ابوالحسن آفندی محدث سے حاصل کی اپنے وطن برہان پور میں واپس آئے، اپنے والد کی حیات تک وہیں طلباء کے تدریس وافادہ میں مشغول رہے اپنے والد کے انتقال کے بعد بندر سورت پہنچے اور توطن اختیار کرلیا اور اپنی عمر عزیز طلباء کو فائدہ پہنچانے میں بسر کر دی ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲-۳ء میں انتقال ہوا۔ سورت کے محلہ سید پور میں دفن ہوئے۔

(۶۳۴) مولوی ولی اللہ فرخ آبادی

مولوی ولی اللہ فرخ آبادی، ابن احمد علی، عالم باعمل اور فاضل اجل تھے تفسیر نظم الجواہر ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰-۱ء میں تصنیف فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ جواہر کی لڑی ہے۔ اس کے نام سے تاریخ تصنیف نکلتی ہے ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳-۴ء میں انتقال ہوا۔[۱]

[۱] مفتی ولی اللہ قصبہ سانڈی (توابع خیر آباد) میں ۱۴ شوال بروز جمعہ ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء میں پیدا ہوئے ۹ سال کی عمر میں فرخ آباد پہنچے فرخ آباد، قنوج اور بریلی (روہیل کھنڈ) میں تحصیل علم کی ان کے اساتذہ میں مولوی فضل اللہ بہاری، مولوی دائم علی فرخ آبادی خاص طور سے قابل ذکر ہیں مولوی عبدالباسط قنوجی سے فاتحہ فراغ پڑھا، علم طب مولوی

حکیم رحیم علی خاں سے پڑھا، خواجہ رحمت اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ۱۱۹۰ھ ۱۷۷۶ء میں حرمین شریفین پہنچے۔ چھ سال وہاں مقیم رہے پھر واپس آکر فرخ آباد میں مقیم ہو گئے فرخ آباد میں ایک مدرسہ اور کتب خانہ قائم کیا مدرسہ کا تاریخی نام "فخر المران و ربیع المفاخر" رکھا جس سے ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹-۱۰ء نکلتے ہیں ۲۹ اگست ۱۸۰۵ء کو مفتی مقرر ہوئے اور ۱۳ اکتوبر ۱۸۲۸ء تک اس عہدہ پر کام کرتے رہے۔ ۵ رجمادی الثانی ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۸۳۲ء کو مفتی ولی اللہ نے انتقال کیا۔ مصرع ذیل سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ع

"دفن کردند گنج علم بہ خاک"

مفتی صاحب کی تصنیفات میں شرح وردالتقرب (۲) حزب التوسل الی جناب سیدالانبیاء والمرسل اور تاریخ فرخ آباد بھی ہیں۔ مصنف نے اپنے حالات تاریخ فرخ آباد کے آخری مقالے میں لکھے ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) تاریخ فرخ آباد (قلمی) مقالہ پنجم۔

(۲) تاریخ فرخ آباد از ولیم اروِن (مقدمہ)

(۳) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۱

(۴) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۲۶-۵۲۷

(۵) تذکرہ شعرائے فرخ آباد۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو، اردو ادب علی گڑھ جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء) (مترجم)

(۶۳۵) مولوی ولی اللہ لکھنوی

مولوی ولی اللہ بن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد سے اور درمیانی کتابیں مسلم الثبوت تک اپنے چچا ملا محمد یوسف سے پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد علوم کی تحقیق و تکمیل میں بہت کوشش کی اور اپنی عمر عزیز طلباء کی تدریس پر

صرف کردی، ان سے ایک جہان مستفیض ہوا، جامع علوم عقلی ونقلی اور حاوی فنون فرعی واصلی تھے تصانیف کثیرہ ان سے یادگار ہیں صفر ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں ۸۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا[1] حکیم ظہیر الدین المتخلص بہ جواد نے ان کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

کز وفاتش شدند بے سروپا ورع وشرع وفضل وعلم وعمل

تصانیف:۔ نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت، تفسیر معدن الجواہر، حاشیہ ہدایۃ الفقہ (عبادات ومعاملات)، حاشیہ برحاشیہ کمالیہ، شرح عقائد جلالیہ، حواشی زواہد ثلثہ، حاشیہ صدرا، شرح غایۃ العلوم، معارج العلوم، تذکرۃ المیزان، تکملہ شرح سلم ملا احمد عبدالحق تکملہ شرح سلم ملا حسن، رسالہ تشکیک، کشف الاسرار فی خصائص سید الابرار مراۃ المومنین، تنبیہ الغافلین فی مناقب آل سید المرسلین، آداب السالکین، رسالہ عمدۃ الوسائل، رسالہ اغصان اربعہ۔

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔
(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۹۷ — ۲۰۰
(۲) نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۲۷ — ۵۲۸ (مترجم)

(۴۳۶) حافظ ولی اللہ لاہوری

حافظ ولی اللہ لاہوری، فاضل متبحر، فقیہ مناظر اور واعظ معتبر تھے۔ نصاریٰ کے عقائد کے رد میں بڑی مہارت حاصل تھی مروجہ علوم مولوی غلام رسول قلعہ والا، مولوی نور احمد ساکن کھائی کوٹلی اور مولوی احمد الدین بگوی سے حاصل کئے لاہور کے لوگ ان سے فتوی لیتے تھے بر جمعہ [illegible] جامع مسجد میں وعظ کہتے تھے۔ مباحثہ دینی، صیانۃ الانسان من وسوسۃ الشیطان [illegible] ان کی یادگار تصانیف ہیں بروز جمعہ بوقت ظہر ۲۲ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ [illegible][1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۵۱۴
(۲) تذکرہ علماء والمشائخ از محمد الدین فوق ص ۶۰
(۳) مشاہیر کشمیر از محمد الدین فوق ص ۲۷ — ۲۹ (مترجم)

(۶۳۷) ہمایوں شاہ

اس کا نام نصیر الدین محمد بن بابر بادشاہ (ہند پاکستان میں تیموری خاندان کی بنیاد رکھنے والا) تھا، فرشتہ خصائل اور صوری و معنوی کمالات سے آراستہ تھا علم ہیئت، نجوم اور تمام عربی علوم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا اہل فضل و کمال کا مربی اور اہل تقویٰ کا مرجع تھا، کبھی بے وضو نہیں رہتا تھا اور خدا اور رسول کے نام کو بغیر طہارت نہیں لیتا تھا۔ گالی اور بد کلامی سے بات نہیں کرتا تھا، جب نہایت غصہ کی حالت میں ہوتا تو معتوب کو "سفیہ" (نادان) کہہ دیتا تھا۔ گھر اور مسجد میں کبھی بایاں پاؤں پہلے نہیں رکھتا تھا۔ بہت باحیا اور بامروت تھا۔ ۷ ربیع الاول ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء میں ہمایوں کتب خانہ کی چھت سے اتر رہا تھا۔ اس کے چھت سے اترتے وقت مؤذن نے اذان دی، بادشاہ اذان کی تعظیم کی غرض سے بیٹھ گیا، اٹھتے وقت عصا نے خطا کی اور اس کا پاؤں پھسل گیا، چند سیڑھیوں سے لڑھک کر زمین پر گرا۔ ماہ مذکور کی ۱۵ تاریخ کو اس عالم بے وفا سے رحلت کی۔ مولانا قاسم کاہی نے اس کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے:۔

قطعہ تاریخ انتقال نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ

ہمایوں بادشاہ ملک معنی   ندارد کس چو او شاہنشہی یاد

ز بام قصر خود افتاد ناگہ   وزاں عمر عزیزش رفت برباد

پے تاریخ او کاہی رقم زد   ہمایوں بادشاہ از بام افتاد   ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء

اس کی عمر اکیاون سال کی تھی اور ۲۵ سال اور کچھ مدت حکومت کی۔ انار اللہ مرقدہ [۱]

[۱] بزم تیموریہ کے مؤلف، مولوی صباح الدین عبد الرحمٰن نے ہمایوں پر ایک جامع اور تحقیقی مقالہ اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) بزم تیموریہ ص ۴۴-۵۳

(۲) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ص ۳۸۹-۳۹۲   (مترجم)

(۶۳۸) حاجی ہاشم سندھی

حاجی ہاشم سندھی ولد عبدالغفور، مخدوم ضیاء الدین کے شاگرد، ممتاز اور مشہور عالم تھے بہت سے علماء کے مقابلہ میں اقبال و انتظام کے اعتبار سے فائق تھے اگرچہ اپنے زمانہ کے علماء مثلاً مخدوم محمد حسین وغیرہ سے مخالفت رکھتے تھے، لیکن اہل سنت وجماعت کے دین کو قوت اور سنت کو رواج دینے میں زمانہ میں نظیر نہیں رکھتے تھے ایسے زبردست کام جو دین مبین کے لئے باعثِ تقویت ہوں ان کے زمانہ میں محض اللہ کی خاطر انجام دئے جاتے تھے۔ مشرکوں اور معاندین پر ان کا عمل خوب چلتا تھا۔ ان کے زمانے میں سینکڑوں ذی دولت ایمان سے مشرف ہوئے سلاطین وقت مثلاً نادر شاہ و احمد شاہ سے پیغام وسلام رکھتے تھے، دین کی تقویت کے احکام ان کی درخواست کے مطابق حسب دلخواہ جاری ہوتے تھے اور بہت اچھی طرح عمل میں آتے تھے۔ غرض ان کی ذات غنیمت تھی۔ ہر علم میں بہت سی تصنیفات تھیں ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰-۱ء میں انتقال فرمایا۔[1]

[1] ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲-۳ء میں حاجی ہاشم سندھی پیدا ہوئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔
(۱) مقالات الشعراء ص ۸۱۴-۸۲۳ (۲) تاریخ سندھ جلد ششم حصہ دوم ص ۹۹۲-۹۹۴
(۳) کشکول سندھ مسوّ... اسلامیہ وغیرہ در فقہ (علامہ ہاشم سندھی نیز دیگر علمائے سندھ کے مختلف فتاویٰ کا مجموعہ) قلمی، مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی۔ (مترجم)

(۶۳۹) مولوی ہادی علی لکھنوی

مولوی ہادی علی لکھنوی بن شیخ حسین علی بن شیخ محب الدین بن شیخ نظام الدین لکھنوی کے شیوخ سے تھے کہ جو "بجنوریوں" کے عرف سے مشہور ہیں۔ نہایت ذہین اور ذکی تھے تحصیل علم سے فارغ ہو کر لکھنؤ کے مطابع میں کتابوں کی تصحیح کے کام میں خاص امتیاز رکھتے تھے "نسخہ گوہر منظوم" (جو تاریخی نام ہے، ابواب صرفیہ کے خواص کے بیان میں) اور دوسرے رسائل، ان کی تصنیف سے ہیں۔ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷-۸ء میں جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) ان کی خدمت

ہیں حاضر ہوا تھا اور اپنا منظومہ رسالہ فوائد جلالیہ ان کی خدمت میں پیش کیا تھا جس کو پسند فرمایا۔

(۶۴۰) سید یٰسین گجراتی

سید یٰسین گجراتی، سید شاہ امیر کے بنی اعمام میں تھے۔ اکثر مروجہ کتابیں گجرات میں میاں وجیہہ الدین سے پڑھیں اور ان ہی کے مرید ہوئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے وہاں علم حدیث حاصل کیا اور اجازت پائی پھر ہند پاکستان واپس آئے اور کچھ دنوں لاہور میں رہے، پھر سرہند میں مشائخانہ زندگی گزاری، اپنے نیلے کپڑے پہلنے والے خادموں کو تربیت کرتے تھے پھر بنگال کی طرف چلے گئے [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) منتخب التواریخ ص ۴۵۲
(۲) نزہۃ الخواطر جلد چہارم ص ۳۹۳-۳۹۴ (مترجم)

(۶۴۱) مولانا یعقوب شافعی سنجری

مولانا یعقوب سنجری، علوم معقول و منقول کے فاضل اور صاحب تصانیف تھے ولایت سنجر سے الف خاں سنجر کے ہمراہ گجرات میں تشریف لائے۔ اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان سنجر نے الف خاں سنجر کو ستر ہزار سوار اور پیادوں کے ہمراہ راجہ بیر دھول بگھیلہ کی حکومت کے زمانہ میں پٹن نہروالہ کی تسخیر کے ارادہ سے بھیجا، پانچ سال اور گیارہ ماہ تک اس سے مقابلہ و محاصرہ رہا۔ اس زمانہ میں الف خاں نے قلعہ راک کے پتھر کی ایک مسجد کی بناڈالی ابھی کام ختم نہ ہوا تھا کہ سلطان سنجر کی وفات کی خبر ملی الف خاں راجہ سے نقدی لے کر اپنے ملک کو واپس لوٹ گیا۔ مولانا یعقوب جو الف خاں کے ہمراہ تشریف لائے تھے ہمیشہ اس مسجد میں درس دیتے تھے، الف خاں نے رخصت ہوتے وقت دس ہزار تنکے مولانا کی خدمت میں پیش کیے۔ یہ مقدس مسجد ماہ ذی قعدہ ۶۵۵ھ/۱۲۵۷ء میں مکمل ہوئی۔

(۶۴۲) مولانا یعقوب پٹنی

مولانا یعقوب پٹنی بن خواجگی علوی، قاضی زین الدین چشتی دولت آبادی کے مرید و خلیفہ تھے ظاہری و باطنی علوم حاصل کر کے شیخ رجب کی خدمت میں فیض حاصل کیا۔ ۱۲ر جمادی الثانی سنہ ۸۰۰ھ / ۱۳۹۸ء میں انتقال ہوا[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ نزہتہ الخواطر جلد دوم ص ۱۷۷-۱۷۸ (مترجم)

(۶۴۳) قاضی یعقوب مانک پوری

قاضی یعقوب مانک پوری، قاضی فضیلت کے داماد تھے علم فقہ اور اصول فقہ میں خوب مہارت تھی، خوش طبع اور شگفتہ مزاج تھے۔ عربی اشعار ہندی بحروں میں لکھتے تھے جو مضحکہ سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہند پاکستان کے قاضی ہوئے اس کے بعد تنزل کے طور پر بنگال کے عہدۂ قضاء پر مامور ہوئے۔ جب اُنھوں نے معصوم کابلی کے ساتھ مخالفت میں شرکت کی، تو ان کو بنگال سے طلب کر کے، گوالیار کے قلعہ میں قید کرنے کا حکم ہوا۔ گوالیار کے راستے میں فوت ہوگئے[1]

[1] ملاحظہ ہو:۔ منتخب التواریخ ص ۴۳۳ (مترجم)

(۶۴۴) شیخ یعقوب صرفی کشمیری

شیخ یعقوب صرفی کشمیری بن شیخ حسن گنائی عاصمی کشمیر کے بزرگوں میں تھے ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں ذہانت، تیز فہمی اور بزرگی کے آثار ان کی پیشانی [illegible] ہر تھے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ مروجہ علوم مولانا محمد شاہ آنی (تلمیذ مولانا عبدالرحمان جامی) اور ملا نصیر کی خدمت میں حاصل کئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شیخ حسین خوارزمی سے تعلیم باطن اور شیخ ابن حجر مکی سے سند حدیث حاصل کی اور مشائخ کی طرح سفر کئے اکثر عرب و عجم کے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اکتساب فیض کیا اور ارشاد و

ہدایت کی اجازت حاصل کی، ان کے مرید بہت تھے۔ شب پنجشنبہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۵ء میں انتقال ہوا۔

تصانیف:۔ تفسیر قرآن مجید (ناتمام)، مسلک الاخیار، ثنوی وامق و عذرا، ثنوی لیلی مجنوں، مغازی النبوت، مقامات مرشد، (آخر الذکر) پانچوں کتابیں مولانا جامی کے خمسہ کے جواب میں لکھی ہیں۔ مناسک حج، شرح صحیح بخاری، حاشیہ توضیح تلویح، حاشیہ روائح حاشیہ رباعیات اور رسالہ اذکار وغیرہ۔

ک مولانا یعقوب صرفی دور اکبری کے نامی گرامی فاضل تھے، ملا عبدالقادر بدایونی، سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ملا نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں صرفی کشمیری کے وہ خطوط نقل کر دیئے ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً ملا کو لکھے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں تحریر کیا ہے کہ شیخ یعقوب صرفی کا انتقال ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء میں ہوا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

(۱) منتخب التواریخ ج ۴ ۔ ۱۴۲ ۔ ۱۴۵

(۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۹۴ ۔ ۳۹۵۔ مترجم)

(۶۴۵) مفتی یعقوب علی ساکن راجمندری

مفتی یعقوب علی بن مولوی فضل علی خاں ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲-۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ قاضی ارتضا علی خاں اور مولوی تراب علی خیر آبادی کی خدمت میں علوم معقول و منقول حاصل کئے اور کچھ دنوں انگریزی سرکار کی طرف سے مفتی کے عہدہ پر مامور رہے۔ اس کے بعد ملازمت چھوڑ کر شہر راجمندری (علاقہ مدراس) میں توطن اختیار کر لیا اور طلباء کے افادہ میں مشغول ہو گئے مدراس کے اکثر طلباء نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ۲۰ رمضان ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء میں وفات پائی اور راجمندری میں دفن ہوئے۔

(۶۴۶) شیخ یوسف دہلوی

شیخ یوسف دہلوی خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی، عالم ربانی، حدیث اور تفسیر قرآنی کے ماہر تھے۔ ایک کتاب تحفۃ النصائح کے نام سے نظم کی ہے جو قرآن و سنن کے احکام و آداب پر مشتمل ہے اس کے قافیہ کا آخری لفظ، رائے مہملہ (غیر منقوطہ) ہے [illegible] میں وفات پائی۔ اللہ غریق رحمت کرے۔

(۶۴۷) شیخ یوسف ملتانی

سید یوسف ملتانی بن سید جمال حسینی، علوم معقول و منقول کے [illegible] اور مولانا علاء الدین رومی کے شاگرد تھے۔ ان کے اجداد میں ایک شخص مشہد سے ملتان [illegible] وطن اختیار کرلیا۔ (یوسف ملتانی) سلطان فیروز کے زمانہ میں سپاہیانہ لباس میں ملتان سے دہلی آئے۔ جب سلطان مذکور نے ان کی قابلیت اور استعداد دیکھی تو [illegible] مدرسہ کا مدرس کردیا جو متصل حوض قاضی تعمیر کرایا تھا، چند سال تک وہ مسند درس و افادہ پر متمکن رہے اور عوام و خواص کو مستفید کیا۔ قاضی ناصر الدین بیضاوی کی مصنفہ کتاب [illegible] فی علم الاعراب کی جو علم نحو میں ہے، ایک مفصل شرح، شرح یوسفی کے نام سے [illegible] علم اصول میں توجیہ الکلام شرح منار بھی ان کی تصنیف [illegible] میں انتقال ہوا اور حوض مذکور پر دفن ہوئے[1]۔

[1] ملاحظہ ہو:- نزہۃ الخواطر جلد دوم ص ۱۴۸

(۶۴۸) شیخ یوسف [illegible]

ان کے آباء و اجداد چنگیزی حادثہ رستخیز کی وجہ سے [illegible] ہند پاکستان میں آئے اور علاقہ ایرج میں توطن اختیار کیا وہ خواجہ اختیار الدین کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے، سید جلال بخاری اور شیخ راجو قتال کی خدمت میں [illegible] اجازت [illegible]

مشرف ہوئے، ان کی عجیب و غریب تصانیف ہیں۔ منہاج العابدین مؤلفہ امام غزالی کا ترجمہ کیا ہے۔ اشعار بھی کہتے تھے، تاریخ محمدی کے مؤلف جو ان کے مریدوں میں سے ہیں لکھتے ہیں۔

"ایک دن اپنی خانقاہ میں سماع سن رہے تھے کہ اسی حالت میں انتقال ہو گیا"

یہ واقعہ ۸۴۲ھ/۱۴۳۸ء میں رونما ہوا۔ اپنی خانقاہ کے صحن میں دفن ہوئے، سلطان علاء الدین مندوی نے ان کے مزار پر ایک بڑا گنبد تعمیر کرا دیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ [1]

[1] ملاحظہ ہو:- (۱) نزہۃ الخواطر حصہ سوم ص ۱۸۰
(۲) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۸۳-۳۸۴ (مترجم)

(۶۴۹) مفتی یوسف چپک کشمیری

مفتی یوسف چپک کشمیری علم فقہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ملا فاضل اور ملا عبد الرزاق کشمیری ان کے کمال کے معترف تھے اکثر خواجہ محمود کشمیری کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور فقہ و تفسیر کے نکات حل کرتے تھے [1]

[1] ملاحظہ ہو:- حدائق الحنفیہ ص ۴۲۸ (مترجم)

خاتمہ کتاب

خاتمہ کتاب میں اس کتاب کے ماخذ کتابوں کے نام، معاونین کے نام اور مؤلف کا حال[1] شامل ہے۔

ا۔ کتب ماخذ

۱۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، حسان الہند میر غلام علی آزاد۔ بلگرامی۔
۲۔ منتخب التواریخ ملا عبد القادر۔ بدایونی
۳۔ اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔

---

[1] مؤلف کتاب مولوی رحمان علی کا حال "ر" کے ضمن میں شامل کر دیا گیا ہے (مترجم)

۴- تاریخ جدولیہ — منشی خادم علی سندیلوی -
۵- مفتاح التواریخ — مسٹر بیل انگریز
۶- حدیقۃ الاقالیم — اللہ یار عثمانی بلگرامی
۷- طبقات اکبری — ملا نظام الدین احمد ہروی
۸- خزانۂ عامرہ — غلام علی آزاد بلگرامی
۹- تاریخ فرشتہ — محمد قاسم ہندو شاہ
۱۰- طرب الاماثل فی تراجم الافاضل — مولوی عبد الحیٔ لکھنوی
۱۱- الاغصان الاربعۃ — مولوی ولی اللہ لکھنوی
۱۲- آمدنامہ — مولوی فضل امام خیرآبادی
۱۳- خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور لاہوری
۱۴- تاریخ الاولیاء — مولوی شاہ اشرف علی عرف منشی عبد الفتاح ساکن گلشن آباد ناسک -
۱۵- سفینۃ الاولیاء — شہزادہ دارا شکوہ گورگانی
۱۶- گنج تاریخ — مفتی غلام سرور لاہوری -
۱۷- تاریخ فیروز شاہی — خواجہ ضیاء الدین برنی -
۱۸- مسودہ مولوی محمد اشرف علی لکھنوی - از کتب خانہ حافظ محمد شوکت علی رئیس سندیلہ -
۱۹- ابجد العلوم — مولوی نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی -
۲۰- تذکرۃ الکرام — ابو الحسنات پھلواروی -
۲۱- بحر ذخار — مولوی وجیہ الدین لکھنوی -
۲۲- تذکرۃ الاصفیاء — شیخ رحمت اللہ عرف شیخ برّی لکھنوی
۲۳- القول الجلی فی تذکرۃ المولوی سخاوت علی - مؤلفہ مولوی محمد محفوظ ساکن بلیا -
۲۴- حسرت العالم فی وفات مرجع العالم مولوی عبد الحیٔ لکھنوی -
۲۵- کنز البرکات لمولانا ابو الحسنات — مؤلفہ مولوی حفیظ اللہ اعظم گڑھی
۲۶- سیر المتاخرین — غلام حسین طباطبائی حسنی -

۲۷- حدائق الحنفیہ مولوی فقیر محمد جہلمی لاہوری۔

۲۸- واقعات کشمیر المعروف بہ تاریخ اعظمی مؤلفہ خواجہ محمد اعظم بن خیر الزمان۔

۲۹- انوار الصفی مولوی حسین علی رودولوی۔

۳۰- آئینہ اودھ مولفہ شاہ ابوالحسن مانک پوری

۳۱- ہدیۂ مہدویہ مولفہ مولوی محمد زماں خاں شاہ جہاں پوری۔

۳۲- نجوم السماء فی تراجم العلماء (مرزا محمد علی)

۳۳- انموذج الکمال مصنفہ مولوی رضا حسن خاں کاکوروی۔

۳۴- مصابیح الاذکیاء مصنفہ مولوی رضا حسن خاں کاکوروی۔

۳۵- عماد السعادت غلام علی

۳۶- الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۳۷- القول الجلی بذکر آثار الولی مؤلفہ شیخ محمد عاشق پھلتی۔

۳۸- مرأت احمدی (تاریخ گجرات)

۳۹- تحفۃ الکرام (تاریخ سندھ) میر شیر علی قانع تتوی۔

۲- اسمائے معاونین

(۱) مولوی حافظ محمد شوکت علی رئیس اعظم قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی۔

(۲) مفتی شاہ عبد الفتاح عرف مولوی اشرف علی ساکن گلشن آباد ناسک۔

(۳) مولوی محمد ادریس بلگرامی (۴) مولوی عبد القادر بن مولانا فضل رسول بدایونی۔

(۵) مولوی محمد نعیم بن مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی (۶) مولوی عبد الباقی فرنگی محلی۔

(۷) مولوی محمد شبلی بن مولانا سخاوت علی جون پوری (۸) مولوی شاہ ابوالبرکات چشتی بہاری۔

(۹) مولوی حافظ عبد الکافی احمد آبادی (۱۰) مولوی شاہ صدر الدین کاظمی۔

(۱۱) مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی۔ (۱۲) مولوی محمد عبد الحئی بن مولوی فخر الدین ساکن تکیہ رائے بریلی

(۱۳) مولوی شاہ محمد عادل شاگرد و جانشین مولانا محمد سلامت اللہ کشفی۔

تکملۂ کتاب

۱- قاضی ابراہیم سندھی - ساکن اربلیہ مضاف سیوستان ملک سندھ - اکابر علماء میں سے تھے۔

۲- قاضی ابراہیم ٹھٹوی - مخدوم فیروز کے پوتے تھے صوری و معنوی کمالات کے جامع تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں دہلی کے مفتی اور لشکر کے قاضی رہے [قاضی ابراہیم کچھ مدت کے لئے ٹھٹے کے امین مقرر ہو کر آئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی حویلی ڈیڑھ لاکھ روپے میں تعمیر ہوئی تھی جو ان کو پسند نہ آئی ٹھٹے کا حاکم جو ہفت ہزاری تھا وہ ان کے گھر پر آ کر دربار منعقد کرتا تھا۔ یہ بھی ہفتے میں ایک دن اس کے گھر جایا کرتے تھے۔ قاضی مذکور کے دو نامور فرزند ہوئے - ایک شیخ امان اللہ اور دوسرے شیخ عنات اللہ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ تحفۃ الکرام ص ۶۶۱ - ۶۶۵ - مترجم]

۳- میر ابوالبقاء - تصانیف کثیرہ کے مصنف تھے اور نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ کے معاصر تھے [میر ابوالبقاء بھکر کے ایک برگزیدہ اور صاحب نسبت بزرگ تھے جب ہمایوں بادشاہ دہلی کا تخت چھوڑ کر سندھ سے گزرا تو میر ابوالبقاء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب بھکر کے محافظوں کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے راہ سے گزرتے ہوئے تیر برسا کر انہیں شہید کر دیا۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ص ۳۹۰ - مترجم]

۴- ابو جعفر عمر لاہوری ابن اسحاق لاہوری - فضل و دانش میں یگانہ اور زہد و تقوی میں شہرۂ آفاق تھے۔

۵- مولوی ابوالحسن ساکن کاندھلہ - شاہم بابا کے نام سے مشہور تھے۔ شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ کے معاصر تھے۔

۶- ملا ابوالحسن کشمیری :-

۷- قاضی ابوالخیر بھکری [قاضی ابوالخیر، قاضی قاضن سیوستانی کے اجداد میں سے تھے [illegible] نضیلت اور صاحب حال بزرگ گزرے ہیں بھکر میں سکونت رکھتے تھے [illegible] تحفۃ الکرام ص ۳۴۹ مترجم]

۸- محمد ابوالخیر ٹھٹوی - فتاوی عالمگیری میں احتیاط مسائل میں شریک رہے - [قاضی فضل اللہ ٹھٹوی اپنے وقت کے مقتدر عالم اور صاحب تقوی بزرگ تھے۔ ہمیشہ درس علوم میں مشغول رہتے تھے ان کی اولاد میں مخدوم ابوالخیر تھے اپنے عہد کے نامور فاضل تھے، ملاحظہ ہو۔ تحفۃ الکرام ص ۹۶۰ - ۹۶۱ مترجم]

۹- قاضی ابوسعید بھکری ولد قاضی زین الدین، علم و فضل کی بنا پر اپنے عہد میں صاحبِ امتیاز تھے۔

۱۰- ابوالفتح ولد شیخ الہدیہ خیرآبادی۔ سلیم شاہ ابن شیر شاہ سور کے معاصر تھے۔

۱۱- قاضی ابوالقاسم بن ملا جمال الدین سیال کوٹی۔ نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۱۲- امیر ابوالمعالی۔ امیر علاء الملک کے بھائی تھے تفسیر سورۂ اخلاص، رسالہ عدالت اور انموذج العلوم ان کی تصنیفات ہیں ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء میں ملک بنگال میں انتقال ہوا۔

۱۳- ملا احمد مفتی گجراتی۔

۱۴- ملا احمد ٹھٹھوی شاگرد شاہ فتح اللہ، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے میں تھے [ابوالفضل اور فیضی کے ہم عصر اور عہد اکبری میں مشہور و معروف تھے کچھ عرصہ تک ٹھٹھے کے قاضی بھی رہے، مکلی پر ان کی خانقاہ تھی۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ص ۱۷۱ مترجم]

۱۵- مولوی احمد حسن مصنف صراط الاہند امر وغیرہ۔

۱۶- مولوی احمد کل نائب مفتی بھوپال۔

۱۷- مولوی احمد شاہ سندھی۔

۱۸- مولوی احمد کبیر ساکن قصبہ پھلواری۔

۱۹- مولوی سید ارشاد حسین ساکن پٹنہ۔

۲۰- مولوی ارشاد حسین رامپوری [ابن حکیم احمد حسین، مجدد الف ثانی کی اولاد میں تھے حافظ قرآن، مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ ۱۲ صفر ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء کو رامپور میں پیدا ہوئے کتب فارسی اپنے والد اور شیخ احمد علی سے پڑھیں، اساتذۂ وقت سے عربی کی تحصیل کی۔ لکھنؤ جا کر کتب منقول پڑھیں پھر رامپور میں ملا نواب سے تکمیل علم کی حضرت شاہ احمد سعید مجددی سے بیعت ہوئے۔ ایک بیوہ سے عقد کر لیا۔ نواب کلب علی خاں نے چار سو روپیہ ریاست سے مقرر کیا، سلسلہ درس جاری رہتا۔ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء کو انتقال ہوا مولانا ارشاد حسین کی تصنیفات میں انتصار الحق بزبان اردو بہت مشہور ہے جو میاں نذیر حسین دہلوی کی کتاب معیار الحق کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رامپور ص ۳۰ - ۳۳ مترجم]

۲۱- ملا اسحاق رامپوری ولد ملا احمد ولائتی۔

۲۲- ملا اسحاق بھکری [ملا اسحاق بھکری بڑے صاحب فضیلت اور سلطان محمود خاں کے ملازم تھے۔ آخر میں یہ مرزا جانی بیگ کے فرزند مرزا غازی (وقاری) کے استاد مقرر ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ تحفۃ الکرام ص ۳۹۵ مترجم]

۲۳- ملا اسد اللہ ساکن پٹنہ۔

۲۴- قاضی اسماعیل اصفہانی گجراتی۔ سلطان محمود بیگڑہ کا معاصر تھا۔

۲۵- قاضی اشرف حسین ساکن موہونہ مضاف لکھنؤ۔

۲۶- مولوی اعز الدین سندیلوی۔ ابن سید غلام اولیا، قصبہ سندیلہ کے مخدوم زادے اور مولوی حیدر علی سندیلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۸ صفر ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء میں انتقال ہوا۔

۲۷- مولانا افتخار الدین برنی۔ علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۲۸- مولانا افتخار الدین گیلانی۔ غیاث الدین تغلق کے معاصر تھے۔

۲۹- ملا افضل منٹو کشمیری۔ بن ملا حیدر چرخی، محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں تھے۔

۳۰- مولوی اکبر علی پشاوری۔

۳۱- مولوی آل محمد ساکن قصبہ پھلواری ضلع پٹنہ۔

۳۲- مولوی آل حسن موہانی۔ مصنف رسالہ استفسار در رد عقائد نصاریٰ [مولوی غلام حسین خاں ساکن موہان کے بیٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی پھر الٰہ آباد میں کسی سرکاری دفتر میں محرر ہو گئے اسی ملازمت میں ترقی ہوتی رہی، مولانا کو مناظرہ میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ آگرہ کے مشہور مناظرہ میں شریک ہوئے۔ کچھ دنوں حیدر آباد میں بھی ملازم رہے۔ مولانا کثیر تصانیف کے مالک ہیں۔ [illegible] ہیں۔ تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو [illegible] ۲۴۱-۲۲۲ مترجم]

۳۳- مولوی اُلفت حسین شیعی۔ مصنف معجزہ قرآن [illegible]۔

۳۴- ملا الہ داد سرہندی بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۳۵- مولوی الہ داد ساکن کلکتہ [بہار کے ایک گاؤں میں مظفرہ ضلع بہار کے رہنے والے تھے ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ مشاہیر علماء وقت سے تحصیل علم کی ۱۸۵۱ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس چہارم

ہوئے اور ۱۸۷۳ء میں صدر مدرس ہوئے۔ فورٹ ولیم کی بہت سی کتابیں ان کی اصلاح اور نظر ثانی کے بعد شائع ہوئیں ۱۸۷۵ء میں ملازمت سے علیحدہ ہوئے ۱۸۸۵ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ۱۸۹۵ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۲ء میں کلکتہ میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ تاریخ مدرسہ عالیہ ص ۱۶۸-۱۶۹ مترجم]

۳۶- مولوی الٰہی بخش فیض آبادی۔ عمدۃ المرام فی تحقیق الجملہ والکلام کے مصنف تھے۔

۳۷- الیاس منجم اردبیلی۔ ہمایوں بادشاہ کے استاد اور پرگنہ موہان (مضاف لکھنؤ) کے جاگیر دار تھے۔

۳۸- ملا امام الدین دہلوی۔ دراصل لاہوری تھے دہلی میں توطن اختیار کرلیا تھا۔ ریاضی داں تھے۔ تشریح الافلاک مصنفہ بہاء الدین آملی پر ایک مختصر شرح ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء میں لکھی ہے جو التصریح فی شرح التشریح کے نام سے مشہور ہے۔

۳۹- مولوی امام الدین ساکن ٹونک

۴۰- سید امان قنوجی بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۴۱- مولوی امین اللہ ساکن پھلواری۔

۴۲- مولوی امین اللہ۔ مدرس کلکتہ جن کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں مشہور قصیدہ ہے۔ [مولوی امین اللہ بن مولانا سلیم اللہ نگرنہسوی نے علوم متعارفہ و متداولہ اپنے والد سے حاصل کئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت میں اکتساب فیض کیا۔ تکمیل کے بعد مسند درس کو سنبھالا ۱۸۱۲ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس تھے۔ مولوی عبدالقادر رامپوری لکھتے ہیں "سچ تو یہ ہے کہ اس زمرہ میں حق صدارت ان ہی کا تھا" ۱۸۱۷ء میں کلکتہ میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو تاریخ مدرسہ عالیہ ص ۱۸۷-۱۸۸ و علم و عمل جلد اول ص ۱۴۲- مترجم]

۴۳- مولوی امین احمد بہاری۔

۴۴- مولوی امیر احمد نقوی سہسوانی [مولوی امیر احمد ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء میں سہسوان میں پیدا ہوئے جملہ علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد مولوی امیر حسن سے کی مختلف اوقات میں دہلی، خورجہ، آگرہ،

لکھنؤ، بریلی، بدایوں اور آنولہ وغیرہ میں قیام فرمایا۔ ہر جگہ درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا۔ ۱۸۷۵ء میں ورناکیولر مدرسہ آگرہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی کے مسلک کے متبع تھے چنانچہ ایک رسالہ نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسماعیل لکھا جس میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے رسالہ کا رد کیا۔ علم و فضل میں شہرۂ آفاق تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸-۹ء میں بدایوں میں انتقال ہوا اور کھیڑا نوادے کے باغ میں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو حیوٰۃ العلماء ص ۷۵-۸۰ مترجم]

۴۵- مولوی امیر حسن سہسوانی [مولوی امیر حسن بن لیاقت علی فاضلی تقریباً ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء میں سہسوان میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ میں مولوی عبدالجلیل سے فرخ آباد میں۔ مولوی بشیر الدین قنوجی سے اور لکھنؤ میں علمائے فرنگی محل اور مولوی تراب علی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد دہلی میں مفتی صدر الدین آزردؔ میاں نذیر حسین، شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی، شیخ عبدالحق بنارسی جیسے اکابر کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا، عامل بالحدیث تھے، نصاریٰ کا بھی خوب رد کیا۔ ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴-۵ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ حیوٰۃ العلماء ص ۶۴-۷۰ مترجم]

۴۶- مولوی امین الدین۔ ساکن کاری ضلع گیا۔

۴۷- مولوی انوار الحق بنگلوری۔

۴۸- مولوی انوار علی لکھنوی۔ مصنف انوار الحواشی۔

۴۹- باباخواجہ۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اجین کے قاضی تھے۔

۵۰- مولوی باب اللہ جون پوری۔

۵۱- ملا باقر صباغ کشمیری۔ ملا باقر داماد کے شاگرد تھے۔

۵۲- ملا باقر للو کشمیری۔ ملا باقر صباغ کے شاگرد تھے۔

۵۳- شیخ بایزید برہان پوری۔ عالم متورع اور فاضل متشرع تھے [illegible] سرہندی سے خرقہ خلافت پایا۔

۵۴- مولانا بایزید۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے مفتی تھے۔

۵۵- مولوی بدر الدین۔ ساکن پھلواری۔

۵۶- مولانا بدر الدین واعظ۔ علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تھے۔ اور ملتان سے دہلی پہنچے تا کہ وعظ کہیں

زاہد اور متقی تھے ان کے وعظ میں بہت سے لوگ جمع ہوتے تھے، ان کے وعظ کا دل پر اثر ہوتا تھا اور لوگ رونے لگتے تھے۔

۵۷۔ بدر الدین شیخ ابراہیم سرہندی۔ خلاصہ کیدانی کے شارح ہیں۔

۵۸۔ بدر قوام نہروالی بھروچی۔

۵۹۔ شیخ بدہ ساکن لکھنوتی، جس کو گوڑ یا ندیا بھی کہتے ہیں بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۶۰۔ مولوی برکت الہ آبادی۔

۶۱۔ مولانا برہان الدین بھکری۔ علاء الدین کے زمانے میں تھے۔

۶۲۔ مولانا برہان الدین بزاز سلطان غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۶۳۔ مولوی بشارت حسین۔ مدرسہ رام پور میں مدرس تھے [مؤلف تذکرہ کاملان رام پور لکھتے ہیں کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس نام کا کوئی مدرس مدرسۂ رام میں نہ تھا تذکرہ کاملان رام پور ص ۸۱ مترجم]

۶۴۔ مولوی بشیر الدین قنوجی [والد کا نام نور الدین تھا ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۸ء میں قنوج میں پیدا ہوئے فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی عبد الحق سے پڑھیں۔ علی گڑھ میں مولانا عبد الجلیل سے عربی صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں پھر دہلی میں حدیث کی بیشتر کتابیں حکیم نیاز احمد سہسوانی سے پڑھیں شاہ محمد اسحاق دہلوی سے سند حدیث لی اور وہیں رہنے لگے۔ پھر ڈپٹی امداد علی نے اپنے مدرسہ میں مراد آباد بلالیا آخر میں بھوپال کے قاضی ہو گئے تھے۔ مولوی بشیر الدین اپنے زمانہ کے بلند پایہ متکلم اور اصولی تھے ۱۸۶۵ء میں مولانا وحید الزماں نے ان سے پڑھا۔ ان کی تصنیفات سے (۱) غایۃ الکلام فی امر المولد والقیام (۲) کشف المبہم (شرح مسلم الثبوت) اور تفہیم المسائل مشہور ہیں۔ ملاحظہ ہو حیات وحید الزماں ص ۱۹-۲۰ (حاشیہ) مترجم]

۶۵۔ مولوی بشیر الدین دہلوی۔

۶۶۔ حکیم بقاء اللہ خاں سندیلوی۔ حکیم ببر علی خاں موہانی کے شاگرد تھے۔ ۱۷ شوال ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء کو انتقال ہوا۔ طبیب حاذق اور نباض صادق تھے۔

۶۷۔ مخدوم بلال سندھی۔ ساکن تلٹی مضافات سیوستان ملک سندھ، علم ظاہر میں بڑی شان رکھتے تھے [بڑے عارف اور واصل باللہ تیز رگ تھے علوم ظاہری میں بڑا مرتبہ

رکھتے تھے بڑے عابد اور زاہد تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الکرام ۳ ۴۴۱ - ۴۴۲ مترجم]

۶۸- **سید بندگی حسن بلگرامی** - بلگرام کے ترمذی سید تھے عربی، فارسی اور ہندی میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔ ایمان تخلص کرتے تھے میر عظمت اللہ بے خبر کے شاگرد تھے۔

۶۹- **ملا بڈھن ایٹھوی** ہندر ملاجیون۔

۷۰- **قاضی پیارہ ساکن لکھنوتی** بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۷۱- **ملک تاج الدین گہرامی** - جلال الدین خلجی کے زمانے میں تھے۔

۷۲- **تاج الدین کلاہی**۔

۷۳- **سید تاج الدین** - جلال الدین خلجی کے زمانہ میں اودھ کے قاضی تھے۔

۷۴- **شیخ تاج الدین دہلوی** - اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔

۷۵- **ملا تقیبار** - اپنے زمانے کے فاضل تھے تاریخ میں بڑی مہارت رکھتے تھے ہیئت میں ایک کتاب ان کی تصنیف سے ہے۔ پہلے عبدالرحیم خانخانان کے ملازم تھے۔ اس کے بعد اکبر بادشاہ کے منظور نظر ہوگئے جہانگیر کے زمانے میں صدارت کے منصب پر فائز ہوئے اور مورخ خاں خطاب ملا - ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء میں انتقال ہوا۔

۷۶- **تقی الدین واعظ**۔

۷۷- **میر جان محمد بلگرامی** - بے نظیر عالم و فاضل اور حافظ و قاری تھے فکر رنگین کے مالک تھے۔ ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء میں حرمین شریفین اور زیارات عتبات عالیہ کو گئے۔

۷۸- **مولوی جعفر علی** - ساکن کسمنڈی، نظم الفرائض کو نظم کیا ہے۔

۷۹- **مولوی جعفر علی رام پوری** [باپ کا نام اکبر علی تھا مولوی سید محمد نور، مولوی نور النبی اور ... محدث وغیرہ سے تحصیل علم کی مرتے وقت تک سوائے درس وتدریس کے مشغلہ نہ ... رام پور میں ملازم تھے پچھتر سال کی عمر میں ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں رام پور میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۸۸ - ۸۹ مترجم]

۸۰- **ملا جلال الدین** - سلطان شمس الدین التمش کے معاصر تھے۔

۸۱- **قاضی جلال الدین کاشانی** - ولد قاضی قطب، غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۸۲- **خواجہ جلال الدین** - نائب وزیر۔

۸۳- مولانا جلال الدین بھکری - جلال الدین خلجی کے عہد میں تھے۔

۸۴- مولانا جلال حسام - علاء الدین خلجی کے زمانے کے درویش واعظ تھے۔ ان کے وعظ میں خوف اور ڈر پیدا ہوتا تھا ظریف باتیں بھی کہتے تھے۔

۸۵- قاضی جلال الدین دلوالجی - علاء الدین خلجی کے زمانے میں سلطنت کے قاضی تھے۔

۸۶- مولوی جلال الدین رام پوری [ولد حاجی رحیم الدین، ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ کتب فارسی مولوی غیاث الدین اور شیخ احمد علی سے پڑھیں۔ مختلف مقامات پر ملازم رہے۔ جے پور میں بھی ملازمت کی۔ شاہ احمد سعید مجددی سے بیعت تھے۔ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء کو انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۸۹-۹۰ مترجم]

۸۷- مولانا جمال الدین ساطبی - علاء الدین خلجی کے عہد میں قرأت کے عالم تھے۔

۸۸- مولوی جمال الدین مونگیری -

۸۹- مولوی جمال الدین مدراسی -

۹۰- ملا جمال ملتانی - فاضل مستعد، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۹۱- ملا جمال لاہوری - بہت سے نیک آدمی ان کی شاگردی میں صاحب کمال ہوئے۔

۹۲- مولوی جمال شاہ صرفی رام پوری [ولد اخون زادہ محمد نور خاں، مفتی شرف الدین کے داماد اور شاگرد تھے۔ مدت تک مدرسہ عالیہ رام پور میں ملازم رہے۔ صرف و نحو میں بے مثل تھے۔ ملاحظہ ہو۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۹۵ مترجم]

۹۳- مولوی جمیل احمد سہسوانی [باپ کا نام امتیاز علی تھا ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں بھوپال پہنچے اور ملازمت اختیار کر لی ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں حج بیت اللہ کیا۔ شعر و سخن سے بھی لگاؤ تھا۔ بعض رسائل بھی اُن کی تصنیفات سے ہیں ملاحظہ ہو۔ حیوٰۃ العلماء ص ۱۲۲-۱۲۳- مترجم]

۹۴- مولوی جمیل احمد بلگرامی -

۹۵- ملا حاجی پانڈے کشمیری -

۹۶- ملا حاجی گنائی کشمیری - عرف ملا رضوی - اکثر علوم میں درس دیتے تھے - جب عالمگیر نے شہزادگی کے زمانہ میں شاہجہاں پر خروج کا قصد کیا اور اُس نے لشکر کے علماء سے فتویٰ چاہا تو سب نے خروج کی تصدیق کر دی مگر ملا حاجی مذکور نے کنارہ کشی اختیار کی اور کہا کہ اگرچہ سلطان سے فسق و فجور کا صدور ہوتا ہے مگر خروج جو فتنہ کا باعث ہے خاص

طور سے باپ کے مقابلہ میں جائز نہیں ہے۔

۹۷۔ ملا حامد جون پوری۔ اکثر مروجہ کتابیں محمد زاہد سے پڑھیں اور کچھ علوم دانشمند خاں کی خدمت میں حاصل کئے۔ شاہجہاں کے زمانے میں ان لوگوں میں شامل تھے۔ جن کا روزینہ مقرر تھا عالمگیر کے زمانے میں فتویٰ کے مؤلفین میں داخل ہوگئے اور شہزادہ محمد اکبر کی تعلیم پر بھی مقرر ہوئے۔

۹۸۔ ملا حبیب۔ جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ میں مدرس تھے۔

۹۹۔ ملا جیب کشمیری۔ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں میر عدل تھے۔

۱۰۰۔ مولانا رحمت ملتانی۔ علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۰۱۔ ملا حسام الدین سرخ لاہوری۔ جلال الدین محمد اکبر شاہ کے معاصر تھے۔

۱۰۲۔ مولانا حسام الدین اندرپتی۔ غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۱۰۳۔ مولانا حسام الدین سرخ } علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔
۱۰۴۔ مولانا حسام الدین شادی }

۱۰۵۔ مولانا حسام الدین متقی ملتانی۔ اس علاقہ (ملتان) میں اپنے زمانے کے اجل بزرگ اور کامل (شخص) تھے۔ آداب شرع کے پاس میں بڑا اہتمام کرتے تھے اکثر اوقات عبادات اور طلباء کے افادہ میں مصروف رہتے تھے۔ ان کا مزار حسام پور رمضان ملتان میں واقع ہے۔

۱۰۶۔ مولانا حسن جان سندیلوی۔ سندیلہ میں حافظ محمد شوکت علی سے مختصرات اور مطولات کی تحصیل کی قریب الفراغ ہیں۔ اللہم بلغ الی ماموله۔

۱۰۷۔ شیخ حسن تبریزی۔ جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ میں دہلی میں مدرس تھے۔

۱۰۸۔ مولانا حمید الدین مخلص } قرآت کے عالم اور علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔
۱۰۹۔ مولانا حمید منقری }

۱۱۰۔ شیخ حمید، احمد آبادی۔ جلال الدین محمد اکبر شاہ کے معاصر تھے۔

۱۱۱۔ شیخ حمید سندھی۔ برادر شیخ رحمت اللہ ولد قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم ساکن دربیلہ، صفات حسنہ سے متصف اور علوم عقلی ونقلی میں ماہر کامل تھے حدیث د

تفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خان اعظم کوکہ کے ہمراہ مکہ معظمہ گئے اور اہل حدیث کے مقتدا بنے [تفصیل کے لئے دیکھئے۔ تحفۃ اکرام ص ۴۴۴-۴۴۵ مترجم]

۱۱۲- قاضی حماد عباسی ٹھٹوی۔ فضیلت کمال میں کامل اور تقویٰ و تورع میں بزرگ تھے [ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۶۵۳ مترجم]

۱۱۳- حمید الدین مسعود لاہوری۔ ابن سعد لاہوری، حمید دہر اور فرید عصر تھے۔

۱۱۴- مولانا خادم سندیلوی۔ عرف بوعلی ابن حکیم بقاء اللہ خاں سندیلوی ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء میں بھوپال میں انتقال ہوا۔

۱۱۵- مولوی خدا بخش پنجابی۔

۱۱۶- مولوی خلیل الرحمن رام پوری۔ دائرۃ الاصول پر حاشیہ لکھا ہے [آئین ملا عرفان، مولوی خلیل الرحمان نے کتب درسیہ مولوی غلام جیلانی رفعت سے پڑھیں آخر عہد امیر الدولہ نواب امیر خاں میں ٹونک گئے۔ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ میں مولوی حیدر علی سے شکر رنجی ہونے کی وجہ سے ٹونک سے رام پور واپس آگئے اور پھر ریاست جاورہ میں ملازم ہو گئے اور وہیں انتقال ہوا ان کی ایک تصنیف فن منطق میں تحقیق جواب الاشکال المسمی بجذر الاصم ہے جو ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء میں طبع ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو علم و عمل جلد اول ص ۷۰۳ و تذکرۂ کاملان رام پور ص ۱۲۲-۱۲۳ مترجم]

۱۱۷- خواجہ علی۔ ماوراء النہر کے فاضل تھے۔ جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانے میں ہندوستان آئے اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوئے۔

۱۱۸- مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی۔ مولوی سخاوت علی کے شاگرد اور صورت و سیرت میں پرانے بزرگوں کی یادگار تھے۔ میں نے ان کو باندے میں دیکھا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱۹- خواند میر مورخ۔ تاریخ حبیب السیر، خلاصۃ الاخبار اور دستور الوزراء کے مصنف ہیں۔ ظہیر الدین محمد بابر شاہ کے زمانے میں تھے۔

۱۲۰- مولوی خیر الدین برہان پوری۔

۱۲۱- مولوی خیر الدین مدراسی۔

۱۲۲- ملا داؤد سیوستانی۔ عالم و فاضل تھے [ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ص ۴۳۸-۴۳۹- مترجم]

۱۲۳- ملا دانیال چوراسی - ملا عبدالسلام ساکن دیوہ کے شاگرد تھے۔

۱۲۴- شیخ دانیال جون پوری -

۱۲۵- قاضی دتا سیوستانی ولد قاضی شرف الدین المشہور بہ مخدوم راہوار، نامور عالم اور قاضی القضاۃ تھے۔ بہت سے علمائے باطن کی خدمت میں پہنچ کر ان سے فیض حاصل کیا کچھ دنوں اپنے والد سے اکتساب فیض کیا۔ علم حدیث مخدوم بلال سے پڑھا اور اکثر علوم مخدوم محمود فخر بوہرہ اور مخدوم عبدالعزیز ہروی سے پڑھے۔ قرآن مجید کی اٹھارہ تفسیریں مطالعہ کیں اور ان کے معانی و نکات ذہن نشین کئے علم جفر اور دوسرے عربی علوم سے بھی کافی مناسبت تھی حافظہ ایسا تھا کہ اکثر کتابوں کو بغیر دیکھے پڑھتے۔ مرزا حسن شاہ نے ان ہی سے فیض پایا مخدوم عثمان نے ان کو استاذ کا لقب دیا تھا۔ مرنے کے بعد موضع باغبان میں دفن ہوئے۔ سیوستان سندھ کے نواح میں ہے۔

۱۲۶- ملا دوست محمد کابلی - ابن ملا محمد امیر، رسالہ عین الاصابہ فی رفع السبابہ کے مؤلف ہیں۔

۱۲۷- مولوی ذوالفقار علی - ساکن دیوہ۔

۱۲۸- مولوی ذوالفقار علی - ساکن کلکتہ [انھوں نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم پائی دوسرے علماء سے بھی استفادہ کیا ۱۸۶۹ء میں مدرسہ عالیہ کے مدرس مقرر کئے گئے جب ۱۸۷۳ء میں چٹاگام میں ایک نیا مدرسہ جاری ہوا تو حکومت نے انھیں سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا۔ نہایت قابلیت سے تعلیمی خدمات انجام دیں۔ حکومت سے شمس العلماء کا خطاب پایا۔ ملاحظہ ہو تاریخ مدرسہ عالیہ ص ۱۹۱ - ۱۹۲ - مترجم]

۱۲۹- مولوی ذوالفقار احمد ساکن بھوپال [باپ کا نام سید علی ہے۔ ۲۲ صفر ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالخالق پنجابی، مولوی عبدالقیوم بھوپالی اور مولوی عبدالعلی رامپوری سے تحصیل علم کی [illegible] کے مصنف اور مترجم ہیں، بہت اچھے خوش نویس تھے آپ کے ہی لکھے [illegible] ملاحظہ ہو تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ص ۲۵ مترجم]

۱۳۰- ملا رجب گنائی کشمیری - محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں تھے۔

۱۳۱- شیخ رحمت اللہ سندھی ولد قاضی عبداللہ ولد قاضی ابراہیم ساکن دربیلہ فضل و کمال سے آراستہ تھے اپنے زمانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے مناسک حج کے تین رسالے ان سے یادگار ہیں۔

۱۳۲- **مولوی رحمت اللہ کیرانوی** - مناظر پادری فنڈر، مصنف ازالۃ الاوہام، اعجاز عیسوی و اظہار الحق وغیرہ ۔ مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کرلی ہے ۔ [مولوی رحمت اللہ بن خلیل اللہ عثمانی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے ۔ کیرانہ ضلع مظفر نگر وطن ہے، مفتی سعد اللہ مراد آبادی، مولوی محمد حیات اور مولوی امام بخش صہبائی وغیرہ سے تحصیل علم کی ۔ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں آگرہ میں پادری فنڈر سے مناظرہ کیا ۔ فنڈر نے راہِ فرار اختیار کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑے زور کے ساتھ حصہ لیا جس کے نتیجہ میں جائداد و املاک ضبط ہو گئی اور مکہ معظمہ کو ہجرت کرنی پڑی ۔ مکہ معظمہ میں صولت النساء بیگم کی استعانت و امداد سے مدرسہ صولتیہ قائم کیا ۔ عیسائیت کے رد میں بڑا کام کیا ہے ۔ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں انتقال ہوا ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۔ ایک مجاہد معمار (سوانح عمری مولانا رحمت اللہ کیرانوی) مترجم]

۱۳۳- **مولوی رستم علی رام پوری** - محشی میر زاہد رسالہ [مولوی رستم علی رام پوری نہایت فاضل شخص تھے انھوں نے ایک رسالہ مولوی اسمٰعیل لندنی کے رد میں "تقریر صبیح" لکھا ہے نہایت متقی اور پرہیز گار تھے ۔ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں انتقال ہوا مسجد عثمان والی میں دفن ہوئے ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے علم و عمل ۲ : ۶۴-۶۷ و تذکرہ کاملان ۱۳۹-۱۴۱ ؛ سوانح عمری حضرت شاہ بلاقی مراد آبادی ص ۳۴-۳۶ مترجم]

۱۳۴- **مولوی رشید احمد گنگوہی** [مولانا رشید احمد گنگوہی ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء میں گنگوہ ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے باپ کا نام شیخ ہدایت احمد ولد پیر بخش ہے ۔ مولانا رشید احمد ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرکے دہلی پہنچے اور مفتی صدر الدین احمد آزردہ، مولانا مملوک علی نانوتوی، شاہ احمد سعید مجددی اور شاہ عبد الغنی مجددی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی حضرت حاجی امداد اللہ کے مرید ہوئے ۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں معرکہ شاملی میں شریک ہوئے ۔ جس کے نتیجے میں چھ ماہ قید و بند کے شدید مصائب جھیلے دار العلوم اسلامیہ دیوبند کے بانیوں اور سرپرستوں میں رہے ۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا ۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرۃ الرشید (سہ جلد) مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ۔ مترجم]

۱۳۵- **مولوی رضی الدین الٰہ آبادی** ابن مولوی برکت

۱۳۶- **رضی الدین احمد ساکن پھلواری** ۔

۱۳۷- **مولانا رفیع الدین گازرونی** ۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے ۔

۱۳۸- **قاضی رکن الدین سامانہ** ۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے

۱۳۹- مولانا رکن الدین سنامی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۴۰- سید رکن الدین - کڑا کے قاضی اور علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں تھے۔

۱۴۱- مخدوم روح اللہ بھکری۔

۱۴۲- ملا رہنور و لاہوری - اپنے زمانہ کے بڑے عالم گزرے ہیں۔

۱۴۳- مولوی ریاضت حسین - ریاض العرفان کے مؤلف تھے۔

۱۴۴- شیخ زین الدین حوالی - ظہیر الدین بابر شاہ کے معاصر تھے۔

۱۴۵- مولوی زین العابدین - بھوپال کے قاضی تھے۔

۱۴۶- مولانا سراج الدین سجزی - غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۱۴۷- مولوی سراج الدین الہ آبادی - زبدۃ الصرف کی شرح لکھی ہے۔

۱۴۸- قاضی سراج الدین خاں - کلکتہ کے قاضی القضاۃ تھے ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں عربی زبان میں "جامع التعزیرات" کتاب تالیف کی اس کے بعد اس کا فارسی ترجمہ کیا اور اس کا نام "جواہر زواہر" رکھا [ملاحظہ ہو علم و عمل جلد اوّل ص ۱۴۴ - مترجم]

۱۴۹- مولوی سراج احمد سہارن پوری - ترمذی کے شارح ہیں۔

۱۵۰- مولوی سراج احمد سہسوانی - [تقریباً ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی نہایت ذکی و ذہین تھے۔ تقویۃ الایمان کی تائید میں رسالہ سراج الایمان لکھا۔ واجد علی شاہ کی حکومت میں کاکوری کے تحصیل دار رہے۔ ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں انتقال ہوا تفصیل کے لئے دیکھئے حیوۃ العلماء ص ۴۳-۵۲ مترجم]

۱۵۱- قاضی سدید الدین - غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۱۵۲- مولوی سدید الدین دہلوی [مولوی رشید الدین خاں کے فرزند تھے - مترجم]

۱۵۳- مولوی سعادت علی سہارن پوری۔

۱۵۴- مولوی سعادت علی بہاری۔

۱۵۵- ملا سعد اللہ لاہوری - فضیلت تمام کے باوجود ملا سنہ کے طریقہ پر عمل کرتے تھے۔

۱۵۶- ملا سعد سندھی - فضیلت میں کامل اور کمالات میں مرجع انام تھے۔

۱۵۷- ملک سعد الدین منطقی - علاء الدین خلجی کے زمانہ میں صاحب طبل و نقارہ تھے۔

۱۵۸- ملا سلطان - اکبر بادشاہ کے زمانے میں مشہور مدرس تھے۔

۱۵۹- شیخ سلیمان بلگرامی - اکبر بادشاہ کے زمانے کے صاحب استعداد عالم تھے۔

۱۶۰- میران سید احمد قنوجی - بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۱۶۱- سید محمد بن سعد خاں دہلوی - فاضل مستعد اور بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۱۶۲- مولوی سید محمد کالپوی - سیہور، ریاست بھوپال میں مدرس تھے۔

۱۶۳- مولوی سید میاں ساکن سورت، مولوی سید عبدالفتاح گلشن آبادی کے استاد تھے۔

۱۶۴- مولوی سیف الدین - مدرسہ رام پور کے مدرس تھے [بن سید احمد خاں، وطن بلخ تھا ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں وطن سے نکلے۔ پشاور میں اکتساب علوم کیا ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء میں رام پور میں آئے اور مدرسہ عالیہ میں مدرس ہو گئے علم خوب تھا۔ مدرسہ سے خارج اوقات میں بڑی محنت سے بغیر معاوضہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۵۹۔ مترجم]

۱۶۵- ملا شاہ محمد شاہ آبادی - ریاضی و نجوم کے ماہر اور اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۱۶۶- مولوی شاہ محمد خاں رام پوری۔

۱۶۷- شاہ امیر - آگرہ کے صوفی عالم اور اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۱۶۸- قاضی سائیں دنہ سیوستانی - اجل عالم اور اپنے عہد کے متقی تھے شریعت و طریقت اور حقیقت کے جامع تھے۔ ان کے خلف ارشد شیخ میر محمد المشہور بہ میاں میر لاہوری تھے جن کا انتقال ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء میں ہوا [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ص ۴۳۴-۴۳۶ مترجم]

۱۶۹- مولانا شرف الدین ذیواجی - غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۱۷۰- قاضی شرف الدین سرناہی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۷۱- مولانا شہاب الدین خلیل - علاء الدین خلجی کے زمانے میں تھے ان کے وعظ میں خوف خشیت کا غلبہ ہوتا تھا نظم بھی پڑھتے تھے۔ زیادہ تر قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے تھے سلف کے قصص و حکایات اور علمائے آخرت کے حالات بیان فرماتے۔ ان کے وعظ میں مجمع بہت ہوتا تھا۔ سننے والوں کو رقت ہوتی تھی۔

۱۷۲- مولانا شہاب الدین ملتانی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۷۳- مولانا شہاب الدین احمد ساکن نہسہ ضلع پٹنہ۔

۱۷۴- خواجہ شمس الدین خوارزمی۔ مولانا نظام الدین اولیاء کے استاد تھے اور غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۱۷۵- مولوی شمس الدین بدایونی بن مولوی محمد علی عثمانی، شرح وقایہ کے محشی تھے۔ [مولوی شمس الدین فقہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ ان کو اپنے والد کی طرح معافیات و آراضیات کی سندات نوابان اودھ وغیرہ سے حاصل تھیں ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ مولانا فیض احمد بدایونی ص ۷-۸ مترجم]

۱۷۶- قاضی شمس الدین مراجی، عالم متبحر، غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۱۷۷- مولانا شمس الدین - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۷۸- قاضی شمس الدین گازرونی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۷۹- قاضی شمس الدین جون پوری - برادر خورد شیخ محمد ماہ جون پوری۔ عالمگیر کے زمانہ میں علوم و سلوک کے درس میں جون پور میں مشغول رہتے تھے۔

۱۸۰- مولانا شمس الدین باخرزی - سلطان فیروز شاہ کے معاصر تھے۔

۱۸۱- شمس خاں لاہوری - صاحب استعداد ملا اور اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۱۸۲- مولوی شمس الاسلام بدایونی - عالم مستعد تھے [مولوی قاضی عبد السلام بدایونی کے فرزند اور مولوی شاہ عبد المجید بدایونی کے مرید تھے ریاست، امارت اور سخاوت کے لئے مشہور تھے رام پور میں قاضی رہے ۱۲ ربیع الاول کو میلاد شریف بڑی دھوم دھام سے کرتے تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ اکمل التاریخ حصہ اول ص ۶۳ - مترجم]

۱۸۳- ملا شیری لاہوری ابن قاضی عبد الحئی ساکن قصبہ کوکوال ولایت [illegible] فاضل مستعد تھے۔

۱۸۴- ملا صالح سرہندی - سلطان بہلول لودی کے زمانے میں تھے۔

۱۸۵- خواجہ صالح کشمیری - جہانگیر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۱۸۶- ملا صدر جہاں - گجرات کے بڑے عالم تھے تورع و تقویٰ سے متصف تھے ہمیشہ طلباء کو درس دیتے تھے مولانا شیخ احمد بن شیخ برہان ان ہی کے شاگرد تھے حضرت سید محمد

المشہور بہ شاہ عالم گجراتی کا انکار کرتے تھے لیکن پھر انہیں کے معتقد ہو گئے۔

۱۸۷- صدر جہاں قنوجی۔ عالی شان سید، عالمگیر کے زمانے میں مفتی تھے۔

۱۸۸- مولانا صدرالدین گندھک۔ علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۸۹- مولانا صدرالدین قاری۔ علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۱۹۰- قاضی صدرالدین عارف۔ علاء الدین خلجی کے عہد میں صدر جہاں تھے۔

۱۹۱- شیخ صدرالدین ٹھٹوی۔ عالم بزرگ، متقی فاضل، نظام الدین حاکم سندھ کے معاصر تھے علوم میں اس قدر جامع تھے کہ ہزار ہا شاگردوں کو علم کے مرتبہ کمال پر پہنچا دیا۔ سید محمد جون پوری مدعی مہدویت کے (سندھ) آنے پر پہلے اس کی مخالفت کی جب سید محمد کو دیکھا تو اس کے پکے مریدوں میں شامل ہو گئے۔

۱۹۲- سید صدرالدین قنوجی۔ شہر قنوج کے بڑے عالم، سلطان سکندر لودی کے زمانے میں تھے ہمیشہ سلطان کے رشتۂ ملازمت میں منسلک رہے۔

۱۹۳- قاضی صدرالدین لاہوری۔ علوم عقلی و نقلی میں ماہر کامل تھے۔

۱۹۴- سید صفائی بھکری۔ عالم، عامل، نامور فاضل اور بھکر کے شیخ الاسلام تھے ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء میں انتقال ہوا بھکر مضافات سندھ میں ایک شہر ہے [ملاحظہ ہو تاریخ معصومی (مقدمہ) مترجم]

۱۹۵- مولانا صلاح الدین سترکی۔ علاء الدین خلجی کے معاصر اور نامور مدرس تھے۔

۱۹۶- قاضی صوفی۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے قاضی تھے۔

۱۹۷- مولانا ضیاء الدین بہانہ۔ علاء الدین خلجی کے زمانہ میں صدر جہاں تھے۔

۱۹۸- قاضی ضیاء الدین المخاطب بہ قاضی خاں۔ قطب الدین مبارک شاہ کے معاصر تھے۔

۱۹۹- خواجہ ضیاء الدین واعظ۔ مناقب الابرار وغیرہ کے مصنف تھے۔

۲۰۰- قاضی ظہیر الدین۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۲۰۱- مولانا ظہیر الدین لنگ

۲۰۲- مولانا ظہیر الدین بھکری، علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۲۰۳- ملا عالم بھکری۔ علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے۔

۲۰۴- قاضی عباس برہان پوری - ولد قاضی نصیرالدین، فاضل متبحر، شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں بہت کچھ اعجاز حاصل کیا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہو کر وطن واپس لوٹے اور انتقال ہو گیا۔

۲۰۵- شیخ عبداللہ متقی بن مولانا سعداللہ ساکن دربیلہ ملک سندھ، علم تفسیر اور حدیث میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء میں گجرات گئے وہاں سے قاضی عبداللہ دربیلہ کی رفاقت میں حرمین شریفین پہنچے آخر انتقال ہو گیا۔ تمام علوم میں اچھی تصنیفات اور رسائل کے مالک تھے۔

۲۰۶- خواجہ عبداللہ غازی کشمیری

۲۰۷- ملا عبداللہ ملارنی کشمیری شاہجہان کے زمانے میں نامور عالم تھے۔

۲۰۸- بابا عبداللہ بن مسعود کشمیری، جہانگیر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۲۰۹- مولوی عبیداللہ مصنف تحفۃ الہند [مولوی عبیداللہ جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے تحفۃ الہند کے نام سے ایک مفصل کتاب لکھی جس میں کفر کی برائیاں اور اسلام کی خوبیوں کا بیان کیا ہے کہیں کہیں اپنے حالات بھی ضمناً دے دئے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الہند اور مرقاۃ الیقین فی حیوٰۃ نورالدین ص ۱۳۰ مترجم]

۲۱۰- قاضی عبداللہ سندھی ولد قاضی ابراہیم ساکن دربیلہ، مخدوم عبدالعزیز ابہری کی خدمت میں تمام فضائل حاصل کئے تقویٰ و تورع سے پوری طرح متصف تھے۔ شاہ بیگ کی فتح کے بعد دربیلہ سے باغیان چلے گئے ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں گجرات دکن پہنچے اور وہاں سے مدینہ طیبہ گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور انتقال ہوا۔

۲۱۱- ملا عبداللہ سیال کوٹی بن ملا عبدالحکیم تحصیل علوم میں اپنے والد [illegible]

۲۱۲- مولوی عبداللہ - ساکن موضع بھکڑا سواد میوں ملک پنجاب، رسالہ کشف الحال من التعزیر بالمال کے مصنف ہیں۔

۲۱۳- مولوی عبداللہ ٹنی

۲۱۴- مولوی عبداللہ دہلوی۔

۲۱۵- مولوی عبداللہ رام پوری [مولوی عبداللہ خاں ابن حافظ اکبر خاں، خان پور کے رہنے والے تھے ۱۸۵۷ء کے بعد رام پور میں آئے۔ محمد شاہ محدث سے صحاح ستہ کی تکمیل کی عامل بالحدیث تھے مرتے وقت تک حدیث ہی کا شغل رہا۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کے قریب انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۳۷ مترجم]

۲۱۶- مولوی عبداللہ سہارن پوری۔

۲۱۷- مولوی عبداللہ محمد آبادی۔ مصنف عرفان العرفان

۲۱۸- مولوی عبیداللہ رام پوری [ولد حکیم غلام اکبر خاں عرف کلو خاں، علوم منقول و معقول کی تحصیل مفتی سعداللہ سے کی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۳۷-۲۳۸ مترجم]

۲۱۹- مولوی عبیداللہ۔ جامع مسجد بمبئی میں مدرس تھے [باپ کا نام شیخ عبداللہ کی ہے علوم تفسیر و حدیث و فقہ حرمین شریفین کے اجل علماء سے حاصل کئے۔ مولوی فضل رسول بدایونی کے مرید تھے ان کی ایک کتاب سیف المسلول عن علم غیب الرسول مطبوعہ ہے ملاحظہ ہو اکمل التواریخ حصہ دوم ص ۱۲۰ مترجم]

۲۲۰- مولوی عبدالباری۔ مصنف اعلام الاحبار وغیرہ [۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں سہسوان میں پیدا ہوئے والد مولوی سراج الدین احمد تھے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ مولوی امیر حسن سہسوانی سے تحصیل علم کی حدیث کی سند میاں نذیر حسین سے لی۔ دہلی میں بڑی شد و مد سے نصاریٰ کا رد کیا کچھ دنوں آگرہ کالج میں ملازم رہے کچھ دنوں لکھنؤ اور بھوپال میں رہے۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو فرنگیوں کا جال ص ۲۸۱-۲۸۳ مترجم]

۲۲۱- مولوی عبدالباری ساکن کلکتہ۔

۲۲۲- مولوی عبدالباری ساکن بردوان۔

۲۲۳- ملا عبدالباقی بنگالی۔ ملا محمود جون پوری کے شاگرد تھے ان کی صحبت سے فاضل ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد جون پور میں رہے اکثر علوم میں خاص طور سے معقول میں بے مثل تھے وہاں کے علماء میں ممتاز تھے۔ جب عالمگیر کے دربار میں پہونچے تو نو سو روپیہ سیورغال کا ایک گاؤں ملا اور پھر دربار سے واپس ہوئے۔ جون پور ہی میں طلباء کے درس میں اپنی عمر بسر کر دی۔

۲۲۴- ملا عبدالجلیل۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں لاہور کے مفتی تھے۔

۲۲۵- مخدوم عبدالجلیل ٹھٹوی۔ اپنے زمانے کے مشہور فاضل تھے اصل میں بندر لاری کے رہنے والے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں تھے۔ ان کے بیٹے ابوالفتح، محمد شریف اور محمد شفیع فضیلت و قابلیت میں مشہور تھے [ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ۳ ۶۶۴-۶۶۵- مترجم]

۲۲۶- مولوی عبدالحق کان پوری شمس العلماء

۲۲۷- مولوی عبدالحق پنجابی

۲۲۸- مولوی عبدالحق سہارن پوری

۲۲۹- ملا عبدالحکیم بن ملا عبدالکریم کشمیری عالمگیر کے زمانے میں تھے۔

۲۳۰- مولوی عبدالحکیم واعظ، عشرہ کاملہ وغیرہ کے مصنف تھے۔

۲۳۱- مولوی عبدالحلیم سہارن پوری۔

۲۳۲- مولوی عبدالحمید رام پوری۔

۲۳۳- شیخ عبدالحیٔ ولد شیخ جمال کنبوہ، سلطان سلیم کے معاصر تھے۔

۲۳۴- میر عبدالحیٔ خراسانی۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں صدر الافاضل تھے۔

۲۳۵- مولوی عبدالخالق دیوبندی۔ [ابن مولوی شمس الدین، ان کی مساعی جمیلہ سے دیوبند کی جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ مترجم]

۲۳۶- ملا عبدالرحمان ساکن بکری۔ بہلول لودی کے معاصر تھے۔

۲۳۷- مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹوی۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں بے نظیر تھے افادہ دینی میں مشغول رہتے تھے۔ مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے معاصر تھے۔

۲۳۸- ملا عبدالرحمان بوہرہ احمد آبادی } اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔
۲۳۹- ملا عبدالرحمان لاہوری }

۲۴۰- قاضی عبدالرحمان سندھی۔ اجل عالم نامور فاضل، شاہجہاں [illegible] زمانے سے عالمگیر کے عہد تک حرمین شریفین کی نذور کے متولی رہے خدمت کی شرط کے ساتھ جاگیر تھی مدینہ طیبہ میں رحلت ہوئی۔ محمد حیات سندھی کے مقبرے میں دفن ہوئے۔

۲۴۱- مولوی عبدالرحمان ساکن پھلواری

۲۴۲- مولانا قاری عبدالرحمان پانی پتی۔ [قاری عبدالرحمان بن قاری محمدی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے

حاصل کی اس کے بعد مولوی سید محمد حاجی قاسم مولوی رشید الدین خاں اور مولانا مملوک علی سے تحصیل علم کی ۔
صحاح ستہ کی سند شاہ محمد اسحاق سے حاصل کی اور امروہہ جاکر مولوی قاری امام الدین سے علم قرأت و سلوک کی
تحصیل کی تمام کتب درسیہ از بر تھیں صحاح ستہ کو بڑی احتیاط اور عظمت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ علم قرأت میں
بڑا عبور حاصل تھا ، قرآن کریم سے بڑا شغف تھا۔ ۱۶ سال نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ کے یہاں مدرس و
تدریس کے سلسلہ میں مقیم رہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں باندے ہی میں مقیم تھے، قاری عبدالرحمان کے شاگردوں
مستفیدوں اور مسترشدوں کی تعداد دائرہ شمار سے باہر ہے۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء کو تقریباً نوے برس کی
عمر میں انتقال ہوا اور امیر مودود دوے کے قریب بڑولے کھیت میں دفن کئے گئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ
رحمانیہ از مولانا الطاف حسین حالی ۔ مطبوعہ نقوش لاہور۔ اپریل ۱۹۵۳ء ، مقالات شروانی از نواب صدر یار جنگ
حبیب الرحمن خاں شروانی ص ۲۷۹-۲۸۲ مترجم]

۲۴۳ - ملا عبدالرحیم کشمیری - عالم گیر کے عہد میں تھے ۔

۲۴۴ - مولوی عبدالرحیم رام پوری [والد کا نام مولوی سید محمد گل خاں تھا۔ اپنے والد کے ہمراہ حافظ الملک
حافظ رحمت خان کے پاس پہنچے وہاں سے رام پور آئے۔ علوم عربیہ اور فیضان الٰہی اپنے والد سے حاصل کیا
تھا، ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۱۵ مترجم]

۲۴۵ - مولوی عبدالرحیم جون پوری ۔

۲۴۶ - ملا عبدالرزاق پانڈے کشمیری - شاہجہاں کے عہد میں کشمیر کے نامور عالم تھے۔

۲۴۷ - ملا عبدالرزاق محشی تجرید و مصنف ردِ محاکمات ، یہ بھی شاہجہاں کے عہد میں کشمیر کے مشہور عالم تھے۔

۲۴۸ - ملا عبدالرزاق کشمیری - خواجہ حیدر چرخی کے شاگرد تھے اور عالم گیر کے زمانے میں تھے۔

۲۴۹ - مولوی عبدالرسول سہارن پوری علم نحو میں "متن متین" تصنیف کی ہے۔

۲۵۰ - ملا عبدالرشید زرگر کشمیری - محمد افضل چرخی کے شاگرد اور عالم گیر کے عہد میں تھے۔

۲۵۱ - مخدوم عبدالرشید ۔ ساکن ہالہ کندی ملک سندھ ، بزرگ عالم اور کامل متقی تھے ایک بڑی جماعت
نے ان کے علمی و عملی کمال سے استفادہ کیا اور زمانہ میں ارشاد یافتہ ہوئی ۔

۲۵۲ - مولوی عبدالسبحان پشاوری ۔

۲۵۳ - ملا عبدالسلام ساکن دیوہ - تہذیب المنطق اور منار اصول کے شارح ، ملا عبدالسلام

لاہوری کے شاگرد تھے [تفصیل کے لئے دیکھئے مآثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۲۵-۲۳۶ مترجم]

۲۵۴- مولوی عبدالسلام آروی

۲۵۵- مولوی عبدالسلام پانی پتی

۲۵۶- ملا عبدالشکور لاہوری- اکبر بادشاہ کے زمانے میں جون پور کے قاضی تھے۔

۲۵۷- مولوی عبدالشکور فیض آبادی-

۲۵۸- مولوی عبدالصمد پشاوری-

۲۵۹- مولوی عبدالصمد سہسوانی- [مولوی عبدالصمد ابن غالب حسین، ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء میں سہسوان میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ قادریہ بدایوں میں داخل ہوئے استاذ خاص مولوی عبدالقادر بدایونی سے تحصیل علم کی، چودہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے شاہ محمد اسلم خیر آبادی سے بیعت ہوئے۔ رد متعہ میں ارغام الشیاطین طبع وشائع کی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں پھپھوند میں انتقال ہوا۔ مولوی عبدالصمد سہسوانی کے مفصل حالات "ملفوظ مصابیح القلوب" کے نام سے ظہیر السجاد صاحب نے طبع کرادئے ہیں۔ مترجم]

۲۶۰- مخدوم عبدالعزیز- ساکن کاہان مضافات سیوستان ملک سندھ، محدث اجل، تبحر، مدقق اور محقق تھے۔ ان کے دو صاحبزادے مولوی بشیر الدین اور یار محمد عالم و فاضل تھے۔ جام فیروز کے زمانہ میں شاہ اسمٰعیل ماضی کے خروج کرنے کی وجہ سے ہرات سے کاہان آگئے اور وہیں علوم کی اشاعت میں مشغول ہو گئے اور توطن اختیار کر لیا۔ وہیں انتقال ہوا۔ تصانیف میں عربی شرح مشکوٰۃ ہے اور اکثر کتب مروجہ پر حواشی لکھے ہیں۔

۲۶۱- مولوی عبدالعزیز دریابادی۔

۲۶۲- مولوی عبدالعزیز لکھنوی۔ مصنف پیغام محمدی وغیرہ

۲۶۳- حافظ عبدالعلی رامپوری بن ملا محمد عمران بن ملا محمد غفران [illegible] انتقال ہوا۔

۲۶۴- مولوی عبدالعلی بن مولوی فضل الرحمان رامپوری۔

۲۶۵- مولوی عبدالعلی ساکن ڈومری ضلع پٹنہ

۲۶۶- مولوی عبدالعلی ساکن جائسی۔

۲۶۷- سید عبدالفتاح گجراتی- محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے معاصر تھے۔

۲۶۸- ملا عبدالقادر آخوند، نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے معاصر تھے۔

۲۶۹- ملا عبدالقادر سندیلوی - مولوی حمداللہ شارح سلم کی اولاد سے تھے ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء کو انتقال ہوا

۲۷۰- مولوی عبدالقادر رام پوری [باپ کا نام مرزا محمد اکرم آشنا تھا ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء میں رام پور میں پیدا ہوئے مفتی شرف الدین، مولوی نور عالم رام پوری اور مولوی ضیاء النبی سے تحصیل علم کی نہایت ذہین و ذکی تھے اوّل ریاست رام پور میں ملازم رہے پھر مراد آباد کے بعض انگریز حکام سے تعارف ہوگیا۔ اس بنا پر انگریزی ملازمت اختیار کی مفتی، صدر امین وغیرہ رہے بنگال کا سفر کیا۔ دہلی اجمیر اور راجپوتانہ کی ریاستوں میں ملازمت کے سلسلہ میں رہے کچھ دنوں قلعہ دہلی سے بھی تعلق رہا نواب محمد سعید والی رام پور کے عہد میں مفتی عدالت رہے۔ غمگین تخلص فرماتے تھے کتب کثیرہ کے مصنف و مؤلف تھے اپنے خود نوشت حالات بڑے دلچسپ انداز میں قلم بند کئے ہیں اس کتاب کی پہلی جلد محمد ایوب قادری مترجم و مرتب کتاب ہذا کے تشریحی حواشی اور تعلیقات کے ساتھ ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے مئی ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ مولوی عبدالقادر کا انتقال ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ علم و عمل ص ۲۵-۴۴ مترجم]

۲۷۱- مولوی عبدالقادر باعکظہ ساکن بمبئی۔

۲۷۲- مولوی عبدالقادر ساکن تھانہ ضلع بمبئی۔

۲۷۳- مولوی عبدالقادر ساکن ہوگلی - عالم باعمل اور صاحب تصانیف تھے ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں انتقال ہوا عبدالطاہر کو یادگار چھوڑا۔

۲۷۴- مولوی عبدالقدوس بنگلوری

۲۷۵- میر عبدالقدوس ٹھٹوی - بن سید عابد دانشمند کامل، فاضل وقت، صاحب شان اپنی برادری میں ممتاز تھے ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۶ء میں انتقال ہوا۔ "مکرمون فی جنت نعیم" آیہ کریمہ کے مصداق واقعہ ہوا۔

۲۷۶- ملا عبدالقوی احمد آبادی برہان پوری - عالم گیر اُن کو اعتماد خاں کے خطاب سے پکارتے تھے اور اکثر لفظ "اخوند" کہتے تھے۔

۲۷۷- مولانا عبدالکریم شروانی - غیاث الدین تغلق کے معاصر تھے۔

۲۷۸۔ سید عبدالکریم قنوجی ابن سید محمد قنوجی، عالم گیر کے زمانے میں درس مروجہ میں مشغول رہتے تھے۔

۲۷۹۔ قاضی عبدالکریم کشمیری۔ ملا ابوالفتح کے شاگرد تھے اور عالمگیر کے زمانے میں تھے۔

۲۸۰۔ مولوی عبدالکریم ساکن ٹونک۔ اُنھوں نے رسالہ سبیل الرسول فی الناسخ والمنسوخ نظم کیا ہے۔

۲۸۱۔ مولوی عبدالکریم رام پوری۔

۲۸۲۔ ملا عبداللطیف۔ ساکن ڈربیلہ ملک سندھ، عالم بلیغ تھے۔ شرح ملا جامی کا حاشیہ لکھا ہے اور "الکلام ما تضمن کلمتین حقیقۃ او حکما ای یکون کل واحد منھما فی ضمنہ فالمتضمن اسم فاعل ھو المجموع والمتضمن اسم مفعول کل واحد من الکلمتین فلا یلزم اتحادھما،"

کی بحث کو ان دو اشعار میں درج کیا ہے۔

قام زید ہیئت مجموعیش | اسم فاعل را تضمن می شمر
ور بخواہی اسم مفعولی ازو | ہیئت افرادیش را کن نظر

۲۸۳۔ شیخ عبداللطیف برہان پوری محی الدین اورنگ زیب عالم گیر کے معاصر تھے۔

۲۸۴۔ شیخ عبداللطیف دہلوی۔

۲۸۵۔ مولوی عبداللطیف فقیہہ رام پوری

۲۸۶۔ مولوی عبدالمجید برہان پوری

۲۸۷۔ ملا عبدالنبی کشمیری۔ عالم گیر کے زمانے میں تھے۔

۲۸۸۔ مولوی عبدالوہاب ساکن سوات بنیر۔

۲۸۹۔ قاضی عبدالوہاب۔ ساکن قصبہ مونگی، علم فقہ واصول میں ماہر وکامل تھے عالم گیر کے زمانے میں فوج کے قاضی تھے۔

۲۹۰- ملا عثمان گجراتی - علم قرأت کے عالم تھے۔

۲۹۱- ملا عثمان سامانہ-

۲۹۲- ملا عثمان بنگالی سنبھلی اکبر بادشاہ کے زمانے کے نامور عالم تھے۔

۲۹۳- خواجہ عزیزالدین صوفی۔ تحفۃ الابرار فی کرامۃ الاخیار کے مؤلف، غیاث الدین تغلق کے معاصر تھے۔

۲۹۴- عزیزالدین خالد- دلائل فیروزی کے مؤلف ہیں جو علم نجوم میں ہے سلطان فیروز کے معاصر تھے۔

۲۹۵- ملا عصام الدین۔ نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ کے معاصر تھے۔

۲۹۶- علاءالدین تاجر

۲۹۷- علاءالدین کڑک

۲۹۸- علاءالدین صدر الشریعت

۲۹۹- علاؤالدین مقری، نامور عالم، علاءالدین خلجی کے زمانے میں تھے۔

۳۰۰- مولانا علاؤالدین اصولی بدایونی

۳۰۱- سید علاؤالدین اودھی-

۳۰۲- امیر علاءالملک مرعشی۔ شہزادہ شجاع کے زمانے میں تھے منطق میں "مہذب" الٰہیات میں "انوار الہدیٰ" اور اثبات واجب "صراط الوسیط" ان کی تصنیفات ہیں

۳۰۳- مولانا علم الدین۔ نبیرہ شیخ بہاءالدین زکریا، ملتانی، علاءالدین خلجی کے عہد میں تھے۔

۳۰۴- مولوی علی اعظم ساکن پھلواری

۳۰۵- مولوی علی اکبر الہ آبادی۔ فصول اکبری اور اصول اکبری کے مصنف ہیں۔

۳۰۶- ملا علی الماس کشمیری - ملا جوہر ناتھ کشمیری کے شاگرد، شاہجہاں کے زمانہ میں تھے۔

۳۰۷- علی بن احمد غوری - ساکن کڑا جو مانک پور کے متصل ہے۔ شیخ رکن الدین قدس سرہ کے مرید تھے شرح الاوراد مصنفہ بہاؤالدین قدس سرہ کی شرح کنز العباد؛ شرح الاوراد کے نام سے ان کی تصنیف ہے۔

۳۰۸- خواجہ علی پنو کشمیری۔ ملا شمس پال کے شاگرد، جہانگیر کے زمانے میں تھے۔

۳۰۹- ملا علی پستک کشمیری معقولی۔ میانہ قد تھے جہانگیر بادشاہ ان کو پستک کہتے تھے اسی سے مشہور ہو گئے۔ ان کا سال انتقال مصرع "وائے پست و بلند ہمت کو" سے نکلتا ہے (۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۷ء)

۳۱۰- مولوی علی حبیب۔ سجادہ نشین پھلواری۔

۳۱۱- مولوی علی شاہ جاندار۔ اپنے وقت کے اجل عالم تھے۔ شیخ نظام الدین قدس سرہ کے مرید تھے۔ تصوف میں خلاصۃ اللطائف ان کی تصنیف ہے۔

۳۱۲- ملا علی قاری ٹھٹوی۔ فاضل و قاری تھے۔ مرزا جانی کے عہد میں تھے۔

۳۱۳- ملا علی گرد۔ مستعد عالم، اکبر بادشاہ کے زمانے میں تھے۔

۳۱۴- ملا عماد الدین۔ شمس الدین التتمش کے معاصر تھے۔

۳۱۵- مولانا عماد۔ فاضل متبحر، سلطان محمد تغلق کے عہد میں دہلی میں، بزرگ، راست گو اور حق شناس شخص تھے۔ کہتے ہیں کہ محمد تغلق نے اپنی سلطنت کے غرور میں کہا تھا کہ فیض خدا منقطع نہیں ہے پھر فیض نبوت کس طرح منقطع ہو سکتا ہے۔ اگر اب کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھلائے تو اس کی تصدیق کروگے یا نہیں مولانا نے فوراً کہا گوہ مت کھا، کیا بکتا ہے؟ محمد تغلق نے حکم دیا کہ ان کو ذبح کریں اور ان کی زبان کھینچ لیں، رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۱۶- مولانا عماد الدین حسام۔ علاء الدین خلجی کے زمانے میں تھے۔ بیس سال تک وعظ کہا، ان کے وعظ میں معتبر، دانشمند، کامل اور فاضل حضرات شریک ہوتے تھے۔

۳۱۷- مولانا عماد الدین محمد طارمی۔ طارم حوالی شیراز میں ہے وہاں سے گجرات آئے اور ملک قطب الدین کی خدمت میں مرید ہوئے جو سید محمد المشہور بہ شاہ عالم کے خلیفہ تھے علوم ظاہری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور علم باطن میں بھی بے مثال تھے، خلق کے ارشاد و ہدایت میں مشغول رہتے میاں وجیہہ الدین گجراتی ان کے

شاگرد رشید تھے۔

۳۱۸۔ سید غیاث اللہ مجددی بالاپوری۔ عالم، کامل، فاضل لاثانی، اپنے زمانہ میں مشہور و معروف تھے ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء میں انتقال ہوا۔

۳۱۹۔ مولوی عنایت اللہ ساکن پٹنہ۔

۳۲۰۔ مولوی عنایت اللہ ساکن بردوان

۳۲۱۔ مولوی عنایت حسین ساکن مونگیر

۳۲۲۔ قاضی غضنفر سمرقندی۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہند پاکستان میں آئے۔ ولایت گجرات کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ اپنے فرائض منصبی کو نہایت دیانت داری سے انجام دیتے تھے۔ علوم متعارفہ میں بے مثل تھے۔

۳۲۳۔ سید غضنفر ابن سید جعفر نہروالی، نہروالہ گجرات سے منسوب ہے۔

۳۲۴۔ مولوی غلام اکبر خاں۔ ہدایت المنکرین کے مصنف ہیں۔

۳۲۵۔ غلام علی کور۔ اکبر بادشاہ کے زمانے کے اجل فاضل تھے۔

۳۲۶۔ مولوی غلام حسین بنگالی۔

۳۲۷۔ مولوی غلام رسول۔ قاضی القضاۃ کلکتہ۔

۳۲۸۔ مولوی غلام نبی شاہجہاں پوری۔ میر زاہد رسالہ کے محشی ہیں۔

۳۲۹۔ مولوی غلام علی۔ ساکن مہرتی احاطہ بمبئی۔

۳۳۰۔ مولوی غلام احمد نصیر آبادی۔

۳۳۱۔ مولوی غلام محمد ہوشیار پوری۔

۳۳۲۔ ملا غوثی گجراتی۔ [مؤلف گلزار ابرار، مترجم]

۳۳۳۔ مولانا غیاث بھروچی۔

۳۳۴۔ سید فاضل۔ اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۳۳۵۔ حکیم فتح اللہ گیلانی۔ جلال الدین اکبر بادشاہ کے طبیبوں میں تھے۔ علم طب کی کتابیں نہایت تحقیق سے پڑھاتے تھے علم ہیئت میں بھی ماہر تھے۔ قانو

شیخ الرئیس کی شرح فارسی میں لکھی ہے [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- ماثر الکرام دفتر اوّل ص ۲۳۶-۲۳۸ مترجم]

۳۳۶- قاضی فتح علی قنوجی۔ مولوی علی اصغر قنوجی کے شاگرد تھے۔ علوم مروجہ سے مناسبت رکھتے تھے۔ شرح تہذیب جلالی اور شرح مقامات حریری کے حواشی ان کی تالیف سے ہیں۔

۳۳۷- مولوی فتح علی بردوانی۔

۳۳۸- مولوی فتح علی جون پوری۔ مستعد عالم تھے مولوی معشوق علی جون پوری کے چچا تھے موزوں طبیعت رکھتے تھے فی البدیہہ تاریخ کہنے میں مشہور تھے۔

۳۳۹- قاضی فخر الدین۔ جلال الدین خلجی کے زمانے میں علامۂ عصر تھے۔

۳۴۰- مولانا فخر الدین ہانسوی

۳۴۱- مولانا فخر الدین مقاتل۔ علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۳۴۲- مولوی فخر الدین لکھنوی

۳۴۳- مولوی فخر الدین علی خاں شافعی مذہب تھے اور چیناپٹن کے قاضی تھے۔

۳۴۴- مولوی فدا حسین ساکن ضلع پٹنہ۔

۳۴۵- فرید بنگالی۔ فاضل متبحر، محدث، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۳۴۶- ملا فضلی ملتانی۔ اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے۔

۳۴۷- مخدوم فضل اللہ ٹھٹوی۔ فاضل وقت، فضائل و معارف سے متصف، صاحب ورع و تقویٰ ہمیشہ علوم کے درس میں مشغول رہتے۔ مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے معاصر تھے۔

۳۴۸- مولوی فضل اللہ لکھنوی۔

۳۴۹- مولوی سید فضیلت حسین۔ ساکن ضلع پٹنہ۔

۳۵۰- مولوی فضل اللہ بنگلوری۔

۳۵۱- مولوی فصیح الدین۔ قنوج کے عالم کامل تھے ان کی عمر شریف درس و عبادت میں گزری۔

۳۵۲- مولوی فیض الحسن لاہوری. علم ادب کی تدریس میں یگانہ روزگار تھے۔ ۱۲ رجمادی الاول ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء میں انتقال ہوا [دراصل سہارن پور کے رہنے والے تھے اورینٹل کالج میں عربی ادب کے استاد تھے مولانا فضل حق خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ مولف تذکرۂ علمائے ہند کو تسامح ہوا کہ مولوی فیض الحسن لاہوری اور سہارن پوری کو دو جداگانہ شخصیتیں قرار دیا تفصیل کے لئے دیکھئے حیات شبلی ص ۸۱-۸۴ مترجم]

۳۵۳- مولوی فیض اللہ پنجابی۔

۳۵۴- میاں قادن پسر شیخ جونو۔ فاضل معتبر، بہلول لودی کے زمانے میں تھے۔

۳۵۵- سید قادری بلگرامی۔ ابن حافظ ضیاء الدین بلگرامی، حاجی حرمین شریفین، فاضل، حافظ اور قرآن کے قاری تھے اپنے وطن میں گوشہ گیر ہو کر معبود حقیقی کی عبادت میں مشغول رہے۔ ۱۱۴۲ھ میں انتقال ہوا۔

۳۵۶- قاسم ترمذی کشمیری، عالم گیر کے زمانے میں نامور عالم تھے۔

۳۵۷- ملا قاسم واحد العین۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے میں علوم معقول و منقول کے بہترین مدرس تھے

۳۵۸- مولوی قاسم سندیلوی۔ بن مولوی حمد اللہ سندیلوی، اپنے والد کے شاگرد تھے، فاضل کامل اور کثیر الدرس تھے۔ بیت الحرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

۳۵۹- مولوی قدرت اللہ برہان پوری۔

۳۶۰- مولانا قطب الدین ناقلہ۔ غیاث الدین بلبن کے ہم عصر تھے۔

۳۶۱- ملک قطب الدین سرہندی، بہلول لودی کے زمانے میں تھے۔

۳۶۲- شیخ قطب الدین برہان پوری۔ فاضل، متقی، حافظ اور اچھے تیرانداز تھے، عربی اشعار خوب یاد تھے اور خوب پڑھتے تھے نہایت فاضل و بزرگ ہونے کے باوجود غریب و مفلس رہے۔ رمضان میں عالم گیر بادشاہ کے پیش امام ہوتے اور شہزاد معظم کی تعلیم بھی ان کے سپرد تھی ۵ سنہ سال جلوس عالم گیر میں دار الحکومت شاہ جہاں آباد میں انتقال ہوا۔

۳۶۳- مولوی سید کاظم علی دریاآبادی۔ بن سید قاسم علی، ۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷ء انتقال ہوا۔

۳۶۴ - ملا کبیر الدین - علاءالدین خلجی کے زمانے میں مورخ تھے۔

۳۶۵ - مولوی کبیر خاں - قاضی محمد پور احاطہ بمبئی۔

۳۶۶ - شیخ کبیر ناگوری - شیخ فرید بن عبدالعزیز بن شیخ حمیدالدین صوفی ناگوری کی اولاد میں تھے بڑی حیثیت کے بزرگ تھے۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ کتاب ذہن، جوضو، شرح مصباح کا حاشیہ ہے۔ ان کی تصنیف ہے۔ ناگور میں جھگڑے کی وجہ سے جو اس علاقہ کے کفاروں نے وہاں کیا تھا گجرات چلے آئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔

۳۶۷ - شیخ کبیر الدین ولد ملا نور - اوائل عمر میں کمال حاصل کر لیا اور بوڑھوں سے بڑھ گئے۔ اکثر کتب مروجہ اپنے والد اور خسر سعداللہ بنی اسرائیلی سے پڑھیں۔ صحبت و اختلاط کے اچھے طریقے سیکھے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حکم سے اپنے والد کے ہمراہ بجوارہ دامن کوہ شمالی میں گئے اور اور اسی طرف کے ربط و ضبط میں مشغول ہو گئے۔

۳۶۸ - مولانا کریم الدین - علاؤالدین خلجی کے زمانے میں وعظ کہتے تھے اور اس میں حمد و نعت جدید اور مناسب طریقہ پر نظم میں پڑھتے تھے چونکہ ان کی آواز اچھی نہ تھی لہذا عوام ان کی بات پسند نہیں کرتے تھے اور مجمع زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

۳۶۹ - مولانا کریم الدین ٹھٹوی - جامع فضائل و کمالات۔ نامناسب لور بری باتوں کے دفع کرنے والے زہد و تقویٰ میں مشہور، ملا عبدالرحمان ٹھٹوی کے معاصر تھے۔

۳۷۰ - مولانا کریم الدین جوہری - علاؤالدین خلجی کے زمانے میں تھے۔

۳۷۱ - ملا کمال رام پوری - بہت مشہور تھے [حافظ شاہ جمال اللہ کے مرید تھے ایک عرصہ تک دکن میں رہے ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء تک زندہ تھے ان کے بیٹے مولوی جلال الدین تھے۔ ملاحظہ ہو علم و عمل جلد اول ص ۷۷۔ مترجم]

۳۷۲ - مولانا کمال الدین کولی - [شیخ جمال کولی کے فرزند تھے علوم ظاہر و باطن [illegible] سے بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ کول سے دہلی گئے۔ وہاں ان کی [illegible] ان کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔ دہلی ہی میں انتقال ہوا اور شہر کے مشرقی جانب نہر کے مقابل دفن ہوئے۔ دہلی میں جہاں مولانا کمال الدین کی اولاد رہتی تھی وہ جگہ محلہ کول والاں کے نام سے مشہور ہوئی ملاحظہ ہو اخبار الجمال معروف بہ اشجار الجمال مصنفہ راجی محمد (قلمی مملوکہ شیخ اقبال احمد شمسی بن ارشد علی ساکن علی گڑھ) مترجم]

۳۷۳۔ مولانا کمال الدین اودھی } فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں نامور عالم تھے۔
۳۷۴۔ کمال الدین سامانہ }

۳۷۵۔ قاضی گھاسی الہ آبادی۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی کے شاگرد و خلیفہ تھے۔

۳۷۶۔ شاہ گدای کشمیری۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں نامور عالم تھے۔

۳۷۷۔ مولوی گلزار علی پھلواروی۔

۳۷۸۔ مولوی لطف حق۔ ساکن پتھاپور گجرات۔

۳۷۹۔ مولوی لطف علی۔ ساکن ضلع پٹنہ۔

۳۸۰۔ مولانا لطیف مقری۔ علم قرأت کے عالم، علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۳۸۱۔ مولانا میراں ماہ بکلہ۔ علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۳۸۲۔ مبارز خاں سلطان پوری۔ ملا نظام الدین سہالوی کے معاصر تھے علم کلام میں رسالہ مبارزیہ ان کی تصنیف ہے بہت ہی مناسب کتاب ہے۔

۳۸۳۔ ملا مجنوں کشمیری۔ شاہ جہاں بادشاہ کے معاصر تھے۔

۳۸۴۔ شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری۔ فضیلت و تقویٰ میں مشہور، عالمگیر کے معاصر تھے۔

۳۸۵۔ مولوی محمد ادریس سلہٹی۔ سیوطی کے جمع الجوامع پر حاشیہ لکھا ہے۔

۳۸۶۔ مولوی محمد اسرائیل سلہٹی۔ تفسیر بیضاوی و صدرا پر حاشیہ لکھا ہے۔

۳۸۷۔ مولوی محمد اعلیٰ۔ ساکن تھانہ کشاف اصطلاحات الفنون کے مؤلف ہیں [مولوی محمد اعلیٰ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے اور اپنے زمانے کے بڑے فاضل اور علامہ شخص تھے۔ کشاف اصطلاحات الفنون چار ضخیم جلدوں میں ایک قسم کی انسائیکلوپیڈیا ہے یہ کتاب ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء میں عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور چاروں جلدیں ۱۸۴۸ء میں کلکتہ میں چھپی ہیں۔ ان کی ایک دوسری قابل قدر تصنیف آراضی ہند کے متعلق ہے جس کا مخطوطہ مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ میں ہے۔ افسوس کہ مولوی محمد اعلیٰ کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ مترجم]

۳۸۸۔ قاضی محمد افضل بھکری۔

۳۸۹۔ ملا محمد افضل کشمیری۔

۳۹۰- ملا محمد اکرم لاہوری۔ علوم مروجہ کا ہمیشہ درس دیتے۔ حلم، بردباری اور صلاح و تقویٰ کے مالک تھے۔ شہزادہ کام بخش کے معلم تھے۔

۳۹۱- قاضی محمد، احمد آبادی۔ حضرت قطب العالم احمد آبادی قدس سرہ کے مرید تھے۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ پہلے قاضی محمود دریائی کے والد ہیں۔ دوسرے قاضی العالم شاہ حماد تیسرے قاضی حامد، تینوں بھائی حضرت شاہ عالم احمد آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ قاضی العالم شاہ حماد نے طلب علم میں بارہ سال مولانا میاں جی گجراتی کے پاس گزارے اور بارہ سال سپاہیوں کی طرح کفار کے ساتھ جہاد میں گزارے اور بارہ سال سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آغاز شعور سے ہی اکل حلال و صدق مقال طریقہ رہا یہاں تک کہ تقویٰ سے ان کا گھوڑا بھی متاثر ہوا تھا۔ حرام گھاس اور دانہ ہرگز نہیں کھاتا تھا، وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ جلال کے مظہر اتم تھے، کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے آوے زیادہ وقت تنہائی میں رہتے تھے۔ خادم پردے کے پیچھے سے حاجت مندوں کی بہت سی حاجتیں بیان کرتے تھے وہ جواب میں فرماتے تھے کہ "میں دیتا ہوں" اور بعض کے لئے فرماتے تھے کہ "میں نہیں دیتا ہوں" لہذا علمائے وقت نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔

۳۹۲- حاجی محمد افضل سیال کوٹی۔

۳۹۳- خواجہ محمد امین ولی اللہی

۳۹۴- ملا محمد امین کشمیری۔ عالمگیر کے معاصر تھے۔

۳۹۵- ملا محمد باقر کشمیری۔ شاہ جہاں بادشاہ کے معاصر تھے۔

۳۹۶- شیخ محمد بھروچی

۳۹۷- ملا خواجہ محمد ٹوپی گر کشمیری۔ عالمگیر کے معاصر تھے۔

۳۹۸- مولوی محمد جیلانی رام پوری۔ جنگ نامہ کے مصنف ہیں اصل نام غلام جیلانی ہے۔ بنگش پٹھان تھے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی اور شاہ عبد العزیز دہلوی کے شاگرد تھے۔ فارسی میں نہایت اعلیٰ لیاقت تھی۔ جنگ دوجوڑہ کے حالات درمنظوم کے نام سے نظم کئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۱۰ھ/۱۷۹۵ء میں مکمل ہوئی۔ مولوی حیدر علی، مولوی خلیل الرحمان، مفتی شرف الدین۔ اور مولوی غیاث الدین جیسے

نامور علما دان کے شاگرد تھے ۱۳۳۴ھ/۱۸۱۸ء میں رام پور میں انتقال ہوا رفعت تخلص ہے مجموعہ رفعت (فارسی دیوان) ہشت خلد (فارسی) در منظوم (جنگ نامہ دنہ جوڑہ) ان کی تصانیف ہیں۔ مولوی غلام جیلانی رفعت کا ایک عربی غیر منقوطہ قصیدہ مخطوطہ خاکسار مرتب، کے کتب خانہ میں ہے۔ ملاحظہ ہو: علم و عمل جلد اول ۲۰۷ مترجم]

۳۹۹۔ قاضی محمد حسین جون پوری۔ علم و فضل خوب حاصل کیا تھا۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں جون پور کے قاضی تھے، عالمگیر کے شروع عہد سلطنت میں الہ آباد کے قاضی ہوئے ۵ جلوس عالمگیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور لشکر کے محتسب مقرر ہوئے فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں بہت مدد دی۔

۴۰۰۔ مولوی محمد حسین۔ مصنف اشاعۃ السنہ وغیرہ۔

۴۰۱۔ مولوی محمد حسین۔ مصنف تیغ فقیر و حربہ بنفیر وغیرہ۔

۴۰۲۔ مولوی محمد حسین امروہوی۔ مؤلف تفسیر معاملات الاسرار فی مکاشفات الاخبار معروف بہ تفسیر حضرت شاہی۔

۴۰۳۔ مولوی محمد حسن اسرائیلی سنبھلی [مولوی محمد حسن سنبھلی کے حالات ص ۱۰۱ و ۱۰۴ کے حاشیے پر ملاحظہ ہوں مترجم

۴۰۴۔ ملا محمد دماغی ٹھٹوی۔ شاہجہاں بادشاہ کی شہزادگی کے زمانے میں اس کے امام تھے۔

۴۰۵۔ شیخ محمد سعید سرہندی۔ ابن حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، اپنے والد کے خلیفہ تھے فاضل متشرع اور عالم متورع۔ ہمیشہ طالبان خدا کے ارشاد اور درس علوم میں مشغول رہتے۔ حاشیہ خیالی پر حاشیہ لکھا ہے۔ عالمگیر کے حضور میں پہنچے اور مراعات حاصل کیں۔

۴۰۶۔ مولوی محمد شاہ۔ مصنف مدار الحق۔ [متعدد کتابوں کے مصنف تھے ۱۳۰۵ھ انتقال ہوا۔ مترجم]

۴۰۷۔ ملا محمد صادق ٹھٹوی۔

۴۰۸۔ ملا محمد صالح۔ جہانگیر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۴۰۹۔ ملا محمد صالح گجراتی۔

۴۱۰۔ مولوی محمد صدیق اصولی پشاوری

۴۱۱۔ مولانا محمد صدیق ملتانی گجراتی۔

۴۱۲۔ مولوی محمد عادل۔ ابتداء سے آخر تک کتب درسیہ مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی کی

خدمت میں پڑھیں۔ آج کل (۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) کان پور میں مولانا کے جانشین ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت وارشاد میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔

۴۱۳۔ شاہ محمد عاشق پھلتی

۴۱۴۔ بابا محمد عثمان کشمیری۔ ابن شیخ محمد فاروق، ملا سعد الدین صادق وغیرہ علمائے کشمیر کے شاگرد تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمت میں پہنچے اور حدیث و فقہ کی اجازت حاصل کی۔

۴۱۵۔ مولوی محمد عمر دہلوی۔ ابن مولوی کریم اللہ دہلوی ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد سے علوم رسمی کی تحصیل کی درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

۴۱۶۔ مولوی محمد علی ابن مفتی یار محمد دکنی مؤلف کواکب العرفان فی تحقیق السبحان۔

۴۱۷۔ مولوی محمد علی نصیر آبادی۔ مؤلف جلاء العیون نظم سرور المحزون۔

۴۱۸۔ مولوی محمد فصیح غازی پوری۔ فصیح واعظ تھے اور رسم قبیحہ کو مٹاتے تھے۔

۴۱۹۔ ملا محمد قاسم استر آبادی۔ ہندو شاہ کے لقب سے مشہور تھا۔ گلزار ابراہیمی مشہور بہ تاریخ فرشتہ اس کی تالیف ہے۔

۴۲۰۔ ملا محمد لاہوری۔ لاہور کے بڑے عالم تھے۔

۴۲۱۔ مرزا محمد صادق۔ صبح صادق کا مؤلف ان کا شاگرد ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں بنگال کے قاضی تھے۔

۴۲۲۔ شیخ محمد لاہوری۔ ابن عبد الملک، مشہور فاضل، علمائے حجاز سے تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھ کر وطن واپس ہوئے اور درس و تدریس میں عمر گزار دی۔

۴۲۳۔ محمد لبیب کشمیری۔ جہانگیر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۴۲۴۔ شیخ محمد ماہ جون پوری۔ علم صوری و معنوی سے آراستہ تھے۔

۴۲۵۔ مولوی محمد مصطفیٰ پنجابی۔

۴۲۶۔ مولوی محمد موسیٰ ابن مولانا رفیع الدین دہلوی [مولوی محمد موسیٰ کی تصنیف سے ایک قلمی فارسی کتاب "حجۃ العمل فی ابطال الحیل" ہماری نظر سے گزری ہے۔ یہ کتاب بتقدیم ربیع الاول ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں اتمام کو پہنچی

یہ کتاب ۶۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ کتاب کا مضمون ردِ وہابیت ہے۔ مترجم]

۴۲۷۔ شیخ محمد واعظ لاہوری۔ لاہور کے مشہور واعظ تھے۔

۴۲۸۔ مولوی محمد وجیہہ ساکن پھلواری۔

۴۲۹۔ شیخ محمد یحییٰ سرہندی۔ ابن شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ صلاح وتقویٰ سے آراستہ تھے۔ اکثر اوقات علوم مروجہ کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ عالمگیر بادشاہ کی عنایات سے سرفراز تھے۔

۴۳۰۔ ملا محمد یزدی۔ جون پور کے قاضی القضاۃ تھے اور اکبر بادشاہ پر خروج کا فتویٰ دینے کے جرم میں عہدے سے معزول ہوئے۔

۴۳۱۔ مولوی محمد یعقوب دہلوی ابنِ کریم اللہ دہلوی۔ مولوی محمد عمر کے بڑے بھائی تھے تحصیل علوم اپنے والد سے کی طلباء کے افادہ میں مشغول رہتے تھے۔

۴۳۲۔ ملا محمود ثانی جون پوری۔ دانشمند خاں کے شاگرد تھے۔ شاہ جہاں بادشاہ کے آخری عہد میں انتقال ہوا۔

۴۳۳۔ شیخ محمود بھکری۔ اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے۔

۴۳۴۔ قاضی محمود علامہ عباسی ٹھٹوی۔ مرزا عیسیٰ و مرزا جانی، حکام سندھ کے معاصر تھے حقیقت و کمال میں نادرۂ روزگار، جامعیت علوم میں ممتاز اور بہت سی تصانیف کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک تذکرۃ الاولیاء ہے اور کتب مروجہ کے متن پر حواشی لکھے ہیں۔

۴۳۵۔ قاضی محمود دریائی ولد قاضی چاپلندہ، ان کی بزرگی اور خوارق نے ایک مخلوق کو مسخر کرا اور عالم آبی بھی ان سے تعلق رکھتا تھا۔ کشتیوں کی تباہی میں اکثر لوگ ان کو یاد کرتے تھے ساحل مراد پر پہنچ جاتے تھے۔ اس لئے ان کا خاص لقب دریائی مقرر ہوگیا جب سترسٹھ سال کی عمر ہو تو ۱۳ ربیع الثانی ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء میں انتقال ہوا ان کی قبر بھیرپور مضافات گجرات میں واقع ہے۔

۴۳۶۔ مخدوم جہاں سندھی۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مشہور عالم تھے۔

۴۳۷۔ سید مرتی بلگرامی۔ عالم و عارف تھے مخلوق خدا ان سے فائدہ حاصل کرتی تھی ۱۱۱۷ھ ۱۷۰۵ء میں انتقال ہوا۔

۴۳۸-سید مرتضےٰ اسیوستانی - نہایت فاضل اور حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے۔

۴۳۹-مولوی مرتضیٰ حسن ساکن پھلواری

۴۴۰-ملا مظہر ساکن کڑا - فیروز شاہ کے معاصر تھے۔

۴۴۱-قاضی معمار الدین - غیاث الدین بلبن کے زمانے میں دہلی کے عہدۂ قضا پر سرفراز تھے

۴۴۲-قاضی معروف بھکری، اپنے زمانے میں مشہور و معروف بھکر کے قاضی تھے علم و فضل نیز صلاح و تقویٰ سے آراستہ اور لطف طبع وطیب مزاج سے متصف تھے جام سنجر کو سندھ کے لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ سے رشوت لیتا ہے جام نے اُس کو طلب کر کے پوچھا قاضی نے کہا کہ ہاں اکثر میرے دل میں آتا ہے کہ گواہوں سے بھی کچھ لوں کہ وہ مقدمہ ختم ہونے سے پہلے ہی اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں جام کو یہ بات بہت اچھی لگی، جب قاضی نے جام کو خوش دیکھا تو کہا میں دن بھر مقدمات کے فیصلے میں رہتا ہوں اور میرے اہل و عیال زیادہ ہیں ان کو فاقہ ہوتا ہے یہ حال کب تک رہے گا۔ جام نے قاضی کی تنخواہ مناسب مقرر کر دی۔

۴۴۳-مولانا معز الدین اندپنی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۴۴۴-مولانا معین الدین لونی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۴۴۵-قاضی مغیث الدین بیانہ۔

۴۴۶-سید مغیث الدین ساکن کیتھل - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۴۴۷-مولوی مقبول احمد گوپاموی - رسالہ تنبیہ الانسان کے مؤلف تھے جس میں حیوانات کی حلت و حرمت کا بیان ہے [مولوی مقبول احمد بن مولوی قدرت احمد المتوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء، مولوی عبدالحق گوپاموی کے شاگرد تھے۔ نہایت عالم و فاضل تھے۔ بہار عجم کے جواب میں گلزار عجم لکھی۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے رقعات بیدل اور سہ نثر ظہوری پر حواشی لکھے۔ منشی ہفت قلم تھے۔ مطبع میر حسن لکھنؤ میں تصحیح کتب کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں تسہیل المیزان اور شرح ایساغوجی بھی ہیں

رسالہ تنبیہ الانسان ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں طبع ہو چکا ہے)۔ ملاحظہ ہو ارمغان پاور ص ۱۷۰ مترجم]

۴۴۸ - ملا مقیم۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں دہلی کے مدرس تھے۔

۴۴۹ - سید منتخب الدین ساکن کیتھل، سید مغیث الدین کے بھائی اور علاء الدین کے معاصر تھے۔

۴۵۰ - شیخ منصور لاہوری۔ شیخ اسحاق کاکو کے شاگرد تھے۔ زیادہ تر تحصیل علم ملا سعد اللہ سے کی اور ان ہی کے یہاں سسرال ہوئی فاضل متبحر تھے۔ تمام علوم عقلی جو ہند پاکستان میں مروج تھے، ان کو خوب مستحضر تھے۔ مخلوق ان سے رجوع کرتی تھی اکبر بادشاہ کے زمانے میں کچھ دنوں مالوہ کے قاضی القضاۃ رہے۔ اس کے بعد پرگنہ بجوارہ اور دامنِ کوہ سے متعلق ہو گئے تھے۔

۴۵۱ - ملا منور۔ شیخ کاکو کے شاگرد، اکبر بادشاہ کے زمانے میں تھے۔

۴۵۲ - مولانا منہاج الدین جرجانی۔ غیاث الدین بلبن کے زمانے میں تھے۔

۴۵۳ - مولانا منہاج الدین تلنبی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۴۵۴ - ملا موسیٰ احمد آبادی - اکبر بادشاہ کے زمانے میں تھے۔

۴۵۵ - ملا مومن جیل کشمیری۔ عالمگیر کے معاصر تھے۔

۴۵۶ - ملک موئد جاجرمی۔ جلال الدین خلجی کے زمانے میں تھے۔

۴۵۷ - شاہ مہدی عطاء ابن حسین عطاء ابن شاہ پناہ عطاء سلونی کریمی اشرفی ادھنی، شیخ ادھن جون پوری قدس سرہٗ کی اولاد میں تھے ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ علوم باطن اپنے دادا اور والد سے حاصل کئے۔ خرقۂ چشتیہ پہنا، علوم ظاہر میں مولوی نور احمد پنجابی کے شاگرد تھے، نہایت علم دوست، طلبہ کے درس میں مشغول اور سلون کے سجادہ نشین ہیں۔

۴۵۸ - ملا میر شاہ کشمیری۔ عالمگیر کے معاصر تھے۔

۴۵۹ - ملا ناصر۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں آگرہ کے قاضی تھے۔

۴۶۰ - ملا ناصر علی غیاث پوری۔ مناصر الحسنات، عناصر البرکات وغیرہ کے مؤلف تھے۔

۴۶۱ - ملا نازک کشمیری۔ عالمگیر کے زمانے میں تھے۔

۴۶۲ - مولوی نجف حسین سندیلوی۔ ۱۹ ماہ محرم ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں اجمیر میں انتقال ہوا۔

۴۶۳- مولانا نجم الدین دمشقی- مولانا فخر الدین رازی کے شاگرد اور غیاث الدین بلبن کے معاصر تھے۔

۴۶۴- مولانا نجم الدین انتشار- علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۴۶۵- مولانا نجیب الدین شادی- معاصر علاء الدین خلجی۔

۴۶۶- مولوی نذیر حسین محدث- مصنف معیار الحق وغیرہ [مولوی نذیر حسین بن جواد علی سورج گڑھ موضع مونگیر بہار میں ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء پیدا ہوئے۔ ۱۶ سال کے بعد علم کی طرف میلان ہوا۔ ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں وطن سے بھاگ کر صادق پور پہنچے اور تحصیل علم کی ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۸ء میں دہلی پہنچے پنجابی کٹرے کی مسجد اورنگ آبادی میں ٹھیرے، مولوی عبد الخالق دہلوی، آخوند شیر محمد قندھاری، مولوی جلال الدین ہروی، مولوی کرامت علی اسرائیلی، مولوی محمد بخش، مولوی عبد القادر رامپوری (تلمیذ مفتی شرف الدین رامپوری) اور حکیم نیاز احمد سہسوانی سے تحصیل علم کی اجازت شاہ محمد اسحاق سے حاصل کی، مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی، قاری عبد الرحمان کا بیان لکھتے ہیں کہ جس روز شاہ محمد اسحاق صاحب ہجرت کر کے حجاز روانہ ہوئے تو اس روز نذیر حسین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اول کی ایک ایک حدیث پڑھی اور کل کتابوں کی اجازت حاصل کی شاہ صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہ واقعہ لکھ کر دے دیا اس سے پہلے مدرسے میں پڑھنے کو کبھی نہیں آئے۔ ۱۸۵۷ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی، ساڑھے تین مہینے تک رکھا جس کے بدلے میں ایک ہزار تین سو روپئے انعام اور خوشنودی سرکار کا سرٹیفکٹ ملا جس زمانہ میں (۱۸۶۴-۵ء) وہابیوں پر مقدمے چل رہے تھے۔ میاں نذیر حسین کو بھی بحیثیت سرگروہ وہابیاں احتیاطاً ایک برس تک راولپنڈی کی جیل میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ مگر بقول مؤلف الحیواۃ بعد الممات "وفادار گورنمنٹ" ثابت ہوئے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا۔ جب میاں نذیر حسین حج کو گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا [illegible] ۱۹۰۲ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: الحیاۃ بعد الممات [illegible] ۲۸۱ مترجم]

۴۶۷- ملا نسیم منطقی رامپوری [اپنے زمانے [illegible] کا مرجع تھے۔ طالب حق میں ذرا عار نہ تھی، آخیر عمر میں مولوی کمال سے شمس بازغہ کی تحقیقات کی جسے بارہا پڑھا چکے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ علم وعمل جلد اول ص ۲۷ مترجم]

۴۶۸ - مولانا نصیر الدین غنی

۴۶۹ - مولانا نصیر الدین ساکن کڑا }
۴۷۰ - مولانا نصیر الدین صابونی } علاء الدین خلجی کے زمانے میں مشہور عالم تھے۔

۴۷۱ - سید نظام الدین ٹھٹوی - فقہ میں کامل اور دوسرے علوم میں عالم اجل، جب جذبۂ طبع کم ہوا تو دہلی آئے اور فتاوی عالم گیری کی تالیف میں بہت سی مشکلات کو حل کیا، ٹھٹھ توابع سندھ میں ایک شہر ہے۔

۴۷۲ - مولانا نظام الدین کلاہی - علاء الدین خلجی کے معاصر تھے۔

۴۷۳ - مولانا نظام الدین علی - بابر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۴۷۴ - مولانا نظام الدین ہروی - طبقات اکبری کے مصنف تھے [تفصیل کے لئے دیکھئے: - مقدمہ طبقات اکبری جلد اول (مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی)]

۴۷۵ - شیخ نظام تھانیسری ابن شیخ عبدالشکور، اگرچہ علوم مروجہ کی تحصیل نہ کی تھی اور کتب صوفیہ کا مطالعہ نہ کیا تھا، مگر ایک کتاب تصوف میں تصنیف فرمائی جس کو تمام عارفین نے پسند کیا، نیز ایک تفسیر بھی لکھی جس کے تمام مطالب تصوف کے مطابق تھے۔

۴۷۶ - قاضی نعمت اللہ عباسی ٹھٹوی، ان کا نسب آل عباس رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ وہ سابق خلفائے عباسیہ کی بقیہ اولاد میں سے تھے۔ جام صلاح الدین بن جام تماچی حاکم سندھ کے زمانے میں ممتاز عالم اور بڑے متقی تھے [تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الکرام ص ۶۵۲ مترجم]

۴۷۷ - مولوی نعیم الدین بن فصیح الدین قنوجی، مولوی عبدالباسط قنوجی کے شاگرد تھے، شرح تصدیقات سلم العلوم، اور حاشیہ صدرا ان کی تصنیفات سے ہیں۔

۴۷۸ - شیخ نورالدین کنبوہ لاہوری - اکبر بادشاہ کے زمانے میں مستعد عالم تھے۔

۴۷۹ - مولوی نور کریم دریابادی۔

۴۸۰ - مولوی نور محمد بھکری [ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام ص ۳۹۹]

۴۸۱- مولوی واجد علی۔ رسالہ معروف العرفان کے مؤلف تھے۔

۴۸۲- مولانا وجیہہ الدین ملہو } جلال الدین خلجی کے عہد کے عالم تھے۔
۴۸۳- مولانا وجیہہ الدین رازی }

۴۸۴- مولوی وحید الحق بہاری۔ ۴ ربیع صفر ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا، زاد الآخرت، شرح کلمہ طیبہ، ذکر الصلوٰۃ، قرۃ العاشقین فی حلیۃ سید المرسلین اور رسالہ تحقیق الایمان ان سے یادگار ہیں۔

۴۸۵- مولوی وحید الزماں بن مولوی مسیح الزماں لکھنوی نور ہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کے مؤلف ہیں۔

[مولوی وحید الزماں فاروقی النسب تھے ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء میں کان پور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے تایا حافظ بدیع الزماں سے حاصل کی پندرہ سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ان کے نامور اساتذہ میں مفتی عنایت احمد کاکوروی، سید حسین شاہ بخاری، مولانا لطف اللہ علی گڑھی مولوی بشیر الدین قنوجی، مولانا عبد الحیٔ لکھنوی اور میاں نذیر حسین وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے حیدر آباد دکن میں اعلیٰ عہدیدار تھے وقار نواز جنگ کا خطاب تھا۔ ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء کو انتقال ہوا۔ مولانا کتب کثیرہ کے مؤلف و مصنف اور مترجم ہیں۔ ان میں کشف الغطاء عن الموطاء (اردو ترجمہ موطاء امام مالک)، الہدی المحمود (ترجمہ سنن ابی داؤد) ارض الربی (ترجمہ سنن نسائی)، المعلم (ترجمہ صحیح مسلم)، تسہیل القاری (ترجمہ صحیح بخاری)، رفع العجاجہ (ترجمہ سنن ابن ماجہ)، تبویب القرآن اور وحید اللغات وغیرہ مشہور ہیں۔ مولانا وحید الزماں کے جامع اور مفصل حالات مولوی عبد الحلیم چشتی نے حیات وحید الزماں کے نام سے لکھے ہیں۔ مترجم]

۴۸۶- مولوی وکیل احمد۔ رسالہ حد العرفان کے مؤلف ہیں [مولوی وکیل احمد بن شیخ قلندر حسین قصبہ سکندر پور کے رہنے والے تھے۔ ۹ ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ فارسی کی تعلیم اپنے وطن [illegible] جون پور پہنچے اور کتب درسیہ کی تکمیل مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی سے کی ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء [illegible] علم سے فارغ ہو گئے اس کے بعد لکھنؤ میں حکیم نور کریم لکھنوی سے علم طب پڑھا اور اسی علاقہ میں مطب شروع کر دیا۔ ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں حیدر آباد دکن پہنچے اور سرکار آصفیہ کی ملازمت اختیار کی تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں۔ ملاحظہ ہو:- آئینہ حقیقی ترجمہ تاریخ بمبئی ص ۱۳۷ - ۱۳۹ - مترجم]

۴۸۷- قاضی ولی اللہ خاں ساکن بڑودہ۔

۴۸۸- ملا ہاشم کنبوہ- جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے معاصر تھے۔

۴۸۹- میر ہاشم منور آبادی- ملا حیدر کشمیری کے شاگرد اور عالمگیر کے معاصر تھے۔

۴۹۰- مولوی سید یاد علی مشہدی کڑوی- اپنے زمانے کے فقیہ تھے۔

۴۹۱- مولوی سید یار علی- ہادی المضلین کے مصنف تھے۔

۴۹۲- مفتی یار محمد ملیباری دکنی- شرح تہذیب یزدی کے محشی ہیں۔

۴۹۳- یار محمد بھکری- ملا یاری کے نام سے مشہور ہیں [اصل میں ہرات کے باشندے تھے فن انشا اور فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھے۔ سلطان محمود خاں نے انھیں ہمایوں کے دربار میں ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔ ملاحظہ ہو: تحفۃ الکرام ۳ ۴۵۴- مترجم]

۴۹۴- شیخ یسین قنوجی- شہر قنوج کے اجل فاضل اور کامل و مکمل تھے خلق کثیر ان کی شاگردی کے فیض سے کمال کو پہنچی ان میں سید مربی بلگرامی اور ملا فیض امروہوی مشہور فاضل گزرے ہیں۔

۴۹۵- مولوی یعقوب علی خاں رام پوری [باپ کا نام عبد العلی خاں تیراہی تھا۔ علوم متداولہ رام پور میں تحصیل کئے۔ نہایت منکسر المزاج اور ذی ہوش تھے۔ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور ۳ ۴۵۴- مترجم]

۴۹۶- ملا یوسف کادسو کشمیری- شاہ جہاں بادشاہ کے زمانہ میں مشہور تھے۔

۴۹۷- مولوی یوسف علی سندیلوی- ان کی اصل گوپامؤ سے تھی۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے نظم الفرائض کے شارح تھے۔ [تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو روز روشن ۷۹۴-۸۱۱، مترجم]

کتابیات

بجد العلوم :- نواب صدیق حسن خاں (مطبع صدیقی بھوپال، ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء)

ب حیات :- شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (لاہور، ۱۹۵۰ء)

ب کوثر :- شیخ محمد اکرام (فیروز سنز لاہور ۱۹۵۲ء)

بقاء المنن بالقاء المحن :- نواب صدیق حسن خاں (مطبوعہ مطبع شاہجہانی بھوپال)

تحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین :- نواب صدیق حسن خاں (مطبع نظامی کان پور ۱۲۸۸ھ)

ثار احمدی (قلمی)، شیخ عنایت حسین کمبوہ مارہروی (مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی)

آثار بدایوں :- حافظ فضل اکرم بدایونی (وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۹۱۵ء)

ثار الاول من علمائے فرنگی محل :- مولوی عبدالباری فرنگی محل (مطبع مجتبائی لکھنؤ)

ثار الصنادید :- سر سید احمد خاں بہادر (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۶ء)

الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند :- مولوی حکیم عبدالحیٔ (دمشق ۱۹۵۵ء)

حوال علمائے فرنگی محل :- مولوی شیخ الطاف الرحمٰن (مطبع مجتبائی لکھنؤ)

احوال مشائخ کبار :- (قلمی) (عہد شاہجہانی کے علماء و مشائخ و اطباء و شعراء کا تذکرہ) مملوکہ مولوی محمد سلیمان بدایونی، کراچی۔

اخبار الصنادید :- (جلد اول) مولوی حکیم نجم الغنی رام پوری (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

اخبار الاخیار فی اسرار الابرار :- شیخ عبدالحق دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۲ھ)

اخبار الجمال معروف بہ اشجار الجمال :- (قلمی)، سال تصنیف ۱۱۵۳ھ، سال کتابت ۱۲۸۲ھ۔ راجی محمد (مملوکہ شیخ اقبال احمد شمسی بن ارشد علی، علی گڑھ)

اخبار رنگین :- (قلمی)، سعادت یار خاں رنگین (مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی)

اذکار الابرار :- شاہ محمد تقی حیدر (شاہی پریس لکھنؤ، ۱۳۵۶ھ)

اُردو مخطوطات :۔ حامد اللہ ندوی (انجمن اسلام اردو، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی ۱۹۵۶ء)
ارشادِ رحیمیہ در طریق حضرات نقشبندیہ :۔ شاہ عبدالرحیم دہلوی (مطبع مجتبائی ۱۳۲۲ھ)
ارمغان یاور :۔ (تذکرہ علمائے گوپامئو) مفتی انتظام اللہ شہابی (ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ)
اسلامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ سال ہشتم :۔ (مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۸۷۰ء)
استاذ العلماء :۔ (حالات مفتی لطف اللہ علی گڑھی) نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء)
اصح التواریخ :۔ (دو جلد) مولوی محمد میاں مارہروی (لکھنؤ ۱۳۴۳ھ)
البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ :۔ مولوی فضل رسول بدایونی (مطبوعہ میرٹھ)
الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف :۔ (مشمولہ انفاس العارفین) شاہ ولی اللہ دہلی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء)
الحیاۃ بعد المماۃ :۔ (سوانح عمری مولوی نذیر حسین دہلوی) افضل حسین (مطبع اکبری آگرہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)
الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور (معروف بہ تذکرۂ صادقہ) مولوی عبدالرحیم (مطبع یونانی دواخانہ الہ آباد ۱۹۲۶ء)
الفرقان (بریلی) کا شاہ ولی اللہ نمبر :۔ مرتبہ مولانا منظور نعمانی (بریلی، ۱۹۴۰ء)
الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مع التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ :۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی (مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۹۳ھ)
المشاہیر :۔ فیض احمد ساکن مارہرہ (نامی پریس میرٹھ ۱۹۰۰ء)
اکمل التاریخ :۔ (دو جلد) مولوی محمد یعقوب ضیاء قادری (مطبع عثمانی بدایونی ۱۹۱۵-۱۶ء)
الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی :۔ (برحاشیہ کشف الاستار عن رجال معانی الآثار) محمد محسن ترہتی (شائع کردہ مفتی محمد شفیع دیوبندی، جید برقی پریس دہلی ۱۳۴۹ھ)۔
امداد فی مآثر الاجداد :۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی)
امیر خسرو :۔ محمد وحید مرزا (ہندوستانی اکیڈیمی، الہ آباد ۱۹۴۹ء)
انتخاب یادگار :۔ (تذکرہ شعرائے رام پور) منشی امیر احمد مینائی (تاج المطابع لکھنؤ ۱۲۷۹ھ / ۱۸۷۹ء)
انسان العین فی مشائخ الحرمین :۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی)
انشائے بے خبر :۔ منشی غلام غوث خاں بے خبر۔ ترتیب مفتی انتظام اللہ شہابی (مرتضائی پریس آگرہ ۱۹۴۰ء)۔
انفاس العارفین :۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء)

انوارِ آفتابِ صداقت۔ (جلد اوّل) فضل احمد (ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور، ۱۹۳۵ء)
انوار الرحمٰن لتنویر الجنان۔ (حالات و ملفوظات مولوی عبدالرحمٰن لکھنوی) مولوی نور اللہ پھپھوندی
(مطبع کالی پرشاد لکھنؤ، ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء)۔
انوار العارفین:۔ مولوی محمد حسین مراد آبادی (مطبع صدیقی بریلی، ۱۲۹۰ھ)
امداد المشتاق:۔ (حالات و مکتوبات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی
(تھانہ بھون، ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء)۔
آئینہ حبیبی ترجمہ تاریخ یمینی:۔ مولوی وکیل احمد سکندر پوری (مطبع مصطفائی لکھنؤ، ۱۳۰۵ھ)
ایک مجاہد معمار:۔ محمد سلیم (کراچی، ۱۹۵۲ء)
باغی ہندوستان:۔ مولانا عبدالشاہد خاں شروانی (مدینہ پریس بجنور، ۱۹۴۷ء)
بدایوں ۱۸۵۷ء میں:۔ مولوی محمد سلیمان بدایونی، (نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۰ء)
بدایوں کے اہلِ تشیع:۔ (سائکلواسٹائلڈ ۱۹۵۹ء) مولوی محمد سلیمان بدایونی (مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی)
برکات الاولیاء:۔ مولوی امام الدین گلشن آبادی۔ (افضل المطابع دہلی ۱۳۲۲ھ)
برہان پور کے سندھی اولیاء:۔ محمد مطیع اللہ راشدی (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۷ء)
بزمِ تیموریہ:۔ صباح الدین عبدالرحمٰن۔ (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء)
بزمِ صوفیہ:۔ صباح الدین عبدالرحمٰن (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء)
بشریٰ:۔ مولوی عنایت رسول چریا کوٹی (شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ ۱۹۳۶ء)
بوستانِ اودھ:۔ راجہ درگا پرشاد سندیلوی (مطبوعہ ۱۸۸۶ء)
بوستانِ اخیار:۔ مولوی سید احمد مارہروی (آگرہ ۱۳۳۱ھ)
بہاء الدین زکریا:۔ مولانا نور احمد خاں فریدی (قصر الادب [illegible])
بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء:۔ (۱۳۰۲ء تا ۱۸۵۷ء) سید احمد اختر اورینوی (پٹنہ ۱۹۵۷ء)
بیاض دل کشا:۔ مولوی نصر اللہ خورجوی (مطبع فتح الاخبار کول علی گڑھ)
بیاض مولانا عبدالقادر بدایونی المتوفی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء (قلمی) (مخزونہ کتب مدرسہ قادریہ بدایوں)
بیاض مولانا شیخ محمد تھانوی:۔ (ف ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) (قلمی، مملوکہ مولوی ثناء الحق صدیقی، کراچی)

تاریخ اودھ:۔ مولوی حکیم نجم الغنی رام پوری (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

تاریخ اودھ:۔ (پنج جلد) مولوی حکیم نجم الغنی خاں رام پوری (نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

تاریخ اولیائے دہلی:۔ مولوی احمد سعید (دہلوی) (محبوب المطابع برقی پریس دہلی، ۱۳۵۴ھ)

تاریخ الاولیاء:۔ (جلد دوم) امام الدین احمد بن مفتی عبدالفتاح گلشن آبادی (مطبع مرغوب دہلی ۱۲۹۱ھ)

تاریخ برہان پور:۔ مولوی خلیل الرحمان۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۷ھ)

تاریخ داؤدی:۔ عبداللہ بہ تصحیح شیخ عبدالرشید (علی گڑھ ۱۹۵۴ء)

تاریخ سادات امروہہ:۔ (جلد اوّل) جمال احمد نقوی۔ (اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد دکن ۱۹۳۴ء)

تاریخ سندھ:۔ میر محمد معصوم بہ تصحیح ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ۔ (بھنڈارکر اورینٹل انسٹی ٹیوٹ پونہ ۱۹۳۸ء)

تاریخ سندھ:۔ مولوی ابوظفر ندوی۔ (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

تاریخ سندھ:۔ جلد ششم (حصہ دوم) مولانا غلام رسول مہر (سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۸ء)

تاریخ شاہجہاں پور:۔ محمد صبیح الدین شاہجہاں پوری (نامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء)

تاریخ شعرائے اردو:۔ ایف۔ فیلن و مولوی کریم الدین (مطبع العلوم مدرسہ دہلی ۱۸۴۸ء)

تاریخ فرخ آباد:۔ (قلمی) مفتی ولی اللہ فرخ آبادی (انڈیا آفس لائبریری۔ لندن)

تاریخ فرخ آباد:۔ ولیم اردن (فتح گڑھ، ۱۸۸۶ء)

تاریخ فیروز شاہی:۔ ضیاء الدین برنی بہ ترتیب سر سید احمد خاں بہادر (ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ ۱۸۶۲ء)

تاریخ قصبہ امیٹھی:۔ شیخ خادم حسین (مطبوعہ)

تذکرہ کاملان رام پور:۔ حافظ احمد علی خاں شوق (ہمدرد پریس دہلی، ۱۹۲۹ء)

تاریخ مدرسہ عالیہ:۔ مولوی عبدالستار (مدرسہ عالیہ ڈھاکہ ۱۹۵۹ء)

تاریخ مشائخ چشت:۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء)

تاریخ نثر اردو (نمونہ منثورات) حصہ اول۔ سید علی احسن مارہروی (مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء)

تجلی نور المعروف بہ تذکرہ مشاہیر جونپوری (دو جلد):۔ نورالدین زیدی (مطبع اعظم المطابع جونپور ۱۸۸۹ء)

تحفۂ فیض:۔ مولوی عبدالقادر بدایونی (مطبع فخر المطابع میرٹھ)

تحفۂ لطیف:۔ اسمٰعیل خواجہ (محکمہ اطلاعات مغربی پاکستان کراچی)

تحفۃ الکرام :۔ علی شیر قانع تتوی (اُردو ترجمہ از اختر رضوی) سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۹ء۔
تحفۃ الہند :۔ مولوی عبید اللہ (مطبع ہاشمی دہلی ۱۳۰۷ھ)
تحقیق آراضی ہند :۔ (قلمی) شیخ جلال الدین تھانیسری (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ)
تحقیقات چشتی :۔ نور احمد چشتی (حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور، ۱۳۲۴ھ)
تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان :۔ (اُردو ترجمہ) مرزا محمد اختر دہلوی (سیٹھ آدم جی عبد اللہ پبلشر بمبی والے، لاہور)
تذکرہ اہل دہلی :۔ سر سید احمد خاں بہادر بہ ترتیب قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی (انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۵۵ء)
تذکرہ بے نظیر :۔ عبد الوہاب افتخار بہ ترتیب منظور علی (الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد ۱۹۴۰ء)
تذکرہ شعرائے اُردو :۔ میر حسن دہلوی بہ ترتیب مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی (دہلی، ۱۹۴۰ء)
تذکرۃ الرشید (دو حصص) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی (میرٹھ، ۱۹۰۵ء)
تذکرۃ الکرام :۔ (جلد امروہہ جلد دوم) مولوی محمود احمد عباسی (محبوب المطابع دہلی، ۱۹۳۲ء)
تذکرۃ المعین فی ذکر الکاملین :۔ مولوی زین العابدین (مطبوعہ ۱۸۹۰ء)
تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و الاسلام :۔ شاہ محمد کبیر دانا پوری (نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۲ء)
تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی :۔ مولوی ابو الحسن علی ندوی (مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۳۷۷ھ)
تذکرہ ریختہ گویاں :۔ فتح علی حسینی گردیزی (انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن ۱۹۳۳ء)۔
تذکرہ شاہ ولی اللہ دہلوی :۔ مولانا مناظر احسن گیلانی (دو آبہ پریس لاہور، ۱۹۴۶ء)
تذکرہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی :۔ سید احمد قادری (آزاد پریس پٹنہ ۱۳۷۰ھ) ۱۹۵۰ء
تذکرہ صوفیائے سندھ :۔ مولوی اعجاز الحق قدوسی (اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۵۹ء)
تذکرہ عزیزیہ :۔ قاضی بشیر الدین احمد میرٹھی (مجتبائی پریس میرٹھ ۱۳۴۰ھ)
تذکرۃ العابدین امداد العارفین :۔ نذیر احمد دیوبندی (دہلی ۱۳۱۲ھ)
تذکرہ علمائے فرنگی محل :۔ مولوی محمد عنایت اللہ (لکھنؤ، ۱۹۳۰ء)
تذکرہ علماء و المشائخ :۔ محمد الدین فوق (گلزار محمدیہ اسٹیم پریس، لاہور ۱۳۳۸ھ) ۱۹۲۰ء
تذکرہ غوثیہ :۔ (ملفوظات شاہ غوث علی پانی پتی) مرتبہ مولوی گل حسن (تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاہور)

تذکرہ مورخین :- چودھری نبی احمد سندیلوی (مطبع سلیمانی بنارس، ۱۹۲۶ء)
تذکرہ مرآۃ الخیال :- شیر خاں ابن محمد امجد خاں (مطبوعہ ۱۸۳۱ء)
تذکرہ مشائخ بنارس :- مولانا ابو الاثر عبد السلام (ندوۃ المعارف بنارس ۱۳۷۱ھ)
تذکرہ مشاہیر کاکوری :- محمد علی حیدر (مطبع اصح المطابع لکھنؤ ۱۹۲۷ء)
تذکرۃ الواصلین :- مولوی محمد رضی الدین بسمل بدایونی (نظامی پریس بدایوں، ۱۹۴۵ء)
تراجم علمائے اہل حدیث :- ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی (جید برقی پریس دہلی، ۱۹۳۸ء)
تراجم الفضلاء (فارسی معہ انگریزی ترجمہ و حواشی) :- مولانا فضل امام خیر آبادی بہ ترتیب مفتی انتظام اللہ شہابی (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۵۶ء)
تصنیف رنگیں (قلمی) سعادت یار خاں رنگیں (مملوکہ محمد ایوب قادری۔ کراچی)
تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال :- مفتی حافظ بخش ساکن آنولہ ضلع بریلی (مطبع بہارستان کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۵ء)
تنبیہ الضالین وہدایت الصالحین :- (مجموعہ فتاویٰ علمائے دہلی و حرمین شریفین در جواز تقلید)۔ (مطبع سید الاخبار دہلی، ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء)
تواریخ سیالکوٹ :- عبد الصمد غلام محمد (مطبوعہ ۱۳۰۴ھ)
تواریخ واسطیہ :- سید رحیم بخش بن سید کریم بخش (مطبع گلزار احمدی مراد آباد، ۱۳۰۵ھ)
توزک جہانگیری :- مرتبہ مرزا محمد ہادی (مطبع نول کشور، لکھنؤ)
ثمرات القدس من شجرات الانس :- (سال تصنیف قبل ۱۰۱۷ھ / ۹-۱۶۰۸ء) لال بیگ بخشی سلطان مراد بن اکبر بادشاہ (قلمی، نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)۔
جماعت مجاہدین :- مولانا غلام رسول مہر (کتاب منزل لاہور۔ ۱۹۵۵ء)
جواہر البیان فی اسرار الارکان :- مولوی نقی علی خاں۔ بریلوی۔ (مطبع حسینی بریلی)
جواہر علویہ :- (تذکرہ خواجگان چشت) شاہ رؤف احمد مجددی (اللہ والے کی قومی دوکان، لاہور)
حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ :- محمد حسن نقشبندی (اللہ والے کی قومی دوکان لاہور)
حدائق الحنفیہ :- مولوی فقیر محمد جہلمی (مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۹۰۶ء)

حدیقۃ الاولیاء :- مفتی غلام سرور لاہوری (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۷ء)
حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام :- محمد مہدی واصف (مطبع مظہر العجائب مدراس ۱۲۷۹ھ)
حضرات القدس :- (جلد دوم)
حیات اجمل :- قاضی عبد الغفار (انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ ۱۹۵۰ء)
حیات اعلیٰ حضرت :- جلد اول (سوانح عمری مولوی احمد رضا خاں بریلوی) ملک ظفر الدین بہاری - (مکتبہ رضویہ کراچی ۱۹۵۵ء)
حیات جاوید :- خواجہ الطاف حسین حالی (مفید عام پریس آگرہ ۱۹۰۳ء)
حیات جلیل :- مولوی مقبول احمد صمدنی (الہ آباد ۱۹۲۹ء)
حیات حضرت امیر خسرو :- خان بہادر نقی محمد خاں (کراچی، ۱۹۵۶ء)
حیات شبلی :- سید سلیمان ندوی (دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۴۳ء)
حدیقۂ شہداء :- مرزا جان (لکھنؤ، ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء)
حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی :- پروفیسر خلیق احمد نظامی (خواجہ برقی پریس دہلی ۱۹۵۳ء)
حیات شیخ الہند :- سوانح عمری مولانا محمود الحسن دیوبندی) میاں اصغر حسین دیوبندی (دیوبند)
حیات طیبہ :- (سوانح عمری شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی) مرزا حیرت دہلوی (اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور)
حیات عزیزی :- مولوی رحیم بخش دہلوی (منبع فیض پریس دہلی ۱۸۹۹ء)
حیات وحید الزماں :- مولوی عبد الحلیم چشتی (کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۹۵۷ء)
حیات العلماء :- مولوی عبد الباقی سہسوانی۔ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۳ء)
خزانہ عامرہ :- غلام علی آزاد بلگرامی (مطبع نول کشور کانپور ۱۸۷۱ء)
خزینۃ الاصفیاء (دو جلد) مفتی غلام سرور لاہوری (نول کشور [illegible])
خواجہ بندہ نواز :- محمد حامد قریشی (مطبع انتظامی حیدرآباد [illegible])
خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام (حصہ پنجم) مولوی محمد عبد الحی بدایونی وکیل (وکٹوریہ پریس بدایوں، ۱۸۹۹ء)
خیر المجالس :- (ملفوظات شاہ نصیر الدین چراغ دہلی) پروفیسر خلیق احمد نظامی - (علی گڑھ، ۱۹۵۹ء)

داتا گنج بخش :۔ منشی محمد الدین فوق (لاہور، ۱۹۲۰ء)
داستان تاریخ اردو :۔ پروفیسر حامد حسن قادری (عزیزی پریس آگرہ، ۱۹۵۷ء)
دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنہ بالحبیب :۔ مخدوم محمد معین الدین بہ مقدمہ و تحقیق مولانا محمد عبدالرشید نعمانی (سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء)۔
دربار اکبری :۔ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (لاہور ۱۹۴۷ء)
دہلی اور اس کے اطراف :۔ مولوی حکیم عبدالحئی (کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی ۱۹۵۸ء)
ذاتی ڈائری :۔ مولانا عبیداللہ سندھی (سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور)
ذخیرۃ الخوانین :۔ (جلد اول) شیخ فرید بھکری بہ ترتیب ڈاکٹر سید معین الحق۔ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء)
ذکر میر :۔ میر تقی میر بہ ترتیب مولوی عبدالحق (انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد ۱۹۲۵ء)
ذکر المعارف المعروف بہ تذکرہ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی :۔ شوکت حسین الہ آبادی (رضوی پریس الہ آباد ۱۳۴۲ھ)
رجال السند والہند :۔ قاضی ابوالمعالی اطہر مبارک پوری (بمبئی ۱۹۵۸ء)
رسالہ دانشمندی :۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی۔ ۱۹۱۸ء)
رقعات ابوالفتح گیلانی :۔ حکیم ابوالفتح گیلانی (مخزونہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ علی گڑھ)
رود کوثر :۔ شیخ محمد اکرام (فیروز سنز لاہور، ۱۹۵۸ء)۔
روض الازہر فی مآثر القلندر معہ حوض الکوثر فی تکملہ روض الازہر معہ مواہب القلندر لمن یطالع العروض الازہر :۔ شاہ تقی حیدر تکملہ از شاہ علی انور و شاہ حبیب حیدر (مطبع سرکاری رام پور، ۱۹۱۸ء)۔
روضۃ الاولیاء :۔ (اولیائے خلد آباد کے حالات) غلام علی آزاد بلگرامی۔ (مطبع اعجاز صفدری، حیدر آباد دکن ۱۳۰۱ھ)۔
روضۃ الصفاء :۔ (جلد ہفتم) میر خواند (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء)۔
زبدۃ المقامات :۔ محمد ہاشم (مطبوعہ نول کشور پریس، لکھنؤ)

سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان :- غلام علی آزاد بلگرامی (بمبئی، ۱۳۰۳ھ)
سرو آزاد :- غلام علی آزاد بلگرامی (مطبع مفید عام آگرہ، ۱۹۱۰ء)
سفر نامہ اسیر مالٹا :- مولانا حسین احمد مدنی (دارالاشاعت والتجارت، دیوبند)
سفیر اودھ :- مولوی مسیح الدین کاکوروی (الناظر پریس لکھنؤ، ۱۹۳۹ء)
سفینۃ الاولیاء :- شہزادہ داراشکوہ (اردو ترجمہ مولوی محمد علی لطفی) نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۵۹ء
سفینہ رحمانی :- حافظ عبدالرحمن حیرت (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۸۴ء)
سفینہ شیخ علی حزیں :- شیخ علی حزیں لاہجی بہ ترتیب و تہذیب مسعود علی (حیدرآباد دکن ۱۹۳۰ء)
سوانح احمدی :- مولوی محمد جعفر تھانیسری (صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی، پنڈی بہاءالدین)
سوانح حیات امیر خسرو :- پروفیسر محمد حبیب (اردو از حیات اللہ انصاری)
(ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد، ۱۹۴۸ء)
سوانح حیات شاہ محمد حسین الہ آبادی :- محمد الفاروقی (ادارہ نوامیس الٰہیہ الہ آباد ۱۳۵۴ھ)
سوانح قاسمی :- (سہ جلد) مولانا مناظر احسن گیلانی (دارالعلوم دیوبند، ۱۳۷۳ھ)
سوانح عمری حضرت شاہ بلاقی مراد آبادی :- احمد حسین (مطبع سعیدی رام پور ۱۳۱۳ھ)
سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی :- محمد احسان اللہ عباسی (ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۶ء)
سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی :- مولانا محمد یعقوب نانوتوی (مطبوعہ دیوبند ضلع سہارنپور)
سوانحات المتاخرین آنولہ (قلمی) :- حکیم مولوی عبدالغفور (مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی)
سیر الاولیاء :- محمد مبارک العلوی معروف بامیر خورد کرمانی (مطبع محب ہند دہلی ۱۳۰۲ھ)
سیر العارفین :- حامد بن فضل اللہ جمالی (مطبع رضوی، دہلی، ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء)
سیر العلماء :- (علمائے ضلع سیتاپور کے مختصر حالات) حکیم [illegible] اللہ گوپاموی۔
(مطبع وحیدی کانپور ۱۳۴۶ھ)
سیرت الاشرف :- (دو جلد) منشی امیر احمد کاکوروی (ہمدم برقی پریس لکھنؤ ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء)
سیرت حاجی امداد اللہ اور ان کے خلفاء - مولانا امداد صابری (دہلی، ۱۹۵۱ء)
سیرت سید احمد شہید :- مولوی ابوالحسن علی ندوی (نامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۹ء)

سیرت سید احمد شہید :- مولانا غلام رسول مہر (کتاب منزل لاہور، ۱۹۵۲ء)
شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک :- مولانا عبید اللہ سندھی۔
(دین محمدی پریس لاہور، ۱۹۴۲ء)
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات :- پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ، ۱۹۵۰ء)
شعر العجم :- (حصہ دوم) مولانا محمد شبلی نعمانی (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)
شمائم امدادیہ :- مولوی محمد احسن نگرامی و مرتضیٰ حسن خاں (قومی پریس لکھنؤ ۱۳۱۴ھ)
شمع انجمن :- نواب صدیق حسن خاں (مطبع صدیقی بھوپال، ۱۲۹۳ھ)
شہید ثالث :- (حالات نور اللہ شوستری) محمد ہادی عزیز (نامی پریس لکھنؤ، ۱۹۲۵ء)
ضیاء القلوب :- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)
طبقات اکبری :- (جلد اول و سوم) خواجہ نظام الدین ہروی۔
(ایشیائک سوسائٹی بنگال۔ کلکتہ۔ ۱۹۳۱ء)۔
طرب الاماثل بتراجم الافاضل :- (مشمولہ مجموعۃ الرسائل الست) مولانا عبد الحیٔ
فرنگی محلی۔ (مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۹۲۱ء)
طوالع الانوار :- مولوی انوار الحق بدایونی (صبح صادق پریس سیتاپور ۱۲۸۹ھ)۔
علمائے حق :- مولانا محمد میاں۔ (مراد آباد ۱۹۴۷ء)
علمائے ہند کا شاندار ماضی :- (سہ جلد) مولانا محمد میاں (جلد اول۔ دہلی ۱۹۴۲ء،
جلد دوم وسوم ۱۹۵۷ء)
علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد اول :- مرتبہ محمد ایوب قادری (آل پاکستان
ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، ۱۹۶۰ء)
علمی نقوش :- ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (اعلیٰ کتب خانہ کراچی ۱۹۵۷ء)
عماد السعادت :- غلام علی نقوی۔ (مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۸۹۷ء)
عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف :- مولوی محمد عبد الکریم
(مطبع انوار احمدی، الہ آباد)

عمل صالح :۔ (جلد سوم) محمد صالح کنبوہ بہ تصحیح ڈاکٹر غلام یزدانی ۔(ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، ۱۹۳۵ء)۔
عہد اسلامی کا ہندوستان :۔ ریاست علی ندوی ۔(ادارۃ المصنفین پٹنہ ۱۹۵۰ء)
عین الانسان :۔ علی احمد محمود اللہ بدایونی ۔ (وکٹوریہ پریس بدایوں)
عین الولایت لسراج الہدایت :۔ محمد عزیز اللہ معروف بہ منشی ولایت علی خاں۔
(مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء)
غدر کی صبح و شام :۔ (شائع کردہ خواجہ حسن نظامی دہلوی، ہمدرد پریس دہلی، ۱۹۲۶ء)
فتاوائ سعدیہ :۔ (حصہ اول) مفتی سعد اللہ مراد آبادی بہ ترتیب مولوی لطف اللہ۔
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)
فتاوائ عزیزی :۔ شاہ عبد العزیز دہلوی بہ ترتیب مولوی محمد احسن نانوتوی ۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)
فتح نامہ سند المعروف بہ چچ نامہ :۔ علی بن حامد بن ابی بکر الکوفی بہ تصحیح ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ (مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن ۱۹۳۹ء)
فرنگیوں کا جال :۔ مولانا امداد صابری (دہلی، ۱۹۴۹ء)
فوائد الفواد :۔ (ملفوظات شاہ نظام الدین اولیاء بدایونی) امیر حسن سنجری۔
(مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ)
فہرست :۔ نسخ قلمی، سبحان اللہ اورنٹیل کلیکشن (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سید کمال حسین
(مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۳۰ء)
قاموس الاعلام :۔ (حصہ اول) حکیم شمس اللہ قادری (حیدر آباد دکن، ۱۹۳۵ء)
قاموس المشاہیر :۔ (دو جلد) مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی ۔
(نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۶ء)
قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب :۔ مولوی ذوالفقار احمد ۔
(مفید عام پریس آگرہ، ۱۳۱۶ھ)

قیصر التواریخ :- (دو جلد) کمال الدین حیدر حسینی - (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۷ء)
کاشف الاستار :- (قلمی) شاہ حمزہ مارہروی المتوفی ۱۱۹۸ھ / ۱۷۹۳ء (مملوکہ سید فرخ علی جلالی بدایونی)
کشکول سندھ :- (علامہ ہاشم سندھی نیز دیگر علمائے سندھ کے مختلف فتاویٰ کا مجموعہ) قلمی مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی
کلمات طیبات :- مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی (بہ تصحیح حافظ فضل الرحمٰن) مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء
کلیات نثر غالب :- مرزا اسد اللہ خاں غالب (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۱ء)
کمالات عزیزی :- نواب مبارک علی خاں (مطبع ضیائی میرٹھ، ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء)
گل رحمت :- (قلمی) نواب سعادت یار خاں (مخزونہ کتب خانہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی - کراچی)
گلدستہ علمائے سورت :- شیخ بہادر عرف شیخو میاں سورتی (مطبع شہابی بمبئی ۱۳۱۱ھ)
گل رعنا :- مولوی حکیم عبدالحئی (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)
گلزار ابرار :- (اردو ترجمہ موسوم بہ اذکار الابرار) محمد غوثی مانڈوی (مطبع مفید عام، آگرہ ۱۳۲۶ھ)
گلزار اولیا :- مولوی مظفر حسین (مطبع سبحانی حیدر آباد دکن ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)
گلزار ہند :- مجموعہ رقعات مولوی امام الدین بدایونی بنام مولوی احسان الکریم بدایونی) مولوی امام الدین بہ ترتیب مولوی احسان الکریم (مطبع قیصری بریلی ۱۲۹۷ھ)
گلشن ابرار :- (قلمی) ریاض الدین سہسوانی (مملوکہ احید الدین نظامی بدایونی) -
گلشن بے خار :- نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۴ء)
گنجینہ سدیدی معروف بہ آئینہ مبارک :- سید حسن رضوی بہاری -
(مطبع لامع النور الہ آباد ۱۳۲۶ھ)
لائل محمڈنس آف انڈیا :- سر سید احمد خاں بہادر (میرٹھ، ۱۸۶۰ء)
لطائف قدوسی :- (ملفوظات شاہ عبدالقدوس گنگوہی) شیخ رکن الدین - (مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ) -
ماثر الامراء :- (جلد سوم) صمصام الدولہ شاہ نواز خاں بہ تصحیح مولوی مرزا اشرف علی -
(کلکتہ ۱۸۹۱ء)
ماثر الکرام :- دفتر اول - غلام علی آزاد بلگرامی (مطبع مفید عام آگرہ ۱۹۱۰ء)

ماثر رحیمی :- (سہ جلد) عبدالباقی نہاوندی، بہ تصحیح مولوی ہدایت حسین۔
(ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، ۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۱ء)

ماثر صدیقی موسوم بہ سیرت والاجاہی :- (حالات نواب صدیق حسن خاں (چہار جلد)
نواب علی حسن خاں۔ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۹ء)۔

مانڈو :- (شادی آباد) ڈاکٹر یزدانی (اردو ترجمہ مرزا محمد بشیر۔)
(انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۴۲ء)

مباحثہ شاہجہاں پور :- مولوی محمد قاسم نانوتوی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۴ء)

مجموعہ حالات عزیزی :- ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء)

مختصر سیر ہندوستان :- حکیم محمد وحید اللہ بدایونی (مطبع احمدی ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء)

مخزن نکات :- شیخ محمد قیام الدین قائم بہ ترتیب مولوی عبدالحق (انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد۔ دکن)

مذاہب الاسلام :- مولوی حکیم نجم الغنی رام پوری (نول کشور پریس لکھنؤ)

مراۃ الحقائق :- (حالات شیخ عبدالحق دہلوی) برکت علی بن محمد خیرات علی
(مطبع عزیزی رام پور ۱۳۲۲ھ)

مراۃ الیقین فی حیوۃ نور الدین :- مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔
(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور)

مرقع دہلی :- نواب درگاہ قلی خاں بہ تصحیح حکیم مظفر حسین (تاج پریس حیدرآباد دکن)

مزارات اولیائے دہلی :- (حصہ اول) محمد عالم شاہ فریدی (جہان جہاں پریس دہلی ۱۳۳۰ھ)

مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت :- (دو جلد) مولانا مناظر احسن گیلانی۔
(دار المصنفین [illegible] ۱۹۴[illegible]ء)

مشاہیر کشمیر :- منشی محمد الدین فوق (کریمی پریس، لاہور ۱۹۳[illegible]ء)

مضامین ذوقی :- از سید محمد ذوقی بہ ترتیب واحد بخش (کراچی ۱۹۴۸ء)

مظاہر حق :- (جلد اول) نواب قطب الدین خاں دہلوی۔
(نول کشور پریس لکھنؤ۔ ۱۹۵۲ء)

مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء (قلمی)، سال تصنیف ۱۳۱۷ھ - مولوی محمد حسین ابن بخشش علی سیدپوری بدایونی (مخزونہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ - بدایوں)

معارج الولایۃ (دو جلد) قلمی - غلام معین الدین (مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ)

معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ (دو جلد) یوسف الیان سرکیس (مطبع سرکیس مصر ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء)

مفتاح التواریخ :- طامس ولیم بیل (مطبع نول کشور کانپور ۱۸۶۷ء)

مفتاح العاشقین :- (ملفوظات شیخ نصیر الدین چراغ دہلی) مرتبہ خواجہ محب اللہ۔ (اللہ والے کی قومی دوکان لاہور)

مقالات شبلی :- (جلد سوم، پنجم) مولانا محمد شبلی نعمانی، مرتبہ مولانا سلیمان ندوی۔ (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء)

مقالات شروانی :- نواب حبیب الرحمن خاں شروانی (شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ ۱۹۲۶ء)۔

مقالات الشعراء :- علی شیر قانع تتوی بہ ترتیب پیر حسام الدین راشدی۔ (سندھی ادبی بورڈ، کراچی، ۱۹۵۷ء)

مقامات مظہری :- شاہ غلام علی دہلوی۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)

مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ :- مولانا عبد الحی فرنگی محلی۔ (مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۹۲۲ء)

مکاتیب شریفہ :- شاہ غلام علی دہلوی (لاہور، ۱۳۷۱ھ)

مکتوبات امدادیہ معہ صد فوائد بر حاشیہ :- (مکتوبات حاجی امداد اللہ بنام مولوی اشرف علی تھانوی) مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی - (مطبع احمدی لکھنؤ، ۱۹۱۵ء)

مکتوبات امیر الملت :- (پیر جماعت علی شاہ علی پوری) حصہ اوّل - (انجمن خدام الصوفیہ کراچی، ۱۹۵۸ء)

مکتوبات سید اشرف جہانگیر سمنانی :- (قلمی) مکتوبہ ۱۲۳۳ھ - سید اشرف جہانگیر سمنانی بہ ترتیب حاجی عبد الرزاق - (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ)

ملفوظ مصابیح القلوب :- (دو حصص) ظہیر السجاد (انتظامی پریس کانپور ۱۳۷۰ھ)

ملفوظات شاہ عبد العزیز :- اردو ترجمہ مولوی محمد علی لطفی و مفتی انتظام اللہ شہابی (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ کراچی ۱۹۶۰ء)

مناقب الحسن رسول نما:- (اردو ترجمہ نوائح العرفان مصنفہ سید محمد ہاشم)
(مطبع گلزار ہند اسٹیم پریس لاہور ١٣٣٩ھ ١٩٢٠ء)

منتخب التواریخ:- ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مراد آبادی)
(نول کشور پریس، ١٨٧٩ء)

منتخب مکتوبات قدوسیہ:- شیخ عبدالقدوس گنگوہی (مطبع مجتبائی دہلی، ١٣١٢ھ)

منتخب اللباب:- (جلد دوم) محمد ہاشم المخاطب بہ خافی خاں- (مطبع مظہر العجائب کلکتہ، ١٨٧٤ء)

مورخین ہند:- حکیم شمس اللہ قادری- (تاریخ آفس، حیدر آباد دکن، ١٩٣٣ء)

مولانا فضل حق و عبدالحق:- مفتی انتظام اللہ شہابی (مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں)

مولانا فیض احمد بدایونی:- محمد ایوب قادری- (پاک اکیڈمی- کراچی، ١٩٥٧ء)

مونس الارواح:- (قلمی) جہاں آرا بیگم (مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی)

نجوم السماء:- مرزا محمد علی (جعفری پریس، لکھنؤ ١٣٠٣ھ ١٨٨٥ء)

نزہۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر:- (ہفت جلد) مولوی حکیم عبدالحئی-
(دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ١٩٤٧ء تا ١٩٥٩ء)

نفحۃ الیمن:- شیخ احمد یمنی شروانی بہ تصحیح وحاشیہ مولانا محمد احسن نانوتوی (مطبع مجتبائی دہلی، ١٣٢٦ھ)

نقوش سلیمانی:- سید سلیمان ندوی (دار المصنفین اعظم گڑھ، ١٩٣٥ء)

نکات الشعراء:- میر تقی میر بہ ترتیب مولوی عبدالحق (انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن ١٩٣٥ء)

نگارستان فارس:- شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد- (آزاد بکڈپو، لاہور ١٩٢٢ء)

نوادر اللغات:- سراج الدین علی خاں آرزو بہ تصحیح و تحشیہ و مقدمہ ڈاکٹر سید عبداللہ
(انجمن ترقی اردو پاکستان، ١٩٥١ء)

نور القلوب:- (قلمی) مولوی نواب امجد علی لکھنوی (مملوکہ مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری پرنسپل
مدرسہ شمس العلوم بدایوں)

نئے اور پرانے چراغ:- پروفیسر آل احمد سرور (اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ١٩٥١ء)

واقعات دار الحکومت دہلی:- (سہ جلد) مولوی بشیر الدین احمد دہلوی (شمسی پریس آگرہ، ١٩١٩ء)

وصایا شریف :- مرتبہ حسنین رضا خاں بریلوی ۔ (طبع دوم ، لاہور)
وصیت نامہ :- شاہ ولی اللہ دہلوی (حاشیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۔ (مطبوعہ بمبئی)
ولی اللہ :- محمد اسمعیل گودھروی (جامع ملیہ پریس دہلی)
ہدایت المخلوق :- (قلمی) محمد افضل بدایونی (مملوکہ سید فرخ علی جلالی، بدایون)
ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک :- مسعود عالم ندوی (مکتبہ ملیہ ، راولپنڈی، ۱۳۶۸ھ)
ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں :- مولوی ابوالحسنات ندوی ۔
(دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۳۶ء)
یاد ایام :- مولوی حکیم عبدالحیٔ ۔ (مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ ۱۹۱۹ء)
یادگار دہلی :- سید احمد ولی اللہی (مطبوعہ)
یادگار غالب :- خواجہ الطاف حسین حالی ۔ (عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور، ۱۹۳۲ء)
کلام لطف :- مفتی لطف اللہ علی گڑھی بہ ترتیب مولوی بدر الدین (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۳۷ء)

رسائل

رسالہ	شمارہ
۱- اردو (اورنگ آباد، دکن)	جنوری ۱۹۳۷ء
۲- اردو ادب (علی گڑھ)	جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء
۳- العلم کراچی	اپریل تا مئی ۱۹۵۷ء (جنگ آزادی نمبر)
۴- العلم "	اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۷ء
۵- العلم "	جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء
۶- العلم "	اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۸ء
۷- العلم "	جنوری تا جون ۱۹۵۹ء
۸- العلم "	جولائی تا ستمبر ۱۹۵۹ء
۹- الفرقان (بریلی)	۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء (شاہ ولی اللہ نمبر)
۱۰- برہان (دہلی)	نومبر یا دسمبر ۱۹۶۰ء
۱۱- تحریک (دہلی)	اگست ۱۹۵۷ء و جون ۱۹۶۰ء۔
۱۲- ذوالقرنین (بدایوں)	اپریل ۱۹۵۶ء (بدایوں نمبر)
۱۳- فکر و نظر (علی گڑھ)	جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء
۱۴- معارف (اعظم گڑھ)	مئی، جون ۱۹۲۱ء
۱۵- معارف "	دسمبر ۱۹۲۳ء
۱۶- معارف "	دسمبر ۱۹۵۶ء
۱۷- معارف "	مئی تا جولائی ۱۹۵۶ء
۱۸- معارف "	جنوری تا ستمبر ۱۹۵۹ء
۱۹- معارف "	جنوری تا مارچ و نومبر تا دسمبر ۱۹۶۰ء

انگریزی کتب

1 Barani's History of the Tughlaqs by Dr. S. Moinul Haq. (Pakistan Historical Society, Karachi, 1959)

2 Catalogue of the Persian Manuscripts, in the Library of the British Museum, by Charles Rieu (London, 1879)

3 India's Contribution to the Hadith Literature, by Dr. Mohd. Ishaq (Dacca, 1948).

4 List of the Muhammadan and Hindu Monuments, Vol. II. (Calcutta, 1919)

5 List of the Muhammadan and Hindu Monuments Vol. III (Calcutta 1922)

6 Memoirs of the Archeological Survey of India, No. 9 (Calcutta)

7 Preaching of Islam, by T.W. Arnold, (Lahore 1955).

8 Struggle for Freedom Movement in Uttar Pradesh Vol. V, (Lucknow, 1960).

9 The Encyclopaedia of Islam, Vol, I, (Leyden, 1913).

10 The Encyclopaedia of Islam, Vol, II, (Leyden, 1927).

11 Two Native Narratives of the Mutiny in Delhi, (Charles Theophilus Metcalfe), London, 1898.

اشاریہ

الف

ب

ج

چ

ح

خ

ز

س

ش

ص

ط، ظ

ع

غ

گ

ل

م

---*---

کُتب

(الف)

ث

ج

خ

ش

ص

ض

ط و ظ

ع

ق

ک

گ

ی

اعلام

الف

ب

خ

ز

ص

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۰	۱۸	ابوالحسنات	ابوالحیات	۱۱۹	۱۴	اس زبان میں	اس زمانہ میں	۲۹۲	۱۴	عبدالحی بحرالعلوم	عبدالعلی بحرالعلوم
۶۰	۱۹	دوسری کتاب	دوسری کتاب آثار پھلواری	۱۲۰	۹	لوائح حاجی	لوائح جامی	۳۰۱	۱۵	شروع	شرح
۶۱	۹	محبوب ذو المتن	محبوب ذو المنن	۱۲۲	۱۶	ضابطہ تہذیب	تہذیب	۳۲۰	۲	اسرار الحق	اسرار الحق
۶۳	۹	فوز احتلاف	فوز الاخلاف	۱۲۷	۹	نفائس اللعات	نفائس اللغات	۳۲۱	۱۶	گزشت	بگزشت
۶۴	۸	علاقی	علاقائی	۱۸۴	۱۷	صیانتہ الاناس	صیانتہ الناس	۳۲۱	۱۷	گفت	بگفت
۷۲	۹	کاردنیا کسیے تمام کرد	کار دنیا کسے تمام نکرد	۱۸۹	۸	یادتھی	یاد تھیں	۳۲۷	۱۷	قصوص	نصوص
۷۴	۲	فی بہجۃ المسامع	وبہجۃ المسامع	۱۹۱	۱۷	اعانۃ الوحیین	اعانۃ الموحدین	۳۳۷	۱۹	خیر المدراس	خیر المدارس
۷۷	۱۸	مرکز ادوار	مرکز دوار	۱۹۲	۷	عربی کی غزل	کی عربی غزل	۳۵۵	۱۱	لیکن	لبکن
۷۸	۴	ذخیرۃ الخوابین	ذخیرۃ الخوانین	۱۹۸	۱۸/۱۹	رلخت	راخت	۳۶۶	۷	غلام غوث گوپالوی	غلام غوث گوپاموی
۸۱	۴	جزاہ اللہ خیراً	جزاہ اللہ خیراً	۲۰۳	۲۰	ثناۃ بالتکریر	مثناۃ بالتکریر	۳۶۶	۸	شارح مسلم	شارح سلم
۹۳	۱۸	آثار الاول	آثار الاوّل	۲۰۹	۱۳	حکمت ایماتی	حکمت ایمانی	۳۶۷	۱۲	قطب الدین	قطب دین
۹۸	۲۳	احمد دہلان	احمد دحلان	۲۰۵	۱۳	حواشی الابدمنہ	حواشی مالا بدمنہ	۳۸۳	۶	الحسن الثعالی	الجنس العالی
۱۰۱	۱۷	لوتیہ من یشاء	یوتیہ من یشاء	۲۴۳	۸	طباعت	طبابت	۳۸۳	۸	الروض	الروض المجود
۱۰۵	۸	فیما نزول	فیما ینزول	۲۶۹	۱۲	ازین جہاں	زین جہاں	۳۸۶	۱۳	علی فصوص الفارابی	تعلیقات علی فصوص الفارابی
۱۰۵	۱۸	سنہ ۱۲۰۰ھ ۸-۱۷۸۵	سنہ ۱۲۰۰ھ ۶-۱۷۸۵ء	۲۸۹	۲۳	فی الجرح والتعدل	فی الجرح والتعدیل	۴۴۳	۲	الحسینی القبطی	الحسینی القطبی
۱۰۶	۱۰	قال اقوال	قال اقول	۲۸۹	۱۷	حاشیۃ الحلال	حاشیۃ الجلال	۴۴۹	۸	شہرے	شہر بوبک سے
۱۱۱	۶	سحر گاہی	سحر آگاہ ہے	۲۸۹	۲۲	ہدایۃ المعتد	ہدایۃ المعتدین	۴۷۲	۷	مولوی کی	مولوی محمد کی
								۴۷۳	۱۱	شیخ نصیر الدین	شیخ نصیر الدین کے بیٹے